تصحیح شدہ جدید ایڈیشن

مجموعہ رسائل

جلد دوم

تالیف

مناظر اسلام
وکیل احناف
حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی
رحمۃ اللہ علیہ

ناشر

ادارہ خدام احناف لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مجموعہ رسائل

جلد دوم

تالیف

مناظر اسلام حضرت مولانا

محمد امین صفدر

اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ

ناشر

ادارہ خدام احناف

285 جی ٹی روڈ باغبانپورہ لاہور پاکستان

فون: 042-6862816

نام کتاب .... مجموعہ رسائل (جلد دوم)
تالیف .... مناظر اسلام حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمہ اللہ
کمپوزنگ .... الرحمٰن کمپیوٹرز، 0300-4257988
ضخامت .... 448 صفحات
تاریخ اشاعت...... جولائی 2011ء
تعداد .... گیارہ سو
قیمت ....
ناشر .... ادارہ خدام احناف
285 جی ٹی روڈ باغبانپورہ لاہور
فون: 0300-4257988,0300-9496702

ڈسٹری بیوٹر
کتب خانہ صفدریہ
حق سٹریٹ اردو بازار لاہور، موبائل: 0300-4257988

چند ملنے کے پتے

- ☆ جامعہ حنفیہ قادریہ 285 جی ٹی روڈ لاہور
- ☆ مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور
- ☆ مکتبہ سید احمد شہیدؒ اردو بازار لاہور
- ☆ شمع بک ایجنسی اردو بازار لاہور
- ☆ مکتبہ خلیل اردو بازار لاہور
- ☆ مکتبہ حقانیہ ٹی بی ہسپتال روڈ ملتان
- ☆ کتب خانہ رشیدیہ راجہ بازار راولپنڈی
- ☆ اسلامی کتب خانہ خیابان سرسید راولپنڈی
- ☆ مکتبہ سید احمد شہیدؒ اکوڑہ خٹک
- ☆ مکتبہ قاسمیہ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور
- ☆ ادارہ اسلامیات انارکلی لاہور
- ☆ مکتبہ عائشہ اردو بازار لاہور
- ☆ مکتبہ الحسن اردو بازار لاہور
- ☆ کتب خانہ مجیدیہ بوہڑ گیٹ ملتان
- ☆ اسلامی کتب خانہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی
- ☆ مکتبہ رشیدیہ اقبال مارکیٹ کمیٹی چوک راولپنڈی
- ☆ مکتبہ صفدریہ چوہڑ چوک راولپنڈی
- ☆ مکتبہ علمیہ جی ٹی روڈ اکوڑہ خٹک
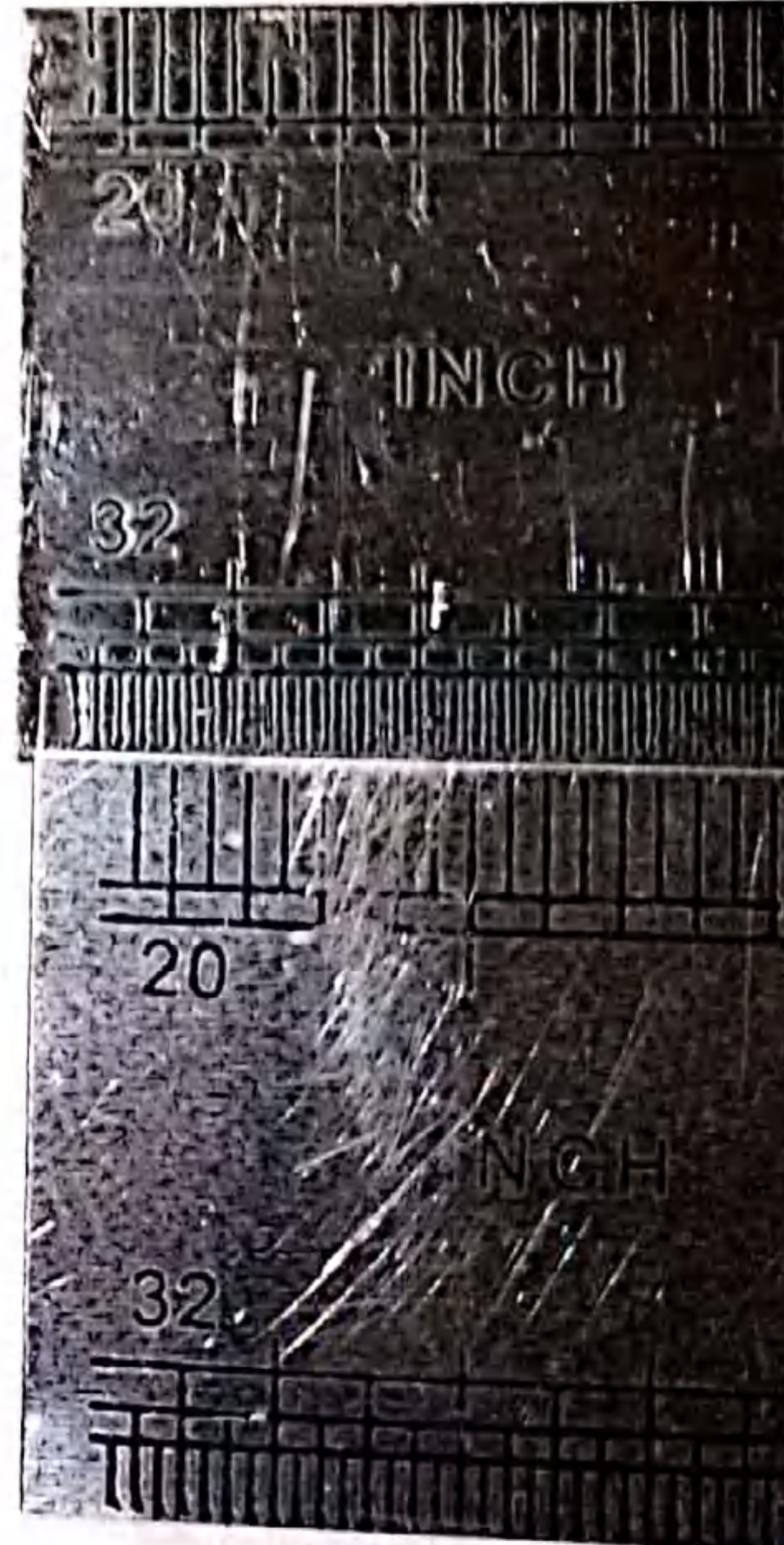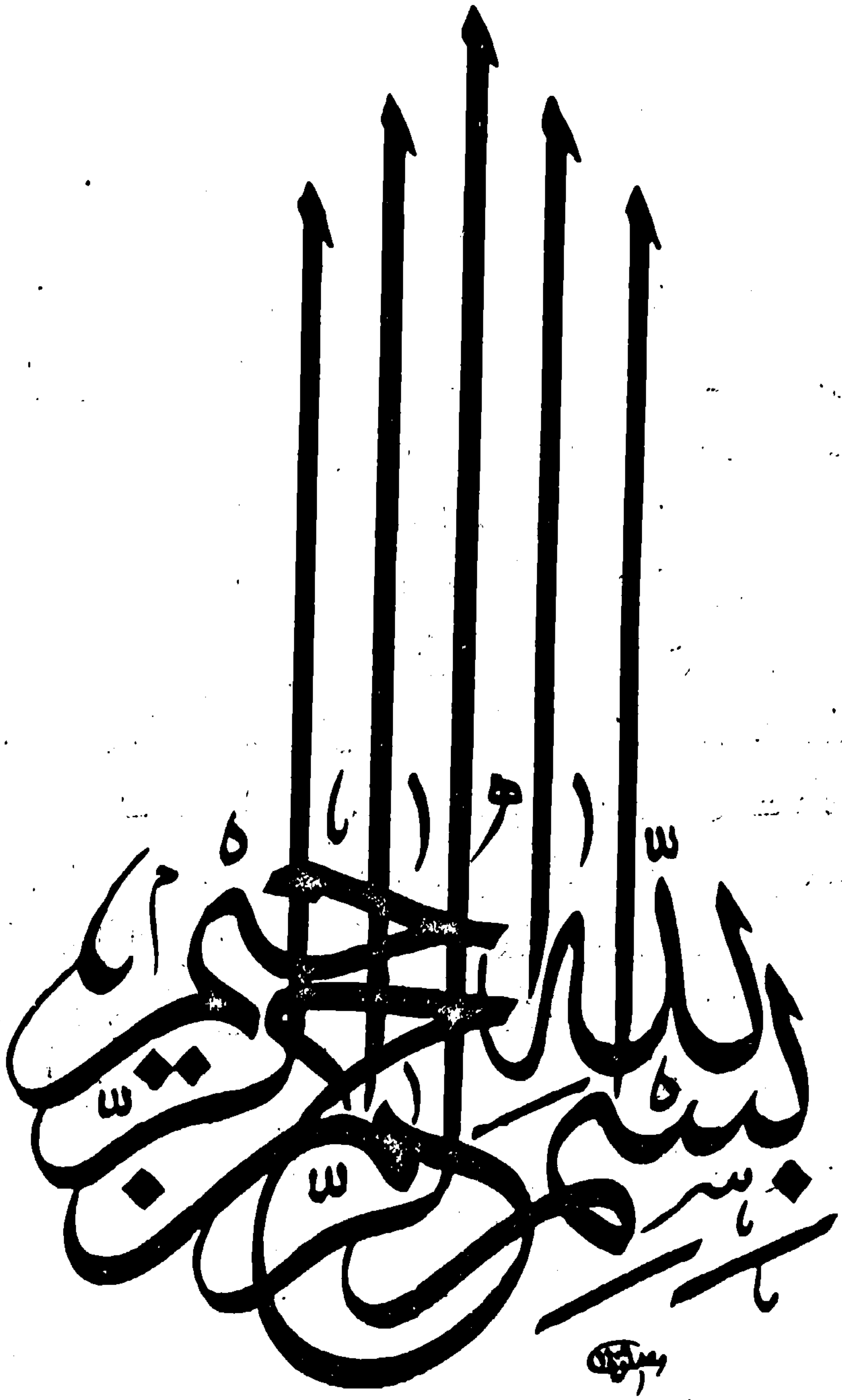
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جمعۃ : ۱۲ شوال الکرم

اللّٰهمّ

صلّ علی محمّد وعلی آل محمّد

کما صلّیت علی ابراہیم وعلی آل ابراہیم

انّک حمید مّجید

اللّٰهمّ

بارک علی محمّد وعلی آل محمّد

کما بارکت علی ابراہیم وعلی آل ابراہیم

انّک حمید مّجید

فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ ○

ترجمہ

سو کیوں نہ کوچ کیا ان میں ہر فرقہ سے ایک طائفہ نے تاکہ وہ دین میں تفقہ پیدا کرلیں اور اپنی قوم کو ڈرائیں جب وہ ان کی طرف لوٹیں، تاکہ وہ بچ جائیں۔

(سورہ توبہ آیت ۱۲۲)
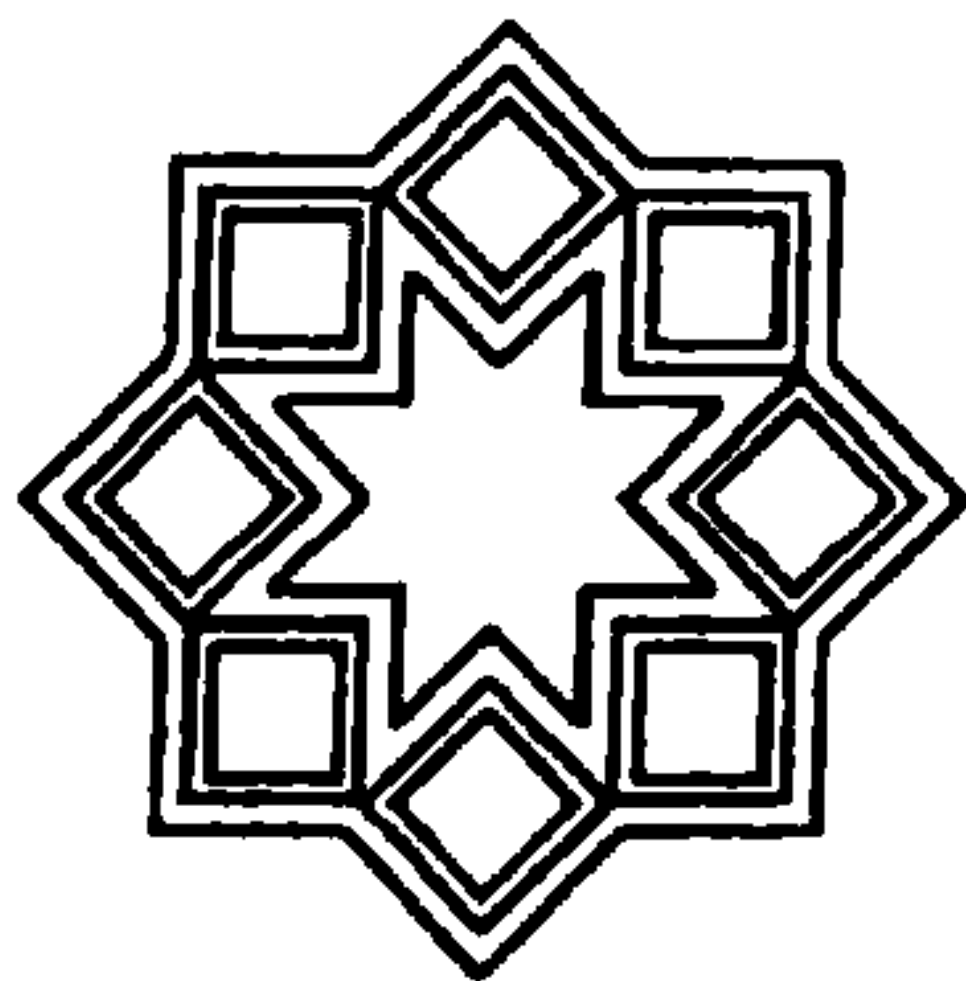
انتساب

باسمہ تعالیٰ

سراج الامت، فقیہ ملت، مصداق بشارت نبیؐ دعائے علیؓ امام المحدثین
سیدنا امام اعظم **ابوحنیفہ نعمان بن ثابت** رحمۃ اللہ علیہ۔

اور

۱۔ قاضی القضاۃ۔ فقیہ العصر تلمیذ اول

سیدنا امام ابویوسفؒ

۲۔ مصنف کتب کثیرہ۔ وارث علم ابوحنیفہؒ

سیدنا امام محمدؒ

کے نام

(مولانا) محمد امین صفدر اوکاڑوی

حرف اول

نحمدهٗ ونصلی ونسلم علیٰ رسولہ الکریم امابعد۔

قارئین کرام! مناظر اسلام حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی دامت برکاتہم العالیہ کے نام سے کون واقف نہیں جنہوں نے اہلسنت والجماعت حنفی مسلک کی ترجمانی کا حق ادا کر دیا جن کی محنت سے اہلسنت والجماعت مسلک کے علماء کو باطل فرقوں کے مقابلہ میں بات کرنے کا حوصلہ ملا اور آج باطل فرقوں عیسائیت، پرویزیت، مرزائیت خصوصاً غیر مقلدین کو اہلسنت پر جارحانہ اٹیک کرنے سے روک کر دفاعی لائن پر کھڑا کر دیا ہے۔ پہلے وہ اہلسنت پر سوالات کرتے اور جواب کا مطالبہ کرتے آج اہلسنت عوام جنہوں نے مولانا کی تقاریر سنیں یا ان کی کتب پڑھیں انہوں نے غیر مقلدین کا ناطقہ بند کر دیا ہے اہلسنت کا کوئی فرد جو زیادہ علم نہ بھی رکھتا ہو وہ صرف غیر مقلدین سے سوالات کر کے ان سے ان کے جوابات کا مطالبہ کرتے رہے تو انشاء اللہ غیر مقلدین جو مولانا کے کہنے کے مطابق چھوٹے رافضی ہیں کبھی اس کے نزدیک بھی نہیں آئیں گے۔

قارئین کرام! زیر نظر مجموعہ رسائل جو حضرت مولانا محمد امین صاحب صفدر اوکاڑوی دامت برکاتہم کے ابتدائی رسائل ہیں ان کو پہلے مولانا کی اجازت سے **گوجرانوالہ** کے احباب نے شائع کیا جو چار جلدوں میں تھے اور ان میں پروف کی اغلاط رہ گئی تھیں مولانا کے کہنے کے باوجود ناشر نے ان کی تصحیح نہیں کی تھی جس بنا پر غیر مقلدین کو پروف کی اغلاط کو سامنے رکھ کر مولانا پر طعن کرنے کا موقع ملا جس پر ملک بھر سے مولانا کو خطوط کے ذریعہ سے اہلسنت علماء او عوام نے توجہ دلائی کہ ان کو نظر ثانی کر کے شائع کیا جائے تو حضرت مولانا دامت برکاتہم نے خود بھی اور اپنے احباب خصوصاً حضرت مولانا منیر احمد صاحب دامت برکاتہم اور اپنے تلامذہ سے بھی تعاون لیکر اس پر نظر ثانی کر دی ہے اب امید ہے کہ پروف کی اغلاط بھی نہ ہونے کے برابر ہونگی پھر بھی اگر آپ کسی مقام پر پروف کی غلطی دیکھیں تو ناشر کو مطلع فرمائیں نیز **مجموعہ رسائل** کی پہلے چار جلدیں تھیں اب چونکہ حضرت کے مضامین **تجلیات صفدر** کے نام سے بھی شائع ہو رہے ہیں اسلئے حضرت نے نظر ثانی کے دوران دیکھا کہ جو مضامین **تجلیات صفدر** میں آ گئے ہیں ان کو **مجموعہ رسائل** سے نکال دیا جائے تا کہ عوام پر بوجھ نہ پڑے اسلئے اس مجموعہ کی اب تین جلدیں ہی شائع ہو رہی ہیں قارئین نوٹ فرمالیں اور مولانا کی طرف سے اس **مجموعہ رسائل** کے حقوق طباعت **ادارہ خدام احناف لاہور** کو حاصل ہیں اسلئے کسی فرد واحد یا کسی انجمن وادارہ کو یہ رسائل یا اس کا کوئی حصہ بغیر اجازت شائع کرنے کی اجازت نہیں۔

قاری جمیل الرحمٰن اختر

فہرست مضامین

کتاب

سبیل الرسول پر ایک نظر

تالیف

مناظر اسلام حضرت مولانا

محمد امین صفدر

اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ

کتاب
سبیل الرسول پر ایک نظر

یہ کتاب کسی عالم کی تصنیف نہیں ہے بلکہ ایک طبیب نے اصل کتابوں سے ہٹ کر چھوٹے چھوٹے رسالوں سے چند بے ربط اور غیر متعلق حوالوں کو اکٹھا کیا ہے نہ یہ کوئی علمی تصنیف ہے اور نہ تحقیقی۔ البتہ مؤلف رسالہ کی کج فہمی اور بد فہمی کا شاہکار ہے۔

کتاب کا نام ''سبیل الرسول'' رکھا ہے یہ نام کلمة حق ارید بها الباطل کا مصداق ہے مؤلف کا عقیدہ ہے کہ اہل السنت والجماعت کے مذاہب اربعہ، طریق رسولؐ پر نہیں بلکہ رسولؐ سے بغاوت، اور طریق یہود و مشرکین ہیں۔ چنانچہ ص ۵۰ پر نقشہ بنا کر چار راہوں کو شیطان کی راہیں قرار دیا ہے۔ کتاب کا مقصد آئمہ اربعہ خصوصاً سیدنا الامام الاعظمؒ کی تقلید شخصی کو قرآن و حدیث سے شرک اور حرام ثابت کرنا ہے۔ مگر اس میں مؤلف بری طرح ناکام رہا ہے۔

قرآن پاک

مؤلف نے پوری ۳۸۱ صفحات کی کتاب لکھ ماری مگر ایک آیت بھی ایسی پیش نہیں کر سکا کہ جس سے ثابت ہوتا ہو کہ مجتہد کی تقلید شخصی شرک اور حرام ہے لیکن سیدنا الامام الاعظمؒ کی تقلید شخصی کے شرک و حرام ہونے پر قرآنی آیات سے استدلال کی ناکام سعی کی ہے۔

پہلا استدلال: ﴿اِتَّخَذُوْا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَاباً مِنْ دُوْنِ اللهِ......﴾
(پ ۱۰، ع ۱۰، سبیل الرسول ص ۲۰۵، ص ۲۶۵)

ترجمہ: ٹھہرایا انہوں نے (یہود و نصاریٰ نے) اپنے عالموں اور درویشوں کو رب اللہ کے سوا۔

جوابات

۱۔ اس آیت میں علماء و مشائخ کو رب بنانے کا رد ہے نہ کہ ان کی تقلید کرنے کا۔ اور رب بنانا جس طرح علماء اور مشائخ کو ناجائز ہے اسی طرح انبیاء علیہم السلام کو بھی رب بنانا جائز نہیں اسی لئے اس آیت میں والمسیح بن مریم بھی ساتھ ہی ہے لیکن مؤلف نے دو جگہ یہ آیت لکھی کسی جگہ یہ الفاظ نہیں لکھے قرآن پاک کی آیت نقل کرنے میں یہ خیانت کرنا سبیل رسول نہیں سبیل یہود ہے۔

اگر رب بنانے سے کسی کی بات ماننا مراد ہے تو یہ آیت منکرین حدیث کی دلیل بنے گی کہ جس طرح علماء و مشائخ کی بات ماننا ناجائز ہے اسی طرح نبی کی بات و حدیث ماننا بھی ناجائز ہے۔

۲۔ مؤلف کا فرض تھا کہ وہ یہ بھی ثابت کرتا کہ یہود و نصاریٰ کے وہ علماء و مشائخ مجتہد تھے اس پر قیامت تک وہ کوئی آیت یا حدیث پیش نہیں کر سکتا بلکہ قرآن نے ان کو سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ اور اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ بتایا ہے اور بتایا ہے کہ ﴿يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَيْدِيْهِمْ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ......﴾ کیا مؤلف کے نزدیک مجتہد کی شرائط یہی ہیں کہ وہ حرام خور ہو۔ پرلے درجہ کا جھوٹا ہو۔ خدا کے ذمہ بہتان باندھنے والا ہو۔ اس آیت کو آئمہ مجتہدین پر چسپاں کرنا ﴿يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ...﴾ پر عمل اور تقلید یہود ہے۔

۳۔ دراصل مؤلف نے مجتہدین کو دیکھا ہی نہیں اور نہ ہی مجتہدین کی بات کو سمجھنے کی اہلیت رکھتا ہے ہاں اس بے چارے نے اپنے فرقہ کے علماء و مشائخ کو ایسا ہی پایا کہ جھوٹ بولنے، حرام کھانے اور خدا اور رسول پر افتراء میں بڑے دلیر ہیں اس لئے مجتہدین کو اپنے مولویوں پر قیاس کر لیا۔

حکیم صاحب شہر سیالکوٹ کے رہنے والے ہیں اس شہر میں لامذہبیت پھیلانے والے حکیم صاحب کے استاد مولانا ابراہیم صاحب سیالکوٹی تھے۔ مؤلف

نے ان کے حالات کا گہرا مطالعہ فرمایا اور پھر اپنے استاد محترم سے یوں خطاب فرمایا
"اے حضرت اگر میں آپ کی روحانی داستانوں کی ہزاروں میل لمبی فلم شہر کے لوگوں کو
دکھادوں تو سارا شہر لیلائے امارت کے عشق میں دیوانہ ہو جائے اور حضرت علیؓ کی گدی
کے جانشین کی زیارت کرنے پنجاب دوڑ آئے جس شخص کی زندگی کا پس منظر اتنا
تاریک اور بھیانک ہو اسے چاہیئے کہ منہ چھپا کر گوشۂ مسجد میں خاموشی کی زندگی گزارتا
اور رو رو کر تلافیٔ مافات کرتا لیکن حضور اسی سال کی عمر میں نئی جوانی چڑھے ہیں۔

(مدعی امارت سے شرعی استفتاص ۲۷)

مکرم ناظرین آپ اب حکیم صاحب کی مجبوری سمجھ گئے ہوں گے۔ انہوں
نے دین ایسے لوگوں سے سیکھا جن کی ہزاروں میل لمبی روحانی فلم آپ تیار کرتے
رہتے اور ظاہر ہے کہ خود شریک ہوئے بغیر فلم کیسے تیار ہو سکتی تھی۔ حکیم صاحب حافظ
عبداللہ روپڑی کے بھی خوشہ چین ہیں ان کے بارہ میں مولانا محمد صاحب جوناگڑھی
لکھتے ہیں "روپڑی نے معارف قرآنی بیان کرتے ہوئے رنڈیوں اور بھڑووں کا
ارمان پورا کیا اور تماش بینوں کے تمام ہتھکنڈے ادا کئے (اخبار محمدی دہلی ص ۱۳، ۱۵
اپریل ۱۹۳۹ء) اور مولوی محمد عثمان صاحب اپنے مکتوب میں بذریعہ اخبار عبداللہ
روپڑی سے دریافت کرتے ہیں کہ "طالب علمی میں آپ علة المشائخ (علت
مفعولیت) میں مبتلا تھے اب وہ عادت چھوٹ گئی ہے یا اب بھی باقی ہے قاعدہ تو یہ ہے
کہ جب تک آپ میں صوفیت رہے گی یہ لٹکا (چسکہ) بھی نہ جائے گا لہٰذا مہربانی کر
کے خدا سے ڈر کر اس کا صحیح جواب دیں اور اب بھی توبہ کر لیں (اخبار محمدی دہلی ص ۱۵
کالم نمبر ۳، ۱۵ جولائی ۱۹۳۹ء) اصل بات یہ ہے کہ ایں خانہ ہمہ آفتاب است۔ حکیم
صاحب کو اپنے فرقے کے علماء و مشائخ میں وہ چیزیں نظر آئیں کہ یہود و نصاریٰ کے
علماء و مشائخ کے ریکارڈ کو بھی توڑ دیا اور حکیم صاحب نے اپنی کج فہمی سے آئمہ مجتہدین
کو پہلے یہود اور پھر اپنے علماء پر قیاس کر لیا۔ گویا سچ کو جھوٹ پر حلال کو حرام پر ایمان کو

کفر پر دودھ کو پیشاب پر اور فرشتوں کو شیطان پر قیاس کرلیا۔

۴۔ حکیم صاحب تقلید شخصی مجتہد کو شرک وحرام ثابت کرنے اٹھے تھے۔ اور تقلید شخصی کا مطلب خود حکیم صاحب فرماتے ہیں کہ نبی کو چھوڑ کر کسی امتی سے اپنی نسبت قائم کرلینا اور فرقے بنالینا۔ تو حکیم صاحب کا فرض تھا کہ وہ قرآن وحدیث سے ان مجتہدین کے نام پھران مجتہدین کی طرف منسوب فرقوں کے نام اور پھران نسبتوں کا شرک اور حرام ہونا ثابت کرتے مگر وہ تو پہلے قدم میں فیل ہو گئے۔ حقیقت یہ ہے کہ ان کا طرز بالکل لامذہبوں والا تھا ان کے عوام مجتہدین کی طرف رجوع کرنے کی بجائے بازاری ملاؤں اور حکیموں کی طرف رجوع کرتے وہ خود گمراہ ہوتے اور عوام کو گمراہ کرتے۔

۵۔ مجتہد کے بارہ میں بخاری ومسلم کی متفق علیہ حدیث میں ہے کہ اگر صواب پر ہو تو دو اجر، خطاء ہو تو بھی ایک اجر ملتا ہے کیا آپ کا یہی عقیدہ ہے کہ یہود ونصاریٰ کے وہ علماء جن کا ذکر ان آیات میں ہے۔ وہ بعض مسائل میں دو اجر اور بعض مسائل میں ایک اجر کے مستحق تھے۔

(۶) حدیث ترمذی

حکیم صاحب نے سبیل الرسول ص ۲۶۵ پر ترمذی کی حدیث کا ترجمہ لکھا ہے مگر امام ترمذیؒ نے اس حدیث کے بارہ میں آگے جو فیصلہ لکھا ہے اسے نقل نہیں کیا۔ امام ترمذیؒ فرماتے ہیں یہ حدیث حسن غریب ہے ہم عبدالسلام بن حرب کے علاوہ کسی طریق سے اس حدیث کو پہچانتے تک نہیں اور اس سند کا دوسرا راوی غطیف بن اعین حدیث میں غیر معروف ہے (ترمذی ص ۴۴۱) اس سند کا پہلا راوی حسین بن یزید کوفی ہے ابو حاتم اس کو لین الحدیث کہتے ہیں (میزان الاعتدال ج ۱ ص ۵۵) اور لامذہبوں نے تو صراحۃً لکھا ہے کہ اہل کوفہ کی حدیث بے نور ہوتی ہے (حقیقۃ الفقہ) سند کا دوسرا راوی غطیف بن اعین ہے امام دار قطنی اسے ضعیف کہتے ہیں (میزان الاعتدال ج ۳، ص ۳۳۶) یہ حضرت عدی بن حاتم والی حدیث ہے۔ جس کی سند کا

حال حکیم صاحب نے چھپایا جب کہ کتمان سبیلِ یہود ہے۔ سبیلِ رسول نہیں۔

۷۔ پھر اس حدیث سے لا مذہب مراد ہیں مجتہدین مراد نہیں۔ اگر حکیم صاحب اور ان کا پورا فرقہ مل کر اصول فقہ سے صرف ایک حوالہ دکھا دیں۔ جس میں مجتہد کی تعریف یہ لکھی ہو کہ ''مجتہد اسے کہتے ہیں جو خدا کے حلال کو حرام کرے اور خدا کے حرام کو حلال کہے'' تو ہم انہیں ایک ہزار روپیہ نقد رائج الوقت انعام دیں گے۔

اہل السنّت والجماعت کے نزدیک مجتہد قانون ساز نہیں قانون دان ہوتا ہے۔ اس کا اعلان یہ ہوتا ہے القیاس مظھر لا مثبت یعنی قیاس شرعی خدا اور رسول کے حکم کو ظاہر کرتا ہے۔ خود مسائل بناتا نہیں۔ تو مجتہد خدا کے حلال کو حلال اور حرام کو حرام بتاتا ہے۔ خدا کے حلال کو حرام یا حرام کو حلال بنانا لا مذہب کا کام ہے نہ کہ مجتہد کا۔ اب لا مذہب والی بات کو آئمہ اربعہ پر چسپاں کرنا ﴿یُحَرِّفُوْنَ الْکَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِہٖ...﴾ پر عمل اور یہود کی تقلید ہے۔

حکیم صاحب کا فرض ہے کہ حدیث میں مذکور علماء و مشائخ کا مجتہد ہونا قرآن وحدیث سے ثابت کریں اور ہم سے ایک ہزار روپیہ انعام لیں۔

اور قرآن وحدیث سے ثابت کریں کہ ان مجتہدین کے مکمل مذاہب مدون اور متواتر تھے اور لوگ ان کی تقلید شخصی کر کے اپنی تقلیدی نسبت ان کی طرف کیا کرتے تھے۔

؎ نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے
یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

(۸) حکیم صاحب یہود کے نقش قدم پر

یہود کے علماء جن کا ذکر ان آیات میں ہے ان کا خصوصی وصف جھوٹ کہنا اور جھوٹ سننا تھا۔ حکیم صاحب بھی اس وصف میں کچھ ان سے کم نہیں آپ نے بخاری شریف پر جھوٹ بولے ہیں۔

پہلا جھوٹ

آپ ایک حدیث لکھتے ہیں اَفْضَلُ الاَعْمَالِ الصَّلوٰۃُ فِیْ اَوَّلِ وَقْتِھَا (بخاری) (سبیل الرسول ص ۲۴۶) یہ بخاری شریف پر ایسا ہی جھوٹ ہے جیسا مرزا قادیانی نے اپنی کتاب شہادۃ القرآن میں یہ جھوٹ لکھا ہے کہ بخاری میں حدیث ہے کہ آسمان سے آواز آئے گی ھذا خلیفۃ اللہ المھدی

دوسرا جھوٹ

حکیم صاحب نے طلاق ثلاثہ کے متعلق سبیل الرسول ص ۲۶۸ پر حضرت ابن عباسؓ کی ایک حدیث نقل کی ہے اور حوالہ صحیح بخاری کا دیا ہے حالانکہ اس حدیث کا نام ونشان تک صحیح بخاری میں نہیں ہے۔

تیسرا جھوٹ

اسی حدیث کا ترجمہ کرتے ہوئے ''یکبارگی'' کا لفظ اپنی طرف سے بڑھایا جو حدیث میں مذکور نہیں۔

چوتھا جھوٹ

سبیل الرسول ص ۶۹ پر امام کے پیچھے سورت فاتحہ پڑھنے کے لئے جو واقعہ فجر کی نماز والا ذکر کیا ہے اس میں حوالہ ابن ماجہ اور موطا امام مالکؒ کا بھی دیا ہے جو بالکل جھوٹ ہے ان دونوں کتابوں میں اس واقعہ کا نام ونشان تک موجود نہیں ہے۔

دوسرا استدلال

(۹) حکیم صاحب نے آئمہ مجتہدین خصوصاً مجتہد خیر القرون سیدنا الامام الاعظم ابو حنیفہؒ کی تقلید شخصی کو شرک اور حرام ثابت کرنے کے لئے دو اور آیتوں سے بھی استدلال کیا ہے۔

(۱) ﴿وَاِذَاقِیْلَ لَھُمُ اتَّبِعُوْا مَا اَنْزَلَ اللّٰہُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَااَلْفَیْنَا عَلَیْہِ اٰبَآئَنَا......﴾ (پ۲،ع۸) (سبیل الرسول ص ۲۵۶)

(۲) ﴿وَاِذَاقِیْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰی مَااَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَی الرَّسُوْلِ قَالُوْا حَسْبُنَامَا وَجَدْنَا عَلَیْهِ آبَآئَنَا...... ﴾ (پ ۷، ع ۴ (سبیل الرسول ص ۳۵۷)

جواب:۔ان آیات سے آئمہ مجتہدین کی تقلید شخصی کو شرک اور حرام ثابت کرنے کے لئے دو باتیں ضروری تھیں۔

(الف) مشرکین کے ان آباؤ اجداد کا مجتہد ہونا قرآن پاک سے ثابت کردیا جائے۔

(ب) ان کے مذاہب کا مرتب و متواتر ہونا اور مشرکین کا تقلید شخصی کی وجہ سے ان کی طرف نسبتیں کرنا قرآن و حدیث سے ثابت کردیا جائے اور یہ دونوں باتیں حکیم صاحب اور ان کا فرقہ قیامت تک ثابت نہیں کرسکتا۔ایک واجب کو حرام اور مجتہد کی تقلید شخصی کو شرک اور حرام ثابت کرنا اتنا مشکل ہے کہ خدا تعالیٰ کی آیات نقل کرنے میں بھی خیانت کرنا پڑتی ہے۔

پوری آیات

پہلی آیت ﴿وَاِذَاقِیْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَااَلْفَیْنَا عَلَیْهِ اٰبَآئَنَا اَوَلَوْ کَانَ آبَآءُ هُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ شَیْئاً وَّلَایَهْتَدُوْنَ﴾

دوسری آیت ﴿ وَاِذَاقِیْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰی مَااَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَی الرَّسُوْلِ قَالُوْاحَسْبُنَامَا وَجَدْنَا عَلَیْهِ آبَآئَنَااَوَلَوْکَانَ آبَآءُ هُمْ لَایَعْلَمُوْنَ شَیْئًا وَّلَا یَهْتَدُوْنَ﴾ یہ خط کشیدہ جملے حکیم صاحب نے نہیں لکھے۔

اب بات واضح ہے کہ ان آیات کا تعلق آئمہ مجتہدین کی تقلید سے دور کا بھی نہیں ہے۔

(الف) جن مسائل کا مشرکین مکہ انکار کررہے تھے وہ سب مسائل اعتقادی تھے ایک بھی مسئلہ اجتہادی نہ تھا۔

(ب) ان کے آباء واجداد خدا و رسولؐ سے ہٹانے والے تھے اور مجتہدین خدا و رسول کے طریقہ پر چلانے والے ہیں۔

(ج) وہ آباء پرلے درجہ کے بے عقل تھے جبکہ آئمہ مجتہدین عقل میں نابغہ روزگار تھے۔

(د) وہ علم سے بالکل کورے تھے جبکہ آئمہ مجتہدین علوم شرعیہ میں بحر ناپید کنار کی حیثیت رکھتے تھے۔

(ہ) وہ ہدایت سے خالی خود گمراہ اور دوسروں کو گمراہ کرنے والے تھے جبکہ آئمہ مجتہدین خود ہدایت یافتہ اور دنیا بھر کے لوگوں کو راہ ہدایت دکھانے والے تھے، آہ لیکن حکیم صاحب ان کو مجتہد بنانے پر تلے بیٹھے ہیں اور اس کے لئے قرآنی آیات میں خیانت کرنے سے بھی نہیں شرماتے۔ قرآن نے مشرک، جاہل، بے عقل اور گمراہ آباء کی تقلید سے روکا تھا۔ حکیم صاحب نے ان کے اوصاف ذکر ہی نہیں کئے یہ ایسا ہی فریب ہے۔ جیسے ایک شخص کہے کہ جھوٹے خدا کو نہ مانو حکیم صاحب اصل مقصدی لفظ اڑا کر کہیں وہ کہتا ہے خدا کو نہ مانو ایک آدمی کہے کہ جھوٹے نبی کی بات مت سنو حکیم صاحب جھوٹے کا لفظ کاٹ کر کہیں وہ کہتا ہے نبی کی بات مت سنو۔ دیکھو کس طرح ایمانی جملوں کو کفر بنایا جا رہا ہے۔ یہی دھوکا حکیم صاحب نے خدا تعالیٰ اور قرآن کے ساتھ کیا ہے اور نہ ہی حکیم صاحب قرآن وحدیث سے یہ ثابت کر سکے کہ مشرکین تقلید شخصی کے لئے کس نسبت سے ان کی طرف منسوب تھے۔

حکیم صاحب نے ان آیات کو رد تقلید میں پیش کر کے یہ تو تسلیم کر لیا کہ اتباع اور تقلید دونوں ہم معنی الفاظ ہیں۔ اب حکیم صاحب نے تقلید مذموم کا تو رد کر لیا مگر تقلید محمود کا حکم جو قرآن میں موجود تھا اس کے ماننے سے مشرکین کی طرح انکار کر دیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ ﴿وَاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَیَّ......﴾ اور تقلید کر (اے مخاطب) اس شخص کے مذہب کی جو میری طرف رجوع رکھتا ہے'' مجتہد قیاس شرعی کے موافق بذریعہ علت خدا اور رسول کی طرف رجوع کرتا ہے اور پھر سبیل یعنی مذہب کو مرتب کرتا ہے دوسرے لوگ جو خود قیاس شرعی سے خدا اور رسول کی طرف رجوع نہیں کر سکتے وہ اس منیب (مجتہد) کی طرف رجوع کر لیں جس کا مسلک مشہور

اور متواتر ہو لیجئے مجتہد کی تقلید کا وجوب تو خود قرآن پاک سے ثابت ہو گیا۔

(۱۱) حکیم صاحب ایک ایسے فرقے سے تعلق رکھتے ہیں جس کا زبانی دعویٰ کتاب وسنت پر عمل کرنے کا ہے مگر عملی طور پر وہ خدا اور رسول کی بات سننا بھی پسند نہیں کرتے۔ ایک مجلس میں ہم نے قرأۃ خلف الامام پر قرآن وحدیث سے استدلال پیش کیا مگر ایک لامذہب غیر مقلد بھی ایسا نہ نکلا جو قرآن کو مانتا یا احادیث کو تسلیم کرتا بلکہ ہم قرآن وحدیث پڑھتے تھے تو وہ لوگ اتنا شور مچاتے تھے کہ مشرکین مکہ کا ریکارڈ بھی توڑ دیتے تھے اب بھی آپ ہر جگہ اس کی آزمائش کر سکتے ہیں۔ حدیث شریف کی کتاب زجاجۃ المصابیح لیں اور اس سے ترک قرأۃ خلف الامام۔ ترک رفع یدین وغیرہ کی حدیثیں سنانا شروع کر دیں اور ایک ایک حدیث سنا کر پوچھتے جائیں کہ کیا آپ اس حدیث کو مانتے ہیں وہ خوب شور مچائے گا اور آخر میں یا تو یہ کہہ کر چلا جائے گا کہ یہ حدیثیں جھوٹی ہیں یا یہ کہہ کر چلا جائے گا کہ میں اپنے مولوی سے پوچھوں گا گویا قرآن وحدیث پر عمل کرنے سے پہلے اپنے مولوی کی اجازت یعنی تقلید شرط ہے۔ تو ایسے غیر مقلدوں پر اگر یہ آیات پڑھتے تو ہم بھی آپ کی تائید کرتے اور کہتے کہ حق بحق دار رسید۔ حکیم صاحب بیچارے کنوئیں کے مینڈک ہیں جو زبوں حالی اپنے فرقہ کی مشاہدہ کرتے ہیں اسی پر مجتہدین اور مقلدین کو قیاس کرنے لگتے ہیں۔

ص ۳۰۸ پر ایک حدیث نقل کی ہے:

حَدَّثَنَا ابْنُ الْفَضْلِ حَدَّثَنَا اَبُوْسَهْلٍ اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بن عَبدالله بن زَيَادِنِ الْقَطَّانِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْجَهْمِ السَّمَرِیْ حَدَّثَنَا الْهَيْثَمُ بْنُ خَالِدِنِ الْمُقرِیُّ حَدَّثَنَا يَحْيَى بن الْمُتَوَكِّلُ الْبَاهِلِیْ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ ذَكْوَانِ الْاَزْدِیْ حَدَّثَنَا اَبُوْهَارُوْنَ الْعَبْدِیْ عَنْ اَبِیْ سَعِيْدِ الْخُدْرِیِّ اَنَّهٗ كَانَ اِذَا رَاٰیَ الشَّبَابَ قَالَ مَرْحَبًا بِوَصِيَّةِ

رَسُوْلُ اللّٰہِ اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَنْ نُوَسِّعَ لَکُمْ فِیْ الْمَجْلِسِ وَ اَنْ نُفْهِمَکُمُ الْحَدِیْثَ فَاِنَّکُمْ خُلُوْفُنَا وَاَهْلُ الْحَدِیْثِ بَعْدُنَا. (شرف اصحاب الحدیث)

یہ حدیث صادق سیالکوٹی نے سبیل الرسول ص ۳۰۸ پر خطیب کے حوالہ سے درج کی ہے لیکن اس سند کے پہلے دو راویوں ابن الفضل۔ ابو سہل احمد بن عبداللہ کا تو اسماء الرجال میں پتہ ہی نہیں چلتا اس لئے ان کا عادل ضابط ثابت کرنا صادق صاحب کا فرض تھا جو وہ نہیں کر سکے۔ تیسرے راوی محمد بن الجہم کا حال بھی معلوم نہیں چوتھے راوی ہیثم بن خالد المقری کا حال بھی معلوم نہیں ہو سکا۔ اس نام کے سات راوی تقریب التہذیب ص ۳۶۷ پر درج ہیں ان میں المقری کوئی بھی نہیں اس سند میں استاد نویں طبقہ کا ہے تو شاگرد دسویں طبقہ کا ہوگا جس کو متروک لکھا ہے۔ اس کی تعدیل بھی ثابت کرنا ضروری ہے۔ پانچواں راوی یحییٰ بن المتوکل للباهلی ہے "ابن المدینی اور امام نسائی نے اس کو ضعیف کہا ہے ابن معین نے لیس بشیء کہا ہے امام احمد بالکل نکما فرماتے ہیں ابو زرعہ لین الحدیث کہتے ہیں (میزان الاعتدال ج ۴ ص ۴۰۴) چھٹا راوی محمد بن ذکوان ہے جو ضعیف ہے (تقریب ص ۲۹۷) امام بخاری اس کو منکر الحدیث فرماتے ہیں امام نسائی فرماتے ہیں وہ ثقہ نہیں منکر الحدیث ہے دار قطنی ضعیف کہتے ہیں (میزان الاعتدال ج ۳ ص ۵۴۲) ساتواں راوی ابوھارون العبدی ہے اس کا نام عمارۃ بن جُوَین ہے حماد بن زید اس کو جھٹلاتے تھے۔ امام شعبہ فرماتے اگر مجھے قتل کر دیا جائے تو منظور ہے لیکن ابوھارون العبدی سے حدیث لینا منظور نہیں امام احمد فرماتے ہیں لیس بشئی ابن معین فرماتے ہیں ضعیف ہے امام نسائی فرماتے ہیں متروک الحدیث ہے امام دار قطنی فرماتے ہیں۔ متلون خارجی شیعی ابن حبان کہتے ہیں وہ حضرت ابو سعید سے ایسی حدیثیں روایت کرتا تھا جو ان سے ثابت ہی نہیں امام جوزجانی فرماتے ہیں کذاب مفتر۔ ابو علی

کہتے ہیں ابوہارون اکذب من فرعون. فرعون سے بھی بڑا جھوٹا تھا (میزان الاعتدال ج ۳ ص ۱۷۴) ان سب کے مقابلے میں ابن عون اس سے حدیث روایت کرتے تھے۔ زیادہ سے زیادہ محدثین اس کی اس حدیث کا اعتبار کرتے ہیں جو اس سے سفیان روایت کرے۔ (میزان الاعتدال ج ۳ ص ۱۷۳)

سفیان کی روایت

حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ حَدَّثَنَاأَبُوْدَاوُدَ الْحَفَرِيُ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ اَبِيْ هَارُوْنَ قَالَ كُنَّانَأتِيْ اَبَاسَعِيْدٍ فَيَقُوْلُ مَرْحَبًا بِوَصِيَّةِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ اِنَّ النَّاسَ لَكُمْ تَبَعٌ وَاِنَّ رِجَالاً يَأتُوْنَكُمْ مِنْ اَقْطَارِ الاَرْضِ يَتَفَقَّهُوْنَ فِيْ الدِّيْنِ فَاِذَا اَتَوْكُمْ فَاسْتَوْ صُوْابِهِمْ خَيْراً قَالَ عَلِي بن عَبْدِاللهِ قَالَ يَحْيىٰ بن سَعِيْدٍ كَانَ شُعْبَةُ يُضَعِّفُ اَبَاهَارُوْنَ الْعَبْدِيْ قَالَ يَحْيىٰ وَمَازَالَ ابن عَوْنٍ يَرْوِيْ عن ابي هارون الْعَبْدِيْ حَتّٰى مَاتَ وَاَبُوْ هَارُوْنَ اِسْمُهٗ عَمَارَةُ بْنُ جَوِيْنٍ. (ترمذی ص ۳۷۹ ابواب العلم باب ماجأفي الاستيصاء بمن يطلب العلم)

حمادبن سلمہ کی روایت

حَمَّاد بن سلمه عن ابي هَارُوْنَ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ مَرْفُوْعًا اَلنَّاسُ لَكُمْ تَبَع يَّأتُوْنَكُمْ مِنْ اَقْطَارِ الاَرْضِ يَسْأَلُوْنَكُمْ عَنِ الْعِلْمِ فَاسْتَوْصُوْابِهِمْ مَعْرُوْفاً (میزان الاعتدال ج ۳ ص ۱۷۴)

اب دیکھئے ان میں سفیان کی روایت میں فقہ کا ذکر ہے حماد بن سلمہ کی روایت میں علم کا لفظ ہے اور محمد بن ذکوان کی روایت میں فہم حدیث کا اھل الحدیث بعدنا کے الفاظ نہ سفیان کی حدیث میں ہیں نہ حماد بن سلمہ کی حدیث میں۔

اگر بالفرض یہ حدیث صحیح بھی ہوتی تو اس کا مطلب صاف ہے کہ دور صحابہ میں کسی ان پڑھ کو ہرگز اہل حدیث نہیں کہا جاتا تھا بلکہ ان کو کہا جاتا تھا جو الفاظ حدیث کے حافظ ہوتے عالم ہوتے اور احادیث سے فقہی مسائل کا استنباط کر سکتے فقہ کے منکر اور جاہل کو کبھی خیر القرون میں اہل حدیث نہیں کہا گیا۔ معلوم ہوا یہ ایک علمی طبقہ کا نام ہے کسی فرقہ مذہبی کا نام نہیں یہ ایسا ہی ہے۔ جیسے آنحضرت ﷺ نے فرمایا اِنَّ اللّٰہَ وِترٌ یُحِبُّ الْوِتْرَفَاَوْتِرُوْا یَااَھْلَ الْقُرْآنِ وَ فِیْ الْبَابِ عَنِ ابْنِ عُمَر، وَابْنُ مَسْعُوْدٍ وابن عباس .وعن علیؓ (ترمذی ص ۹۱) باب ماجاء اَنَّ الْوِتْرَلَیْسَ بِحَتْمٍ) دیکھئے اس میں لفظ اہل قرآن سے مراد فرقہ منکرین حدیث ہرگز نہیں بلکہ حفاظ قرآن کا علمی طبقہ مراد ہے۔ یہ حدیث اگر صحیح ہے تو فقہاء احناف اہل حدیث ہیں کیونکہ وہ الفاظ حدیث سے بڑھ کر فہم حدیث اور فقہ میں سب سے ممتاز ہیں اور غیر مقلدین ہرگز اہل حدیث نہیں کیونکہ نواب صدیق حسن صاحب فرماتے ہیں کہ یہ ایک مسئلہ بھی احادیث سے استنباط نہیں کر سکتے۔ (الحطۃ)

میٹھا میٹھا ہپ ہپ
کڑوا کڑوا تھو تھو

امام سفیان بن عیینہ

حکیم صادق صاحب لکھتے ہیں ''سفیان بن عیینہ کوفہ کے رہنے والے ہیں پھر مکہ مکرمہ تشریف لے گئے ۱۰۷ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۹۸ھ میں وفات پائی آپ بڑے پایہ کے حدیث کے امام ہیں (سبیل الرسول ص ۳۱۰ حاشیہ) یہ امام سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں کہ حدیث لَاصَلٰوۃَ لِمَنْ لَمْ یَقْرَأبِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ اکیلے نمازی کے لئے ہے ھٰذَا لِمَنْ یُّصَلِّیَ وَحْدَہٗ مگر غیر مقلدین اس کو بالکل نہیں مانتے لیکن یہاں صادق صاحب نے سفیان بن عیینہ کا قول لکھ مارا'' مجھے امام ابوحنیفہؒ نے اہل حدیث بنایا'' اب اصل عبارت دیکھیں ''قال سوید بن سعید عن سفیان بن عیینہ قال اول من اقعدنی للحدیث ابو حنیفہ قدمت الکوفة فقال ابو حنیفةؒ ان ھذا اعلم الناس بحدیث عمرو بن دینار فاجتمعوا علی فحدثتھم'' (الجواہر المضیہ ج ۱، ص ۳) اور فرماتے ہیں اول من صیرنی محدثا ابو حنیفةؒ (تاریخ ابن خلکان) اب دیکھئے صادق صاحب میں اگر ذرا دیانت ہے تو ذرا محدثین سے محدث کی شرائط نقل فرمائیں اور پھر اپنے فرقے کے ہر مرد و عورت جاہل عالم میں محدث کی شرائط دکھادیں۔ خود صادق صاحب میں بھی محدث کی شرائط موجود نہیں ہیں۔ اور کیا ہی اچھا ہوتا کہ اگر حکیم صاحب حضرت سفیان بن عیینہ کا یہ قول بھی نقل فرمادیتے کہ قاری حمزہ کی قرأت اور امام ابوحنیفہؒ کی فقہ آفاق یعنی زمین کے کونوں تک پہنچ چکی ہے (مناقب ذہبی ص ۲۰) جس سے ثابت ہوا کہ پوری دنیا دوسری صدی ہجری میں ہی امام ابوحنیفہؒ کی تقلید پر جمع تھی۔ اور ساری دنیا میں دین کوفہ سے ہی گیا قرآن بھی کوفہ سے اور فقہ بھی کوفہ سے'' آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں اِنَّ

اللہ زَوَی لِیَ الاَرْضَ فَرَاَیْتُ مَشَارِقَھَا وَمَغَارِبَھَا وَاِنَّ اُمَّتِیْ یَبْلُغُ مُلْکُھَا مَازُوِیَ لِی (ترمذی ص ۱۳۱۷ ابواب الفتن باب سوال النبیؐ ثلاثا فی امتہ) آنحضرتؐ کی اس پیش گوئی کے موافق ساری دنیا میں آپ کا دین پھیلا، ملکوں میں حکومتیں قائم ہوئیں چنانچہ شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں "وجمہور الملوک وعامۃ البلدان متمذھبین بمذھب ابی حنیفۃ" (تفہیمات الٰہیہ ج ۱، ص ۲۱۲) یعنی امام سفیان بن عیینہ کے دور دوسری صدی سے لے کر شاہ ولی اللہؒ کے دور بارھویں صدی تک تمام دنیا اور تمام ممالک میں عوام اور بادشاہ سب حنفی تھے یہ پیش گوئی جس طرح آنحضرتؐ کا معجزہ ہے اسی طرح احناف کے سچے ہونے کی بھی بڑی زبردست دلیل ہے۔

علامہ شامی تاتارخانیہ کے حوالہ سے نقل فرماتے ہیں

حکی ان رجلاً من اصحاب ابی حنیفۃ خطب الی رجل من اصحاب الحدیث انبتہ فی عھد ابی بکر الجوزجانی فابی الاان یترک مذھبہ فیقرأ خلف الامام و یرفع یدیا عندالانحطاط و نحوذ اللشا فاجابہ فذوجہ فقال الشیخ بعد ماسئل عن ھذہ واطرق رأسہ النکاح جائز ولکن اخاف علیہ اَن یذھب ایمانہ وقت النزع لانہ استخف بمذھبہ الذی ھوحق عندہ وترکہ لاجل جیفۃٍ منتنۃ ولوان رجلا برئ من مذھبہ باجتھاد وضح لہ کان محموداً ماجوراً اما انتقال غیر من غیر دلیل بل لما یرغب من عرض الدنیا وشھوتھا فھو المذموم الآثم المستوجب للتادیب و التعزیر لارتکابہ المنکر فی الدین واستخفافہ بدینہ ومذھبہ (ردالمحتار باب التعزیر مطلب فیما ارتحل الیٰ غیر مذھبہ ج ۳، ص ۱۹۰)

صادق سیالکوٹی نے سبیل الرسول ص ۳۱۲ پر اس واقعہ سے اپنا فرقہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے حالانکہ اصحاب الحدیث سے مراد محدث ہے اس میں اگر غیر مقلد کا لفظ دکھادیں تو ہم منہ مانگا انعام دیں گے پھر یہ واقعہ پورا بھی نقل نہیں کیا تا کہ لوگوں کو عبرت ہوتی۔

ابن خلدون: صادق صاحب نے سبیل الرسول ص ۳۱۲ پر ابن خلدون کا بھی حوالہ دیا ہے یہیں سے فقہ کی دو شاخیں نکل آئیں ایک قسم کے فقیہ اہل الرائے والقیاس ٹھہرے جن میں اہل عراق کا شمار تھا دوسری نوع اہل حدیث کہلائے جو کہ اہل حجاز تھے (ص ۴۶۷) ادھر حجاز میں حضرت امام مالکؒ کا نام نامی اور ان کے بعد امام شافعیؒ کا اسم گرامی سب سے پہلے سامنے آتا ہے انہیں بزرگوں کے مذاہب دنیا میں رائج ہوئے اس کے بعد منکرین قیاس کا طائفہ پیدا ہوا۔ جنہوں نے قیاس پر عمل کرنے کو سراسر لغو بتایا.......... امت میں تو یہی تین مذہب حنفی مالکی شافعی زور پکڑ گئے (ص ۴۶۸) پھر منکرین قیاس یعنی ظاہر یہ کے بارہ میں لکھتے ہیں ''اہل ظاہر کا تو یہ حشر ہوا کہ ان کے آئمہ کے ختم ہوتے ہی ان کا مذہب صفحہ ہستی سے ایسا مٹا کہ اب تک اس میں کوئی جان نہیں پڑی محض کتابوں میں لکھا پڑا ہے جو کیڑے کی غذا بن رہا ہے اور اب آج اگر کوئی طالب علم ان کی کتابوں سے ان کی فقہ اور ان کا مذہب سیکھنے بیٹھتا ہے تو وہ حقیقت میں وقت کو رائیگاں کھوتا ہے اور جمہور امت کو مخالف کے لئے چیلنج دیتا ہے اور امت کی طرف سے بدعتی کا نام بد حاصل کرتا ہے...... آئمہ اسلام نے اس کے مذہب کو بُری نظر سے دیکھا۔

اور اس کے مذہب کو لغو ثابت کر کے توڑ مروڑ کر رکھ دیا۔ اس کی کتابوں کو کوئی ہاتھ تک نہ لگاتا اور ان کو چھوتا نہیں بازار میں بکنے آتیں تو کوئی خریداری پر راضی نہ ہوتا اور کبھی ہاتھ پڑ جاتیں تو پھاڑ دی جاتیں۔ (ص ۴۶۸)

امام احمد بن حنبلؒ کے بعد تمام شہروں میں تقلید کا دائرہ انہیں چار مذاہب میں

محصور و محدود رہا اور دوسرے مذاہب کے مقلد مٹ مٹا گئے اور یہیں سے اختلاف طرق و مذاہب کا باب بند ہو گیا اور اجتہاد کی راہ بھی مسدود ہو گئی کیونکہ اگر اجتہاد کا دروازہ پھر بھی کھلا رہتا تو سخت خطرہ تھا کہ نااہل بھی اجتہاد کا دعویٰ کر بیٹھیں اور مجتہد ہونے کا دم بھریں اس لئے لوگوں نے انہیں مجتہدین میں سے کسی کی تقلید کو جائز رکھا بلکہ یہاں تک روا نہ رکھا کہ ایک کی تقلید اختیار کر کے پھر کسی دوسرے امام مجتہد کی تقلید کی جائے اور یوں دین کو ایک کھیل بنایا جائے۔ اب فقہ کا ماحصل یہی ہے کہ بیان کرنے کو تو سب آئمہ کے مذاہب بیان کئے جائیں لیکن ہر مقلد اقتداء صرف ایک ہی امام کی کرے۔ اور تصحیح اصول اور اتصال سند روایت کا پورا پورا لحاظ رکھے اور اب اجتہاد کی راہ ایسی بند ہوئی کہ اگر آج کوئی اجتہاد کا دعویٰ لے کر اٹھے تو اس کا دعویٰ اس کے منہ پر مار دیا جائے اور کوئی اس کی تقلید کی طرف رخ نہ کرے یہی وجہ ہے کہ سارے ممالک اسلامیہ میں اب انہیں مذاہب اربعہ کا چلن ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ کے مقلدین بہت کم تعداد میں ہیں کیونکہ ان کا مذہب اجتہاد سے دور ہے۔

امام ابوحنیفہؒ کے مقلدین آج عراق، ہند، چین، ماوراء النہر اور عرب و عجم میں بکثرت پھیلے ہوئے ہیں ان کی کثرت کی وجہ دراصل یہ ہوئی کہ اول تو اس مذہب حنفی نے دارالاسلام عراق میں جنم لیا جس کو قدرۃً مقبولیت عامہ نصیب ہونی چاہیے پھر ان کے شاگردوں نے خلفائے عباسیہ کی صحبت میں رہ کر تالیفات کے تودے لگا دیئے اور شافعیوں کے ساتھ ان کے زبردست مناظرے رہے اور اختلافی مسائل میں اچھی اچھی بحثیں ان کے قلم سے نکلیں اور وہ علم میں منجھ گئے اور عمیق النظر بن گئے اور جو کچھ ان کی فضیلت اور برتری تھی وہ منظر عام پر آ گئی (ص ۴۶۹) چار مذاہب ممالک اسلامیہ میں رائج ہو گئے اور ہر مذہب ایک مستقل حیثیت پکڑ گیا اور اجتہاد کا دروازہ بھی مسدود تھا۔ (ص ۴۷۰)

دیکھئے علامہ ابن خلدون نے صرف چار مذاہب کا بار بار ذکر کیا ہے۔ وہ

منکرین قیاس کو اہل حدیث ہرگز نہیں سمجھتے بلکہ ان کو اہل السنت والجماعت کا مخالف اور بدعتی سمجھتے ہیں۔

طائفہ منصورہ

عام غیر مقلدین کی طرح صادق سیالکوٹی نے بھی طائفہ منصورہ والی حدیث کو اپنی جماعت پر چسپاں کرنے کی کوشش کی ہے۔(سبیل الرسول ص ۳۱۱ دیکھو) یہ حدیث صحیح بخاری میں پانچ مقامات پر آئی ہے۔(ج ۱ ص ۱۶ ج ۱ ص ۴۳۹، ج ۱ ص ۵۱۴، ج ۲ ص ۱۰۸۷، ج ۲ ص ۱۱۱۱، امام بخاری ج ۲ ص ۱۰۸۷) پر ان الفاظ میں باب باندھتے ہیں۔قَوْلُ النَّبِیِّ ﷺ لاتَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ اُمَّتِیْ ظَاهِرِیْنَ عَلَى الْحَقِّ (فی نسخة یقاتلون) وَهُمْ اَهْلُ الْعِلْمِ۔اور حدیث معاویہؓ کے الفاظ یہ ہیں مَنْ یُرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَیْرًا یُفَقِّهْهُ فِی الدِّیْنِ وَاِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَاللّٰهُ یُعْطِیْ وَلَنْ یَّزَالُ اَمْرُهٰذِهِ الاُمَّةِ مُسْتَقِیْمًا حَتّٰی تَقُوْمَ السَّاعَةُ اَوْحَتّٰی یَأْتِیَ اَمْرُاللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں وَفِیْ ذٰلِکَ بَیَانٌ ظَاهِرٌلِفَضْلِ الْعُلَمَاءِ عَلٰی سَائِرِ النَّاسِ وَلِفَضْلِ التَّفَقُّهِ فِی الدِّیْنِ عَلٰی سَائِرِ الْعُلُوْمِ (فتح الباری ج ۱ ص ۱۳۴ فی باب من یرد الله به خیرا یفقهه فی الدین) اور صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۴۳-۱۴۴، باب قول النبی ﷺ لاتَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ اُمَّتِیْ ظَاهِرِیْنَ عَلَى الْحَقِّ لایَضُرُّهُمْ مَنْ خَالَفَهُمْ میں یہ الفاظ ہیں مَنْ یُرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَیْرًا یُفَقِّهْهُ فِی الدِّیْنِ وَلاتَزَالُ عِصَابَةٌ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ یُقَاتِلُوْنَ عَلَى الْحَقِّ ظَاهِرِیْنَ عَلٰی مَنْ نَاوَاهُمْ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ (مسلم ج ۲ ص ۱۴۴) اس میں رسول اقدس ﷺ نے تین باتیں صراحتہً بیان فرمائی ہیں (۱) وہ جماعت ہمیشہ رہے گی۔احناف سب سے پہلے کے ہیں غیر مقلدین دور برطانیہ کی پیداوار ہیں۔(۲) وہ فقہ میں سب سے برتر ہوگی یہ بھی احناف کو حاصل ہے غیر مقلدین تو فقہ کے منکر ہیں (۳) وہ جماعت جہاد کرے گی۔جہاد کے لئے پہلے حکومت کا ہونا ضروری ہے تمام ممالک میں سلطنت

بھی احناف کے پاس رہی اور جہاد بھی انہوں نے کئے غیر مقلدوں کو نہ کبھی حکومت نصیب ہوئی نہ جہاد کرنا قسمت میں ہوا۔ بلکہ جہاد کے خلاف رسالے لکھ کر جاگیریں حاصل کیں۔ صادق سیالکوٹی صاحب نبیؐ کی تشریحات کو نہیں مانتا اور امتیوں کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے کہتے ہیں (۱) امام احمد نے فرمایا وہ اصحاب الحدیث ہیں۔ قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں انما اراد احمد بن حنبل اهل السنة و الجماعة (شرح مسلم ج ۲ ص ۱۴۳) شیخ عبدالقادر جیلانیؒ بھی اپنے امام کی تقلید میں اصحاب الحدیث لکھتے ہیں اور وضاحت اہل السنّت والجماعت سے کرتے ہیں۔ (غنیۃ الطالبین) علی بن المدینی اصحاب الحدیث کہتے ہیں مگر ان کے شاگرد امام بخاریؒ ہم اہل العلم کہہ کر سمجھا رہے ہیں کہ مراد طبقہ علمی ہے نہ کہ فرقہ مذہبی۔ آپ کے مولانا محمد ابراہیم صاحب میر سیالکوٹی لکھتے ہیں ''بعض جگہ تو ان کا ذکر اہل حدیث سے ہوا ہے بعض جگہ اصحاب حدیث سے بعض جگہ اہل اثر کے نام سے اور بعض جگہ محدثین کے نام سے مرجع ہر لقب کا یہی ہے (تاریخ اہلحدیث ص ۱۲۸) معلوم ہوا کتب قوم میں اہل قرآن۔ اہل حدیث، اہل فقہ، اہل صرف، اہل نحو، کسی فرقہ مذہبی کا نام نہیں بلکہ طبقات علمیہ کے نام ہیں۔ صادق صاحب اگر بضد ہیں تو ان سے گزارش ہے کہ وہ ہر صدی میں اپنی فقہ کی کتاب کا پتہ دیں ہر صدی میں ہر ملک میں اپنے بادشاہوں کا نام بتائیں اور ہر صدی میں جہادوں کی فہرست پیش کریں جو غیر مقلدین نے کئے ہوں۔ ورنہ ہم احناف اپنی فقہ کی کتابوں کا نشان پانچویں صدی سے بارھویں صدی تک تو آپ کی کتاب سبیل الرسول ص ۲۲۱ سے دکھا دیں گے۔

لطیفہ: طائفہ منصورہ اہل علم ہیں (بخاری ج ۲ ص ۱۰۸۷) آپ کا علم یہ ہے کہ طحطاوی جو درمختار کی شرح ہے ان کی تاریخ یہ لکھی ہے کہ طحطاوی تو آٹھویں صدی میں لکھی گئی اور درمختار گیارھویں صدی میں لکھی گئی یہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی کہے کہ قرآن کی تفسیر پہلی صدی میں لکھی گئی مگر قرآن پانچویں صدی میں اترا، یا کوئی کہے بخاری کی شرح فتح

الباری دوسری صدی میں لکھی گئی اور بخاری تیسری صدی میں لکھی گئی۔ کیا کہیں۔

معشوق ما خورد سال ست نازنہ داند ہنوز
دست چپ از دست بازنہ داند ہنوز

علامت اہل بدعت

اہل بدعت محدثین کی بدگوئی کرتے ہیں (سبیل الرسول ص ۳۱۳) ذرا چور تلاش کرنے ہوں تو کسی غیر مقلد کے سامنے مسند امام اعظم کتاب الآثار امام محمد، کتاب الآثار ابو یوسف، کتاب الحجۃ علی اہل المدینہ، طحاوی، عقود الجواہر المنیفہ، عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری، الجواہر النقی فی الرد علی البیہقی، مرقات شرح مشکوٰۃ، فیض الباری شرح بخاری، زجاجۃ المصابیح، آثار السنن، معارف السنن بذل المجہود، محدثین کی کتابیں رکھ کر دیکھ لو کہ ان کتابوں اور ان کے مؤلفین کو کیا کیا صلوٰتیں سناتا ہے۔ ذرا یہ بتادو کہ محدثین نے محدثین کے حالات میں جو کتابیں لکھی ہیں وہ طبقات حنفیہ، طبقات شافعیہ طبقات مالکیہ، طبقات حنابلہ ہیں اس طرح سب محدثین مقلد ہیں، تو پھر دیکھو مقلدین کو کس طرح مشرک اور کافر اور بدعتی کہتے ہیں۔

ص ۳۱۴ پر ابن ابی داؤد کا خواب ذکر کیا ہے اولاً تو امام ابوداؤد نے خود فرمایا میرا بیٹا کذاب ہے۔ ابن صاعد، ابن عدی اور ابراہیم ابو ہریرہ الاصبہانی نے بھی اسے کذاب کہا ہے (میزان الاعتدال ج ۲، ص ۴۳۳) اور خود حضرت ابو ہریرہؓ کا قول ہے انا اول صاحب حدیث فی الدنیا (تاریخ بغداد) لیکن صادق صاحب نے اول کا لفظ نقل نہیں کیا ورنہ ۸ ھ میں جب ابو ہریرہؓ اسلام لائے اس سے پہلے سب صحابی اہل حدیث نہیں رہیں گے۔ اگر یہ خواب صحیح بھی ہو تو حضرت ابو ہریرہؓ نے کب فرمایا ہے میرے فرقہ کا نام صاحب الحدیث ہے۔ کوئی کہے کہ میں صرفی ہوں نحوی ہوں، عروضی ہوں تو کیا آپ یہ ان کے مذہبی فرقوں کا نام سمجھیں گے۔ افسوس ہے ایسی سمجھ پر اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ میں بھی محدث تھا طبقہ علمی میں اور بس۔

اہل السنت والجماعت حنفی

سوال: آپ حنفی کہلا کر خوش ہوتے ہیں یا اہلحدیث؟ ص ۳۱۵

جواب: ہم اہل السنت الجماعت حنفی کہلا کر خوش ہوتے ہیں کیونکہ ہماری نسبت نبی پاکؐ سے بھی ملتی ہے صحابہ سے بھی اور امام صاحبؒ سے بھی صحیح عبارت یہ ہے صحابہ ،تابعین اور تبع تابعین خود کو حنفی نہیں کہتے تھے۔ (ص ۳۱۶ سبیل الرسول)

صحابہ: حنفی شافعی نہیں کہلاتے تھے (ص ۳۱۶) صحابہ قرآن پڑھتے تھے وہ اگرچہ قرأت حمزہ، قرأت حفص کا نام بھی نہ جانتے تھے مگر آج صحابہؓ کے طرز پر قرآن پڑھنا چاہو تو ان ہی قرءا کی قرأت میں پڑھنا ہوگا۔ اسی طرح صحابہؓ بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابوداؤد، مشکوٰۃ، بلوغ المرام کا نام تک نہیں جانتے تھے مگر احادیث پر عمل کرتے تھے نہ رواہ البخاری کہتے نہ رواہ مسلم، لیکن آج احادیث کے لئے ان حضرات کی طرف نسبت ضروری ہے اسی طرح صحابہ آئمہ اربعہ کا نام نہیں جانتے تھے مگر عمل فقہ پر ہی کرتے تھے۔ آئمہ اربعہ نے ان کے ہی فقہی مسائل کو مرتب فرمایا ہے۔ جن مسائل میں صحابہؓ کا اتفاق تھا وہ سب نے جمع فرما لئے جن میں صحابہؓ کا اختلاف تھا ان میں سے ایک ایک پہلو کو لے لیا۔ آج ان کی فقہ کے بغیر صحابہؓ کی اتباع کا کوئی طریقہ ہی نہیں ہے۔

ص ۳۱۹ ۔ نمود روئے تو گلہائے باغ راچہ کنم
چوں آفتاب برآمد چراغ راچہ کنم

منکر حدیث مسلمان نہیں: ص ۳۱۶ اسی طرح مطلق فقہ کا منکر بھی نص قطعی اور احادیث متواترہ کا منکر ہے اس لئے کافر ہے۔

کیا ایسی کتابوں میں عشقیہ اشعار لکھنا جو عورتوں نے بھی پڑھنی ہیں دل کی گندگی کی دلیل اور مرزا قادیانی کا طریق نہیں؟ پھر اجتہاد کا تو تعلق ہی ان مسائل سے ہے جو صحیح صریح غیر معارض حدیث میں نہ ہوں جب آفتاب نہ ہو تو پھر اندھیرے میں

بیٹھنا چمگادڑ صفت لوگوں کا ہی کام ہے۔

ص۳۲۰: **اَللّٰھُمَّ ارْحَمْ خُلَفَائِی:** حَدَّثَنَا اَبُو حَصِیْنِ الْوِدَاعِیُ حَدَّثَنَا اَبُو طَاھِرٍ اَحْمَدُ بْنُ عِیْسیٰ الْعَلَوِیُ حَدَّثَنَا ابن اَبِیْ فُدَیْکٍ حدثنا ھِشَامُ بن سُعِد عَنْ زَیْدِ بن اَسْلَمَ عن عَطَا عن ابْنِ عَبَّاس عن علیؓ قال قال رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اَللّٰھُمَّ ارْحَمْ خُلَفَائِیْ قُلْنَا مَنْ خُلَفَاءُ کَ قَالَ الَّذِیْنَ یَرْوُوْنَ اَحَادِیْثِیْ وَیُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ قُلْتُ ھٰذَا بَاطِلٌ (میزان الاعتدال ج ۱ ص ۱۲۷ فی ترجمۃ احمدبن عیسیٰ والرمھذی فی المحدث الفاصل موضوع واحمد بن عیسیٰ وضاع (نصب الرایہ ج۱ص۳۴۸ فی بحث الجہر بالبسملہ)

پھر اس سے مراد محدثین ہیں جو طبقہ علمی ہے نہ کہ کوئی فرقہ مذہبی یہاں تو روایت حدیث اور تعلیم حدیث کا بیان ہے کیا آپ کے فرقہ کا ہر شخص محدث ہے۔

کتب فقہ کی فہرست (ص۲۲۱) دجل کی انتہاء جیسے کوئی معارف القرآن کی تاریخ کو نزول قرآن کا سال بتائے۔ ذرا لامذہبوں کی کتابوں کی لسٹ بھی اسی طرح صدی وار تحریر فرمائیں۔ امام محمدؒ، امام ابو یوسف کی کتابوں کا سنہ تحریر کیوں نہیں فرمایا۔

(تقریب)

الیوم ص۱۴۰: عن انس بن مالکؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تَفْتَرِقُ اُمَّتِیْ عَلیٰ ثَلَاثٍ وَّ سَبْعِیْنَ فِرْقَۃً کُلُّھُنَّ فِی النَّارِ الاوَاحِدَۃً قَالُوْا وَمَا تِلْکَ الْفِرْقَۃ قال مااَنَا عَلَیْہِ اَلْیَوْمَ وَاَصْحَابِیْ رواہ الطبرانی فی الصغیر وفیہ عبداللہ بن سفیان قَالَ الْعُقَیْلِی لایُتَابَعُ عَلٰی حَدِیْثِہٖ ھٰذَا وَقَدْ ذَکَرَہٗ ابن حَبَّانَ فِی الثِّقَاتِ (مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۸۹ میزان الاعتدال ج ۲ ص ۴۳۰) یعنی یہ راوی مجہول بھی ہے اور اس کا متابع بھی کوئی نہیں اور صادق نے ص۱۴۰ پر الملل والنحل کے حوالہ سے نقل کی ہے جو وہاں بالکل بے سند ہے۔

سبیل ص ۳۶۹ حدیث ابی ھریرۃؓ تعمَلُ هٰذِهِ الامَّۃِ رَوَاہُ اَبُوْیَعْلٰی وَفِیْهِ عُثْمَانُ بْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ الذُّهْرِی متفق علی ضعفه (مجمع الزوائد ج ا ص ۱۷۹) اس حدیث کی ایک دوسری سند بھی جامع بیان العلم ج ۲ ص ۱۳۴ پر ہے جس میں محمد بن اللیث (میزان ج ۴ ص ۲۳ جبارۃ بن المفلس میزان ج ا ص ۳۸۷ حماد بن یحییٰ الابح، جامع ج ۲ ص ۱۳۵) حضرت ابوہریرہؓ کے بہت سے فتوے ہیں جو بلا ذکر دلیل موجود ہیں۔ مثلاً کتے کے برتن کا تین بار دھونا وغیرہ۔

سبیل ص ۳۶۹ حضرت عمرؓ کا اہل الرائے کو اعداء السنن فرمانا جامع بیان العلم ج ۲ ص ۱۳۴، ۱۳۵ پر اسکی سندوں پر کلام ہے اور مراد اہل بدعت ہیں ورنہ قیاس شرعی کے وہ خود قائل ج ۲ ص ۵۶، ج ۲ ص ۵۷، ج ۲ ص ۵۹ اور کئی فتاویٰ آپ کے بلا ذکر دلیل ہیں۔ اعداء کے لفظ سے بھی اہل بدعت کا مطلب ہی نکلتا ہے کیونکہ بدعت ہی سنت کو مٹاتی ہے۔ قیاس شرعی تو سنت کو سمجھاتا ہے نہ کہ مٹاتا ہے۔

اصحاب الرأی قوم یفتون سے مراد غیر مقلدین ہیں کہ پوری قوم کا ہر آدمی اپنی اپنی رائے پر چلے گا یہ نہ ہوگا کہ سارے ایک کی تقلید کرلیں کیونکہ ایک روایت میں ہے وَلٰكِنْ فُقَهَاءُ كُمْ يَذْهَبُوْنَ ثُمَّ لاتَجِدُوْنَ مِنْهُ خَلْفاً وَيجِئُ قَوْمٌ يُفْتُوْنَ الاُمُوْرَ بِرَأيِهِمْ (جامع ج ۲ ص ۱۳۵) وفی روایة قُرَّاءُ كُمْ وَعُلَمَاءُ كُمْ يَذْهَبُوْنَ وَ يَتَّخِذُ النَّاسُ رُؤُسًا جُهَّالاً يُفْتُوْنَ الاُمُوْرَ بِرَائِيِهِمْ. (ج ۲ ص ۱۳۶)

یہ ابن مسعود کا فرمان ہے یعنی وہ لوگ فقہاء کے باغی اور جاہل ہوں گے یہی غیر مقلدین ہیں۔

سبیل ص ۳۷۰ پر یفتون الامور برائیھم (مجمع الزوائد ج ا ص ۱۷۹) کے حوالہ سے درج ہے مگر آخری الفاظ فَيُحِلُّوْنَ الْحَرَامَ وَيُحَرِّمُوْنَ الْحَلالَ چھوڑ دیئے ہیں تاکہ معلوم ہو کہ مجتہدین اس سے مراد نہیں کیونکہ وہ حلال کو حلال اور حرام کو حرام بتاتے ہیں ولا عکس اس لئے عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں (خُذْمِنَ

الرَّأیِ مَایُفَسِّرُلَکَ الْحَدِیْثَ (جامع ج ۲ ص ۱۳۷)

علامہ شعبیؒ وعن الشعبی ذم القیاس و معناه عندنا قیاس علی غیر اصل لئلا یتنا قض ماجاء عنه جامع (ج ۲ ص ۶۲) ان فتاویٰ کو اس تقلید کے خلاف پیش کرنا یحرفون الکلم عن مواضعہ پر عمل ہے۔ سبیل ص ۲۷۱ پر حدیث حسد یہود والی لکھی ہے قول امامهم سے امام جماعت غرباء مراد ہو۔

حکیم صاحب نے ص ۲۲۷ پر ایک عنوان قائم کیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی احادیث سے اختلاف

اس کے بعد صفحہ ۲۲۹ سے لیکر صفحہ ۲۶۴ تک اکیس مسائل نقل کئے ہیں۔ ہم یہاں پر ترتیب وار اعتراض نقل کر کے ان کے جواب عرض کرتے ہیں۔

(۱) کتے کا ناپاک برتن

حکیم صاحب نے سبیل الرسول ص ۲۲۹ پر حدیث اور فقہ کا تضاد ثابت کرنے کے لئے یہ پہلا مسئلہ لکھا ہے۔

رسول اللہ کا حکم

عن ابی هریرةؓ قال قال رسول اللہ ﷺ اِذَا شَرِبَ الْكَلْبُ فِیْ اِنَاءِ اَحَدُكُمْ فَلْیَغْسِلْهُ سَبْعَ مَرَّاتٍ (بخاری مسلم)

حضرت ابوھریرہؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جب کتا تمہارے برتن میں سے پی جائے تو اسے سات مرتبہ دھوؤ۔

فقہ کا اختلاف

یغسل الاناء من ولوغه ثلثا (ھدایہ کتاب الطہارت)

جب برتن سے کتا پی جائے اسے تین بار دھوؤ۔

بخاری شریف مسلم شریف کی متفق علیہ حدیث کے خلاف بے دلیل قول

بھائیو غور کرو۔

جواب: آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

(۱) کتے کے جھوٹے برتن کو سات دفعہ دھوڈالو آٹھویں دفعہ مٹی سے مانجھو۔ (مسلم عن عبداللہ بن المغفل)

(۲) کتے کے جھوٹے برتن کو سات مرتبہ دھوؤ۔ (بخاری عن ابی ھریرہؓ)

(۳) کتے کے جھوٹے برتن کو تین مرتبہ دھوؤ (کامل ابن عدی عن ابی ہریرہؓ ہذا صحیح اوحسن۔ (معارف السنن ج۱ ص ۳۲۵)

یہ آنحضرت ﷺ کے تین حکم ہیں آٹھ مرتبہ دھونا۔ سات مرتبہ دھونا۔ تین مرتبہ دھونا۔

حضرت ابوہریرہؓ کا فتویٰ

کتا برتن میں منہ ڈال دے تو تین مرتبہ دھونا (دار قطنی، طحاوی، بسند صحیح آثار السنن ج۱ ص ۱۲) محدث طحاویؒ فرماتے ہیں۔ حضرت ابو ہریرہؓ کا تین بار دھونے کا فتویٰ دینا واضح دلیل ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ کی سات دفعہ دھونے والی حدیث منسوخ ہے کیونکہ ہم حضرت ابوہریرہؓ سے حسن ظن رکھتے ہیں یہ نہیں ہوسکتا کہ حضرت ابوہریرہؓ آنحضرت ﷺ سے کچھ اور سنیں اور پھر فتویٰ آپؐ کے خلاف دیں۔ اس سے تو آپؓ کی عدالت ہی ساقط ہو جائے گی اور صحابہؓ سب کے سب عادل ہیں۔
(طحاوی ج۱ ص ۲۳)

مکہ مکرمہ: کے مفتی حضرت عطاءؒ سے جب کتے کے جھوٹے برتن کا مسئلہ پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا میں نے یہ سب سنا ہے سات مرتبہ، پانچ مرتبہ اور تین مرتبہ۔ (عبدالرزاق ج۱، ص ۹۷)

مدینہ منورہ: معمر جو سات اور آٹھ دفعہ دھونے کی حدیث کے راوی ہیں کہتے ہیں میں نے امام زھریؒ سے کتے کے جھوٹے برتن کا مسئلہ پوچھا آپ نے فرمایا تین

مرتبہ دھویا جائے۔ (عبدالرزاق ج ا ص ۹۷)

کوفہ: سیدنا الامام الاعظمؒ بھی یہی فتویٰ دیتے ہیں کہ برتن تین مرتبہ دھویا جائے۔

آنحضرت ﷺ سے یہ تین حکم مروی ہیں جو بظاہر متعارض ہیں اور خود آنحضرت ﷺ سے ان کے بارہ میں کوئی فیصلہ مروی نہیں کہ کونسا پہلے کا ہے اور کونسا بعد کا۔ اور جو فیصلہ صراحۃً کتاب وسنت میں موجود نہ ہو اس میں بنص حدیث معاذؓ مجتہد اجتہاد سے جو فیصلہ دے وہ لازم العمل ہوگا۔

ایک واضح حدیث: احادیث پر نظر رکھنے والا جانتا ہے کہ اسلام کے ابتدائی دور میں کتوں کے بارہ میں احکام بہت سخت تھے ان کو مار ڈالنے کا حکم تھا بعد میں ان سے شکار کھیلنے کی اجازت مل گئی اور احکام نرم کر دیئے گئے اس لئے خیر القرون میں تمام مراکز اسلام مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، کوفہ میں فتویٰ تین پر ہی رہا۔

حکیم صاحب نے احناف کثر اللہ سوادھم پر اعتراض کرنے کے لئے آنحضرت ﷺ سے بھی دھوکا کیا کہ آپ کے تین حکموں میں سے ایک حکم بتایا اور دو کو چھپایا جو سبیل رسول نہیں سبیل یہود ہے۔

دوسرا فریب یہ کہ صحابی رسولؐ اور تابعین کے صحیح فتووں کو چھپایا۔ انہوں نے تین والی حدیث پر فتویٰ دیا تھا۔ اس نے خیر القرون والوں کے خلاف محض ضد اور نفسانیت سے اس فتویٰ کی مخالفت کی۔

ہدایہ کی مکمل عبارت

اور کتے کا جھوٹا ناپاک ہے اور جس برتن میں کتا منہ ڈال دے اس کو تین مرتبہ دھویا جائے کیونکہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ کتے کے جھوٹے برتن کو تین مرتبہ دھوؤ۔ اور کتے کا منہ پانی کو لگا تھا نہ کہ برتن کو تو جب برتن ناپاک ہو گیا تو پانی بدرجہ اولیٰ ناپاک ہو گیا یہ دلیل ہے کہ کتے کا جھوٹا ناپاک ہے اور حدیث شریف میں تین مرتبہ کا عدد امام شافعیؒ پر حجت ہے جو سات مرتبہ کو شرط قرار دیتے ہیں کتے کا پیشاب جہاں لگ جائے تو

(بالاتفاق) تین مرتبہ دھونے سے پاک ہو جائے گا اور جس حدیث میں سات مرتبہ دھونے کا حکم ہے وہ اسلام کے ابتدائی دور سے متعلق ہے (اب منسوخ ہے) (ہدایہ ج ۱ ص ۴۵) دیکھو صاحب ہدایہ نے مسئلہ کا ثبوت حدیث پاک سے دیا تھا۔ اور قیاس والی دلیل بھی نقل کی تھی اور سات والی روایت کا جواب بھی دیا تھا مگر حکیم صاحب نے ہدایہ کی عبارت نقل کرنے میں انتہائی خیانت کی ہے حکیم صاحب نے فقہ کے ایک مسئلہ کو حدیث کے خلاف ثابت کرنے کے لئے تین زبردست بے ایمانیاں کیں۔

(۱) احادیث رسول سے بے ایمانی

(۲) خیر القرون سے بے ایمانی

(۳) ہدایہ سے بے ایمانی

نوٹ: لامذہب اپنی بددیانتیوں کو چھپانے کے لئے جلدی سے کہہ دیا کرتے ہیں کہ سات والی حدیث صحیح ہے اور تین والی ضعیف ہے ہم ان سے پوچھتے ہیں کہ سات والی حدیث کو صحیح اور تین والی کو ضعیف اللہ کے نبی نے کہا ہے یا کسی امتی نے، اگر نبی پاک ؑ نے فرمایا ہے تو حدیث پیش کرو، اگر کسی امتی نے کہا ہے تو امتی کی تقلید آپ کے مذہب میں شرک ہے۔

پھر دوسرا سوال یہ ہے کہ وہ امتی خیر القرون کا مجتہد ہے یا مابعد خیر القرون کا غیر مجتہد، تو ہم خیر القرون کے مجتہد کے مقابلہ میں مابعد خیر القرون کے کسی غیر مجتہد کی بات تسلیم نہیں کرتے۔ کیونکہ خیر القرون والوں کی خیریت حدیث صحیح سے ثابت ہے اور بعد والوں کی خیریت حدیث سے ثابت نہیں اور مجتہد کی طرف رجوع حدیث سے ثابت ہے کسی غیر مجتہد کی طرف رجوع حدیث سے ثابت نہیں۔

حکیم صاحب نے احناف پر اعتراض کرنے کے لئے تو دیانت و امانت سب کو خیر باد کہہ دیا مگر صحیح بخاری ص ۲۹ ج ۱ پر کتے کے جھوٹے پانی سے وضو کرنے کی اجازت دی ہے ذرا اس طرف بھی توجہ فرماتے اور آپ کے علامہ وحید الزمان لکھتے

ہیں کتے کا پیشاب پاک ہے (ہدیۃ المہدی ج ۳ ص ۷۸) اور نواب صدیق حسن غیر مقلد لکھتے ہیں کتے کے گوشت، خون، بال اور پسینہ کے نجس ہونے پر دلیل نہیں ہے (بدور الاہلہ ص ۱۶) حکیم صاحب آپ نے ان کی تردید میں کیا لکھا ہے جو کوئی امتی کے نام سے نہیں بلکہ حدیث رسول اللہ ﷺ کے نام سے ایسے گندے مسائل پھیلا کر نبی معصوم ﷺ کو بدنام کر رہے ہیں۔

حکیم صاحب! آپ کے ابن حزم نے یہ لکھا ہے کہ بیوی کو حق مہر میں کتا دینا جائز ہے۔ حکیم صاحب! ذرا اس کی تفصیل بیان فرمائیں کہ آپ کے مذہب میں کنواری کے لئے کس نسل کا کتا اور ثیبہ کے لئے کس نسل کا کتا مطلوب ہے

(۲) بیت اللہ کی چھت پر نماز

حکیم صاحب نے سبیل الرسول ص ۲۳۰ پر حدیث اور فقہ کا تضاد ثابت کرنے کے لئے یہ مسئلہ لکھا ہے۔

پیغمبر رحمتؐ کی ممانعت

عن ابن عمرؓ ان النبی ﷺ نَهٰى اَنْ يُّصَلّٰى فِيْ سَبْعِ مَوَاطِنَ فِيْ الْمَذْبَلَةِ وَالْمَجْزَرَةِ وَالْقَبْرَةِ وَقَارِعَةِ الطَّرِيْقِ وَفِيْ الْحَمَّامِ وَمَعَاطِنِ الاِبِلِ وَفَوْقَ ظَهْرِبَيْتِ اللّٰهِ......

قال ابو عیسیٰ حدیث ابن عمر اسناده لَيْسَ بِذٰلِكَ الْقَوِيُّ وَقَدْ تَكَلَّمَ فِيْ زَيْدُ بْنُ جُبَيْرَةَ مِنْ قِبَلِ حِفْظِهٖ.

(ترمذی ص ۷۷ باب ماجاء فی کراهية مايصلی اليه وفيه وابن ماجه ص ۵۴ باب المواضع التی تكره فيها الصلوٰة)

فقہ کا اختلاف

ومن صلی علی ظهر الكعبة جَازت صلوتهٗ خلافا للشا فعی

لان الکعبۃ ھی العرصۃ والھواء الی عنان السماء عندنا دون البناء لانہ ینقل الا تریٰ انہٗ لو صلی علی جبل ابی قبیس جاز ولابناء بین یدیہ الاانہ یکرہ لما فیہ من ترک التعظم وقد وردالنھی عنہ عن النبی ﷺ (ہدایہ ج۱ص۱۸۵)

حکیم صاحب نے پہلے تو حدیث نہایت ناکمل نقل کی اور خط کشیدہ جملے چھوڑ دیئے پھر اس پر امام ترمذیؒ نے جو جرح کی وہ بھی نقل نہ کی اور جو باب ترمذی اور ابن ماجہ نے کراہت کے لفظ سے باندھا اس کو بھی نقل نہ کیا۔ اور پھر ہدایہ کی عبارت بھی ناکمل نقل کی تمام خط کشیدہ عبارت چھوڑ دی۔ صاحب ہدایہ نے اس حدیث کا انکار نہیں کیا بلکہ اس حدیث سے بیت اللہ شریف کی چھت پر نماز پڑھانے کو مکروہ ثابت کیا لیکن حکیم صاحب نے المعترض کا لاعمی کا پورا کردار ادا کیا۔

حکیم صاحب نے ایک قاعدہ از خود گھڑا کہ آنحضرت ﷺ جس سے منع فرما دیں اس میں جواز بالکراہۃ کیسے ہوسکتا ہے، تو حکیم صاحب کا فرض ہے کہ اپنے اس قاعدہ کو پہلے حدیث صحیح صریح غیر معارض سے ثابت کریں۔ حضرت ام عطیہ فرماتی ہیں نُهِينَا عَنْ اِتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ وَلَمْ يَعْزِمْ عَلَيْنَا (بخاری ج۱ص۱۷۰) اور فرماتی ہیں كُنَّا نُنْهٰى عَنْ اِتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ وَلَمْ يَعْزِمْ عَلَيْنَا (مسلم ج۱ص۳۰۴) امام نوویؒ فرماتے ہیں معناہ نہانا رسول اللہ ﷺ عن ذلک نھی کراھۃ تنزیہ لا نھی عزیمۃ وتحریم (نووی ج۱ص۳۰۴) حکیم صاحب! صحابیات بھی جانتی تھیں کہ نھی کبھی کراہت کے لئے ہوتی ہے کبھی تحریم کے لئے۔ حکیم صاحب! بیع میں دھوکا منع ہے مگر ایک شخص جو دھوکا کھا جاتا تھا اسے آنحضرت ﷺ نے فرمایاثُمّ لاخلابَۃَ کہہ دیا کرو امام بخاریؒ اس پر ان الفاظ میں باب باندھتے ہیں مایکرہ من الخداع فی البیع (صحیح بخاری ج۱،ص۲۸۴) حافظ ابن حجر عسقلانی فتح الباری میں اس باب کا مطلب بیان فرماتے ہیں کانہ اشار بھذا الی ان الخداع فی البیع مکروہ

ولکنه لا یفسخ البیع (ھامش بخاری ج ۱ ص ۲۸۴ نمبر ۱۰) اور خود اسی زیر بحث حدیث پر امام ترمذی اور ابن ماجہ نے کراہت کا باب باندھا ہے ان پر تو اعتراض نہیں کیا مگر صاحب ہدایہ پر اعتراض کیا۔ کیا حضرت ام عطیہ امام بخاری۔ امام ترمذی، امام ابن ماجہ اور امام نوویؒ پر بھی مخالفت حدیث کا الزام لگے گا۔

حکیم صاحب! یہ بد دیانتیاں سبیل رسول نہیں سبیل یہود ہیں۔

حکیم صاحب! فقہ پر اعتراض کرنے کے لئے سمجھ بوجھ اور علم کی ضرورت ہے۔ جس سے صرف آپ ہی نہیں اپ کا سارا فرقہ محروم ہے۔ آپ اپنے استاد محترم کی آنکھوں دیکھی شہادت پڑھیں۔ مولانا محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی فرماتے ہیں۔ ''اہل حدیث جماعت اپنے ناقص العلم اور غیر محتاط نام نہاد علماء کی تحریروں اور تقریروں سے دھوکا نہ کھائے ان میں بعض تو پرانے خارجی اور بے علم محض اور بعض کانگرسی ہیں (احیاء المیت ص ۴۴) حکیم صاحب دانا سچ کہتے ہیں کہ درخت اپنے پھل سے پہنچانا جاتا ہے۔

حکیم صاحب آپ نے مشکوٰۃ میں یہ حدیث پڑھی ہوگی کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت معاذؓ سے فرمایا جو سچے دل سے لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھے خدا تعالیٰ اس پر دوزخ کی آگ کو حرام کر دیتے ہیں لیکن آپ ؐ نے حضرت معاذؓ کو روک دیا کہ لوگوں کو اس کی خبر نہ دینا اس روک کے باوجود حضرت معاذؓ نے موت کے وقت یہ حدیث سنا دی بلکہ اس کے نہ سنانے کو گناہ سمجھا (مشکوٰۃ) حکیم صاحب آنحضرت ؐ نے جس سے روک دیا تھا اس کو سنانا ہی رسول پاک ؐ کی کیا کم مخالفت تھی لیکن اب نہ سنانے کو گناہ سمجھنا یہ تو انتہا ہوگئی۔ فرمائیں آپ کے اصول پر معاذ اللہ حضرت معاذؓ منکر حدیث بن کر فوت ہوئے یاد رکھنا کسی امتی سے اس کی تاویل نقل نہ کرنا، صاف آنحضرت ﷺ کی حدیث پیش کرنا کہ آنحضرت ؐ نے فرمایا ہو کہ اب نہ سنانا صرف موت کے وقت سنانا نہ سناؤ گے تو گنہگار ہو گے۔

(۳)عورتوں کی امامت کا مسئلہ

حکیم صاحب نے سبیل الرسول ص ۲۳۱ پر اس مسئلہ کا ذکر کیا ہے کہ اس میں فقہ اور حدیث میں اختلاف ہے۔ جماعت کی نماز میں امام مقتدیوں کے آگے کھڑا ہوتا ہے دو یا دو سے زیادہ مقتدیوں کے ہوتے ہوئے امام کا آگے کھڑا ہونا اسلام میں سنت متواترہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ آنحضرت ﷺ خلفائے راشدین اور تمام امت کا عمل یہی ہے۔ اس لئے دو یا دو سے زائد مقتدیوں کے ہوتے ہوئے امام کا مقتدیوں کے درمیان کھڑے ہو کر جماعت کرانا اس سنت متواترہ کی مخالفت کی وجہ سے مکروہ تحریمی ہے اور پورے ذخیرہ حدیث میں ایک بھی صحیح صریح غیر معارض حدیث موجود نہیں جس میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہو کہ اس مسئلہ میں عورتوں کا حکم مردوں سے مختلف ہے حکیم صاحب اور ان کا سب فرقہ شاذہ قیامت تک ایسی حدیث پیش نہیں کر سکتا۔ ﴿وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا﴾

حکیم صاحب نے ابوداؤد امامتہ النساء سے حضرت ام ورقہ کی حدیث نقل کی ہے جَعَلَ لَهَا مُؤَذِّنًا يُؤَذِّنُ لَهَا وَأَمَرَهَا أَنْ تَؤُمَّ أَهْلَ دَارِهَا (ج ۱ ص ۶۱) حکیم صاحب نے یہ نہیں بتایا کہ یہ حدیث صحیح نہیں اس کی سند میں ایک راوی محمد بن فضیل ہے جو سچا تو ہے مگر مذہباً شیعہ ہے دوسرا راوی ولید بن عبداللہ بن جمیع ہے جو سچا تو ہے مگر وہم کا مریض اور مذہباً شیعہ ہے تیسرا راوی عبدالرحمٰن بن خلاد ہے جو مجہول ہے

(۲) پھر حکیم صاحب نے حدیث کا یہ جملہ چھوڑ دیا کہ حضرتؐ نے حکم دیا کہ وہ اپنے گھر کے لئے ایک مؤذن رکھے۔ دوسری روایت میں ہے حضرتؐ نے خود مؤذن مقرر فرما دیا۔ شاید اس طرح ہر غیر مقلد گھر کو ایک ایک مستقل مؤذن رکھنا پڑے گا جس پر ان کا عمل نہیں ہے پھر اس حدیث میں حضور ﷺ کا امر موجود ہے امر وجوب کے لئے ہوتا ہے تو غیر مقلدین کا فرض ہے کہ ہر گھر میں عورت کی امامت کو واجب قرار دیں یہ اجازت کا لفظ حدیث کے کس لفظ کا ترجمہ ہے۔ پھر اس حدیث میں حضرتؐ نے امام

عورت کو مقتدیوں سے آگے کھڑے ہونے سے منع نہیں فرمایا تو ہر غیر مقلد گھر کے مرد اپنی بیوی کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز با جماعت ادا کیا کریں۔ الغرض یہ حدیث نہ تو صحیح ہے اور نہ ہی اس حدیث کے ظاہر الفاظ پر امت میں کسی کا عمل ہے کہ ہر گھر میں مستقل مؤذن ہو اور مستقل جماعت عورت کرائے۔

پھر حکیم صاحب کو مندرجہ ذیل احادیث جو کلیہ قاعدہ کی حیثیت رکھتی ہیں نظر کیوں نہیں آئیں۔ عَنْ عَائِشَةَ ؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قال لا خَيْرَ فِيْ جَمَاعَةِ النِّسَاءِ اِلافِيْ الْمَسْجِدِ! وَفِيْ جَنَازَةِ قَتِيْلٍ رواه احمد والطبرانی (مجمع الزوائد ج ۲ ص ۱۵۵) حضرت علی فرماتے ہیں لاتَؤُمُّ الْمَرْأَةُ (المدونۃ الکبریٰ ج ۱، ص ۸۶) اور حضرت ابو ہریرہ ؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا خَيْرُ صُفُوْفِ الرِّجَالِ اَوَّلُهَاوَشَرُّهَا آخِرُهَا وَخَيْرُ صُفُوْفِ النِّسَاءِ آخِرُهَا وَشَرُّهَا اَوَّلُهَا (مسلم ج ۱ ص ۱۸۲) عورت کے لئے تو مقتدی بن کر بھی اگلی صف میں کھڑے ہونا منع ہے پھر اس کی امامت کیسے جائز ہوگی۔

حکیم صاحب! جب گھر کے مرد عورت کے مقتدی بنیں گے تو ان پر امام صاحبہ کی اطاعت واجب ہوگی یا نہیں اگر وہ اطاعت کریں گے تو حضرت کا فرمان ہے هَلَكَتِ الرِّجَالُ حِيْنَ اَطَاعَتِ النِّسَاءِ رواه احمد والحاکم وقال صحیح الاسناد ۔ حکیم صاحب یہ کہیں کہ ہم تو صرف اس کے قائل ہیں کہ صرف عورت عورتوں کی جماعت کرائے تو ان کی پیش کردہ حدیث میں یہ ذکر نہیں بلکہ سب گھر والوں کی امامت کا حکم ہے اور گھر میں مرد بھی ہوتے ہیں اور ہماری پیش کردہ حدیث سے پتہ چلا کہ عورت کی جماعت میں کوئی خیر نہیں اور خیر سے خالی ہونا ہی دلیل کراہت ہے حکیم صاحب نے حضرت ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ ؓ سے جو روایت نقل کی ہے اولاً تو وہ صحیح نہیں کیونکہ اس کی سند میں ایک راوی لیث بن ابی سلیم ہے جو ضعیف ہے (میزان الاعتدال) دوسرے اس طریقہ کی تائید آنحضرت ﷺ سے ہرگز ثابت نہیں اور جماعت کے وقت مقتدیوں کے درمیان کھڑا ہونا بالاتفاق مکروہ ہے ہاں

ایسے مکروہ کا ارتکاب کسی ضرورت کے تحت کیا جاسکتا ہے مثلاً کسی کو نماز کا طریقہ سکھانے کے لئے جیسے ظہر وعصر میں امام کا بلند آواز سے قرآن پڑھنا خلاف سنت اور مکروہ ہے مگر صحیح بخاری میں ہے کہ آنحضرتؐ بغرض تعلیم کبھی کبھار کوئی آیت اونچی آواز سے پڑھ دیتے تھے۔ ایسی ضرورت کے وقت کراہت نہیں رہتی۔ لیکن اس کو جواز کا قاعدہ بنا لینا یقیناً مکروہ ہے الغرض حکیم صاحب نے سبیل یہود پر عمل کرتے ہوئے دوضعیف حدیثیں لکھیں اور باقی صحیح حدیثوں کو چھپایا۔ اور بالکل یہی دھوکا ہدایہ کے ساتھ کیا اس کی عبارت بھی مکمل نہیں لکھی۔

مکمل عبارت

ویکرہ للنساء ان یصلین وحدھن الجماعة لانہا لاتخلوعن ارتکاب محرم وھوقیام الامام وسط الصف فیکرہ کا العراۃ وان فعلن قامت الامام وسطھن لان عائشة فعلت کذلک وحمل فعلھا الجماعة علیٰ ابتداء الاسلام ولان فی التقدم زیادۃ الکشف (ہدایہ باب الامامت ص۸۴، ایچ ایم سعید)

حکیم صاحب نے ہدایہ کی عبارت نامکمل پیش کی صاحب ہدایہ نے خود حضرت عائشہؓ کی روایت سے ہی ثابت کر دیا کہ اس سے ہی کراہت نکلتی ہے کیونکہ امام کا مقتدیوں کے درمیان کھڑا ہونا خلاف سنت اور مکروہ ہے۔

ایک سوال حکیم صاحب آپ تو حدیث وفقہ میں بددیانتی کر کے بھی تضاد ثابت نہ کر سکے لیکن ذرا دیانت داری سے اس کا جواب دیں کہ آنحضرت ﷺ نے تاکید کے ساتھ دو مرتبہ فرمایا لا صَامَ مَنْ صَامَ الابَد جس نے ہمیشہ کا روزہ رکھا اس کا روزہ ہی نہیں ہوگا (بخاری ج ۱ ص ۲۶۵) مگر امام شعبہ بن الحجاج صائم الدھر تھے (میزان الکبریٰ ج ۱ ص ۵۰) امام بخاریؒ صائم الدھر تھے (میزان الکبریٰ ج ۱ ص ۵۰

)حافظ عبداللہ روپڑی صائم الدھر تھے (نتائج التقلید ص ۳۰) ان حضرات کو آپ بخاری مسلم کی متفق علیہ حدیث کا مخالف سمجھتے ہیں یا نہیں سمجھتے ہیں تو ان کے خلاف آپ نے کونسی کتاب لکھی ہے۔

(۴) نابالغ کی امامت کا مسئلہ

حکیم صاحب نے سبیل الرسول ص ۲۳۲ پر بچے کی امامت کا مسئلہ ذکر کیا ہے کہ حدیث سے بچے کی امامت جائز ہے اور فقہ ناجائز کہتی ہے۔ لیکن بچے کی امامت کے جواز میں نہ تو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم پیش کر سکے کہ بالغ مرد نابالغ بچے کو اپنا امام بنا لیا کریں۔ نہ حضرتؐ کا فعل ثابت کر سکے کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی نابالغ بچے کو مردوں کا امام بنایا ہو اور نہ یہ ثابت کر سکے ہیں کہ عمرو بن سلمہ سات سالہ بچے کی امامت کا حضورؐ کو علم ہوا اور آپ خاموش رہے ویسے عوام کو دھوکا دینے کے لئے یہ جھوٹ لکھ دیا ہے کہ حضورؐ کو علم ضرور تھا اور آپؐ نے سکوت فرمایا یہ بالکل غلط ہے حکیم صاحب نے بخاری کا حوالہ دیا ہے مگر بخاری میں یہ ہرگز مذکور نہیں۔ عمرو بن سلمہ کے خاندان کے لوگ جب مسلمان ہوئے تو انہوں نے حضرت کا حکم سنا کہ جو زیادہ قرآن پڑھا ہو اس کو امام بناؤ انہوں نے اپنی رائے سے عمرو بن سلمہ کو امام بنا لیا اس حال میں کہ عمرو بن سلمہ کی چادر پھٹی ہوئی تھی۔ جس کی وجہ سے چوتڑ ننگے ہوتے تھے پیچھے نماز پڑھنے والی عورتوں نے کہا امام صاحب کے چوتڑ تو چھپا دو (ابوداؤد) حکیم صاحب نے پورا واقعہ اس لئے نقل نہیں کیا کہ اس حدیث سے استدلال کی صحت سے ستر عورت کا وجوب بھی ختم ہو جاتا اور احناف کی ضد میں ان کے آئمہ مساجد کو چوتڑ ننگے کر کے نمازیں پڑھانی پڑتیں۔

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بچے کو امام بننے کی تو کیا اجازت دیتے وہ بچے کو پہلی صف سے آگے بڑھنے کی بھی اجازت نہیں دیتے عن ابن عباسؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لَا یَتَقَدَّمُ الصَّفُّ الْاَوَّلُ اَعْرَابِیٌّ وَّلَا اَعْجَمِیٌّ وَّلَا غُلَامٌ لَمْ یَحْتَلِمْ۔

(دارقطنی باب من یصلح ان یقوم خلف الامام ج ۱، ص ۲۸۱)

(۲) اہل طائف نے نماز تراویح میں ایک بچے کو امام بنالیا اور حضرت عمرؓ کو بطور خوشخبری یہ بات لکھی حضرت عمرؓ سخت ناراض ہوئے اور فرمایا کہ تمہیں ہرگز نہیں چاہیے کہ لوگوں کا امام ایسے بچے کو بناؤ جس پر حدود واجب نہیں۔ (عبدالرزاق ج۲ص ۳۹۸)

(۳) حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں حضرت امیر المومنین عمر بن الخطابؓ نے ہمیں منع فرمادیا تھا کہ ہم امامت اس حال میں کرائیں کہ قرآن پاک مصحف سے دیکھ کر پڑھ رہے ہوں اور ہمیں منع فرمایا کہ ہم کسی نابالغ کو امام بنائیں (کنزالعمال ج۴ص ۲۴۶)

(۴) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں لڑکا اس وقت تک امام نہ بنے جب تک اس پر حدود واجب نہ ہوں (یعنی جب تک بالغ نہ ہوجائے) رواہ الاثرم فی سننہ کذافی المنتقی ۔ (اعلاء السنن ج۴ص ۲۸۲)

(۵) حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں لڑکا جب تک بالغ نہ ہو امام نہ بنے۔
(عبدالرزاق ج۲ص ۳۹۸)

(۶) مکہ مکرمہ کے مفتی حضرت عطاء فرماتے ہیں لڑکا امامت نہ کرائے۔ جب تک بالغ نہ ہو۔ (عبدالرزاق ج۲ص ۳۹۸)

(۷،۸،۹) حضرت عمر بن عبدالعزیز، امام شعبی. امام مجاہد فرماتے ہیں لڑکا جب تک بالغ نہ ہو امامت نہ کرے۔ (ابن ابی شیبہ ص ۲۳۳)

(۱۰) ابراہیم نخعی (صحابہ وتابعین) اس سے کراہت کرتے تھے کہ لڑکا بالغ ہونے سے پہلے امام بنے۔ (المدونۃ الکبریٰ ج۱ص ۸۵)

(۱۱) آنحضرت ﷺ نے امام کو ضامن فرمایا ہے۔
(احمد طبرانی مجمع الزوائد ج۱ص ۱۴۳)

اب اگر امام کی نماز نفل ہوگی اور مقتدی کی فرض ہوگی تو وہ ضامن کیسے بنے گا اور ظاہر ہے کہ نابالغ بچے کی نماز نفل ہوتی ہے اور مردوں کی فرض تو وہ کیسے امام بن سکتا ہے معلوم ہوا کہ اس مسئلے کو خلاف حدیث کہنا حکیم صاحب کی جہالت کا کرشمہ ہے۔
حکیم صاحب ذرا ہمت کر کے حضرت عمر بن عبدالعزیز حضرت ابراہیم نخعی اور اس دور

کے صحابہ و تابعین کو منکرین حدیث کی لسٹ میں درج فرمالیں یا پھر بیچارے احناف سے بھی درگزر فرمالیا کریں۔

حکیم صاحب نے جس طرح نقل احادیث میں حق کو چھپایا ایسے ہی فقہ کی کتاب ہدایہ کی عبارت بھی نامکمل نقل کی **ولایجوز للرجال ان یقتدوا بامرأة اوصبی واما الصبی لانہ متنفل فلا یجوز اقتداء المفترض بہ۔**

(ہدایہ ج ا ص ۸۴، ۸۵۔ ایچ ایم سعید)

حکیم صاحب آنحضرت ﷺ نے بڑی تاکید سے موت کی تمنا سے منع فرمایا تھا اور بے چارگی کی حالت میں صرف ایک خاص دعا کی اجازت دی تھی ذرا الفاظ ملاحظہ ہوں۔

قال النبی ﷺ لَایَتَمَنَّیَنَّ اَحَدُکُمُ الْمَوْتَ مِنْ ضُرٍّ اَصَابَہٗ فَاِنْ کَانَ لَابُدَّ فَاعِلاً فَلْیَقُلِ اَللّٰھُمَّ اَحْیِنِیْ مَاکَانَتِ الْحَیَاۃُ خَیْرًا لِیْ وَتَوَفَّنِیْ اِذَاکَانَتِ الْوَفَاۃُ خَیْرًا لِی۔

(بخاری ج ۲ ص ۸۴۷ عن عائشہ)

لیکن اتنی تاکیدی نہی کے بعد بھی امام بخاریؒ آخر عمر میں یہ دعا مانگتے رہے۔ ''اے اللہ زمین باوجود کشادگی کے مجھ پر تنگ ہوگئی ہے تو مجھے اپنی طرف اٹھالے'' ایک ماہ پورا نہیں ہوا تھا کہ آپ کا وصال ہوگیا۔

(تاریخ بغداد ص ۳۴ ج ۲ طبقات الشافعیہ الکبری ج ۲ ص ۱۴)

کیا آپ اس سے یہ نتیجہ نکالیں گے کہ امام بخاریؒ کا وصال مخالفت حدیث پر ہوا ہے۔

آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں ہفتہ میں صرف ایک مرتبہ قرآن ختم کرو **ولاتذد علی ذلک** اوراس پر زیادہ مت کرو۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۵۶)

آنحضرت ﷺ نے ایک ہفتہ سے پہلے قرآن پاک ختم کرنے سے صراحۃً منع فرمادیا۔ لیکن پھر بھی امام بخاریؒ روزانہ ایک قرآن ختم کیا کرتے تھے۔

(تاریخ بغداد ج ۲ ص ۱۲ اطبقات الشافعیہ ج ۲ ص ۹ الحطہ ص ۲۲)

حضرت عثمانؓ ایک رات میں پورا قرآن ختم کرتے تھے۔

(طبقات ابن سعد ج۳ص۵۳)

حضرت تمیم داری اور حضرت عبداللہ بن الزبیرؓ بھی رات کو ایک قرآن ختم کرتے تھے۔ (طحاوی ج۱ص۲۰۵)

امام وکیع بن الجراح ایک رات میں سارا قرآن ختم کر دیتے تھے۔

(تاریخ بغداد ج۱۳، ص۴۷۰)

امام شافعیؒ نے تین دنوں میں ۹ مرتبہ قرآن ختم کیا۔ (مفتاح الجنہ للسیوطی ص۲۹)

کیا آپ ان سب پر مخالفت حدیث کا الزام لگائیں گے۔

؎ اند کے باتو گفتم وغم و دل ترسیدم
کہ تو آزردہ شوی ورنہ سخن بسیارست

(۵) ہبہ کی ہوئی چیز کا مسئلہ (سبیل الرسول ص۲۳۲)

مؤلف نے حدیث اور فقہ میں اختلاف ثابت کرنے کے لئے ہبہ کا مسئلہ بھی ذکر کیا ہے۔ پہلے حدیث ذکر کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہبہ کی ہوئی چیز کو واپس لینے والا مانند کتے کے ہے جو قے کر کے چاٹ لیتا ہے۔ پھر ہدایہ سے فقہ کا مسئلہ نقل کیا ہے کہ جب کسی غیر شخص کو کوئی چیز ہبہ کی جائے تو ہبہ کرنے والے کو اسے واپس کرنے کا اختیار ہے پھر لکھا ہے حنفی بھائیو غور کرو کہ رسول اللہ ﷺ تو ہبہ کی چیز کو واپس لینے سے منع فرمائیں اور اس کی مثال کتے کی قے چاٹنے سے دیں لیکن فقہ میں ہبہ کو واپس لینے کا اختیار دیا گیا ہے اور پھر رجوع کے حق پر دلیل نہیں دی۔ افسوس بخاری شریف کی حدیث کا مقابلہ:۔

مؤلف نے نہ تو فقہ کا مسئلہ مکمل نقل فرمایا اور نہ ہی احادیث کو پورا بیان فرمایا۔

مسئلہ:۔ اگر کوئی شخص کسی اجنبی (غیر محرم) کو کوئی چیز ہبہ کرے تو اس میں رجوع کا اختیار ہے لیکن اگر وہ لینے والا اس کو کوئی عوض دیدے تو اختیار باقی نہیں رہتا۔ اس کی دلیل یہ

ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہبہ کرنے والا اپنے ہبہ کا زیادہ حق دار ہے جب تک لینے والے کی طرف سے عوض نہ پایا جائے اور دلیل عقلی یہ ہے کہ اجنبی کو کوئی چیز ہبہ کرنے سے عادتاً مقصد یہ ہوتا ہے کہ وہ بھی ہمارے ساتھ احسان کی راہ و رسم اختیار کرے لیکن اگر لینے والا اس مقصد کو پورا نہ کرے تو اس ہبہ کرنے والے کو فسخ کا اختیار ملنا چاہیے۔ کیونکہ مقصود پورا نہ ہوا۔ لیکن یہ اختیار ہونے کے باوجود ہبہ کی ہوئی چیز کو واپس لینا مکروہ (تحریمی) ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ ہبہ کی ہوئی چیز کو واپس لینے والے کی مثال ایسی ہے جیسے کتا قے کر کے چاٹ لے اور یہ عادۃً بھی خلاف مروت واحسان ہے۔ (ملخصاً ہدایہ ج ۳ ص ۲۸۷، ۲۸۶)

حضرات معلوم ہوا کہ ہبہ کا رجوع جائز بالکراہت ہے صاحب ہدایہ نے جواز پر بھی دو دلیلیں بیان فرمائی ہیں، ایک حدیث نبویؐ، ایک عقلی دلیل اور کراہت پر بھی دو دلیلیں بیان کی ہیں ایک حدیث نبویؐ دوسری دلیل عقلی، اس لامذہب تبرائی غیر مقلد نے مسئلہ بھی نقل کرنے میں خیانت کی کہ جواز کا ذکر تو کیا کراہت کا ذکر تک نہیں کیا حالانکہ یہ خیانت کرنا ہرگز ہرگز سبیل رسول نہیں بلکہ یہ کتمان تو سبیل یہود ہے اور پھر یہ کہنا کہ رجوع کے حق پر دلیل نہیں خالص جھوٹ ہے صاحب ہدایہ نے دو دلیلیں بیان کی ہیں یہ جھوٹ بولنا سبیل رسول نہیں بلکہ علامت نفاق ہے۔ اور عوام کو سلف صالحین سے بدگمان کرنا اور سلف کے خلاف بدزبانی کرنا بھی علامات قیامت میں سے ہے ایسے ہی لامذہبوں کے بارے میں آنحضرت ﷺ نے پیش گوئی فرمائی تھی کہ وہ جاہل ہوں گے اور بغیر علم کے فتوے دیں گے خود گمراہ ہوں گے اور لوگوں کو گمراہ کریں گے۔

جو حدیث صاحب ہدایہ نے جواز کی دلیل میں نقل فرمائی ہے اس کی تخریج مطالعہ فرمائیں۔

(۱) عن ابی ھریرۃؓ قال قال رسول اللہ ﷺ اَلرَّجَالُ اَحَقُّ بِھِبَتِہٖ مَالَمْ یُثَبْ مِنْھَا۔

(ابن ماجہ ص ۱۷۴)

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں حضورؐ نے فرمایا کہ آدمی اپنے ہبہ میں رجوع کا اختیار رکھتا ہے جب تک عوض نہ ملے۔

(۲) حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے دو سندوں سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ جس نے کسی کو کوئی چیز ہبہ کی وہ اس میں رجوع کا اختیار رکھتا ہے جب تک اس کا عوض نہ ملے لیکن یہ رجوع کرنا ایسا ہی ہے جیسے کتا قئے کر کے چاٹ لے (طبرانی۔ دار قطنی) دونوں سندیں باعث تقویت ہیں۔

(۳) حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا جو شخص کوئی چیز ہبہ کرے وہ اس کا زیادہ حق دار ہے جب تک اس کا عوض نہ ملے۔ (مستدرک حاکم ج ۲ ص ۵۲) اور حاکم نے کہا ہے کہ حدیث بخاری مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔

(۴) خلیفہ راشد حضرت عمر فاروقؓ فرماتے ہیں جو شخص کسی غیر محرم کو کوئی چیز ہبہ کرے تو وہ اس کا زیادہ حق دار ہے جب تک اس کا عوض نہ پائے (طحاوی شرح معانی الآثار ج ۲، ص ۲۶۶، ۲۶۷) یہ کئی سندوں سے ہے۔

(۵) حضرت علیؓ فرماتے ہیں ہبہ کرنے والا زیادہ حق دار ہے جب تک اس کا عوض نہ پائے (طحاوی ج ۲ ص ۲۶۷)

(۶) حضرت ابوالدرداؓ بھی ہبہ میں رجوع کو جائز فرمایا کرتے تھے۔

(طحاوی ج ۲ ص ۲۶۷)

(۷، ۸، ۹، ۱۰) حضرت عمر بن عبدالعزیز۔ قاضی شریح حضرت امام سعید بن المسیب اور امام ابراہیم نخعیؒ چاروں سے صحیح سندوں سے یہی روایت ہے

(المحلی ابن حزم ج ۹، ص ۱۲۹، ۱۳۰)

(۱۱) اور یہی مسلک مکہ مکرمہ کے فقیہ حضرت عطاء اور

(۱۲) مدینہ منورہ کے مفتی حضرت ربیعۃ الرائی وغیرہ تابعین کا ہے۔

(المحلی ج ۱ ص ۱۳۰)

اب یہ لامذہب تبرائی غیر مقلد غور کر کے بتائے کہ ان بارہ روایات کو چھپانا سبیل یہود ہے یا نہیں۔ اس لامذہب کا یہ اعتراض صرف امام ابو حنیفہؒ پر ہی نہیں بلکہ حضرت عطاء حضرت ربیعۃ الرائی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز حضرت امام ابراہیم نخعیؒ حضرت امام سعید بن المسیب اور حضرت قاضی شریح پر پہنچتا ہے بلکہ اس سے بڑھ کر خلفائے راشدین خصوصاً حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ تک پہنچتا ہے اور پھر سید کائنات فخر موجودات حضرت محمد رسول اللہ ﷺ تک پہنچتا ہے۔ آہ حنفیت کی ضد میں یہ شخص کیسا اندھا ہو رہا ہے۔

نوٹ: کتے کا قئے کر کے چاٹ لینا شرعاً حرام نہیں کیونکہ وہ مکلف نہیں۔ اگرچہ طبعاً نہایت خسیس اور قبیح حرکت ہے لیکن غیر مقلدین کے مذہب میں کتا خود بھی پاک ہے (عرف الجادی ص ۱۰) اس کی قئے اور خون بھی پاک ہے (بدور الاہلہ ص ۱۷) کتا کنویں میں گر کر مر جائے تو کنواں ناپاک نہیں ہوتا۔ (فتاویٰ نذیریہ ج ۱ ص ۲۰۰ فتاویٰ علمائے حدیث ج ۱ ص ۱۱) البتہ بچوں کی گیند کھیلتے ہوئے کنوئیں میں گر جائے تو کنواں ناپاک ہو گیا۔ اب تاوقتیکہ تمام وکمال پانی نہ نکلے پاک نہیں ہوگا۔ (فتاویٰ نذیریہ ج ۱ ص ۲۰۲ فتاویٰ علمائے حدیث ج ۱، ص ۱۸) اگر کسی کی جوتی گر جائے تو سارا پانی کنوئیں کا نکالنا آتا ہے۔ (فتاویٰ نذیریہ ج ۱ ص ۲۰۲ فتاویٰ علمائے حدیث ج ۱ ص ۱۹) ان فتاویٰ کے لئے حدیث صحیح صریح معارض پیش فرمائیں۔

(۶) استسقاء کی نماز باجماعت

حکیم صاحب نے سبیل الرسول ص ۲۳۴ پر نماز استسقاء کے مسئلہ کو حدیث کے خلاف قرار دیا ہے پہلے ہدایہ کی عبارت کا ترجمہ دیکھیں، امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا استسقاء میں نماز باجماعت سنت نہیں ہے اگر لوگ اکیلے اکیلے نماز پڑھیں تو جائز ہے استسقاء تو صرف دعا اور استغفار ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا استغفار کرو اپنے رب سے بے شک وہ بڑا بخشنے والا ہے (اور اس استغفار کی وجہ سے) اللہ تعالیٰ خوب برسنے

والے بادل بھیجیں گے اور آنحضرت ﷺ نے (اکثر دفعہ) بارش کی دعا مانگی اور (ان اکثر واقعات میں) آپ سے نماز پڑھنا مروی نہیں اور صاحبین کہتے ہیں کہ نماز پڑھائے امام دو رکعت جیسا کہ آنحضرت ﷺ سے روایت کیا گیا ہے کہ آپ نے پڑھیں دو رکعت مثل عید کے اس کو ابن عباسؓ نے روایت فرمایا ہم کہتے ہیں آپؐ نے ایک آدھ مرتبہ نماز پڑھی پھر چھوڑ دی پس سنت نہ ہوئی (ہدایہ ج ا ص ۱۷۶) یہ پوری عبارت ہے جو حکیم صاحب نے نقل نہیں کی۔ حکیم صاحب کو مخالفت کے مفہوم کا معنی بھی نہیں آتا۔ امام صاحب اس نماز باجماعت کے سنت ہونے کی نفی کرتے ہیں حدیث کے خلاف جب ہو گا کہ آپ حدیث شریف میں لفظ سنت دکھا دیں جو آپ قیامت تک نہیں دکھا سکتے اگر آپ کے نزدیک نماز باجماعت استسقاء کی مستقل سنت ہے تو فرمائیے۔

(۱) قرآن پاک نے بارش مانگنے کا جو طریقہ ذکر فرمایا اس میں استسقاء ہے نماز باجماعت کا ذکر نہیں کیا اس قرآنی طریقہ کو آپ خلاف سنت کہیں گے۔

(۲) آنحضرت ﷺ نے اکثر اوقات بارش کے لئے صرف دعاء استسقاء پر ہی اقتصار فرمایا نماز باجماعت نہیں پڑھائی کیا یہ سب کچھ آپ کے نزدیک خلاف سنت ہے۔

(۳) ابو مروان الاسلمی فرماتے ہیں کہ ہم حضرت عمرؓ کے ساتھ استسقاء کے لئے نکلے تو آپ نے استغفار کے علاوہ اور کچھ نہ کیا۔

(ابن ابی شیبہ۔ سعید بن منصور، زجاجہ ج ا ص ۴۲۲)

اگر یہ طریقہ خلاف سنت ہوتا تو حضرت عمرؓ کیوں ایسا کرتے اور مہاجرین و انصار اور دیگر صحابہؓ جو ساتھ تھے وہ اس ترک سنت پر کیوں خاموش رہتے۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے اعضائے وضو کا ایک ایک دو دو مرتبہ دھونا آپؐ کے فعل سے ثابت ہے مگر سنت نہیں سنت تین تین دفعہ دھونا ہی ہے۔

قابل غور

آنحضرت ﷺ نے خصالِ فطرت بیان فرماتے ہوئے یہ بھی فرمایا ونتف الابط (بخاری ج ۲ ص ۸۷۵ مسلم ج ۱ ص ۱۲۸) لغت میں نتف کے معنی (موچنے کے ساتھ) بال اکھاڑنے کے آتے ہیں کسی صحیح صریح مرفوع حدیث میں حلق الابط استرے کے ساتھ بالوں کے مونڈنے کا ذکر نہیں۔ لیکن سارے غیر مقلدین اس سنت کی مخالفت پر ڈٹے ہوئے ہیں اور استرے سے بغل کے بال منڈواتے ہیں آپ نے اس مردہ سنت کو زندہ کرنے کے لئے کوئی مہم نہیں چلائی اور اپنے سارے فرقے پر مخالفت حدیث کا الزام ابھی تک نہیں لگایا۔ کیا آپ کے نزدیک عمل بالحدیث فقہاء کو گالیاں دینے کا ہی نام ہے۔

(۷) نماز جنازہ غائبانہ

حکیم صاحب نے سبیل الرسول ص ۲۳۵ پر نماز جنازہ غائبانہ میں حدیث و فقہ کا تضاد ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی ہے اور اپنی عادت کے مطابق نہ حدیث کو سمجھ سکے ہیں اور نہ فقہ کو حکیم صاحب تعصب دل سے نکال کر مندرجہ ذیل امور کا جواب دیں۔

(۱) آنحضرت ﷺ کے کئی صحابہ کا ملک عرب میں وصال ہوا۔ کیا آپؐ نے ان کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھی آپ کی پوری زندگی میں ایک بھی مثال کسی صحیح سند سے نہیں ملتی۔

(۲) خود آنحضرت ﷺ کے وصال پر کس کس ملک میں کس کس صحابی نے آپؐ کی نماز جنازہ غائبانہ پڑھائی۔

(۳) حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنے دورِ خلافت میں کس کس کی نماز جنازہ نہ ادا فرمائی۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے وصال پر کس کس ملک میں آپؓ کی نماز جنازہ غائبانہ پڑھائی گئی۔

(۵) حضرت عمرؓ نے اپنے دورِ خلافت میں کس کس کی نماز جنازہ غائبانہ ادا فرمائی۔

(۶) حضرت عمرؓ کی شہادت پر کس کس ملک میں آپؓ کی نماز جنازہ غائبانہ پڑھائی گئی۔

(۷) حضرت عثمانؓ نے اپنے دور خلات میں کس کس کی نماز جنازہ غائبانہ پڑھائی۔

(۸) حضرت عثمانؓ کی شہادت پر کس کس ملک میں آپؓ کی نماز جنازہ غائبانہ پڑھائی گئی۔

(۹) حضرت علیؓ نے اپنے دورِ خلافت میں کن کن کی نماز جنازہ غائبانہ پڑھائی۔

(۱۰) حضرت علیؓ کی شہادت پر کس کس ملک میں ان کی نماز جنازہ غائبانہ پڑھی گئی۔

(۱۱) امہات المومنین کے وصال پر کس کس ملک میں نماز جنازہ غائبانہ پڑھی گئی۔

(۱۲) آنحضرت ﷺ کی اولاد اطہار کی وفات پر کن کن علاقوں میں جنازہ غائبانہ پڑھا گیا۔

اسلام میں ان ہستیوں سے بڑھ کر ہستیاں نہیں گزریں جب ان بارہ کے بارہ سوالوں کے جواب میں آپ ایک حدیث صحیح صریح غیر معارض پیش کرنے سے عاجز ہیں تو معلوم ہوا کہ نماز جنازہ غائبانہ نہ پڑھنا ہی سنت متواترہ ہے اور سنت متواترہ کے خلاف کوئی حدیث خبر واحد مل بھی جائے تو آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں اس کو قبول نہ کرو۔ (الکفایہ)

جس حدیث سے حکیم صاحب نے دھوکا دینے کی کوشش کی ہے اس میں نہ غائب کا لفظ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ہم نے غائبانہ جنازہ پڑھا نہ صحابہ نے کہا ہم نے غائبانہ جنازہ پڑھا۔ حکیم صاحب نے قیاس سے یہ نکال لیا۔ اب ذرا نماز جنازہ پڑھنے والے صحابہؓ کی سن لیجئے فرماتے ہیں **نَحۡنُ لا نَریٰ اِلا اَنَّ الۡجَنَازَۃَ قُدَّامُنَا** (ابوعوانہ) **وَھُمۡ لایَظُنُّوۡنِ اِلااَنَّ جَنَازَتَہٗ بَیۡنَ یَدَیۡہِ** (ابن حبان) **وَمَا نَحۡسِبُ الۡجَنَازَۃَ اِلا مَوۡضُوۡعَۃً بَیۡنَ یَدَیۡہِ** (مسند احمد ج۴ص۴۴۶) جب جنازہ سامنے تھا تو غائبانہ کیسے رہا۔

(۸) جماعت میں اکہری تکبیر سبیل الرسول ص ۲۳۶

حکیم صاحب نے ہدایہ سے یہ عبارت نقل کی ہے و الاقامة مثل الاذان اس کی دلیل میں صاحب ہدایہ نے لکھا تھا هكذا فعل الملك النازل من السماء (ہدایہ ص ۸۸) صاحب ہدایہ نے بات صاف کر دی ہے کہ یہ اقامت کسی فقیہ نے معاذ اللہ گھر سے نہیں گھڑی بلکہ اصل اذان و اقامت اس فرشتے کی ہے جس نے حضرت عبداللہ بن زیدؓ کو اذان سکھائی تھی اس فرشتہ نے اقامت مثل اذان سکھائی تھی۔

(۱) حضرت عبداللہ بن زیدؓ فرماتے ہیں کہ اس فرشتے کی اذان اور اقامت دونوں دوہری دوہری تھیں (ابن ابی شیبہ ج۱، ص ۱۳۶ عبدالرزاق ج۱، ص ۴۶۱، ۴۶۲ آثار السنن ج۱، ص ۵۲) وسندہ صحیح۔ هذا اسناد في غاية الصحته (المحلی لابن حزم ج ۲ ص ۱۵۸) حافظ ابن دقیق العید کہتے ہیں رجالہ رجال الصحیح (نصب الرایہ ج۱ ص ۲۶۷، ابوداؤد ج ۱ ص ۷۵)

(۲) حضرت عبداللہ بن زیدؓ فرماتے ہیں آنحضرت ﷺ کی اذان و اقامت دو دو مرتبہ تھی۔ (ترمذی ج ۱ ص ۲۷)

(۳) حضرت ابو محذورہؓ فرماتے ہیں مجھے آنحضرت ﷺ نے اذان و اقامت دو دو مرتبہ سکھائی۔ (عبدالرزاق ج ۱ ص ۴۵۸)

(۴) عبدالعزیز بن رفیع فرماتے ہیں میں نے ابو محذورہؓ کی اذان و اقامت سنی دونوں دو دو مرتبہ تھیں۔ (طحاوی ج ۱، ص ۹۳)

(۵) حضرت سلمہ بن الاکوع بھی اذان و اقامت دوہری کہتے تھے (دار قطنی و اسنادہ صحیح۔ (آثار السنن ج ۱، ص ۵۳)

(۶) حضرت ابراہیم فرماتے ہیں حضرت ثوبانؓ کی اذان و اقامت دوہری دوہری ہوتی تھی۔ (عبدالرزاق ج ۲ ص ۴۶۲)

(۷) حضرت سوید بن غفلۃ فرماتے ہیں میں نے حضرت بلالؓ کو اذان و اقامت

کہتے سنا ان کی اذان واقامت دو دو مرتبہ ہوتی تھی۔

(رواہ الطحاوی واسنادہ حسن (آثار السنن ج ۲ ص ۵۳)

(۸) حضرت ابو جُحَینہ فرماتے ہیں کہ حضرت بلالؓ نبی پاک ﷺ کے لئے اذان بھی دو دو مرتبہ اور اقامت بھی دو مرتبہ کہا کرتے تھے (رواہ دار قطنی و الطبرانی) محدث طحاویؒ فرماتے ہیں حضرت بلالؓ کا دوہری اقامت کہنا تواتر سے ثابت ہے۔ (طحاوی ج ۱ ص ۹۴)

(۹) حضرت علیؓ کا مؤذن اقامت دو دو مرتبہ کہا کرتا تھا (عبد الرزاق ج ۱ ص ۴۶۳)

(۱۰) حضرت ربیع بن قیس کہتے ہیں بے شک حضرت علیؓ اذان واقامت دو دو مرتبہ کہا کرتے تھے ایک دن ایک مؤذن کو سنا جس نے ایک ایک مرتبہ کہی حضرت علیؓ نے فرمایا تو نے دو دو مرتبہ کیوں نہ کہی تیری ماں مر جائے۔ (ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۳۸)

(۱۱) ابو اسحاق کہتے ہیں اصحاب علیؓ اور اصحاب عبد اللہ بن مسعودؓ سب کے سب اذان اور اقامت دو دو مرتبہ کہا کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ص ۲۳۴)

(۱۲) حضرت امام سفیان ثوریؒ نے منیٰ میں اذان واقامت کہی جو دو دو مرتبہ تھی۔ (عبد الرزاق ج ۱ ص ۴۶۲)

(۱۳) مجاہد فرماتے ہیں کہ ایک ایک مرتبہ اقامت کہنا امراء (بنی امیہ) کی تخفیف ہے اقامت تو دو مرتبہ ہی ہے۔

(عبد الرزاق ج ۱ ص ۴۶۳ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۳۸ الطحاوی ج ۱ ص ۹۵ دار قطنی ص ۸۹)

(۱۴) امام محمدؒ سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ امام ابراہیم نخعیؒ نے فرمایا سب سے پہلے جس نے اقامت میں کمی کی وہ معاویہ بن ابی سفیان تھے۔

(کتاب الحجۃ علیٰ اھل المدینہ ج ۱ ص ۸۴)

اس سے معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ اور خلفائے ثلاثہ کے دور میں سنت متواترہ دوہری اقامت ہی تھی۔ حضرت علیؓ اور آپ کے تمام اصحاب حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کے تمام اصحاب میں بھی دوہری اقامت ہی متوارث تھی۔ بعض اموی امراء

نے اختصار سے کام لے کر اقامت اکہری بنالی۔ پس ثابت ہوا کہ دوہری اقامت احناف نے گھر سے نہیں گھڑی آنحضرت ﷺ کے سب مؤذن حضرت ابومحذورہؓ، حضرت بلالؓ، حضرت ثوبانؓ، حضرت سلمہ بن الاکوع دوہری اقامت ہی کہا کرتے تھے اور یہی خلافت راشدہ میں رائج تھی۔ خلافت راشدہ کے بعد بعض اموی امراء نے اکہری تکبیر نکالی اور اپنے دورِ حکومت سے اس کو رواج دیا۔

حکیم صاحب نے سنتوں کے مٹانے پر کمر باندھ رکھی ہے وہ جس حدیث سے دھوکا دے رہے ہیں ان میں اگر کلمات مراد لئے جائیں تو سنت متواترہ کے خلاف ہو گی خود ان کے عمل کے بھی خلاف ہوگا کیونکہ وہ اذان میں اللہ اکبر چار مرتبہ کہتے ہیں نہ کہ دو مرتبہ اور اقامت میں اللہ اکبر دو مرتبہ کہتے ہیں نہ کہ ایک مرتبہ اس لئے اس حدیث میں شفع سے مراد یہ ہوگا کہ اذان کے کلمات دو سانس میں ہوں اقامت کے ایک سانس میں (اذان)

اللہ اکبر اللہ اکبر	اللہ اکبر اللہ اکبر	(شفع)
اشھدان لا الہ الا اللہ	اشھدان لا الہ الا اللہ	"
اشھد ان محمد رسول اللہ	اشھدان محمد رسول اللہ	"
حی علی الصلوٰۃ	حی علی الصلوٰۃ (دو مرتبہ)	
حی علی الفلاح	حی علی الفلاح (دو مرتبہ)	

اللہ اکبر اللہ اکبر

لا الہ الا اللہ

اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر

اشھدان لا الہ الا اللہ دونوں ایک سانس سے وتر۔

اقامت میں یہ دونوں کلمے ایک ہی سانس میں کہیں۔

پس اس تطبیق سے احادیث میں کوئی اختلاف نہ رہا ان سے کلمات مراد لینا اموی امراء کی بناوٹ ہے۔

حکیم صاحب! فقہ کا مسئلہ تو حدیث سے ثابت ہو گیا مگر اپنے فرقہ کو دیکھیں آنحضرت ﷺ تو فقہ کو خیر فرماتے ہیں (بخاری ج ۱ ص ۱۸) مگر آپ کا محمد جونا گڑھی کتاب کا نام رکھتا ہے **اظہار الطیب و الخبیث بتقابل الفقہ و الحدیث** بتائیے اس نام میں فقہ کو خبیث کہا گیا ہے یا حدیث کو جس کو بھی خبیث کہا گیا ہے یقیناً حدیث کے مخالف ہے ورنہ قرآن وحدیث میں دکھاؤ کہاں فقہ کو خبیث کہا گیا ہے۔

(۹) نماز کی امامت کا مسئلہ

حکیم محمد صادق سیالکوٹی نے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی مقدس تعلیمات کا براہ راست مطالعہ نہیں کیا بلکہ وہ دشمن سنت شاتم سلف صالحین محمد جونا گڑھی کی آراء کا خوشہ چین ہے۔ اس مندرجہ بالا عنوان کے تحت اس نے محمد جونا گڑھی کی کتاب طریق محمدی کو سامنے رکھ کر کئی مسائل چھیڑے ہیں۔

(۱) آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا کہ امامت کا سب سے بڑا مستحق وہ ہے جو قرآن کا سب سے بڑا قاری ہو لیکن فقہ نے کہا کہ نہیں سب سے بڑا مستحق وہ ہے جو سنت کا سب سے بڑا عالم ہو۔ اس طرح فقہ نے حدیث کا حکم تبدیل کر دیا۔

(۲) دوسرے نمبر پر حضور اقدس ﷺ نے فرمایا تھا کہ جو سنت کا بڑا عالم ہو وہ امام بنے مگر فقہ نے اس حکم کو بدل کر کہا بڑا قاری امام بنے۔

(۳) تیسرے نمبر پر رسول اقدس ﷺ نے فرمایا تھا کہ جس نے پہلے ہجرت کی ہو وہ امام بنے لیکن فقہ نے اس حکم کو بھی بدل دیا اور اس کی بجائے کہا کہ جو زیادہ پرہیز گار ہو وہ امام بنے البتہ چوتھی صورت کو فقہ نے بحال رکھا ہے۔

(۴) فقہ نے ان چار صورتوں کو دس بنا دیا اور پھر اکیس تک بڑھا دیا۔

(۵) اور یہ طریقہ خدا و رسول سے آگے بڑھنا ہے جس سے خدا تعالیٰ نے منع فرمایا ہے۔ (سبیل الرسول ص ۲۴۰، ۲۴۳ ملخصاً)

اصل بات

یہ فرقہ غیر مقلدین ملکہ وکٹوریہ کے زمانہ میں اس کی خاص پالیسی کے موافق پیدا کیا گیا اس فرقہ کا اصل مشن مساجد میں لڑائی جھگڑا کھڑا کرنا تھا۔ تاکہ مساجد میں درس جہاد بند ہو جائے اور عوام میں جذبہ جہاد سرد ہونے سے ملکہ وکٹوریہ آرام سے اپنی حکومت کرسکے۔ بلکہ مساجد میں رات دن ایسا فساد ہوتا رہے کہ مسلمان نہ کبھی متحد ہوسکیں اور نہ جہاد کا خیال دل میں لاسکیں۔ جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں ہماری مرکزی مساجد کے اکثر آئمہ یا تو شہید ہوچکے تھے یا کالے پانی بھیج دیئے گئے تھے۔ انگریز کی خواہش تھی کہ ان کی جگہ یہ غیر مقلدین امام مسجد بن جائیں تاکہ عوام مسلمانوں کو بتائیں کہ انگریز حکومت کے خلاف جہاد حرام ہے جہاد کو حرام قرار دینے کے سلسلہ میں ان کی دو کتابیں الاقتصاد فی مسائل الجہاد مؤلفہ مولوی محمد حسین بٹالوی وکیل اہلحدیث ہند اور ترجمان وہابیہ مؤلف نواب صدیق حسن صاحب اس وقت مفت تقسیم کی جاتی تھیں اول الذکر مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی حکومت برطانیہ کے جاگیردار اور ثانی الذکر نواب صدیق حسن خاں صاحب انگریز کے وظیفہ خوار تھے۔ ان سب باتوں کی باحوالہ تفصیل ہماری کتاب ''انگریز اور اہلحدیث'' میں مطالعہ فرمائیں۔ جب ان لامذہبوں کو یہ شوق چرایا کہ جن مساجد کے ائمہ شہید یا قید ہوگئے ہیں۔ وہاں ہم امام بن بیٹھیں اور امام وخطیب بن کر انگریز کے خلاف جہاد کو حرام اور فقہاء کے خلاف فساد کو فرض قرار دیں۔ تو ان کی یہ کوشش اس لئے ناکام ہوجاتی کہ ان میں امامت کی شرائط موجود نہ ہوتیں۔ سب سے پہلے سنت کا بڑا عالم دیکھنا تھا تو ان کے بڑے سے بڑے عالم کا یہ حال تھا کہ وہ قرآن وحدیث سے نماز کی شرائط ارکان واجبات کی تفصیل بھی نہ بتا سکتا تھا۔ وہ یہ بھی نہ بتا سکتا تھا کہ ایک رکعت نماز میں کل کتنی سنتیں ہیں بلکہ جب ان سے کہا جاتا کہ مقلدین کے اصول فقہ کو چھوڑ کر صرف قرآن وحدیث سے فرض، واجب، سنت موکدہ، مستحب، مکروہ حرام کی جامع مانع تعریفیں اور ان کے منکر یا تارک کے

احکام بیان کرو تو وہ بہرے اور گونگے بن جاتے تھے۔ ظاہر ہے کہ ایسا جاہل آدمی امامت کا مستحق نہیں ہو سکتا تو اپنی جہالت پر پردہ ڈالنے کے لئے یہ شور مچاتے کہ امامت کا مستحق بڑا قاری ہوتا ہے فقہ نے ترتیب بدل دی ہے اور بس فقہ اور فقہاء پر تبرا بازی شروع کر دیتے۔ اور کہتے ہمیں حدیث کے معیار پر پرکھو جب لوگ کہتے کہ اچھا ثابت کرو کہ تم بڑے قاری ہو تو حنفی بچوں کے سامنے بھی جو قاری ہوتے ان کا قرآن غلط نکلتا۔ کیونکہ ان کے مدارس میں فقہ پر تبرا بازی اور فقہاء پر سب و شتم تو سکھائی جاتی تھی قرآن پاک پر کوئی محنت نہیں کرائی جاتی تھی آج تک ان کے ۹۵٪ آدمی قرآن غلط پڑھتے ہیں جو اگر کوئی شاذ و نادر صحیح پڑھتا ہے تو وہ حنفی مدارس کا فیض ہے۔ جب ان کی پرہیز گاری کی بات چھڑتی تو لوگ دیکھتے کہ شراب کو پاک کہتے ہیں، خون نکلنے سے وضو نہیں کرتے۔ منی کو پاک کہتے بلکہ کھانا بھی جائز سمجھتے ہیں کفار سے جہاد کو حرام مگر مساجد میں فساد کو فرض جانتے ہیں ملکہ وکٹوریہ اور حکومت برطانیہ کے رات دن قصیدے پڑھتے ہیں مگر فقہاء اور صوفیاء کرام پر رات دن تبرا بازی کرتے ہیں۔ یہ ان کی پرہیز گاری کا عالم تھا اس کے بعد بڑی عمر والے کو دیکھنا تھا لیکن یہ احناف سے شکست خوردہ ایسے چھپے کہ ان کے عمر رسیدہ لوگ تو سنت فرض کی تعریف بھی نہ کر سکتے تھے اب شور مچانے کے لئے اپنی بچہ پارٹی کو آگے کر دیا (شبان اہلحدیث) اور یہ آخری شرط بھی ختم ہو گئی۔ جب امامت کی شرائط سے یہ فرقہ بالکل عاری نکلا تو اپنے عیب چھپانے کے لئے محمد جونا گڑھی کی قیادت میں فقہ پر حملہ آور ہوئے۔

(۱) مؤلف کہتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا امامت کا زیادہ حقدار بڑا قاری ہے۔ یہ حدیث تو نقل کر دی مگر آنحضرت ﷺ کا دوسرا فرمان کہ امامت کا زیادہ مستحق اَفْقَهُهُمْ فِي الدِّيْنِ ہے جو دین کا بڑا فقیہ ہو پھر وہ جو بڑا قاری ہے (مستدرک حاکم ج ا ص ۲۹۳ دار قطنی ج ا ص ۱۰۴) کیا وجہ ہے کہ پہلی حدیث کو ماننے والا تو اہل حدیث کہلائے لیکن دوسری حدیث کو ماننے والا مخالف حدیث کہلائے کیا حکیم

صاحب ایک ہی ایسی حدیث پیش کر سکتے ہیں۔ جس میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہو کہ پہلی حدیث کو ماننا اور دوسری حدیث کو ماننے سے انکار کر دینا بلکہ اس کے ماننے والوں کو منکر حدیث کہنا حکیم صاحب کا فرض تھا کہ دونوں حدیثیں نقل کر کے ان میں تطبیق بیان کرتے لیکن اس کے لئے علم کی ضرورت ہے جس کا ان کی جماعت میں قحط ہے۔ ایسی احادیث میں تطبیق کے لئے فقہا کی ضرورت ہوتی ہے اب سنئے فقہاء نے کیا تطبیق بیان فرمائی ہے۔ آنحضرت ﷺ کے صحابہ میں سب سے بڑے فقیہ حضرت ابوبکر صدیقؓ تھے۔ سب سے بڑے قاری حضرت ابی بن کعبؓ تھے کہ خود خدا تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو حکم دیا کہ ابی بن کعب سے قرآن سنو اور سب سے بڑے محدث حضرت ابو ہریرہؓ تھے۔ اب پوری امت کا اتفاق ہے کہ آنحضرت ﷺ نے آخری وقت اپنے مصلی پر نہ بڑے محدث حضرت ابو ہریرہؓ کو امام بنا کر کھڑا کیا اور نہ ہی سب سے بڑے قاری حضرت ابی بن کعبؓ کو امام نماز بنایا۔ بلکہ آپ نے سب سے بڑے فقیہ کو امام بنایا یہ فقہاء کا گھڑا ہوا مسئلہ نہیں ہے بلکہ آنحضرت ﷺ کی آخری قولی اور فعلی سنت ہے۔ آپ کے بعد خلافت راشدہ میں بھی امامت فقہاء کے سپرد ہی رہی۔ حضرت ابی بن کعبؓ زیادہ سے زیادہ رمضان میں تراویح کی امامت کرایا کرتے تھے۔ مکہ مکرمہ کے مشہور تابعی مفتی حضرت عطاء بن ابی رباح فرماتے ہیں۔ (دور صحابہ و تابعین) میں یہی کہا جاتا تھا کہ امامت کا اول درجے پر مستحق بڑا فقیہ ہے دوسرے نمبر پر بڑا قاری (کتاب الام للشافعی ج ا ص ۱۴۰) الغرض خیر القرون میں بھی بلانکیر اسی پر عمل جاری رہا۔ تو فقہ کا جو مسئلہ آنحضرت ﷺ کی قولی اور فعلی سنت خلفائے راشدینؓ اور خیر القرون کے اجماع سے ثابت ہے اس کے بارے میں یہ جھوٹ بولنا کہ فقہاء کا گھر کا بنایا ہوا ہے اور اس جھوٹ کو صادق کے نام کے پردہ میں چھپانا۔

ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہیئے

جس فرقہ کے صادق کا یہ حال ہو اس کے کاذب کا کیا حال ہوگا۔

بریں عقل و دانش بباید گریست

(۲) ہجرت

اس لامذہب کو یہ شکوہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے تیسرے نمبر پر مہاجر کو رکھا تھا لیکن فقہاء نے اس مسئلہ کو بدل کر پرہیز گار کا لفظ رکھ دیا۔ یہاں بھی خالص فریب اور مغالطہ ہے ایک ہجرت وہ تھی جو مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کو ہو رہی تھی۔ اس کے بارہ میں تو آنحضرت ﷺ نے اعلان فرما دیا کہ **لَا هِجْرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ** یعنی فتح مکہ کے بعد ہجرت ختم ہے۔ جب ہجرت کی یہ قسم ختم ہو گئی تو فقہاء نے جستجو کی کہ کیا ہجرت کی کوئی قسم جاری بھی ہے تو انہیں آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد گرامی مل گیا کہ **اَلْمُهَاجِرُ مَنْ هَجَرَ الْخَطَایَا وَالذُّنُوْب** (رواہ الحاکم صحیح) یعنی وہ شخص بھی مہاجر ہے جو کبیرہ اور صغیرہ گناہوں کو چھوڑ دے۔ اس کی تفسیر فقہاء نے اورع یعنی زیادہ پرہیز گار سے کر دی تو یہاں مرادِ رسول کو ہی بیان فرمایا ہے۔ لامذہب کا یہ کہنا کہ یہ مسئلہ حدیث کے خلاف ہے کتاب وسنت سے جہالت کی دلیل ہے۔

(۳) مرزائی کی اقتداء

فقہ کے بغض میں تو یہ لامذہب سانپ کی طرح پیچ وتاب کھا رہا ہے مگر اسے اپنے گھر کی خبر نہیں (۱) مولوی ثناء اللہ امرتسری لکھتا ہے "میرا مذہب اور عمل ہے کہ ہر ایک کلمہ گو کے پیچھے اقتداء جائز ہے۔ چاہے وہ شیعہ ہو یا مرزائی (اہل حدیث ص ۶، ۲ اپریل ۱۹۱۵ء) اور وہ فرماتے ہیں کہ اس مسئلہ میں جناب حافظ عبدالمنان صاحب۔ مولانا حافظ عبداللہ صاحب۔ مولانا شاہ عین الحق صاحب اور مولانا عبدالعزیز صاحب نے بھی میرے ساتھ اتفاق کیا (اہل حدیث امرتسر ص ۸، ۲۸ جون ۱۹۱۲ء) دیکھئے آپ کی جماعت کے پانچوں مفتی اس پر اتفاق کر رہے ہیں کہ مرزائی امام کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے۔ فرمایئے یہ مسئلہ آپ کا گھر کا گھڑا ہوا ہے یا آپ کسی حدیث سے ثابت کر سکتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے مسیلمہ کذاب کے پیچھے نماز پڑھی ہو یا پڑھنے کا حکم دیا ہو۔

اسی فتویٰ پر عمل کرتے ہوئے خود مولوی ثناء اللہ نے مرزائیوں کے پیچھے نماز پڑھی۔ (فیصلہ مکہ ص ۳۶)

اسی طرح مولوی عنایت اللہ اثری وزیر آبادی نے مرزا محمود احمد کو کہا کہ میں آپ کو مسلمان سمجھتا ہوں اور آپ کی اقتداء کر رہا ہوں۔ مرزا محمود نے کہا ہمارا آزادانہ خیال ہے کہ تو کافر ہے اور تیری اقتداء میں ہماری نماز نہیں ہو سکتی۔

(الجہر البلیغ ج ۱ ص ۱۲-۱۳)

(۴) ہم نے تو حدیث قولی و فعلی اور اجماع سے ثابت کر دیا کہ بڑا فقیہ امامت کا مستحق ہے اور الحمد للہ ہماری مساجد میں یہی سنت جاری ہے لیکن غیر مقلدین کی مساجد میں یہ سنت مردہ ہے کیا آپ ایک بھی حدیث پیش کر سکتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہو کہ فقہ کے منکر اور فقہ کے دشمن کو امام بناؤ فقہ کے منکر کا امام بننا تو کجا امام کے قریب پہلی صف میں بھی اولو الاحلام و النہی یعنی فقیہ ہوں دوسری صف میں بھی فقہ کے ماننے والے ہوں۔ تیسری صف والے بھی فقہ کے ماننے والے ہوں۔ (مسلم)

(۵) فقہ کا مسئلہ تو حدیث سے ثابت ہو گیا اب امام جماعت غرباء اہلحدیث نے فتاویٰ ستاریہ میں جو مسئلہ لکھا ہے کہ جو شخص بجو کو حلال نہ سمجھے اس کے پیچھے نماز جائز نہیں

(فتاویٰ ستاریہ جلد۲ ص ۲۱ فتویٰ ۲۲۷)

(۶) آپ کے مفسر اور صحاح ستہ کے مترجم علامہ وحید الزمان نے لکھا ہے کہ "رافضیوں اور خارجیوں کی اقتداء میں نماز جائز ہے۔ (لغات الحدیث ج ۸ ص ۹۸) یہ دونوں مسئلے کس حدیث سے ثابت ہیں۔؟

(۷) نواب وحید الزمان نے لکھا ہے "ایک شخص نے جماعت کرائی اور سلام کے بعد اعلان کیا کہ میں نے بے وضو نماز پڑھائی ہے تو نماز ہو گئی دوبارہ پڑھنے کی ضرورت نہیں،، (کنز الحقائق ص ۲۴)

(۸) نواب وحید الزمان لکھتے ہیں کہ ایک شخص نے نماز پڑھائی اور بعد میں بتایا

کہ میں کافر ہوں تو نماز ہوگئی دہرانے کی ضرورت نہیں۔ (کنز الحقائق ص ۲۴)

(۹) پھر ایک اور فریب دیا ہے کہ فقہاء نے زیادہ صورتیں بیان کی ہیں یہ غلط ہیں حالانکہ یہ ایسا ہی فریب ہے جیسے منکرین حدیث کہا کرتے ہیں جو مسائل قرآن پاک میں نہیں اور احادیث میں زائد ہیں وہ غلط ہیں۔ حدیث معاذؓ میں صراحت ہے کہ جب مسئلہ صراحۃً کتاب اللہ شریف میں نہ ملے تب ہی سنت سے لیا جائے گا اور جب صراحۃً سنت سے نہ ملے تب ہی اجتہاد سے لیا جائے گا اسلئے فقہ کے مسئلہ کو غلط ثابت کرنے کے لئے ہر مسئلہ کے خلاف لامذہبوں کو حدیث صحیح صریح غیر معارض پیش کرنا چاہئے۔

(۱۰) اگر ہر وہ مسئلہ جو قرآن یا حدیث میں صراحۃً منقول نہ ہو غلط ہے تو بھینس کا گوشت کھانا۔ دودھ پینا، گھی، مکھن، دہی، لسی چمڑا۔ استعمال کرنا نہ قرآن میں ہے اور نہ صحیح صریح حدیث میں کیا لامذہب ان سب کے حرام ہونے کا فتویٰ دیں گے۔؟

(۱۱) اس وقت دنیا میں دو سو سے زائد چھوٹے چھوٹے جانور جن کی رگوں میں بہتا ہوا خون نہیں مگر حدیث پاک میں صرف مکھی کا ذکر آیا ہے کہ اگر پینے کی چیز میں گر جائے تو نکال کر پھینک دو اور وہ چیز ناپاک نہیں۔ استعمال کر لو مگر فقہاء نے مکھی پر ہی چیونٹی، بھڑ، مچھر، جگنو، ٹڈی، پسو، جوں، کھٹمل وغیرہ اس قسم کے دو سو سے زائد جانوروں کو قیاس کر لیا ہے۔ اب کوئی جاہل کہے کہ فقہاء نے ایک صورت سے دو سو صورتیں بیان کر دیں تو یہ فقہ کا کمال ہے نہ کہ نقص۔ یہ بے چارے فقہ کو کیا سمجھیں۔

(۱۲) لامذہب کو شکایت ہے کہ فقہاء نے یہ کیوں لکھا کہ امام خوش اخلاق ہو لیکن فقہ کے اس مسئلہ کے خلاف اس نے نہ کوئی آیت پیش کی نہ حدیث کہ امام بداخلاق ہونا چاہیئے۔ اگر ہو تو لائیے۔

(۱۳) فقہاء کا کہنا ہے کہ حضرت ابوامامہؓ نے روایت بیان کی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اگر تم چاہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ تمہاری نمازیں قبول فرمائیں تو اپنا امام نیک لوگوں کو بناؤ (رواہ ابن عساکر) اور فرمایا کہ نیکی خوش اخلاقی کا نام ہے (احیاء العلوم)

تو فقہ کا مسئلہ تو حدیث سے ثابت ہو گیا۔

(۱۴) نیز بہت سی احادیث میں آتا ہے کہ نماز با جماعت میں جتنی تعداد زیادہ ہو گی اتنا ثواب زیادہ ہو گا۔ تو اگر امام خوش اخلاق ہو گا تو جماعت کی تعداد زیادہ ہو گی اور باعث اجر عظیم ہو گا اور اگر امام بداخلاق ہو گا تو جماعت ٹوٹ جائے گی۔ خود اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿لَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ...﴾ اے پیغمبر آپ ترشی سے پیش آتے تو لوگ آپ سے کٹ جاتے پس قیام جماعت کے لئے امام کا خوش اخلاق ہونا ضروری ہوا۔

(۱۵) لامذہب کو یہ شکایت ہے کہ فقہا نے یہ کیوں لکھا ہے کہ امام خوبصورت چہرے والا ہونا ضروری ہے اگر لامذہب صحیح حدیث پیش کرتے تو ہم تسلیم کر لیتے کہ واقعی فقہ کا یہ مسئلہ حدیث صحیح صریح غیر معارض کے خلاف ہے۔

(۱۶) لامذہبوں کو یہ بھی علم نہیں کہ بیہقی کی ایک ضعیف حدیث میں ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا ثم احسن وجها پھر امام اس کو بناؤ جو خوب صورت چہرے والا ہو۔ اور یہ ضعیف حدیث کسی صحیح حدیث کے خلاف نہیں۔

(۱۷) لامذہب نے یہ بھی نہیں بتایا کہ چہرے کے خوبصورت ہونے سے فقہاء کا کیا مطلب ہے ان کا کہنا ہے کہ خوبصورت چہرے والے سے مراد زیادہ تہجد پڑھنے والا ہے اور یہ بات بھی ایک ضعیف حدیث سے ثابت ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا مَنْ كَثُرَتْ صَلٰوتُهٗ بِاللَّيْلِ حَسُنَ وَجْهُهٗ بِالنَّهَارِ جو رات کو زیادہ نماز پڑھتا ہے اس کا چہرہ حسین و خوب صورت ہو جاتا ہے۔ (شامی)

(۱۸) لامذہب کو یہ بھی شکایت ہے کہ فقہاء نے یہ کیوں لکھا کہ امام شریف النسب ہونا چاہیئے۔ لیکن اس کے خلاف بھی لامذہب کوئی صحیح صریح غیر معارض حدیث پیش نہیں کر سکا کہ امام اسے بناؤ جس کی سات پشتیں بازار حسن کی زینت ہوں۔

(۱۹) اس لامذہب کو یہ بھی علم نہیں کہ حدیث پاک میں ہے اَلنَّاسُ مَعَادِنٌ

کَمَعَاوِنِ الذَّھَبِ وَالْفِضَّۃِ فَخِیَارُھُمْ فِی الْجَاھِلِیَّۃِ خِیَارُھُمْ فِی الْاِسْلَامِ اِذَا فَقِھُوْا (بخاری) یعنی لوگ سونے چاندی کی کان کی مانند ہیں جو جاہلیت میں نیک تھے وہ اسلام میں بھی نیک ہیں جب کہ فقیہ بھی ہوں۔ یعنی فقہ کے ساتھ اگر شرافت نسب مل جائے تو سونے پر سہاگہ ہے اور یہی کچھ فقہاء فرما رہے ہیں۔

(۲۰) لامذہب کو یہ بھی شکایت ہے کہ فقہاء نے یہ کیوں تحریر فرمایا کہ بہتر ہے کہ امام اچھی آواز والا ہو۔ لیکن اس کے خلاف بھی یہ کوئی صحیح صریح غیر معارض حدیث پیش نہیں کر سکا کہ امام مسجد کے لئے ضروری ہے کہ وہ ﴿اِنَّ اَنْکَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِیْرِ﴾ کا ہی مصداق ہو۔ اگر ہے تو پیش کرے۔

(۲۱) لامذہب کو یہ بھی علم نہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ زَیِّنُوا الْقُرْآنَ بِاَصْوَاتِکُمْ بِاَنَّ الصَّوْتَ الْحَسَنَ یَزِیْدُ الْقُرْآنَ حَسَنًا رواہ الحاکم وقال صحیح یعنی قرآن پاک کو خوش آوازی سے مزین کرو بے شک خوش آوازی قرآن پاک کے حسن کو چار چاند لگا دیتی ہے دیکھئے فقہاء کا بیان کردہ مسئلہ تو حدیث پاک سے ثابت ہو گیا۔

(۲۲) لامذہب کو یہ بھی شکایت ہے کہ فقہاء نے یہ کیوں تحریر فرما دیا کہ بہتر ہے کہ امام وہ ہو جس کی بیوی خوبصورت ہو۔ اس کا فرض تھا کہ اس مسئلہ کا غلط ہونا کسی حدیث صحیح صریح غیر معارض سے ثابت کرتا کہ امام اس کو بنانا چاہئے کہ جس کی بیوی نہایت بدصورت اور بدسیرت ہو۔

(۲۳) لامذہب اس مسئلہ کو بہت اچھالا کرتے ہیں۔ لیکن اگر واقعی وہ اس مسئلہ کو غلط سمجھتے ہیں تو ان کا سب سے پہلا فرض یہ ہے کہ جس لامذہب امام کے نکاح میں خوبصورت بیوی ہو وہ فوراً اسے طلاق دے کیونکہ وہ احناف کا حصہ ہے فقہ کا بغض بھی ثابت ہو اور حق بحق دار رسید پر بھی عمل ہو جائے۔

(۲۴) آنحضرت ﷺ نکاح کو نصف ایمان فرماتے ہیں اور خوبصورت بیوی کو

جنت کا خزانہ، اسی لئے فقہاء نے بھی تحریر فرمایا ہے کہ اگر امام کی بیوی خوبصورت ہوگی تو غالب یہی ہے کہ وہ اسی سے محبت کرے گا اور اپنے دل کو ناجائز تعلقات سے پاک رکھے گا اور وہ نیک اور خوبصورت بیوی نیکی اور پرہیز گاری میں اس کو مددگار ثابت ہوگی اور یہ بات کہ امام کی بیوی کیسی ہے اور امام کا تعلق اس کے ساتھ کیسا ہے۔ ہمسایہ اور رشتہ دار لوگوں کو اپنی عورتوں کے ذریعہ معلوم ہو جاتا ہے۔ یہ مراد نہیں کہ ہر شخص اپنی بیوی کے حسن کو لوگوں کے سامنے بیان کرے۔ (شامی)

(۲۵) لامذہب کو چاہیئے تھا کہ وہ پہلے اپنے گھر کی خبر لیتا اس کے مذہب میں لکھا ہے کہ ''بہتر عورت وہ ہے جس کی فرج تنگ ہو جو شہوت کے مارے دانت رگڑ رہی ہو اور جو جماع کراتے وقت کروٹ سے لیٹتی ہو (لغات الحدیث پ ۵ ص ۵۶ الحارقہ) اور ذرا اپنی تہذیب بھی ملاحظہ فرمائیں نواب وحید الزمان ہی لکھتے ہیں ''اور عورتوں کی گانڈوں میں جماع کرنا قرآنی حکم ہے (لغات الحدیث) شاید اسی لئے آپ نے عورت کو مادرزاد ننگی ہو کر نماز پڑھنے کی اجازت دے رکھی ہے۔ (بدور الاہلہ) تاکہ بہتر عورت کی شناخت میں کوئی پریشانی نہ ہو۔ تف ہے ایسے مذہب پر۔

(۲۶) لامذہب کو اس سے بھی شکایت ہے کہ فقہا نے یہ کیوں لکھا کہ بہتر ہے کہ امام مالدار اور مرتبے والا ہو۔ لیکن اس کے خلاف بھی وہ کوئی صحیح صریح غیر معارض حدیث پیش نہیں کر سکا کہ امام ضرور پرلے درجہ کا مفلس اور قلاش ہونے کے ساتھ ساتھ بدنام زمانہ بھی ہو۔ حالانکہ اس کا فرض تھا کہ قرآن وحدیث سے اس مسئلہ کا غلط ہونا ثابت کرتا۔ لیکن وہ نہ قرآن جانتے ہیں نہ حدیث۔

(۲۷) فقہاء کا فرمان ہے کہ کثرت مال جب دین کے ساتھ جمع ہو تو اس سے قناعت اور عفت آتی ہے اور کثرت جاہ تکثیر جماعت کا باعث ہوتی ہے اور جماعت کا بڑا ہونا ہی اصل مقصد ہے تو جب یہ دونوں چیزیں اصل مقصد کے لئے ممد و معاون ہوں گی تو ان کے مطلوب ہونے میں کون عقلمند شبہ کرے گا۔

(۲۸) لامذہب کو یہ بھی شکایت ہے کہ فقہاء نے یہ کیوں تحریر فرمایا ہے کہ امام کے لئے بہتر ہے کہ اس کے کپڑے اور لباس اچھا ہو مگر اس کے خلاف بھی وہ کوئی صحیح صریح غیر معارض حدیث پیش نہیں کر سکا۔

(۲۹) فقہاء لکھتے ہیں کہ امام اگر میلے کچیلے کپڑوں میں رہے گا تو لوگ اس سے نفرت کریں گے اور جماعت کی کمی یا تفرقہ کا اندیشہ ہے اور حدیث پاک میں بھی آتا ہے اِنَّ اللّٰہَ جَمِیْلٌ وَ یُحِبُّ الْجَمَال (مسلم) کہ اللہ تعالیٰ جمیل ہیں۔ اور جمال کو پسند فرماتے ہیں اور اچھا لباس انسان کے جمال کو مزید اجاگر کر دیتا ہے۔

(۳۰) اس کے اپنے مذہب کا مسئلہ یہ ہے کہ ہر کہ در جامہ ناپاک نماز گزارد نمازش صحیح باشد (عرف الجادی ص ۲۱) یعنی جو (مرد یا عورت) ناپاک کپڑوں میں (جو پیشاب پاخانے منی اور خون سے لت پت ہوں) نماز پڑھے تو اس کی نماز صحیح ہے" بلکہ یہ مذہب تو کپڑوں کا بوجھ ویسے ہی پسند نہیں کرتا۔ چنانچہ لکھا ہے۔

(۳۱) ہر کہ در نماز عورتش نمایاں شد نمازش صحیح باشد (عرف الجادی ص ۲۱) یعنی جس (مرد یا عورت) کی شرمگاہ (ساری) نماز میں بھی ننگی رہے اس کی نماز صحیح ہے۔ کیون نہ ہو ابوجہل اور اس کی بیوی ننگے ہو کر خانہ کعبے کا طواف کر لیا کرتے تھے۔ یہ ابوحنیفہ کو چھوڑ کر ابوجہل کی تقلید پر چلنے لگے ہیں۔

میرے دل سے گیا پالا ستم گر سے پڑا
مل گئی او غیرے تجھے کفرانِ نعمت کی سزا

(۳۲) لامذہب کو یہ بھی شکایت ہے کہ فقہاء نے یہ کیوں لکھا کہ امام کا جسم بھی متناسب ہونا بہتر ہے کیونکہ اعضاء جسم کا متناسب ہونا کمال عقل کی دلیل ہے۔ اس لئے امام کا سر بڑا ہو اور باقی اعضاء تناسب کے ساتھ چھوٹے ہوں کیونکہ داناؤں کا قول ہے"سر وڈے سرداراں دے تے وڈے پیر گنواراں دے۔ اس کے خلاف بھی کوئی صحیح صریح غیر معارض حدیث پیش نہیں کر سکا کہ امام بے عقل ہونا چاہیئے۔ حالانکہ

امام جتنا عقل مند ہوگا وہ مسلمانوں کی جماعت کی مضبوطی کا باعث ہوگا۔

(۳۳) اس لامذہب نے یہ مسئلہ لکھتے وقت یہ بھی خیانت کی کہ اس جملے ''سر بڑا اور عضو چھوٹے'' کا جو معنی خود فقہاء نے بیان کیا ہے یعنی کامل عقل والا ہو وہ بیان ہی نہیں کیا جو خالص مغالطہ اور فریب ہے۔

(۳۴) بعض لامذہب تو فقہاء کے اس بیان کئے ہوئے مطلب کو چھپانے کے ساتھ ساتھ اس کا نہایت غلط مطلب بیان کر کے عوام میں اشتعال پیدا کیا کرتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ امام وہ ہو جس کا ذکر چھوٹا ہو حالانکہ فقہاء نے صاف اس کی تردید کی ہے کہ اس مطلب کا تو ذکر کرنا بھی جائز نہیں۔ جو جملہ تردید کے لئے نقل کیا گیا ہو۔ اس کو فقہ کی طرف منسوب کرنا ایسا ہی فریب ہے جیسے قرآن پاک میں عیسائیوں کی تردید کی گئی ہے۔ ﴿لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ بْنُ مَرْيَمَ...﴾ وہ لوگ کافر ہیں جو مسیح بن مریم کو خدا مانتے ہیں اب کوئی عیسائی تردید نقل نہ کرے اور کہے کہ قرآن میں لکھا ہے کہ ﴿اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ بْنُ مَرْيَمَ...﴾ بے شک مریم کا بیٹا مسیح خدا ہے تو ایسے فریب کی کوئی حد ہے۔

(۳۵) اسی طرح مقیم کو مسافر، پر آزاد کو غلام پر وضو کو تیمم پر بہت سے احکام میں فضیلت حاصل ہے تو امام میں ان فضائل کا حصول مطلوب ہے ان کے خلاف بھی یہ لامذہب احادیث صحیحہ صریحہ غیر معارضہ پیش نہیں کر سکا۔

(۱۰) نماز کا اول وقت

حکیم صاحب سبیل الرسول ص ۲۴۴ پر نقل کرتے ہیں۔

پیغمبر رحمت کا ارشاد

عن ابن عباسؓ قال قال رسول اللہ ﷺ اَمَّنِیْ جِبْرَائِيْلُ عِنْدَ الْبَيْتِ مَرَّتَيْنِ فَصَلّٰى بِيَ الظُّهْرَ حِيْنَ زَالَتِ الشَّمْسُ وَكَانَتْ قَدْرَ الشِّرَاكِ وَصَلّٰى بِيَ الْعَصْرَ حِيْنَ صَارَ ظِلُّ

كُلِّ شَيْئٍ مِثْلُهُ.

(ابوداؤد، ترمذی)

حضرت ابن عباسؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ؐ نے فرمایا کہ امامت کی جبرائیل نے میری بیت اللہ میں اور ظہر کی نماز پڑھائی۔ جب سورج ڈھل گیا اور اس کا سایہ بقدر ایک تسمہ کے ظاہر ہو گیا اور نماز عصر اس وقت پڑھائی جب ہر چیز کا سایہ اس کے برابر ہو گیا تو یہ نماز عصر کا اول وقت اور نماز ظہر کا آخر وقت ہے یعنی ظہر ختم اور عصر شروع ہے۔ لیکن حنفی مذہب اس کے برعکس حکم دیتا ہے وہ کہتا ہے۔

فقہ کا اختلاف

واخر وقتها عند ابی حنیفة اذا صار ظل کل شیء مثلیه واول وقت العصر اذا خرج وقت الظهر . (ہدایہ جلد اول باب المواقیت)

امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک آخری وقت ظہر کا اور اول وقت عصر کا وہ ہے جب ہر چیز کا سایہ اس سے دگنا ہو جائے۔

جواب

یہ کوئی نیا اعتراض نہیں اس سے پہلے بھی غیر مقلدین کرتے رہے اور احناف کی طرف سے اس کے مفصل اور مدلل جوابات بھی شائع ہوتے رہے۔ مولانا محمد حسین بٹالوی (وکیل اہلحدیث) نے بھی اپنے اشتہار میں یہ مسئلہ ذکر کیا تھا اور اس کا جواب شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسنؒ دیوبندی نے ادلہ کاملہ ص ۲ میں دیا تھا۔ ہم یہاں پر اس مسئلہ کو ذرا تفصیل سے لکھتے ہیں تا کہ حقیقت اچھی طرح واضح ہو جائے۔

اس مسئلہ میں ائمہ اربعہ کا اختلاف

ظہر کا اول وقت بالاتفاق زوال سے شروع ہوتا ہے اور استواء شمس کے وقت ہر چیز کا جو سایہ ہوتا ہے وہ فئِ زوال (اصلی سایہ) کہلاتا ہے اس کے پہچاننے کا طریقہ یہ

ہے کہ ہموار زمین میں کوئی سیدھی لکڑی یا کیل گاڑ دی جائے۔ زوال سے پہلے اس کا جو سایہ ہوگا وہ تدریجاً گھٹتا رہے گا پھر یا تو بالکل ختم ہو جائے گا یا کچھ باقی رہے گا اور گھٹنا بند ہو جائے گا۔ (خط استواء سے قرب و بعد کی وجہ سے فیٔ زوال مختلف ہوتا ہے) یہی باقی ماندہ سایہ فیٔ زوال (اصلی سایہ) ہے پھر وہ دوسری جانب بڑھنا شروع ہوگا۔ جوں ہی بڑھنا شروع ہو سمجھ لینا چاہئے کہ زوال شمس ہو گیا، اور ظہر کا وقت شروع ہو گیا۔ اور ظہر کا وقت کب تک باقی رہتا ہے اور عصر کا وقت کب سے شروع ہوتا ہے اس میں اختلاف ہے۔ ائمہ ثلاثہ یعنی امام مالک امام شافعی اور امام احمد اور صاحبین یعنی امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک ظہر کا وقت ختم ہوتا ہے، جب ہر چیز کا سایہ فیٔ زوال کو منہا کرنے کے بعد اس چیز کے بقدر ہو جائے۔ اصطلاح میں اس کو ایک مثل (مانند) کہتے ہیں اور اس کے بعد فوراً عصر کا وقت شروع ہوتا ہے دونوں وقتوں کے درمیان مشہور قول کے مطابق نہ تو کوئی حد فاصل ہے نہ وقت مشترک۔

اور امام اعظمؒ سے اس سلسلہ میں چار روایتیں منقول ہیں۔

(۱) ظاہر روایت میں ظہر کا وقت دو مثل پر ختم ہوتا ہے، اور اس کے بعد فوراً عصر کا وقت شروع ہوتا ہے یہی مفتیٰ بہ قول ہے علامہ کاسانیؒ نے (بدائع الصنائع ج ۱ ص ۱۲۲) میں لکھا ہے کہ یہ قول ظاہر روایت میں صراحتہً مذکور نہیں ہے امام محمدؒ نے صرف یہ لکھا ہے کہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک عصر کا وقت دو مثل کے بعد (یعنی تیسرے مثل سے) شروع ہوتا ہے، ظہر کا وقت کب ختم ہوتا ہے اس کی تصریح امام محمدؒ نے نہیں کی ہے۔

(۲) امام اعظمؒ کا دوسرا قول وہی ہے جو ائمہ ثلاثہ اور صاحبین کا ہے، امام طحاویؒ نے اس کو اختیار کیا ہے اور صاحب درمختار نے لکھا ہے کہ آج کل لوگوں کا عمل اسی پر ہے اور اس پر فتویٰ دیا جاتا ہے اور سید احمد دُحلان شافعیؒ نے خِزَانَةُ الْمُفْتِيْن اور فتاویٰ ظہیریہ سے امام صاحب کا اس قول کی طرف رجوع نقل کیا ہے۔ (فیض الباری ج ۲، ص ۹۵) مگر ہماری کتابوں میں یہ رجوع ذکر نہیں کیا گیا بلکہ اس قول کو حسن بن

زیادلواوی کی روایت قرار دیا گیا ہے اور سرخسی نے مبسوط میں اس کو بروایت امام محمدؒ ذکر کیا ہے، اور صاحب درمختار نے جو اس قول کو مفتیٰ بہ کہا ہے اس کو علامہ شامی نے رد کیا ہے۔

(۳) امام اعظمؒ سے تیسری روایت یہ ہے کہ مثل ثانی مہمل وقت ہے یعنی ظہر کا وقت ایک مثل پر ختم ہو جاتا ہے، اور عصر کا وقت دو مثل کے بعد شروع ہوتا ہے اور دوسرا مثل نہ ظہر کا وقت ہے نہ عصر کا، یہ اسد بن عمرو کی روایت ہے امام اعظم رحمہ اللہ سے۔

(۴) اور چوتھا قول عمدۃ القاری شرح بخاری میں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ ظہر کا وقت دو مثل سے کچھ پہلے ختم ہو جاتا ہے، اور عصر کا وقت دو مثل کے بعد شروع ہوتا ہے۔ امام کرخیؒ نے اس قول کی تصحیح کی ہے۔ (فیض الباری ج ۲ ص ۹۵)

ظہر کی نماز زوال ہوتے ہی پڑھائی تھی اور عصر کی نماز ایک مثل پر پڑھائی تھی، اور دوسرے دن ظہر کی نماز ایک مثل پر پڑھائی تھی یعنی ٹھیک اسی وقت جس وقت پہلے دن عصر کی نماز پڑھائی تھی، (لوقت العصر بالامس) اور عصر کی نماز دو مثل پر پڑھائی تھی۔[1]

روایت کا مفاد

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک مثل تک ظہر کا وقت رہتا ہے اور عصر کا شروع ہوتا ہے، اور دونوں وقتوں کے درمیان نہ تو کوئی مہمل وقت ہے، نہ مشترک، اس روایت کو ائمہ ثلاثہ اور صاحبین نے لیا ہے، البتہ امام مالک علیہ الرحمۃ مثل اول کے آخر میں مقیم کے لئے چار رکعت کے بقدر، اور مسافر کے لئے دو رکعت کے بقدر مشترک وقت مانتے ہیں یعنی اس میں ظہر کی نماز بھی پڑھی جا سکتی ہے، اور عصر کی نماز بھی، کیونکہ حضرت

---

[1] یہ روایت متعدد صحابہ کرامؓ سے مروی ہے، ابوداؤد، ترمذی میں حضرت ابن عباسؓ سے جو روایت مروی ہے اس میں لوقت العصر بالامس کا لفظ ہے، یہ روایت ترمذی و نسائی میں حضرت جابرؓ سے بھی مروی ہے اور ابن راہویہ نے اپنی مسند میں حضرت ابو مسعودؓ سے بھی روایت کی ہے نیز یہ روایت صحیحین میں بھی ہے مگر مجملاً ہے یعنی اوقات صلوٰۃ کی اس میں تفصیل نہیں ہے، نیز اس روایت کو بزار رحمہ اللہ نے بھی اپنی مسند میں حضرت ابو ہریرہؓ سے اور عبد الرزاق نے اپنے مصنف میں حضرت عمرو بن حزمؓ سے روایت کیا ہے (کما فی نصب الرایۃ ج ۱ ص ۲۲۱۔)

جبرئیلؑ نے پہلے دن جس وقت عصر کی نماز پڑھائی ٹھیک اسی وقت میں دوسرے دن ظہر کی نماز پڑھائی تھی علامہ دردیر کی شرح صغیر میں ہے۔

واشترکت الظهر والعصر فی اخر القامة بقدر اربع رکعات، فیکون اخروقت الظهر، واول وقت العصر

ظہر اور عصر شریک ہیں مثل اول کے آخر میں چار رکعت کے بقدر (شرح صاوی میں ہے کہ یہ حالت حضر میں ہے اور حالت سفر میں دو رکعت کے بقدر ہے) لہٰذا مثل اول کا آخر ظہر کا آخری وقت اور عصر کا اول (ابتدائی) وقت ہے۔

(بلغۃ السالک ج۱ص۸۳)

مگر ابن حبیب مالکی اشتراک کے قائل نہیں ہیں اور ابن العربی مالکی تو فرماتے ہیں کہ:

تاللہ مابینهما اشتراک ولقد زلت فیه اقدام العلماء (حوالہ سابق)

خدا کی قسم دونوں وقتوں کے درمیان مشترک وقت نہیں ہے، اور واقعہ یہ ہے کہ اس مسئلہ میں علماء (مالکیہ) کے پیر پھسل گئے ہیں۔

اور جمہور **لوقت العصر بالامس** کی تاویل یہ کرتے ہیں کہ یہ بات راوی نے تقارب زمانین کی وجہ سے کہی ہے ورنہ حقیقت میں پہلے دن جس وقت عصر کی نماز شروع کی تھی دوسرے دن اس سے ذرا پہلے ظہر کی نماز پوری کر دی تھی، دونوں دن دونوں نمازیں ایک ہی وقت میں نہیں پڑھی تھیں۔ کیونکہ آیت کریمہ ﴿اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا﴾ (یقیناً نماز مسلمانوں پر فرض ہے اور وقت کے ساتھ محدود ہے) اس سے یہ بات واضح ہے کہ ہر نماز کا وقت الگ الگ ہے اشتراک نہیں ہے۔

دوسری روایت

یہ ہے کہ ایک شخص نے حضور اکرم ﷺ سے نماز کے اوقات دریافت کئے آپؐ نے اس شخص کو ٹھہرایا، اور دو دن نماز پڑھا کر عملی طور پر اوقات نماز کی تعلیم دی، اس روایت میں ہے کہ پہلے دن حضور اکرم ﷺ نے ظہر کی نماز زوال ہوتے ہی پڑھائی اور عصر کی نماز اس وقت پڑھائی جب سورج سفید اور بلند تھا۔ اور دوسرے دن ظہر کی نماز بہت زیادہ ٹھنڈی کر کے پڑھائی، اور عصر کی نماز اس وقت پڑھائی جب سورج آخر وقت میں پہنچ گیا تھا۔ (مسلم شریف ج ۱ ص ۲۲۳)

یہ روایت مسلم شریف میں حضرت بریدہؓ سے مروی ہے اور مسلم شریف ہی میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے یہ روایت بھی مروی ہے کہ ظہر کا وقت شروع ہوتا ہے جب سورج ڈھل جائے اور آدمی کا سایہ اس کے برابر ہو جائے، پھر ظہر کا وقت باقی رہتا ہے عصر کا وقت آنے تک، اور عصر کا وقت باقی رہتا ہے سورج کے زرد ہونے تک۔ (مسلم شریف ج ۱ ص ۲۲۳)

روایت کا مفاد

اس روایت سے اوقات صلوٰۃ کی کوئی واضح حد بندی نہیں ہوتی البتہ اس میں یہ جملہ ہے کہ دوسرے دن حضور اکرم ﷺ نے ظہر کی نماز بہت زیادہ ٹھنڈی کر کے پڑھائی، اس سے کچھ ایسا سمجھ میں آتا ہے کہ شاید مثل ثانی میں پڑھائی ہو۔ کیونکہ مشاہدہ یہ ہے کہ مثل اول کے ختم تک موسم ٹھنڈا نہیں ہوتا۔ علاوہ ازیں اس حدیث کے جو الفاظ حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے مروی ہیں کہ ،، ظہر کا وقت شروع ہوتا ہے جب سورج ڈھل جائے، اور آدمی کا سایہ اس کے برابر ہو جائے'' اس سے تو یہ بات صاف سمجھ میں آتی ہے کہ مثل ثانی بھی ظہر کا وقت ہے۔

تیسری روایت

حضرت عمرؓ کا گشتی فرمان ہے جو آپ نے اپنے گورنروں کے نام جاری کیا

تھا اس میں آپ نے لکھا تھا کہ ظہر کی نماز پڑھو جب سایہ ایک ہاتھ ہو جائے یہاں تک کہ وہ سایہ ایک مثل ہو جائے، اور عصر کی نماز پڑھو درآں حالیکہ سورج بلند، چمکدار اور صاف ہو، اور عصر کے بعد غروب آفتاب سے پہلے سوار دو یا تین فرسخ کا سفر کر سکے۔

(موطا امام مالک ص ۱۲)

روایت کا مفاد

یہ روایت بھی اس باب میں صریح نہیں ہے کہ ظہر کا وقت ایک مثل پر ختم ہو جاتا ہے، بظاہر روایت سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ یہ مستحب اوقات کا بیان ہے کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ظہر کی نماز پڑھنے کا حکم اس وقت دیا ہے کہ سایہ ایک ہاتھ ہو جائے، حالانکہ ظہر کا وقت زوال ہی سے شروع ہو جاتا ہے، نیز عصر جس وقت میں پڑھنے کا حکم دیا ہے وہ اس بات کا واضح قرینہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے اس فرمان کے ذریعہ لوگوں کو مستحب اوقات کی تعلیم دی ہے، حقیقی اوقات نہیں بتائے۔

چوتھی روایت

حضرت ابو ہریرہؓ کی ہے ایک شخص نے آپؓ سے نماز کے اوقات پوچھے تو حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا۔

انا اخبرک! صَلِّ الظُّهرَ اِذَا کَانَ ظِلُّکَ مِثْلَکَ،
وَالْعَصْرَ اِذَا کَانَ ظِلُّکَ مِثْلَیْکَ الخ[1]

سن میں تجھے بتاتا ہوں! ظہر کی نماز پڑھ جب تیرا سایہ تیرے برابر ہو جائے اور عصر کی نماز پڑھ جب تیرا سایہ تیرے دو مثل ہو جائے۔

روایت کا مفاد

یہ روایت صریح ہے کہ ظہر کا وقت ایک مثل کے بعد بھی باقی رہتا ہے کیونکہ

---

[1] یہ روایت موطا مالک ص ۳ اور موطا محمد ص ۴۲ میں ہے، یہ دونوں کتابیں درحقیقت ایک ہی ہیں یحییٰ بن یحییٰ جمودی کی روایت موطا مالک کے نام سے مشہور ہے اور امام محمد بن حسن شیبانی کی روایت موطا محمد کے نام سے مشہور ہے

جب ظہر کو ایک مثل پر پڑھنے کا حکم دیا، اور عصر کو دو مثل پر تو اب مثل ثانی عصر کا وقت تو ہو ہی نہیں سکتا، لامحالہ ظہر ہی کا وقت ہوگا۔ یہ اگرچہ ابو ہریرہؓ کا ارشاد ہے مگر چونکہ مقادیر مدرک بالعقل نہیں ہے اس لئے اس کو لامحالہ حکماً مرفوع ماننا ہوگا۔

پانچویں روایت

حضرت ابوذر غفاریؓ کی ہے جو صحیحین میں ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں حضور اکرم ﷺ کے ساتھ تھے جب ظہر کا وقت ہوا تو مؤذن نے اذان دینے کا ارادہ کیا حضورؐ نے ارشاد فرمایا ''ابھی وقت کو ٹھنڈا ہونے دو'' کچھ دیر بعد پھر مؤذن نے اذان دینے کا ارادہ کیا تو حضورؐ نے پھر ارشاد فرمایا کہ ابھی وقت کو ٹھنڈا ہونے دو'' حتّٰی رَاَیْنَا فَیْئَ التَّلُوْلِ (یہاں تک کہ ہم نے ٹیلوں کا سایہ دیکھ لیا) پھر حضور اکرمؐ نے ارشاد فرمایا کہ گرمی کی شدت جہنم کے پھیلاؤ سے ہے۔ لہذا جب گرمی سخت ہو تو ظہر کی نماز ٹھنڈی کر کے پڑھا کرو۔

اس حدیث کو امام بخاریؒ نے کتاب الاذان میں بھی ذکر کیا ہے وہاں یہ الفاظ ہیں کہ حتیٰ ساوی الظل التلول (یہاں تک کہ سایہ طول میں ٹیلوں کے برابر ہوگیا)

روایت کا مفاد

اس روایت سے یہ امر واضح ہوتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اس سفر میں ظہر کی نماز بالیقین مثل ثانی میں بلکہ مثل ثانی کے بھی آخر میں پڑھی ہے، کیونکہ ٹیلوں کے سایہ کا ظاہر ہونا بلکہ ٹیلوں کے سایہ کا طول میں ٹیلوں کے برابر ہونا مثل اول میں ممکن ہی نہیں ہے جس کو تردد ہو وہ مشاہدہ کر کے اپنا شک دور کرسکتا ہے۔

چھٹی روایت

بخاری شریف کی ہے، جو مشکوٰۃ شریف کے بالکل آخری باب باب ثواب ھذہ الامۃ کے بالکل شروع میں ہے، جس میں حضور اکرم ﷺ نے اپنی

امت کی مدت عمر اور یہود و نصاریٰ کی مدت عمر مثال سے سمجھائی ہے کہ

”ایک شخص نے صبح سے دوپہر تک ایک ایک قیراط طے کر کے مزدور رکھے اور دوپہر میں ان کو ان کی اجرت دے کر رخصت کر دیا، پھر دوپہر سے عصر تک کے لئے ایک ایک قیراط طے کر کے دوسرے مزدور رکھے۔ عصر کے وقت ان کو بھی ان کی اجرت دے کر رخصت کر دیا۔ پھر عصر سے غروب آفتاب تک کے لئے اور مزدور رکھے اور ان کی اجرت دو دو قیراط طے کی، جب انہوں نے کام پورا کیا تو ان کو ان کی ڈبل اجرت دی گئی۔

یہ مثال بیان کر کے حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ وہ مزدور ہو جنہوں نے عصر سے مغرب تک کام کیا ہے لہٰذا تمہیں ڈبل مزدوری ملے گی، اس پر یہود و نصاریٰ ناراض ہو گئے اور انہوں نے کہا کہ کام ہم نے زیادہ کیا اور مزدوری ہمیں کم ملی، اللہ تعالیٰ نے ان سے پوچھا کہ کیا میں نے تمہارا کچھ حق مارا ہے؟ انہوں نے جواب دیا نہیں۔ اللہ نے ارشاد فرمایا تو میں اپنی مہربانی جس پر چاہوں کروں!“

روایت کا مفاد

اس روایت کے اشارہ سے بھی یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ ظہر کا وقت دو مثل تک رہتا ہے، کیونکہ اس روایت کا حاصل یہ ہے کہ امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی مدت عمل کم ہے اور یہود و نصاری کی مدت عمل زیادہ ہے، یہود کی مدت عمل کا زیادہ ہونا تو بدیہی ہے، کیونکہ وہ صبح سے دوپہر تک ہے، اسی طرح نصاریٰ کی مدت عمل امت محمدیہ کی مدت عمل سے بدیہی طور پر زیادہ اسی وقت ہو سکتی ہے جب عصر کا وقت مثل ثالث سے شروع ہو اور مثل ثانی کے ختم تک ظہر کا وقت رہے، اگر ظہر کا وقت مثل اول کے ختم تک مانا جائے تو نصاریٰ اور امت محمدیہ دونوں کی مدت عمل میں کوئی واضح تفاوت نہیں رہتا۔

الغرض یہ روایت اگر عقل سلیم ہو تو اس بات کی صاف دلیل ہے کہ ظہر کا وقت مثل ثانی کے ختم تک رہتا ہے۔

امام اعظمؒ کی مختلف روایات کے سلسلہ میں احناف کے مختلف نقطہ ہائے نظر

بحث کے شروع میں امام اعظمؒ کی چار روایتیں بیان کی گئی ہیں

(۱) ظہر کا وقت مثل ثانی کے ختم تک رہتا ہے، اور عصر کا وقت مثل ثالث کی ابتداء سے شروع ہوتا ہے.......... یہ ظاہر روایت ہے۔

(۲) ظہر کا وقت مثل اول کے ختم تک رہتا ہے، اور عصر کا وقت مثل ثانی کی ابتداء سے شروع ہوتا ہے...... یہی جمہور کا بھی مذہب ہے۔

(۳) مثل ثانی پورا مہمل وقت ہے۔

(۴) مثل ثانی کے آخر میں تھوڑا وقت مہمل ہے.......... امام اعظمؒ کی ان مختلف روایتوں کے سلسلہ میں احناف کے تین نقطہ ہائے نظر ہیں۔

پہلا نقطۂ نظر

یہ ہے کہ یہ تمام روایات باہم متعارض ہیں لہٰذا غور کر کے آخری روایت متعین کی جائے، اور مقدم روایات کو منسوخ قرار دیا جائے، صاحب خزانۃ المفتیین اور صاحب فتاویٰ ظہیریہؒ نے یہی صورت اختیار کی ہے۔ چنانچہ انہوں نے دوسرے قول کی طرف امام صاحب کا رجوع کرنا نقل کیا ہے، اور اس کو آخری قول قرار دیا ہے.......... مگر کتب مذہب میں یہ رجوع معروف نہیں ہے، اس لئے عام طور پر یہ نقطہ نظر تسلیم نہیں کیا جاتا۔

دوسرا نقطۂ نظر

یہ ہے کہ موافقت جمہور یا قوت دلیل کی بناء پر کسی ایک قول کو ترجیح دی جائے۔ چنانچہ امام طحاویؒ اور صاحب درمختار نے موافقت جمہور کے پیش نظر دوسرے قول کو ترجیح دی ہے، اور یہ فرمایا ہے کہ اسی پر لوگوں کا عمل ہے، اور اسی پر فتویٰ دیا جاتا ہے اور

شارح منیۃ علامہ ابراہیم حلبیؒ اور علامہ ابن عابدین شامیؒ، اور مفتیان دارالعلوم دیوبند نے قوت دلیل کی بناء پر پہلے قول کو ترجیح دی ہے۔ جو ظاہر روایت ہے، علامہ شامیؒ صاحب درمختار پر رد کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ۔

''صاحب درمختار نے جو فرمایا ہے کہ'' امام اعظم کی دوسری روایت اظہر ہے۔ حدیث جبرائیل کی وجہ سے اور حدیث جبرائیل اس مسئلہ میں نص ہے'' یہ فرمانا صحیح نہیں ہے، کیونکہ امام اعظمؒ کے قول کے کافی دلائل موجود ہیں۔ اور امام اعظم کی دلیل کی کمزوری ظاہر نہیں ہوئی ہے، بلکہ امام صاحب کے دلائل قوی ہیں جیسا کہ مطولات اور شرح منیہ کے مطالعہ سے یہ بات معلوم کی جاسکتی ہے، اور علامہ ابن نجیم مصری نے البحر الرائق میں یہ قاعدہ بیان کیا ہے کہ امام صاحب کا قول چھوڑ کر صاحبین کا قول، یا ان میں سے کسی ایک کا قول کسی ضرورت ہی کی وجہ سے اختیار کیا جاسکتا ہے، مثلاً امام صاحب کی دلیل کمزور ہو یا تعامل امام صاحب کے قول کے خلاف ہو جیسے مزارعت کا مسئلہ، محض مشائخ کے یہ کہہ دینے سے کہ فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے امام صاحب کا قول نہیں چھوڑا جاسکتا'' (شامی ج ۱ ص ۲۶۴)

تیسرا نقطۂ نظر

یہ ہے کہ امام صاحب کے اقوال میں تطبیق دی جائے، اور یوں کہا جائے کہ ظہر کا وقت ایک مثل تک تو بالیقین رہتا ہے، اور مثل ثانی کے ختم تک رہنے کا احتمال ہے اور عصر کا وقت مثل ثالث سے بالیقین شروع ہوتا ہے، مگر مثل ثانی سے شروع ہونے کا احتمال ہے، لہٰذا احتیاط اس میں ہے کہ ایک مثل ختم ہونے سے پہلے ظہر کی نماز نہ پڑھ سکے تو پھر مثل ثانی میں پڑھ لے، اس سے تاخیر نہ کرے، اور اس کو ادا کہا جائے گا، قضا نہیں کہا جائے گا، اسی طرح اگر کسی مجبوری میں جیسا کہ حاجیوں کو حرمین شریفین میں یہ مجبوری پیش آتی ہے کوئی شخص مثل ثانی میں عصر کی نماز پڑھ لے تو اس کو بھی صحیح کہا جائے گا یعنی ذمہ فارغ ہو جائے گا مگر ظہر اور عصر دونوں کو مثل ثانی میں پڑھنا شریعت

کے منشاء کے خلاف ہے، شریعت کا منشاء یہ ہے کہ دونوں نمازوں کے درمیان فصل ہونا چاہیئے اور یہ فصل عام حالات میں کم از کم ایک مثل کے بقدر ہونا چاہیئے، اور مخصوص حالات میں اس سے کم بھی ہوسکتا ہے.......... اور وقت مہمل سے امام صاحب کی مراد یہی عملی اہمال ہے یعنی دونوں نمازوں کے درمیان فصل کرنا۔

حضرت قدس سرہٗ کا نقطہ نظر غالباً یہی ہے، چنانچہ ایضاح الادلۃ میں حضرت ارشاد فرماتے ہیں کہ

"وقت مابین المثلین (یعنی مثل ثانی کو بوجہ تعارض روایات نہ بالیقین وقت ظہر میں داخل کر سکتے ہیں، نہ وقت عصر میں.......... یا یوں کہیئے کہ ایک وجہ سے ظہر میں داخل ہے تو دوسرے طور سے عصر میں، تو اب بوجہ احتیاط حضرت امام صاحبؒ نے ظاہر الروایت میں وقت مذکور (مثل ثانی) وقت ظہر میں شامل کر دیا، تا کہ کوئی صلوٰۃ عصر وقت مذکور (مثل ثانی) میں ادا کر کے ادائے صلوٰۃ قبل الوقت کے احتمال میں نہ پڑ جائے، اور وقت یقینی کو ترک کر کے وقت محتمل میں صلوٰۃ عصر کو ادا نہ کرے۔

رہی صلوٰۃ ظہر، اس کا وقت یقینی گو ایک مثل تک ہے، لیکن اگر کسی ضرورت یا غفلت کی وجہ سے کسی کو صلوٰۃ مذکور (ظہر کی نماز) وقت یقینی میں ادا کرنے کا اتفاق نہ ہوا تو اب یہی چاہیئے کہ مابین المثلین (مثل ثانی) ہی میں اس کو ادا کر لے، کیونکہ یہ وقت گو وقت محتمل ہے تاہم اور اوقات سے تو عمدہ ہے، یہاں احتمال ادا تو ہے اور اوقات میں تو یہ بھی نہیں بلکہ بالیقین قضاء محض ہے۔

بالجملہ مطلب ظاہر الروایت یہ ہے کہ وقت مابین المثلین کا بوجہ معروضہ (مذکورہ وجہ کی بناء پر) وقت ظہر میں شمار کرنا مناسب ہے، کیونکہ وقت عصر میں داخل کرنے سے ادا صلوٰۃ قبل الوقت کا احتمال باقی ہے.......... یہ مطلب نہیں کہ وقت مذکور (مثل ثانی) بالیقین وقت ظہر میں داخل ہے اور جیسا بقاء ظہر ایک مثل تک یقینی ہے بعینہ ایسا ہی مثلین تک وقت ظہر باقی رہتا ہے، بلکہ وقت ظہر یقینی تو مثل تلک ہے،

اور ابتداء عصر بالیقین مثلین سے ہوتا ہے، اور درمیان کا وقت بوجہ روایات مختلفہ دونوں امر کا محتمل ہے“ (ص ۱۵۵ تا ص ۱۵۶ فخریہ)

حضرت قدس سرہٗ نے یہ نقطہ نظر دو وجہ سے اپنایا ہے، ایک اس وجہ سے کہ مثلین تک وقت ظہر کے باقی رہنے کی کوئی صریح روایت نہیں ہے، اس لئے احتمال ہے کہ مثل ثانی عصر کا وقت ہو اور دوسری وجہ یہ ہے کہ امامت جبرئیل والی حدیث کی تاریخ معلوم ہے وہ اس وقت کی روایت ہے جب پانچ نمازیں فرض ہوئی تھیں یعنی اسلام کے بالکل دور اول کی روایت ہے اور باقی تمام روایتیں مابعد کی ہیں اس لئے احتمال ہے کہ مثل اور مثلین کے معاملہ میں نسخ ہوا، ہو، یعنی عصر کا وقت کٹ کر مثلین سے کر دیا گیا ہو اور ظہر کا وقت بڑھا کر مثلین تک کر دیا ہو، لہٰذا مثل ثانی میں شک پیدا ہو گیا کہ وہ عصر کا وقت رہا یا نہیں؟ اس لئے احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ عصر کی نماز مثل ثانی کے بعد پڑھی جائے تا کہ بالیقین ذمہ فارغ ہو جائے اگر مثل ثانی میں عصر کی نماز پڑھی جائے گی تو آخری تین روایتوں کی بناء پر کھٹکا رہے گا کہ شاید نماز وقت سے پہلے پڑھی گئی ہو اور ذمہ فارغ نہ ہوا ہو۔

رہا ظہر کا معاملہ تو اگر وہ مثل اول میں ادا کی گئی ہے تب تو وہ بالیقین ادا ہو گئی، اور اگر مثل ثانی میں پڑھی گئی ہے تب بھی ذمہ فارغ ہو جائے گا۔ کیونکہ امامت جبرئیل والی حدیث کے پیش نظر اگر ظہر کی نماز ادا نہ ہو گی تو قضا ہو جائے گی۔ اور قضاء سے بھی ذمہ فارغ ہو جاتا ہے۔

الغرض جمہور نے جو مؤقف اختیار کیا ہے وہ اولاً تو مبنی بر احتیاط نہیں، اور ثانیاً ان کے مذہب کے مطابق آخری تین روایتوں کو ترک کرنا لازم آتا ہے اور امام اعظمؒ نے ایسا طریقہ اختیار فرمایا ہے کہ اس میں احتیاط بھی ہے اور تمام روایتوں پر عمل بھی ہو جاتا ہے۔ فجزاہ اللہ تعالیٰ خیرا و اثابہ بما ھو اھلہ (امین)

جمہور کے پاس بھی کوئی قطعی دلیل نہیں ہے

جمہور کا مستدل یعنی امامت جبرئیل والی حدیث قطعی دلیل نہیں ہے۔ کیونکہ اس میں نسخ کا احتمال ہے، اور یہ احتمال بے دلیل نہیں ہے بلکہ آخری تین روایتوں کی بناء پر یہ احتمال پیدا ہوا ہے، دلیل کے قطعی ہونے کے لئے ضروری ہے کہ کوئی ایسی نص پیش کی جائے جس سے دائما حضور اکرم ﷺ کا مثل ثانی میں عصر پڑھنا ثابت ہوتا ہو، یا کم از کم ایسی تصریح پیش کی جائے کہ حضور اکرم ﷺ کا آخری عمل مثل ثانی میں عصر پڑھنے کا تھا اور ایسی تصریحات جمہور کے پاس نہیں ہے۔

احناف کے دلائل

پہلی حدیث

عن عَبدِاللهِ بن رَافِعٍ مَولیٰ اُمِّ سَلمَۃَ زَوجِ النبیﷺ اَنَّہٗ سَاَلَ اَبَا ھُرَیرَۃَؓ عَنْ وَقْتِ الصَّلوٰۃِ فقال اَبُوھُرَیرَۃَؓ اَنَا اُخبِرُکَ صَلِّ الظُّھرَ اِذَا کَانَ ظِلُّکَ مِثلَکَ وَالعَصرَ اِذَا کَانَ مِثلَیکَ۔

ترجمہ: عبداللہ بن رافع جو آنحضرت ﷺ کی بی بی ام سلمہؓ کے مولیٰ ہیں انہوں نے ابوہریرہؓ سے نماز کا وقت پوچھا، کہا ابوہریرہؓ نے میں بتاؤں تجھ کو نماز پڑھ ظہر کی جب سایہ تیرا تیرے برابر ہو جائے اور عصر کی جب سایہ تیرا تجھ سے دونا ہو۔

(موطا امام مالک مترجم علامہؒ وحید الزمان غیر مقلد ص ۲۱۔۲۰)

دوسری حدیث

عن عبداللہ بن رافع مولی ام سلمۃ زوج النبیﷺ عن ابی ھریرۃ انہ سالہ عن وقت الصلوۃ فقال

ابوھریرۃ انا اخبرک صل الظھر اذا کان ظلک مثلک والعصر اذا کان ظلک مثلیک

ترجمہ: عبداللہ بن رافع جو حضور اکرم ﷺ کی زوجہ ام سلمۃؓ کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ انہوں نے حضرت ابو ہریرۃؓ سے نماز کے اوقات کے بارے میں دریافت کیا۔ تو حضرت ابو ہریرۃؓ نے کہا۔ میں تمہیں بتلاتا ہوں۔ ظہر کی نماز ادا کرو جب تمہارا سایہ تمہارے برابر ہو جائے اور نماز عصر جب تمہارا سایہ تم سے دوگنا ہو جائے۔

(موطا امام محمد ص۔۴۱۔۴۲)

تیسری حدیث

(۱) عن ام سلمہؓ قالت کان رسول اللہ ﷺ اَشَدُّ تَعْجِیْلاً لِلظُّھْرِ مِنْکُمْ وَاَنْتُمْ اَشَدُّ تَعْجِیْلاً لِلْعَصْرِ مِنْہُ۔

(ترمذی ص ۵۱ مسند احمد ص ۲۸۹ ج ۶)

ام المومنین حضرت ام سلمہؓ کہتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ تو ظہر کی نماز تم سے جلدی پڑھتے تھے اور تم لوگ عصر کی نماز کو آنحضرت ﷺ سے جلدی پڑھتے ہو۔

(۲) عن رَافِعْ بِنْ خَدِیْجٍ اَنَّ رَسُوْل اللہ ﷺ کَانَ یَاْ مُرُ ھُمْ بِتَاْخِیْرِ الْعَصْرِ۔

(بیہقی ص ۴۴۳ وھامشہ الجوہر النقی ص ۴۴۱ ج ۱)

حضرت رافع بن خدیج کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ لوگوں کو حکم دیتے تھے وہ عصر کی نماز کو مؤخر کر کے پڑھیں۔

(۳) عَنِ الاَعْمَشِ قَالَ کَانَ اَصْحَابُ عَبْدِاللہِ بن مسعود یُعَجِّلُوْنَ الظُّھْرَ وَیُؤَخِّرُوْنَ الْعَصْرَ۔

(مصنف عبدالرزاق ج ۱ ص ۵۴۰)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے ساتھی اور شاگرد ظہر کی نماز جلدی پڑھتے تھے اور عصر کی نماز تاخیر سے پڑھتے تھے۔

عن ابی هریرةؓ اَنَّهٗ کَانَ یُؤَخِّرُ الْعَصْرَ حَتّٰی اَقُوْلَ قَدْ اِصْفَرَّتِ الشَّمْسُ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۲۷)

سوار بن شبیبؒ کہتے ہیں حضرت ابو ہریرہؓ عصر کو اتنا مؤخر کر کے پڑھتے تھے کہ میں یہ خیال کرتا تھا شاید سورج زرد ہو گیا ہے۔

(۴) عن عَلِی بن شَیْبَانؓ قَالَ قَدِمْنَا عَلٰی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اَلْمَدِیْنَةَ فَکَانَ یُؤَخِّرُ الْعَصْرَ مَادَامَتِ الشَّمْسُ بَیْضَآءَ نَقِیَّةً. (ابوداؤد ص ۵۹، ج ۱، ابن ماجہ ص ۴۸)

علی بن شیبانؓ کہتے ہیں کہ ہم لوگ مدینہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو آپ عصر کی نماز مؤخر کر کے پڑھتے تھے جب تک سورج سفید اور صاف ہوتا ہے (زرد ہونے سے پہلے)

(۵) عن ابراهیم قَالَ کَانَ مِنْ قَبْلِکُمْ اَشَدُّ تَعْجِیْلاً لِلظُّهْرِ وَاَشَدُّ تَاخِیْرًا لِلْعَصْرِ مِنْکُمْ.

(مصنف عبدالرزاق ج ۱ ص ۵۴۰)

حضرت ابراہیم نخعیؒ کہتے ہیں تم سے پہلے لوگ ظہر کی نماز کو تمہاری نسبت جلدی پڑھتے اور عصر کی نماز کو تم سے زیادہ مؤخر کرتے تھے۔

حدیث جبرائیلؑ۔ حکیم صاحب نے ص ۲۴۴ پر یہ حدیث نقل کی ہے مگر حدیث نقل کرنے میں کئی خیانتیں کی ہیں۔

(۱) حدیث آدھی نقل کی ہے۔

(۲) اس حدیث کی سند میں ایک راوی عبدالرحمٰن بن الحارث ضعیف ہے (میزان الاعتدال ج ۲ ص ۵۵۴) مگر حکیم صاحب نے اس کا ذکر تک نہیں کیا۔

(۳) متن حدیث میں مرّتَین کے الفاظ موجود تھے اور خود حکیم صاحب نے نقل بھی کئے ہیں مگران کا ترجمہ قصداً نہیں کیا۔ترجمہ اس لئے (دومرتبہ) نہیں کیا کہ جب عوام کو اس بات کا علم ہوگا کہ جبرائیل علیہ السلام نے دومرتبہ نماز پڑھائی ہے تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پہلے دن کا ذکر تو حکیم صاحب نے نقل کر دیا مگر دوسرے دن کا ذکر نہ کیا کیونکہ وہ ان کے مسلک کے خلاف تھا اس میں عصر کی نماز کا وقت مِثلَین پر ہے۔

(۴) اور حدیث کے آخر میں یہ الفاظ بھی آئے ہیں۔ثُمَّ الْتَفَتَ اِلَیَّ فَقَالَ یَا مُحَمَّدُ ھٰذَاوَقْتُ الاَنْبِیَآءِ مِنْ قَبْلِکَ وَالْوَقْتُ بَیْنَ ھٰذَیْنِ الْوَقْتَیْنِ

ترجمہ: پھر میری طرف متوجہ ہو کر کہا اے محمدؐ، یہ آپ سے پہلے نبیوں کا وقت ہے اور وقت ان دو وقتوں کے درمیان ہے۔

ہم نے اپنے دلائل میں حدیثیں نقل کر دی ہیں اگر کسی کو زیادہ تفصیل درکار ہو تو تنویر الحق مصنفہ نواب قطب الدین محدث دہلوی کا صفحہ ۳۴ تا ۵۰ تک ملاحظہ فرمائیں۔

(۱۱) جمع بین الصلوٰتین

حکیم صادق نے یہ مسئلہ بھی فقہ کا حدیث کے خلاف بتایا ہے فقہ کا مسئلہ یہ لکھا ہے ولا یجمع فرضان فی وقت بلا حج (شرح وقایہ) یعنی حج کے علاوہ دو فرض ایک وقت میں جمع کرنے جائز نہیں۔دو فرضوں کو جمع کرنے کے تین طریقے ہو سکتے ہیں۔

(۱) جمع تقدیم:۔

ظہر کے وقت میں ظہر اور عصر کو اور مغرب کے وقت میں مغرب اور عشاء کو اکٹھا پڑھ لیا جائے۔

(۲) جمع تاخیر:۔

عصر کے وقت میں ظہر اور عصر کو اور عشاء کے وقت مغرب اور عشاء کو اکٹھا

پڑھ لیا جائے۔ان دونوں صورتوں میں ایک ایک نماز ضرور بے وقت پڑھنی پڑتی ہے۔

(۳) جمع صوری

ظہر کی نماز ظہر کے آخر وقت میں اور عصر کی نماز اس کے اول وقت میں پڑھ لی جائے۔اسی طرح مغرب کی نماز آخر وقت میں غروب شفق سے پہلے اور عشاء کی نماز کو اول وقت میں غروب شفق کے فوراً بعد پڑھ لیا جائے اس صورت میں ہر ہر نماز اپنے وقت میں پڑھی جاتی ہے کوئی نماز بے وقت نہیں پڑھی جاتی۔اس لئے اس کو جمع حقیقی نہیں جمع صوری کہتے ہیں۔یہ سفر میں بالاتفاق جائز ہے اور حکیم صاحب نے جو بخاری کے حوالہ سے حدیث نقل کی ہے اس سے یہی جمع مراد ہے۔فقہ کا مسئلہ تو خود بخاری مسلم کی حدیث سے صراحۃً ثابت ہے۔

عن عبداللہ بن مسعودؓ قَالَ مَارَأیْتُ رسول اللہ ﷺ صَلوٰۃً اِلالِمِیْقَاتِہَا اِلاصَلوٰتَیْنِ صَلوٰۃَ الْمَغْرِب وَالْعِشَاء بِجَمْعٍ وَصَلَّی الْفَجْرُ یَوْمَئِذٍ قَبْلَ مِیْقَاتِہَا (متفق علیہ)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں میں نے کبھی آنحضرتؐ کو بے وقت نماز پڑھتے نہیں دیکھا مگر دو نمازیں مغرب اور عشاء حج کے موقعہ پر اور اس دن آپؐ نے فجر کی نماز وقت (معتاد) سے پہلے ادا فرمائی۔

بالکل یہی مسئلہ فقہ کا ہے حکیم صاحب اور اس کے فرقہ شاذہ نے اس متفق علیہ حدیث کو ماننے سے انکار کر دیا ہے قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿اِنَّ الصَّلوٰۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتَابًا مَّوْقُوْتًا﴾ بے شک نماز مومنوں پر فرض ہے وقت پر۔جب نماز وقت پر فرض ہوتی ہے اور وقت سے پہلے فرض ہی نہیں ہوتی تو ادا کیسے ہوگی جیسے حج کا وقت مقرر ہے اب کوئی شخص دو ماہ پہلے شوال میں حج کر آئے تو اس کا حج ہرگز ادا نہ ہوگا۔اسی طرح رمضان شریف کے روزوں کا وقت مقرر ہے اب

کوئی شخص رمضان شریف کے آنے سے تین ماہ پہلے ہی روزے رکھ لے تو فرض ادا نہیں ہوگا۔ جمعہ کی نماز کا دن اور وقت مقرر ہے کوئی شخص بدھ کے دن ہی جمعہ کی نماز ادا کرلے تو نماز ادا نہیں ہوگی۔ جیسے موت سے پہلے جنازہ پڑھنا یا نکاح سے قبل اولاد کا ہونا غلط ہے ایسے ہی وقت آنے سے پہلے نماز پڑھنا غلط ہے۔ امام ابوداوٗد فرماتے ہیں۔ لیس فی جمع التقدیم حدیث قائم۔ وقت سے پہلے نماز جمع کرنے کی کوئی حدیث صحیح نہیں۔ لامذہبوں کا ظلم آیت قرآنی اور متفق علیہ حدیث کے خلاف مولوی ثناء اللہ امرتسری نے عبدالحفیظ نامی ایک ملازم کو اجازت دے دی کہ وہ عصر کی نماز (وقت ہونے سے پہلے) ظہر کے وقت میں پڑھ لیا کرے (فتاویٰ ثنائیہ ج ا ص ۶۱۵) اور سارے لامذہب خدا اور رسولؐ کے خلاف ثناء اللہ امرتسری کی اندھی تقلید کر رہے ہیں نہ خدا کی سنتے ہیں نہ رسول کی۔

(۴) اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى...﴾ پابندی کرو نمازوں کی یعنی ان کے وقتوں میں پڑھو لیکن مولوی ثناء اللہ امرتسری نے عصر کے وقت فٹ بال کھیلنے والوں کو فتویٰ دے دیا ہے کہ وہ عصر کے وقت فٹ بال کھیل لیا کریں ہاں عصر کی نماز وقت ہونے سے پہلے ظہر کے وقت پڑھ لیا کریں (فتاویٰ ثنائیہ ج ا ص ۶۳۱ ملخصاً) کس طرح فٹ بال لہو ولعب کو فرض نماز سے بڑھایا جارہا ہے اور پھر بھی دعویٰ اہل حدیث ہونے کا ہے کسی نے خوب کہا ہے رند کے رند رہے ہاتھ سے جنت بھی نہ گئی۔

(۵) اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿فَخَلَفَ مِنۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا﴾ یعنی پھر ہوئے ایسے ناخلف جنہوں نے نمازوں کو ضائع کیا (یعنی وقت سے بے وقت پڑھ کر) اور اپنی شہوتوں کے پیچھے پڑ گئے۔ عنقریب وہ دوزخ میں ڈالے جائیں گے۔

(۶) اسی طرح اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلٰوتِهِمْ سَاهُوْنَ﴾ تباہی اور بربادی ہے اُن نمازیوں کے لئے جو اپنی نماز سے

غافل ہیں۔پس جو شخص ظہر کا سارا وقت نماز سے غافل رہا اور اسے عصر کے وقت میں پڑھا یا مغرب کا سارا وقت غافل رہا نماز ادا نہ کی اور عشاء کے وقت میں اسے پڑھا وہ بھی اسی آیت کا مصداق ہے۔

(۷) لیکن یہ لامذہب وقت پر نماز پڑھنے کو بوجھ اور طوق قرار دے کر قرآن پاک سے غلط استدلال کر رہا ہے اور بالکل غیر متعلق آیت پیش کر کے سبیل یہود ﴿يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ...﴾ پر عمل کر رہا ہے دیکھو (سبیل الرسول ص ۲۴۷)

(۸) عَنْ ابی قَتَادَۃَ اَنَّ رسول اللهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ اَمَااِنَّهٗ لَيْسَ فِي النَّوْمِ تَفْرِيْطٌ اِنَّمَا التَّفْرِيْطُ عَلٰى مَنْ لَمْ يُصَلِّ حَتّٰى يَجِيْئَ وَقْتُ الصَّلٰوةِ الْاُخْرٰى. (مسلم)

حضرت ابوقتادہؓ فرماتے ہیں رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نیند میں تفریط نہیں ہے تفریط تو یہ ہے کہ آدمی نماز نہ پڑھے یہاں تک کہ دوسری نماز کا وقت آجائے۔

(۹) حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ تفریط یہ ہے کہ تو نماز میں اتنی تاخیر کرے کہ دوسری نماز کا وقت آجائے۔ (طحاوی)

(۱۰) حضرت ابن عباسؓ سے بھی اس کے ہم معنی روایت طحاوی نے صحیح سند سے روایت کی ہے۔

ان احادیث سے ثابت ہوا کہ جو لوگ ظہر قضا کر کے عصر کے ساتھ ملا کر پڑھتے ہیں یا مغرب قضا کر کے عشاء کے ساتھ پڑھے وہ گنہگار ہے۔خلاصہ یہ کہ جمع کی پہلی صورتوں میں یا تو دو نمازوں کو قضا کرنا پڑتا ہے جو گناہ کبیرہ ہے یا دو نمازوں کو وقت سے پہلے پڑھنا پڑتا ہے ایسے تو فرض ہی ادا نہیں ہوتا یہ بھی گناہ کبیرہ ہے اسی لئے امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ ہم سے ثقہ راویوں نے علاء بن الحارث سے انہوں نے مکحول سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے ساری دنیا کو یہ لکھ بھیجا اور ان کو ایک وقت میں دو نمازوں کے جمع کرنے

سے منع فرمایا۔ اور لکھا کہ ایک وقت میں دو نمازوں کا جمع کرنا کبیرہ گناہوں میں سے ہے (موطا امام محمد ص ۱۳۲) حضرت فاروق اعظمؓ کے اس حکم پر کسی نے انکار نہیں کیا گویا یہ مسئلہ امت میں اجماعی حیثیت رکھتا تھا۔ لیکن نواب وحید الزمان غیر مقلد لکھتا ہے کہ وہ نمازوں کو ایک وقت میں بلا عذر بھی جمع کر کے پڑھنا ہم اہل حدیثوں کی علامت ہے۔ سبحان اللہ اس مذہب کی علامت ہی کبیرہ گناہوں سے بنتی ہے۔

(۱۲) عورت اور مرد کی نماز میں امتیاز

حکیم صاحب نے سبیل الرسول ص ۲۴۸ تا ص ۲۵۰ پر فقہ اور حدیث میں تضاد ثابت کرنے کے لئے نمبر ۱۲ پر یہ مسئلہ ذکر کیا ہے۔

حدیث کا ارشاد

نماز کے متعلق حضرت انور ﷺ کا عام حکم ہے۔

صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُوْنِي اُصَلِّيْ (بخاری شریف)

نماز پڑھو (اے عورتو، مردو) جس طرح میں پڑھتا ہوں

اس میں کوئی تفریق نہیں کہ مرد اس طرح پڑھے اور عورت اس طرح۔ بلکہ یہی حکم ہے کہ سب طریق رسول ﷺ پر پڑھیں۔

حضرت ابو حمید ساعدیؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

كان النبی ﷺ اِذَا قَامَ اِلَى الصَّلٰوةِ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى يُحَاذِيْ بِهِمَا مَنْكِبَيْهِ. (مشکوٰۃ باب صفت الصلوٰۃ)

جب رسول اللہ ﷺ نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے مونڈھوں کے برابر۔

فقہ کا اختلاف

حضور انور ﷺ کا مذکورہ فعل سب کے لئے یعنی مردوں اور عورتوں کے

لئے مساوی ہے۔اب فقہ کی تقسیم دیکھئے۔

یَرْفَعُ یَدَیْهِ حَتّٰی یُحَاذِیَ بِاِبْهَامَیْهِ شَحْمَةَ اُذُنَیْهِ

مرد ہاتھ اٹھائیں اس طرح کہ انگوٹھے کان کی لو کے برابر ہو جائیں۔آگے لکھتے ہیں اب عورت کے متعلق سنیئے۔

وَالْمَرْأَةُ تَرْفَعُ یَدَیْهَا حِذَاءَ مَنْکِبَیْهَا۔ (ہدایہ)

اور عورت مونڈھوں تک ہاتھ اٹھائے۔

الجواب:۔ جواب سے قبل ایک بات تمہیداً سمجھ لیں تا کہ فہم مراد میں آسانی ہو۔

کتاب و سنت میں تمام جزئی مسائل تصریحاً نہیں ہوتے بعض تنصیصاً ہوتے ہیں اور بعض تعلیلاً۔

مثال: قرآن پاک میں ہے کہ حیض والی عورت کے بارہ میں سوال ہوا اس کا جواب تو اتنا ہی تھا کہ ﴿فَاعْتَزِلُوا النِّسَاءَ...﴾ عورتوں سے دور رہو۔لیکن اللہ تعالیٰ نے جواب سے پہلے ایک علت بیان فرمادی۔﴿قُلْ هُوَ اَذًی...﴾ کہہ دیجئے وہ ناپاکی ہے۔اس میں ایک قاعدہ بتا دیا کہ حائضہ سے صحبت منع ہونے کی وجہ ناپاکی ہے۔اب اسی علت سے نفاس کا حکم بھی معلوم ہو گیا کیونکہ ناپاکی کی علت وہاں بھی پائی گئی اور اسی علت کی بنا پر نفاس کے تمام مسائل کو حیض کے مسائل پر قیاس کر لیا گیا مثلاً نفاس والی مسجد میں داخل نہ ہو۔قرآن کو ہاتھ نہ لگائے۔قرآن پاک کی تلاوت نہ کرے نماز نہ پڑھے روزہ نہ رکھے مرد سے ہمبستر نہ ہو وغیرہ اگر آپ قیاس کو نہ مانیں تو نفاس والی عورت کے لئے قرآن پڑھنے۔نماز،روزہ،صحبت،وغیرہ کے بارہ میں حضورؐ کا ایک ایک صریح حکم سنا دیں۔

بالکل اسی طرح عورت کی نماز کے بارہ میں آنحضرت ﷺ نے دو(۲) قاعدے ارشاد فرمادیئے۔

(حدیث)عن یَزِیْدِ بن اَبِیْ حَبِیْب اَنَّهٗ ﷺ مَرَّ عَلٰی اِمْرَأَتَیْنِ

تُصَلِّیَانِ فَقَالَ اِذَاسَجَدتُّمَا فَضُمَّا بَعْضَ اللَّحْمِ اِلَی الاَرْضِ فَاِنَّ الْمَرْأَةَ لَیْسَتْ فِیْ ذٰلِکَ کَالرَّجُلِ.

(رواہ ابوداؤد فی مراسیلہ)

رسول اقدس ﷺ دوعورتوں کے پاس سے گزرے جونماز پڑھ رہی تھیں تو آپؐ نے فرمایا جب تم سجدہ کرو تو اپنے گوشت (جسم) زمین کے ساتھ چمٹادو کیونکہ عورت اس (نماز) میں مرد کی مثل نہیں۔

پہلا قاعدہ

دیکھئے اس حدیث میں حضرتؐ نے پہلا قاعدہ بتادیا کہ عورت کی نماز مرد کی طرح نہیں۔ لیکن آپ نے حضرتؐ کے اس حکم کونہیں مانا۔

عن ابن عُمَرؓ مَرْفُوْعًا اِذَا جَلَسَتِ الْمَرْأَةُ فِی الصَّلٰوۃِ وَضَعَتْ فَخِذَهَا عَلٰی فَخِذِهَا الاُخْرٰی فَاِذَاسَجَدَتْ اَلْصَقَتْ بَطْنَهَا عَلٰی فَخِذِهَا کَاَسْتَرِمَایَکُوْنُ فَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی یَنْظُرُ اِلَیْهَاویقول یَا مَلَائِکَتِیْ اِنِّیْ قَدْ غَفَرْتُ لَهَا.

(رواہ ابن عدی والبیهقی کنز العمال ج ۴ ص ۱۱۷)

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جب عورت نماز میں بیٹھے تو اپنی ایک ران کو دوسری ران پر رکھے پھر جب سجدہ کرے تو اپنے پیٹ کو اپنے رانوں پر رکھے اور جتنا زیادہ ستر (پردہ پوشی) ہو سکے کرے اللہ تعالیٰ فرشتوں کو فرماتے ہیں گواہ رہو میں نے اس عورت کو بخش دیا۔

دوسرا قاعدہ:۔

اس حدیث میں آپؐ نے دوسرا قاعدہ ارشاد فرمادیا کہ عورت کی نماز کے

مسائل میں سب سے زیادہ اہمیت ستر کی ہے۔ اس لئے جس حالت میں ستر زیادہ ہوگا وہی نماز عورت کی خدا کو زیادہ محبوب ہوگی اور ذریعہ مغفرت بنے گی۔ اس حدیث کی روشنی میں علمائے اہل سنت کہتے ہیں اصل میں عورت کے ستر کا مسئلہ ہے نماز میں جتنا بھی عورت کا ستر ہوگا بہتر ہے۔ اس حدیث کو پیش نظر رکھ کر مرد و عورت کا فرق واضح کیا گیا ہے۔

فرق کی بعض باتیں:۔

چنانچہ مرد کے لئے فرض نماز مسجد میں پڑھنا ضروری ہے۔ عورت کے لئے گھر میں نماز پڑھنا زیادہ ثواب ہے (بوجہ ستر)

نماز باجماعت میں مرد کے لئے اول صف افضل ہے عورت کے لئے آخری صف افضل ہے (بوجہ ستر)

نماز باجماعت میں امام کا وسط صف میں کھڑا ہونا بالاتفاق مکروہ ہے لیکن عورت وسط صف میں ہی کھڑی ہو (بوجہ ستر)

آپ کے مرد ننگے سر نماز پڑھتے ہیں اور عورتیں ننگے سر نماز نہیں پڑھتیں مرد ٹخنے اور آدھی پنڈلیاں ننگی کر کے نماز پڑھتے ہیں جب کہ عورتیں پنڈلیاں اور ٹخنے ڈھانپ کر نماز پڑھتی ہیں۔ بہر حال یہ شریعت مقدسہ کا کلیہ قاعدہ ہے کہ عورت نماز اس طرح ادا کرے جس میں ستر کا زیادہ سے زیادہ اہتمام ہو۔ اب آیئے اصل مسئلے کی طرف۔

آنحضرت ﷺ تکبیر تحریمہ میں دو طرح ہاتھ اٹھاتے رہے کبھی کانوں تک کبھی کندھوں تک پھر آپ ؐ نے آخری عمر میں حضرت وائل ؓ کو جب نماز سکھائی تو حکم دیا کہ تم اپنے ہاتھ کانوں تک اٹھاؤ اور عورت چھاتیوں تک، اس حالت میں ہاتھوں کی انگلیاں کندھوں تک پہنچ جاتی ہیں (رواہ الطبرانی) اب دیکھئے آنحضرت ؐ نے خود بوجہ ستر عورت اور مرد کی نماز میں فرق کر دیا۔

اَبُوْحَنِیْفَةَ عن نَافِعٍ عَنْ اِبْنِ عُمَرؓ اَنَّهٗ سُئِلَ کَیْفَ کَانَ

النِّسَاءُ یُصَلِّیْنَ عَلیٰ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ کُنَّ یَتَرَبَّعْنَ ثُمَّ اُمِرْنَ اَنْ یَّحْتَفِزْنَ (جامع المسانید ج ا ص ۴۰۰)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے پوچھا گیا کہ عورتیں عہد رسالت میں نماز کیسے پڑھتی تھیں فرمایا وہ چار زانو بیٹھتی تھیں۔ پھر انہیں حکم دیا گیا کہ خوب سمٹ کر بیٹھیں۔

اب دیکھئے حدیث میں دو طرح بیٹھنا آتا تھا ایک پاؤں کھڑا کر کے دوسرا بچھا کر بیٹھنا۔ اور سمٹ کر سرین پر بیٹھنا جسے تورک کہتے ہیں۔ عہد رسالت میں بوجہ تستر عورت کو نماز میں تورک کی طرح بیٹھنے کا حکم دے دیا گیا۔ جب کہ مرد پہلے طریقے پر ہی بیٹھتے رہے۔

عن علیؓ قال اِذَاسَجَدَتِ الْمَرْاَةُ فَلْتَحْتَفِزْ وَلْتَضُمَّ فَخِذَیْهَا۔ (رواہ ابن ابی شیبہ)

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ عورت جب سجدہ کرے تو اس کو سمٹ کر سجدہ کرنا چاہیئے اور سارے جسم کو ملا کر سجدہ کرنا چاہیئے۔

دیکھئے اس طرح سجدہ کرنا مرد کے لئے بالاتفاق مکروہ ہے مگر عورت کے ستر کا اہتمام اسی میں زیادہ تھا اس لئے یہ حکم دیا گیا۔

اسی طرح ائمہ اربعہ کا اجماع اس پر ہے کہ عورت سینے پر ہاتھ باندھے (وفقه علیٰ مذاهب اربعه) درمختار ج اص ۳۲۷ عالمگیری ج اص ۷۳) اور اس اجماع کی بنیاد وہی قاعدہ ہے جو حدیث میں آ گیا لانه استر لها (شرح نقایہ ج اص ۷۳) کہ اس میں ستر کا زیادہ اہتمام ہے۔

اور دوسری حدیث حضرت علیؓ سے یہ تھی مِنَ السُّنَّةِ وَضْعُ الْکَفِّ عَلَی الْکَفِّ تَحْتَ السُّرَّةِ (احمد) نماز کا سنت طریقہ یہ ہے کہ ہتھیلی ہتھیلی پر رکھ کر ناف کے نیچے ہاتھ باندھے جائیں۔ اس سنت پر بھی عمل جاری رہا۔ دونوں قسم کی احادیث

میں تطبیق صریح حدیث سے نہیں حدیث میں مذکور قاعدہ ستر کے مطابق بیان کردی گئی آپ کسی صحیح حدیث جو صریح ہوان دونوں قسم کی احادیث پر عمل کرنے کا طریقہ بتادیں تو ہم یقیناً صریح کو علت پر ترجیح دیں گے اگر آپ صریح حدیث تطبیق کی پیش نہ کرسکیں تو مجتہد نے حدیث کی بیان کردہ علت کو سامنے رکھ کر دونوں قسم کی احادیث پر عمل کرنے کا جو طریقہ بتایا ہے اسے کیوں چھوڑا جائے۔

نوٹ: اگر آپ ان دونوں قسم کی احادیث سے ایک کو صحیح دوسری کو ضعیف قرار دیں تو ان کا صحیح یا ضعیف ہونا حدیث صحیح صریح سے ثابت کریں کیونکہ آپ کے نزدیک امتی کا قول شرعی دلیل نہیں۔ ہم امتیوں کے اجماع اور مجتہد کے ارشاد کو دلیل سمجھتے ہیں اس لئے مجتہد کی تطبیق کے مقابلہ میں کسی غیر مجتہد کی بات نہیں مانتے اور خیر القرون کے مجتہد کے مقابلہ میں مابعد خیر القرون کے کسی آدمی کی بات تسلیم نہیں کرتے کیونکہ خیر القرون کی خیریت منصوص بالا احادیث ہے۔

استفتاء

خواتین کے طریقہ نماز کا ثبوت

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ

لڑکی حنفی مذہب سے تعلق رکھتی ہے جس کی شادی غیر مقلد لڑکے سے ہوئی ہے۔لڑکی کا شوہر اپنی حنفی بیوی سے کہتا ہیں کہ تم مردوں کی طرح نماز پڑھا کرو کیونکہ عورتوں کی نماز کا طریقہ مردوں کی نماز کے طریقے کے مطابق ہے اور عورتوں کی نماز کا مردوں سے جدا ہونا ثابت نہیں تو اب پوچھنا یہ ہے کہ لڑکی کو غیر مقلد لوگوں کے طریقے سے نماز پڑھنی چاہیے یا نہیں اگر اس کا شوہر ایسا حکم دے تو حنفی بیوی پر غیر مقلد شوہر کا حکم ماننا ضروری ہے یا نہیں؟ اور نیز حنفی مذہب میں عورت کی نماز کا طریقہ مردوں کی نماز کے طریقہ سے جدا ہونا احادیث سے ثابت ہے یا نہیں؟ مفصل اور مدلل جواب دے کر مطمئن فرمائیں۔ **المستفتی:** شبیر احمد سانگھڑ وی

الجواب حامدًا و مصلیاً

مذکورہ صورت میں اہل حدیث شوہر کا اپنی حنفی بیوی کو مردوں کے طریقہ سے نماز پڑھنے پر مجبور کرنا جائز نہیں۔ کیونکہ عورتوں کی نماز کا طریقہ بالکل مردوں کی نماز کی طرح ہونا صراحۃً ثابت نہیں بلکہ خواتین کا طریقہ نماز مردوں کے طریقہ سے جدا ہونا بہت سی احادیث اور آثار صحابہؓ و تابعینؒ سے ثابت ہے اور چاروں ائمہ فقہ، امام اعظم ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی و امام احمد رحمہم اللہ اس پر متفق ہیں تفصیل درج ذیل ہے۔

(۱) عن ابن عمر رضی اللہ عنہما اَنَّهٗ سُئِلَ كَيْفَ كَانَ النِّسَاءُ يُصَلِّيْنَ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ كُنَّ يَتَرَبَّعْنَ ثُمَّ اُمِرْنَ اَنْ يَّحْتَفِزْنَ.

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا گیا کہ خواتین حضور اکرم ﷺ کے عہد مبارک میں کس طرح نماز پڑھا کرتی تھیں تو انہوں نے فرمایا کہ پہلے چار زانو ہو کر بیٹھتی تھیں۔ پھر انہیں حکم دیا کہ خوب سمٹ کر نماز ادا کریں۔ (جامع المسانید ج ۱ ص ۴۰۰)

(۲) وعن وائل بن حجرؓ قال قال لِیْ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم يَا وَائِلُ بْنُ حَجَرٍ! اِذَا صَلَّيْتَ فَاجْعَلْ يَدَيْكَ حِذَاءَ اُذُنَيْكَ وَالْمَرْاَةُ تَجْعَلُ يَدَيْهَا حِذَاءَ ثَدْيَيْهَا.

ترجمہ: حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کا طریقہ سکھلایا تو فرمایا کہ اے وائل بن حجر! جب نماز شروع کرو تو اپنے ہاتھ کانوں تک اٹھاؤ اور عورت اپنے ہاتھ چھاتیوں تک اٹھائے۔ (مجمع الزوائد ج ۲ ص ۱۰۳)

(۳) عن يَزِيْدِ بن اَبِیْ حَبِيْبٍ اَنَّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مَرَّ عَلٰى

اِمْرَأتَیْنِ تُصَلِّیَانِ فَقَالَ اِذَاسَجَدتُّمَا فَضُمَّا بَعْضَ اللَّحْمِ اِلَی الاَرْضِ فَاِنَّ الْمَرْأَۃَ لَیْسَتْ فِیْ ذٰلِکَ کَالرَّجُلِ۔

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ دو عورتوں کے پاس سے گزرے جو نماز پڑھ رہی تھیں آپ ﷺ نے ان کو دیکھ کر فرمایا کہ جب تم سجدہ کرو تو تم اپنے جسم کے بعض حصوں کو زمین سے چمٹا دو اس لئے کہ اس میں عورت مرد کے مانند نہیں ہے۔ (السنن للبیہقی ج۲ ص۲۲۳) اعلاء السنن بحوالہ مراسیل ابی داؤد ج۳ ص۱۹)

(۴) عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ ﷺ اِذَا جَلَسَتِ الْمَرْأَۃُ فِی الصَّلوٰۃِ وَضَعَتْ فَخِذَھَا عَلٰی فَخِذِھَا الاُخْرٰی فَاِذَاسَجَدَتْ اَلْصَقَتْ بَطْنَھَا فِیْ فَخِذَیْھَا کَاَسْتَرِمَایَکُوْنُ لھاوَاِنَّ اللہَ تَعَالٰی یَنْظُرُ اِلَیْھَاویقول یَا مَلَائِکَتِیْ اَشْھَدُکُمْ اَنِّیْ قَدْ غَفَرْتُ لَھَا۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ نماز کے دوران جب عورت بیٹھے تو اپنی ایک ران کو دوسری ران پر رکھے اور جب سجدہ میں جائے تو اپنے پیٹ کو اپنی دونوں رانوں سے ملالے اس طرح کہ اس سے زیادہ ستر ہو سکے اور اللہ تبارک وتعالیٰ اس کی طرف دیکھتے ہیں اور فرشتوں سے فرماتے ہیں کہ اے فرشتو! تم گواہ رہو میں نے اس عورت کی بخشش کردی۔ (بیہقی ج۲ ص۲۲۳ کنز العمال ج۷ ص۵۴۹)

(۵) عن ابی ھریرۃؓ قال قال رسول اللہ ﷺ اَلتَّسْبِیْحُ لِلرِّجَالِ وَالتَّصْفِیْقُ لِلنِّسَاءِ۔

ترجمہ: حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ (اگر نماز کے دوران کوئی ایسا

امر پیش آجائے جو نماز میں حارج ہو تو) مردوں کے لئے یہ ہے
کہ وہ تسبیح کہیں اور عورتیں صرف تالی بجائیں۔
(ترمذی ص ۸۵ سعید کمپنی۔ مسلم شریف ج ا ص ۱۸۰)

(۶) قال ابُوبکرِ بنُ ابِیْ شَیْبَۃَ سَمِعْتُ عَطاء سُئِلَ عَنِ الْمَرْأۃِ کَیْفَ تَرْفَعُ یَدَیْھَا فِیْ الصَّلاۃِ قَالَ حَذْوَثَدْیَیْھَا (وقال ایضابعداسطر) لا تَرْفَعُ بِذالِکَ یَدَیْھَا کَالْرَجُلِ وَاَشَارَ فَخَفِضَ یَدَیْہِ جِدّاً وَجَمَعَھُمَا اِلَیْہِ جِدّاً وَقَالَ اِنَّ لِلْمَرْأۃِ ھَیْئَۃَ لَیْسَتْ لِلرَّجُلِ۔

ترجمہ: امام بخاریؒ کے استاد ابوبکر بن ابی شیبہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عطاء سے سنا کہ ان سے عورت کے بارے میں پوچھا گیا کہ وہ نماز میں ہاتھ کیسے اٹھائے تو انہوں نے فرمایا کہ اپنی چھاتیوں تک ، اور فرمایا نماز میں اپنے ہاتھوں کو اس طرح نہ اٹھائے جس طرح مرد اٹھاتے ہیں۔ اور انہوں نے اس بات کو جب اشارہ سے بتلایا تو اپنے ہاتھوں کو کافی پست کیا اور دونوں کو اچھی طرح ملایا اور فرمایا کہ نماز میں عورت کا طریقہ مردوں کی طرح نہیں ہے۔ (المصنف لابی بکر ابن ابی شیبہ ج ا ص ۲۷۵)

(۷) حدثنا ابو الاحْوَصُ عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ عن علیؓ قَالَ اِذَا سَجَدَتِ الْمَرْأۃُ فَلْتَحْتَفِزْ وَلْتَضُمَّ فَخِذَیْھَا۔

ترجمہ:۔ حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ فرمایا کہ جب عورت سجدہ کرے تو سرین کے بل بیٹھے اور اپنی رانوں کو ملا لے۔ (بیہقی ج ۲ ص ۲۲۳)

(۸) عن ابن عباس رضی اللہ عنہ اَنَّہٗ سُئِلَ عَنْ صَلاۃِ الْمَرْأۃِ فَقَالَ تَجْتَمِعُ وَ تَحْتَفِزُ۔

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے عورت کی نماز کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا کہ (سب اعضاء کو) ملا لے اور سرین کے بل بیٹھے۔

(المصنف لابن بکر ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۷۰)

مذکورہ بالا احادیث اور آثار صحابہؓ و تابعینؒ سے عورتوں کی نماز کا طریقہ مردوں کی نماز سے واضح طور پر مختلف ہونا ثابت ہوا۔ اب اس بارے میں ائمہ فقہ کا مسلک ملاحظہ فرمائیں۔

وفی مذهب الحنفية

واما النساء واتفقوا على ان السنة لهن وضع اليدين على الصدر لانه استرلها كما فى البناية وفى المنية المرأة تضعهما تحت ثدييها.(ص١٥٦ ج ١. السعاية)
والمرأة تنخفض فى سجود ها و تلزق بطنها بفخذ يها لان ذلك استرلها (وفى موضع آخر) وان كانت امرأة جلست على اليتيها اليسرى اخرجت رجليها من الجانب الايمن لانه استرلها الخ. (ص ۱۱۱، ج ۱ ھدایہ)

وفى مذهب المالكية:

ندب مجافاة اى مباعدة رجل فيه ا اى سجود (بطنه فخذبه) فلايجعل بطنه عليها و مجافاة (مرفقيه ركبتيه اى عن ركبتيه و مجافاة ضبعيه اى مافوق المرفق الى الابط جنبيه اى عنهما مجافاة وسطا فى الجميع وأما المرأة فتكون منضمة فى جميع احوالها.

(الشرح الصغير للدردير المالكى ج ا ص ٣٢٩)

وفی مذهب الشافعية:

قال النووی! یسن ان یجافی مرفقیه عن جنبيه ويرفع بطنه عن فخذيه وتضم المرأة بعضها الى بعض (وقال بعدا سطر) روى البراء بن عاذب رضی الله عنهما ان النبی ﷺ كان اذاسجد جنح وان كانت امرأة ضمت بعضها الیٰ بعض لان ذلک استرلها.
(شرح المهذب ص ۴۰۴. ج ۳)

وفی مذهب الحنابلة:

وفی المغنی: وان صلت امرأة بالنساء قامت معهن فی الصف و سطاقال ابن قدامة فی شرحه اذاثبت هذا فانها اذاصلت بهن قامت فی وسطهن لا فعلم فيه خلافا بين من رأی لها ان تؤمهن ولان المرأة يستحب لها التسترو لذلک لایستحب لها التجافی الخ. (۲۰۲ ج ۲)

مذکورہ بالا احادیث طیبہ، آثار صحابہؓ و تابعینؒ اور چاروں مذاہب فقہ حقہ کے حضرات فقہاء کرام کی عبارات سے جو عورتوں کی نماز کا مسنون طریقہ ثابت ہوا وہ مردوں کے طریقہ نماز سے جدا ہے، عورتوں کے طریقہ نماز میں زیادہ سے زیادہ پردہ اور جسم سمیٹ کر ایک دوسرے سے ملانے کا حکم ہے اور یہ طریقہ حضور اکرم ﷺ کے عہد مبارک سے آج تک اس امت میں متفق علیہ اور عملا متواتر ہے، آج تک کسی صحابی یا تابعی اور تبع تابعین یا دیگر فقہاء امت کا کوئی ایسا فتویٰ نظر نہیں آیا جس میں عورتوں کی نماز کو مردوں کی نماز کے مطابق قرار دیا ہو نیز خود اکابر اہل حدیث حضرات اس مسئلہ میں مذکورہ بالا عبارات کے مطابق فتویٰ دیتے رہے ہیں، چنانچہ مولانا عبدالجبار بن عبداللہ غزنوی (جو بانی جامعہ ابی بکر گلشن اقبال کراچی کے دادا ہیں) اپنے فتاویٰ میں وہ حدیث جو ہم نے

کنز العمال اور بیہقی کے حوالہ سے نقل کی ہے اس کے بارے میں فرماتے ہیں۔

''اور اسی پر تعامل اہل سنت و مذاہب اربعہ وغیرہ چلا آیا ہے''

نیز اس کے بعد مختلف کتب مذاہب اربعہ سے حوالہ نقل کرنے کے بعد آخر میں نتیجۃً فرماتے ہیں کہ:۔

غرض یہ کہ عورتوں کا انضمام (اکٹھی ہو کر) اور انخفاض (سمٹ کر اور چمٹ کر) احادیث و تعامل جمہور اہل علم اور مذاہب اربعہ وغیرہ ہم سے ثابت ہے اور اس کا منکر کتب حدیث اور تعامل اہل علم سے بے خبر ہے واللہ اعلم حررہٗ عبد الجبار عفی عنہ۔

(فتاویٰ غزنویہ ص ۲۷ وص ۲۸، فتاویٰ علمائے حدیث ص ۱۴۹ ج ۳)

جہاں تک اہل حدیث حضرات کے دعویٰ کا تعلق ہے تو اس سلسلہ میں نہ تو ان کے پاس کوئی آیت قرآن ہے اور نہ کوئی حدیث اور نہ ہی کسی خلیفہ راشد کا فتویٰ البتہ اگر اُمِ درداء کا اثر استدلال میں پیش کریں جو مندرجہ ذیل ہے۔

"عن مكحول ان ام الدرداء كانت تجلس فى الصلاة كجلسة الرجل"

ترجمہ: حضرت ام درداء نماز میں مردوں کی طرح بیٹھتی تھیں۔

(المصنف لابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۷۰)

تو اس اثر کے بارے میں عرض یہ ہے کہ اس اثر سے استدلال کرنا کئی وجہ سے درست نہیں۔

(۱) پہلی وجہ تو یہ ہے کہ اگرچہ حافظ مزیؒ نے ان کو صحابیہ کہا ہے لیکن دوسرے محدثین و ناقدین نے ان کو تابعیہ شمار کیا ہے لہٰذا یہ صحابیہ نہیں تابعیہ ہیں اور ایک تابعی کا عمل اگرچہ اصول کے مخالف نہ بھی ہو تب بھی اس سے استدلال نہیں کیا جا سکتا۔

وفى الفتح: وعمل التابعى بمفرده ولولم يخالف لايحتج به (ص ۲۵۲ ج ۲)

(۲) بالفرض اگر ان کو صحابیہ بھی مان لیا جائے تو یہ ان صحابیہ کی اپنی رائے ہے۔

اور نہ ہی ان صحابیہ نے کسی اور کو اس کی دعوت دی ہے اور نہ ہی انہوں نے اس فعل پر حضور اکرم ﷺ کا کوئی قول و فعل اور نہ ہی کسی خلیفہ راشد کا فتویٰ نقل کیا ہے لہذا عورتوں کی نماز کے سلسلہ میں امت کے عملی تواتر کے خلاف اس رائے کی پوزیشن ایسی ہی ہے جیسا کہ قرآن حکیم کی متواتر قرأت کے خلاف شاذ قرأت کی ہے اور ظاہر ہے کہ کوئی بھی مسلمان شاذ قرأت کے لئے متواتر قرآن حکیم کی تلاوت نہیں چھوڑتا اور نہ ہی کسی دوسرے مسلمان کو اس کی دعوت دیتا ہے۔

(۳) نیز اگر اس اثر کے الفاظ پر غور سے نظر ڈالی جائے تو اس سے جمہور کے قول کی تائید ہوتی ہے اس لئے کہ اس میں ام درداء کے ہیئت جلوس کو مرد کے ہیئت جلوس سے تشبیہ دی گئی ہے جس سے یہ بات بھی بخوبی واضح ہوتی ہے کہ ام درداء تو مردوں کی طرح بیٹھتی تھیں لیکن دوسری صحابیات اور خواتین کا طریقہ نماز مردوں سے مختلف تھا جس کا احادیث بالا میں ذکر ہوا۔

(۴) اگر کسی کو یہ شبہ ہو کہ اگر یہ اثر قابل استدلال نہیں تو پھر امام بخاریؒ نے اس کو اپنی صحیح بخاری میں کیوں ذکر کیا ہے تو یہ شبہ بھی صحیح نہیں ہے اس لئے کہ امام بخاریؒ نے اس اثر کو اس لئے ذکر نہیں کیا کہ اس سے عورتوں کی نماز کے طریقہ پر استدلال کیا جائے بلکہ صرف اس بات کی تقویت کے لئے ذکر کیا ہے کہ مردوں کے جلوس کی کیفیت نماز میں کیا ہے۔ چنانچہ حافظ ابن حجرؒ فتح الباری میں رقمطراز ہیں۔

"وعرف[1] من رواية مكحول ان المراد بام الدرداء الصغرى التابعية لاالكبرى الصحابية لانه ادرك الصغرى ولم يدرك الكبرى...... ولم يورد البخاري اثرم الدرداء ليحتج به بل للتقوية الخ . (ج۲ص۲۵۲)

نیز اگر یہ حضرات "صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي" سے استدلال کریں

---

[1] مکحول کی روایت سے یہ معلوم ہوا کہ ام درداء سے مراد صغریٰ تابعیہ ہیں اور کبریٰ صحابیہ مراد نہیں اس لئے کہ مکحولؒ نے تابعیہ کو پایا ہے صحابیہ کو نہیں اور امام بخاریؒ نے ام درداء کا اثر تقویت کے لئے ذکر کیا ہے اس لئے نہیں کہ اس سے استدلال کیا جائے۔

کہ عورتوں کی نماز مردوں کے مطابق ہے تو یہ استدلال بھی صحیح نہیں اول تو اس جملہ کا سیاق وسباق ایک خاص واقعہ ہے جس کا خلاصہ یہ کہ ایک خاص وفد حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں بیس دن قیام کے لئے آیا واپسی پر آپ نے ان کو کچھ نصیحتیں فرمائیں اُن میں سے ایک نصیحت یہ بھی تھی کہ:۔

"صلوا کما رأیتمونی اصلی"

بہر حال اس جملہ کو سیاق وسباق سے ہٹ کر دیکھیں تو اس میں کوئی شک نہیں کہ اس حدیث کی عمومیت میں مرد وعورت سمیت پوری امت شریک ہے اور پوری امت پر لازم ہے کہ جو طریقہ آنحضرت ﷺ کی نماز کا ہے وہی طریقہ پوری امت کا ہو لیکن یہ واضح ہو کہ اس عمومیت پر عمل اس وقت تک ہی ضروری ہے جب تک کوئی شرعی دلیل اس کے معارض نہ ہو اور اگر کوئی دلیل خصوص کسی بعض عمل یا افراد میں اس حکم کے معارض ہو تو اس دلیل خصوصی کی وجہ سے وہ بعض افراد یا وہ عمل اس امر کی تعمیم سے مستثنیٰ ہوں گے۔ چنانچہ ضعفاء اور مریض ان احادیث سے جن میں ان کو ستر پوشی اور اختفاء کا حکم دیا گیا ہے اس حکم سے مستثنیٰ ہوں گے۔ لہٰذا ان مستثنیات کی موجودگی میں اس جملہ سے عورت اور مرد کی نماز میں مجموعی کیفیت اور طریقہ پر مطابقت کا استدلال درست نہیں۔ چنانچہ حافظ ابن حجرؒ الشافعی نے اس بات کو فتح الباری میں ذکر کرتے ہوئے لکھا کہ:۔

"وھذا اذا اخذ مفردا عن ذکر سببه وسیاقه اشعر بانه خطاب للامة بان یصلوا کما کان فیقول الاستدلال به علیٰ کل فعل ثبت انه فعله فی الصلاة لکن ھذا الخطاب انما وقع لمالک بن الحویرث واصحابه بان یوقعوا الصلاة.

علیٰ الوجه الذی رأوہ ﷺ یصلیه نعم یشارکھم فی الحکم جمیع الامة بشرط ان یثبت استمرارہ ﷺ علی فعل ذلک

الشئی المستدل به دائما حتی یدخل تحت الامرویکون واجبا وبعض ذلک مقطوع باستمراره علیه واما مالم یدل دلیل علیٰ وجوده تلک الصلوٰت التی تعلق الامر بایقاع الصلاة علی صفتها فلانحکم بتناول الامر (فتح ص ۲۳۷ ج ۱۳)

لہٰذا احادیث بالا اور فقہاء امت کی تصریحات کے مطابق سنت یہ ہے کہ عورت سمٹ کر سجدہ کرے اور سمٹ کر بیٹھے، ستر کا زیادہ اہتمام کرے، ہاتھ سینے پر رکھے ان سب باتوں میں عورت کی نماز مرد کی نماز سے مختلف ہے اور یہی حق ہے اور اسی پر عمل کرنا چاہئے۔ واللہ اعلم۔

احقر محمد بدر عالم صدیقی عفی عنہ
دارالافتاء دارالعلوم کراچی
۳/۴/۱۴۱۲ھ

الجواب صحیح
محمد عبداللہ عفی عنہ
دارالافتاء جامعہ دارالعلوم کراچی ۱۴
۱۱-۴-۱۴۱۲ھ

الجواب صحیح
احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ
۱۱-۴-۱۴۱۲ھ

دارالافتاء
دارالعلوم کراچی ۱۴

الجواب صحیح
محمد رفیع عثمانی عفی عنہ
۹/۵/۱۴۱۲ھ

مفتی
جامعۃ دارالعلوم کراچی ۱۴

(۱۳) ایک وتر کا مسئلہ

حکیم صاحب نے سبیل الرسول ص ۲۵۱ پر حدیث اور فقہ کا اختلاف ثابت کرنے کے لئے تیرہ نمبر پر یہ مسئلہ بیان کیا ہے۔

رسول پاک کا فرمان

ومن احب ان یوتر بثلث فلیفعل ومن احب ان یوتر بواحدۃ فلیفعل

(ابوداؤد۔نسائی۔ابن ماجہ)

حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں جو وتر کی تین رکعت پڑھنا چاہے وہ تین رکعت پڑھے اور جو وتر ایک رکعت پڑھنا چاہے وہ ایک رکعت پڑھ لے۔ الوتر رکعۃ من آخر اللیل (صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۵۷)

فقہ کا اختلاف

حضرت انورؐ کے فرمان سے وتر ایک رکعت بھی ثابت ہوا پس ایک رکعت بھی پڑھ سکتے ہیں لیکن فقہ کے مطابق ایک رکعت نہیں پڑھ سکتے حکم ہوتا ہے۔

الوتر ثلاث رکعات (ہدایہ باب الصلوٰۃ)

وتر تین رکعت ہیں۔

جواب: ہر مسلمان جانتا ہے کہ فرائض اور سنت مؤکدہ کی رکعتیں مقرر ہوتی ہیں ان میں کسی کو اپنی مرضی سے کمی بیشی کرنے کا کوئی اختیار نہیں ہوتا البتہ نوافل کا حساب ایسا ہے کہ جتنا گڑ ڈالو گے اتنا میٹھا ہو گا جتنے پڑھ لو اتنا ہی ثواب مل جائے گا۔ نماز وتر کے بارے میں احادیث میں کئی اختلافات ہیں جن میں بعض احکام نفل والے ہیں مثلاً جتنی چاہے رکعتیں پڑھ لینا۔ سواری پر بیٹھ کر وتر پڑھ لینا وغیرہ بعض احکام وجوب کے ہیں کہ تین ہی رکعت پڑھنا سواری پر بیٹھ کر وتر کا جائز نہ ہونا وتروں کی قضا کا ضروری ہونا۔ اب شریعت (کتاب وسنت) میں ایسا کوئی ثبوت نہیں ملتا کہ ایک ہی نماز کو نفل

نفل کی نیت سے ادا کرلیا جائے اور کبھی واجب کی نیت سے پڑھ لیا جائے اور نہ صراحۃً کسی حدیث میں یہ ہے کہ پہلے یہ احکام تھے اب یہ ہیں جب یہ صراحت نہ ملی تو بنص حدیث معاذؓ یہاں اجتہاد کی گنجائش نکل آئی مجتہدین نے اجتہاد سے کسی ایک پہلو کو ترجیح دے لی۔ اس بارہ میں احناف یہ کہتے ہیں کہ پہلے وتر نفل تھے اور تہجد میں شامل تھے اس لیے تہجد اور وتر کو ملا کر بیان کر دیا جاتا کہ حضرت ﷺ نے گیارہ یا تیرہ تک وتر (مع تہجد) پڑھے۔

(۱) اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے فرمایا ان اللہ امدکم بصلوٰۃ ھی خیرلکم من حمر النعم وھی الوتر فجعلھا لکم فیما بین صلوٰۃ العشاء الی صلوٰۃ الفجر (مستدرک حاکم ج ۱ ص ۳۰۶ حاکم وذہبی نے شرط شیخین پر صحیح کہا ہے اللہ تعالیٰ نے تم کو ایک زائد نماز عطا کی ہے جو کہ تمہارے لئے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے اور وہ نماز وتر ہے پس اس نے تمہارے لئے اسے عشاء اور فجر کی نماز کے درمیان رکھا ہے" یہ حدیث حضرت خارجہ بن حذافہؓ (حاکم) حضرت ابوسعید خدریؓ (طبرانی) حضرت عمرو بن العاصؓ حضرت عبداللہ بن عباسؓ (دارقطنی) حضرت عمرو بن شعیبؒ (دارقطنی) حضرت عقبہ بن عامرؓ (طبرانی) حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰؓ (خلافیات بیہقی) حضرت عبداللہ بن عمرؓ (دارقطنی فی غرائب مالک) سے مروی ہے اس لئے قاضی ابوزید فرماتے ہیں وھو حدیث مشہور (عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری ج ۳ ص ۴۱۲)

اس مشہور حدیث سے وتر کا واجب ہونا ثابت ہوتا ہے کیونکہ زیادتی اس جنس میں ہوتی ہے مثلاً کہا جائے کہ اس سکول میں ایک استاد بڑھا دیا گیا تو وہ استاد ہی شمار ہوگا۔ اسی طرح فرائض میں ایک نماز کا بڑھانا اس کے فرض ہونے کی دلیل ہے لیکن اس کا ثبوت فرائض کی طرح متواتر نہیں اس لئے اس کو واجب کہا گیا۔

(۲) خود آنحضرت ﷺ کا فرمان بھی یہی ہے الوتر حق واجب علیٰ کل مسلم رواہ ابن حبان و صححہ (فتح الباری ج ۲ ص ۴۰۰) وتر لازم اور واجب

ہے ہر مسلمان پر۔

(۳) حضرت بریدہؓ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو سنا ہے۔ آپ فرماتے تھے الوتر حق (امر ثابت ولازم) ہے لہذا جو وتر نہ پڑھے وہ ہمارا نہیں۔ وتر حق (لازم) ہے جو وتر نہ پڑھے وہ ہمارا نہیں وتر حق (لازم) ہے جو وتر نہ پڑھے وہ ہمارا نہیں (اس کو حاکم اور ذہبی نے صحیح کہا ہے۔ ج ۱ ص ۳۰۶)

(۴) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا الوتر واجب علیٰ کل مسلم (رواہ البزار) یعنی وتر ہر مسلمان پر واجب ہے۔ اب ظاہر ہے کہ واجب ہو جانے کے بعد نوافل والے تمام احکام ختم ہو گئے نہ اس کی رکعتوں کی تعداد اپنی مرضی پر رہی نہ ہی اس کا بیٹھ کر پڑھنا خواہ سواری پر ہی ہو جائز رہا۔

اب رہا یہ سوال کہ کتنی رکعتیں واجب ہوئیں تو ظاہر ہے کہ یہ زیادتی پانچ نمازوں پر ہوئی اور پانچ نمازوں میں سے چار نمازیں جفت ہیں یعنی دو یا چار رکعت ہیں اور صرف ایک ہی نماز طاق (وتر) ہے وہ مغرب کی نماز ہے۔

(۵) عن ابن عمرؓ ان النبی ﷺ قال صلوٰۃ المغرب وتر النہار فاوتروا صلوٰۃ اللیل. (مصنف عبدالرزاق ج ۳، ص ۲۸ و ابن ابی شیبہ۔ احمد)

علامہ عراقی فرماتے ہیں اس کی سند صحیح ہے (زرقانی شرح موطا ج ۱ ص ۲۳۳) حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ مغرب کی نماز دن کے وتر ہیں اسی طرح تم رات کی نماز کو وتر بنا دو۔

(۶) حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں وتر مغرب کی نماز کی طرح ہیں۔

(موطا امام محمد ص ۱۴۶)

(۷) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ رات کے وتر تین ہیں جیسے دن کے وتر یعنی نماز مغرب (اس کو دار قطنی نے حسن سند کے ساتھ روایت کیا ہے) (دار قطنی ج ۲ ص ۲۶)

(۸) حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وتر کی تین رکعت ہیں جیسے نماز مغرب کی تین رکعت ہیں۔ (طبرانی فی الکبیر)

(۹) حضرت ابو خالدہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابو العالیہ سے وتر کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ حضرت محمد ﷺ کے تمام صحابہؓ نے ہمیں تعلیم دی ہے کہ وتر کی نماز مغرب کی نماز کی طرح پڑھی جاتی ہے ماسوا اس کے کہ ہم اس کی تیسری رکعت میں بھی قرأت کرتے ہیں پس یہ رات کا وتر ہے اور مغرب کی نماز دن کا وتر ہے (طحاوی ج۱ص۱۴۲) ان احادیث سے معلوم ہوا کہ جب وتر واجب ہوئے تو اس کی تین ہی رکعت مقرر ہوگئیں جیسے نماز مغرب کی تین ہی رکعتیں ہیں اور وہ دو التحیات اور ایک سلام سے پڑھی جاتی ہیں اسی پر صحابہؓ خود عمل کرتے رہے اور یہی طریقہ اپنے شاگردوں کو بتاتے رہے اور اسی پر بلا تردد انکا وخیر القرون میں عمل جاری رہا۔ اس سے ثابت ہوگیا کہ جن احادیث میں وتر کی تعداد مختلف آئی ہے وہ اس دور کی ہیں جب وتر نفل تھے۔

آنحضرت ﷺ تین رکعت وتر میں تین سورتیں پڑھا کرتے تھے یہ حضرت عائشہؓ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ حضرت نعمان بن بشیرؓ حضرت ابو ہریرہؓ حضرت عبداللہ بن عمرؓ حضرت عبداللہ بن عباسؓ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ۔ حضرت ابی بن کعبؓ حضرت علیؓ۔ حضرت عمران بن حصینؓ حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰؓ۔ حضرت معاویہ بن ابی سفیانؓ۔ حضرت جابرؓ اور حضرت ابو امامہؓ چودہ صحابہ نے روایت کیا ہے ادھر عہد فاروقیؓ سے بیس تراویح اور تین وتر پر صحابہ کا اجماع ہوگیا یہی اجماع حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کے زمانہ اور بعد میں بھی قائم رہا۔

لہٰذا تین رکعت کے علاوہ جتنی رکعات کا ذکر احادیث میں آتا ہے وہ اجماعاً متروک العمل ہیں۔

وتر پڑھنے کا طریقہ

ابتدائے اسلام میں نماز میں سلام کلام کی بھی گنجائش تھی اور وتر نفل تھے اس لئے بعض اوقاتِ آنحضرت ﷺ تین وتروں میں دو رکعت کے بعد سلام پھیر دیتے اور ایک وتر علیحدہ پڑھ لیتے۔ دیکھنے والے اس کو دو طرح روایت کر دیتے بعض صرف آخری رکعت کا خیال کر کے اسے ایک رکعت ہی روایت کر دیتے اور بعض یوں بیان کر دیتے کہ تین دو سلاموں سے ادا فرمائے لیکن جیسے باقی نمازوں میں سلام کلام جائز نہیں رہا ایسے ہی وتر کے درمیان بھی سلام کلام جائز نہیں رہا۔

(۱) عن عائشہؓ ان رسول اللہ ﷺ کان لا یسلّم فی رکعتی الوتر (موطا امام محمد ص ۱۵۱ نسائی ج ۱ ص ۲۴۸)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ وتر کی پہلی دو رکعتوں میں سلام نہیں پھیرتے تھے۔

(۲) اور اسی طریقے پر عمل آخر تک جاری رہا۔ چنانچہ حضرت صدیق اکبرؓ کے دفن سے جب فارغ ہوئے تو حضرت عمرؓ نے فرمایا میں نے ابھی وتر نہیں پڑھے پس وہ وتر کی نماز کے لئے کھڑے ہوئے اور حاضرین نے بھی ان کے پیچھے صف باندھ لی تو حضرت مسعود بن مخرمہ فرماتے ہیں فصلیٰ بنا ثلاث رکعات لم یسلم الا فی اخرھن یعنی حضرت عمرؓ نے ہمیں تین رکعتیں وتر پڑھائے جن میں صرف تیسری رکعت پر سلام پھیرا۔ (طحاوی ج ۱ ص ۲۰۲ عبد الرزاق ج ۳ ص ۲۰ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۹۳)

(۳) یہ بات پہلے بھی ذکر ہو چکی ہے کہ دور فاروقی۔ دور عثمانی اور مرتضوی میں جیسے بیس رکعت تراویح پر اجماع ہوا اسی طرح تین وتر پر بھی اجماع ہوا حضرت ابی بن کعبؓ امام التراویح کان یوتر بثلاث لایسلم الافی الثالثۃ مثل المغرب (عبد الرزاق ج ۳ ص ۲۶) تین رکعت وتر پڑھا کرتے اور دوسری رکعت پر سلام نہیں پھیرتے تھے بلکہ مغرب کی نماز کی طرح صرف تیسری رکعت پر ہی سلام پھیرتے تھے یعنی اجماع اسی

بات پر ہوا کہ وتر تین رکعت دو التحیات اور ایک سلام سے مثل مغرب کے ہیں۔

(۴) حضرت ابو اسحاق فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت علیؓ کے (ہزاروں) اصحاب (تین وتر پڑھتے تھے) اور دو رکعتوں کے بعد سلام نہیں پھیرتے تھے۔

(۵) حضرت ابو الزناد فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ کے ساتوں فقہاء اس پر متفق تھے کہ وتر تین رکعتیں ہیں اور سلام صرف تیسری رکعت کے بعد ہے اور اسی پر حضرت عمر بن عبد عبدالعزیز نے فیصلہ فرمایا۔ (طحاوی ج ۱ ص ۲۰۳ ص ۲۰۴)

(۶) حضرت امام حسن بصریؒ فرماتے ہیں اجمع المسلمون ان الوتر ثلاث لا یسلم الافی آخرھن (ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۹۴) سب مسلمانوں کا اجماع ہے کہ وتر کی تین رکعتیں ہیں جن کے صرف آخر میں سلام پھیرا جاتا ہے۔

ان تمام روایات سے یہ ثابت ہوا کہ سب مسلمانوں کا اجماع ہے کہ ان ہی احادیث پر عمل جاری رہا اور دو رکعت کے بعد سلام پھیرنے پر عمل تو کیا جاری رہتا۔ صرف حدیث ہی روایت کی تو شاگرد سن کر کہنے لگا کہ انی لاخاف ان یقول الناس ھی البتیراء میں ڈرتا ہوں کہ لوگ اس طریقے کو دم کٹی نماز کہیں۔

(طحاوی ج ۱ ص ۱۹۲)

ظاہر ہے کہ اس وقت لوگ یا صحابہ تھے یا تابعین۔ ان کا اس طریقے کو دم کٹی نماز کہنا اس حدیث کے متروک العمل ہونے کی دلیل ہے جیسا کوئی شخص کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کا ذکر کرتا تو لوگ اعتراض کرتے۔

افسوس کہ غیر مقلدین نے احناف کی ضد میں ان احادیث پر عمل چھوڑ رکھا ہے جن پر بلا نکیر عمل جاری رہا اور شاذ روایات کو اپنانا اپنا مشن بنا لیا ہے۔

درمیانی قعدہ

احناف کی ضد میں یا تو غیر مقلدین دو رکعت کے بعد سلام پھیرتے ہیں یہ غلط طریقہ ہے کیونکہ اس پر عمل باقی نہیں رہا یا احناف کی ضد میں دو رکعت پر سرے سے

قعدہ ہی نہیں کرتے یہ بھی ترک واجب ہے ابوداؤد شریف میں حدیث ہے کہ ایک نماز میں آنحضرت ﷺ درمیانی قعدہ بھول گئے تو آپؐ نے سجدہ سہو فرمایا۔ اس لئے اگر کوئی بھول کر بھی یہ قعدہ نہ کرے تو سجدہ سہو واجب ہے ورنہ اعادہ نماز واجب ہے۔

(۱) ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ کان یقول فی کل رکعتین التحیۃ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۹۴) آنحضرت ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ ہر دو رکعت پر التحیات ہے۔

(۲) حضرت فضل بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا الصلوٰۃ مثنی مثنی تشھد فی کل رکعتین (ترمذی ج ۱ ص ۵۰) یعنی نماز دو دو رکعت ہے اور ہر دو رکعت کے بعد التحیات ہے۔

فائدہ: لفظ کل خاص طور پر یہاں قابل توجہ ہے۔

(۳) حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو ظہر یا عصر کی نماز پڑھائی اور دو رکعتوں پر کھڑے ہو گئے لوگوں نے سبحان اللہ کہا مگر آپؐ نے پرواہ نہیں کی پس جب آپ نماز پوری کر چکے تو دو سجدے سہو کے کئے اور پھر سلام پھیرا (روہ البزار مجمع الزوائد ج ۱ ص ۲۰۲) اور کہا اس کے سب راوی ثقہ ہیں۔

(۴) حضرت عبداللہ بن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا صلوٰۃ اللیل مثنیٰ مثنیٰ۔ رات کی نماز دو دو رکعت ہے جب حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے پوچھا گیا کہ دو دو رکعت کا کیا مطلب ہے تو فرمایا ان تسلم فی کل رکعتیں (صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۵۷) کہ تم ہر دو رکعت پر سلام پھیرو۔ چنانچہ تہجد کی نماز میں ہر دو رکعت پر سلام پھیرا جاتا تھا ہاں وتر کی دو رکعت کے بعد آخر میں یہ سلام باقی نہ رہا تو التحیات پڑھ کر بغیر سلام پھیرے تیسری رکعت میں کھڑے ہوتے تھے اس لئے وہ تمام حدیثیں بھی جن میں سلام کی نفی ہے قعدہ کی دلیل ہیں۔

(۵) وہ تمام احادیث جن میں نماز وتر کو نماز مغرب جیسا قرار دیا ہے وہ بھی

درمیانی قعدہ کے لئے دلیل ہیں کیونکہ مغرب کے تین فرضوں کی دو رکعتوں کے بعد اگر التحیات نہ پڑھے یعنی قعدہ نہ کرے تو بالاتفاق سجدہ سہو واجب ہے۔

(۶) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ ایک رات میں نے اپنی والدہ کو (جو آنحضرت ﷺ کی خادمہ تھیں) جناب رسول اقدس ﷺ کے گھر خاص اس مقصد کے لئے بھیجا تا کہ وہ دیکھیں کہ آنحضرت ﷺ نماز وتر کس طرح ادا فرماتے ہیں۔ وہ فرماتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے جب وتر ادا فرمائے تو پہلی رکعت میں سبح اسم ربک الاعلیٰ پڑھی۔ دوسری رکعت میں قل یاایھا الکفرون پڑھی اس کے بعد قعدہ اولیٰ کیا اس کے بعد کھڑے ہوئے اور ان دو رکعتوں کو سلام کے ساتھ تیسری رکعت سے جدا نہیں فرمایا اس کے بعد تیسری رکعت میں (فاتحہ کے بعد) قل ھواللہ احد پڑھی یہاں تک کہ جب اس سے فارغ ہوئے تو اللہ اکبر کہا اس کے بعد قنوت پڑھی اور پھر رکوع فرمایا۔ (رواہ ابن عبدالبر فی الاستیعاب ج ۴، ص ۷۱)

(۷) حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا رات کی نماز دو دو رکعت ہے پھر جب دو رکعت کے بعد تو (التحیات پڑھ کر) سلام کا ارادہ کرے تو کھڑا ہو کر ایک رکعت ملالے تو وہ وتر ہو جائیں گے حضرت قاسم بن محمد فرماتے ہیں میں نے تین وتر ہی لوگوں کو پڑھتے پایا ہے۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۳۵) دیکھئے بخاری شریف کی اس حدیث سے تین رکعت وتر ایک سلام اور دو التحیات سے ثابت ہو گئے ان سب مشہور روایات کے خلاف غیر مقلدین جس روایت سے استدلال کرتے ہیں وہ یہ ہے۔

امام حاکم نے پہلے دو سندوں سے سعید بن ابی عروبہ عن قتادہ عن زرارہ بن ابی اوفی عن سعد بن ہشام عن عائشہؓ سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ آنحضرت ﷺ وتر کی پہلی دو رکعتوں کے بعد سلام نہیں پھیرتے تھے اور لکھا ہے کہ یہ حدیث بخاری مسلم کی شرط پر صحیح ہے (مستدرک حاکم ج ۱ ص ۳۰۴) سعید کی یہ حدیث مستدرک حاکم کے علاوہ نسائی ج ۱ ص ۲۴۸، موطا امام محمد ص ۱۵۱، طحاوی ج ۱ ص ۱۹۳، محلی ابن حزم ج ۲ ص ۴۸،

ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۹۵ دارقطنی ص ۱۷۵ بیہقی ج ۳ ص ۳۱ مسند احمد ج ۶ ص ۱۵۶ طبرانی صغیر ان دس کتابوں میں حدیث کے الفاظ یہی ہیں کہ دو رکعت پر سلام نہیں پھیرتے تھے۔

اخبر نا ابو نصر احمد بن سهل الفقيه بنجار اثنا صالح بن محمد بن حبيب الحافظ ثنا شيبان بن فروخ ابن ابی شيبه ثنا ابان عن قتاده عن زراره بن ابی اوفی عن سعد بن هشام عن عائشةؓ قالت كان رسول اللهﷺ يوتر بثلاث لايسلم (فی نسخة لايقعد) الافی آخرهن وهذاوتر امير المؤمنين عمرؓ بن الخطاب و عنه اخذهٔ اهل المدينه. (المستدرک ج ۱ ص ۳۰۴)

گویا دس سندوں میں تو اتفاق ہے کہ حدیث کے الفاظ لایسلم ہیں یعنی آپؐ دو رکعتوں کے بعد سلام نہیں پھیرتے تھے اور گیارھویں سند میں دو نسخے ہیں ایک تو یہی لا یسلم دوسرا لایقعد کہ آپؐ دو رکعتوں کے بعد نہیں بیٹھتے تھے۔ اس لئے ضروری ہوا کہ یہ نسخہ جو گیارہ سندوں کے خلاف ہے اس کی سند اور متن کی تحقیق کی جائے کیونکہ اس نسخہ کی مثال ایسی ہی ہے جیسے متواتر آیت قرآنی کے خلاف کوئی شاذ قرأت ہو۔ یا محکم کے مقابلہ میں متشابہ آ جائے۔

(۱) اس کی سند کے پہلے دو راویوں کے حالات نہ تقریب میں ملے ہیں نہ تذکرۃ الحفاظ اور میزان الاعتدال اور تہذیب التہذیب میں۔

(۲) تیسرے راوی شیبان بن فروخ کے بارہ میں تقریب التہذیب ص ۱۴۸ پر لکھا ہے صدوق يهم ورمی بالقدر۔ یعنی سچا ہے مگر وہم کا شکار تھا اور تقدیر کے انکار کی بھی تہمت اس پر تھی۔

(۳) چوتھا راوی ابان ہے ابان کی ولدیت سند میں مذکور نہیں تقریب التہذیب

میں دس ابان نامی راوی ہیں جن میں سے آٹھ ضعیف ہیں اور دو ثقہ ہیں علامہ نیمویؒ نے اس کو ابان بن یزید قرار دیا ہے لیکن ان کی بات غیر مقلدین کے لئے حجت نہیں بن سکتی اور علامہ نیمویؒ فرماتے ہیں کہ ابان بن یزید گو ثقہ ہے لیکن اس کی یہ روایت ثقہ کے خلاف ہونے کی وجہ سے غیر محفوظ ہے۔ (آثار السنن ج ا ص ۱۵)

(۴) فتاویٰ علمائے حدیث میں ہے ابان کی روایت میں بجائے لا یقعد کے لا یسلّم ہے (یعنی سلام نہیں پھیرا کرتے تھے) اس لئے امام بیہقی کی تصریح کے مطابق یقعد والے الفاظ کو خطاء اور غلطی تصور کرنا چاہئے (فتاویٰ علمائے حدیث ج ۳ ص ۱۹۹)

(۵) اس روایت کا مدار قتادہ پر ہے اور قتادہ جب عن سے روایت کرے تو غیر مقلدین کا اتفاق ہے کہ اس کی روایت حجت نہیں کیونکہ صحیح مسلم کی حدیث و اذا قرأ فانصتوا کو ماننے سے اسی لئے انکار کیا ہے کہ قتادہ عن سے روایت کر رہا ہے اور نسائی ج ا ص ۱۲۳ کی حدیث مالک بن الحویرثؓ جس میں سجدوں کے وقت بھی رفع یدین کرنے کا ذکر ہے۔ قتادہ عن سے روایت کرتے ہیں اور یہ لوگ اس کو نہیں مانتے اس لیے قتادہ کی روایت ان کے نزدیک کیسے حجت بن سکتی ہے اس لیے سند کے اعتبار سے یہ روایت ہرگز قابل استدلال نہیں۔

(۶) اس کے متن پر غور کریں تو بھی جملہ لا یقعد صحیح نہیں کیونکہ اس کے بعد اسی روایت میں یہ بھی ہے کہ وتر پڑھنے کا یہ طریقہ حضرت عمرؓ کا تھا اور یہی طریقہ اہل مدینہ نے ان سے اخذ کیا۔ اب دیکھنا ہے کہ حضرت عمرؓ کا طریقہ لایقعدوالا تھا یا لایسلم والا تو پہلے گزر چکا ہے کہ حضرت صدیق اکبرؓ کے دفن کے بعد جب حضرت عمرؓ نے سب کو نماز وتر پڑھائی تو آخر میں سلام پھیرا اس میں لا یسلم ہے لا یقعد نہیں۔

(۷) حسن بصریؒ سے جب کہا گیا کہ حضرت ابن عمرؓ دو رکعتوں کے بعد سلام پھیرتے تھے تو حسن بصریؒ نے فرمایا کہ ان کے والد حضرت عمرؓ بڑے فقیہ تھے وہ دوسری رکعت پر سلام پھیرے بغیر تکبیر سے اٹھتے تھے (مستدرک ج ا ص ۳۰۴) حضرت عمرؓ

سے کسی صحیح سند سے **لایقعد** کا لفظ ثابت نہیں۔

(۸) دوسری بات اہل مدینہ کے وتر کی بابت ہے ان کے بارہ میں بھی گزر چکا کہ بالاتفاق **لایسلّم** والا طریقہ تھا کسی ایک روایت میں بھی **لایقعد** نہیں آتا۔

الغرض لایقعد والی روایت نہ سنداً صحیح ہے نہ متناً اور اکثر احادیث کے خلاف ہونے کی وجہ سے نہایت منکر روایت ہے۔

نتیجہ غیر مقلدین جو تین وتر پڑھتے ہیں دونوں طریقے غلط ہیں ایک متروک بالاجماع ہے اور اجماع سے نکلنے والا بنص حدیث دوزخی ہے دوسرا منکر، اور مشہور روایت کے مقابلہ میں منکرات پر عمل کرنے والا یقیناً گمراہ ہے۔

تین رکعت وتر کی بحث میں یہ بات گزر چکی ہے کہ جس دور میں نماز میں سلام کلام جائز تھا اس وقت وتروں میں بھی سلام ہوتا تھا دو رکعت الگ اور ایک وتر الگ پڑھتے تھے اس طرح بعض راوی اس کو تین رکعت روایت کرتے بعض ایک رکعت ورنہ شفع کے بغیر صرف ایک رکعت پڑھنا آنحضرت ﷺ سے ہرگز ثابت نہیں چنانچہ امام راضی اور ابن صلاح سے حافظ ابن حجر لکھتے ہیں ''وتر کی روایات کی کثرت کے باوجود ہمیں معلوم نہیں کہ کسی روایت میں یہ آتا ہو کہ آنحضرت ﷺ نے کبھی صرف ایک رکعت وتر پڑھا ہو (التلخیص الحبیر ج ۲ ص ۱۵) لیکن غیر مقلدین احناف کی ضد میں اسی پر زور دے رہے ہیں اس بارے میں وہ چند استدلال پیش کرتے ہیں جن میں سرفہرست حضرت ابوایوب انصاریؓ کی حدیث ہے کہ حضرتؐ نے فرمایا جو چاہے پانچ وتر پڑھ لے جو چاہے تین پڑھ لے جو چاہے ایک پڑھ لے مگر اس میں دو باتیں چھپا جاتے ہیں۔

(۱) یہ حدیث دراصل صحابی کا قول ہے چنانچہ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں ''امام ابو حاتم ذہلی، دارقطنی درعلل، بیہقی اور بہت سے حضرات نے اس کو موقوفاً صحیح کہا ہے اور یہی درست ہے (التلخیص الحبیر ج ۲ ص ۱۳) موقوف صحابی کے قول کو کہتے ہیں اور غیر

مقلدین کا مسلمہ قاعدہ ہے کہ ''درموقوفات صحابہ حجت نیست'' صحابی کا قول حجت اور دلیل نہیں بن سکتا۔

(۲) اس روایت کے آخر میں نسائی ج ۱ ص ۲۴۹ پر یہ بھی ہے جو چاہے ایک وتر پڑھ لے اور جو چاہے اشارہ کر لے۔ یہ جملہ غیر مقلدین ہرگز بیان نہیں کرتے کیونکہ اس سے تو ایک وتر سے بھی چھٹی ملتی ہے اور کیسی آسانی ہے کہ وتروں کے سارے اختلافات کا خاتمہ ہے۔

(۳) اگر بالفرض ہم مان ہی لیں کہ یہ حدیث صحیح ہے تو بھی آخری جملے سے صاف پتہ چلتا ہے کہ یہ اس دور کا فرمان ہے جب وتر نفل درجہ میں تھے واجب نہیں تھے کیونکہ واجبات سے چھٹی نہیں مل سکتی نوافل سے مل سکتی ہے۔

(۴) حضرت ابن عباسؓ اور حضرت ابن عمرؓ نے مرفوعاً بیان کیا ہے الوتر رکعۃ من آخر اللیل (مسلم ج ۱ ص ۲۵۷) حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ یہ حدیث ایک رکعت کے الگ پڑھنے میں صریح نہیں کیونکہ احتمال ہے کہ آپ کی مراد یہ ہو کہ گزشتہ دو رکعتوں کے ساتھ ایک ملا کر تین وتر پڑھے (فتح الباری ج ۲ ص ۳۸۵) یا جیسے میں نے کہا کہ دو رکعت کے بعد جب سلام پھیرتے تھے تو بھی ایک رکعت کو الگ بیان کر دیتے اس کے بعد خود حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور عبداللہ بن عمرؓ نے یہ حدیث روایت فرمائی کہ وتر کی نماز مغرب کی نماز کی طرح ہے اور ظاہر ہے کہ مغرب کے فرض ایک رکعت کوئی بھی نہیں پڑھتا۔ اور آخر میں تو حضرت عبداللہ بن عباسؓ ایک رکعت وتر کے اتنے مخالف ہو گئے تھے کہ ایک رکعت وتر پڑھنے والے کو الحمار (گدھا) فرمایا (طحاوی ج ۱ ص ۱۹۹) افسوس ہے کہ غیر مقلدین حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی ایک روایت جو پہلے دور کی ہے وہ تو پیش کرتے لیکن آخری دور کی روایات کو چھپا جاتے ہیں حالانکہ یہ کتمان حق یا تو یہود کا طریقہ تھا (القرآن) یا ان سے شیعہ نے لیا (الکافی) یا اب غیر مقلدین کا اوڑھنا بچھونا بن گیا ہے۔

(۵) **عن ابی سعید الخدریؓ ان رسول اللہ ﷺ نھی عن البتیرأ ان یصلی الرجل واحدۃ یوتر بھا.**

(رواہ ابن عبد البر فی التمھید بحوالہ اعلاء السنن ج ۶ ص ۴۰)

حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے بتیرا سے منع فرمایا ہے یعنی اس سے کہ آدمی ایک رکعت وتر پڑھے۔

(۶) **عن محمد بن کعب القرظی ان النبی ﷺ نھی عن البتیرا**

محمد بن کعب بھی فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے بتیرا سے منع فرمایا۔ (زیلعی ج ۱ ص ۳۰۲ وَھُوَ مرسل معتضد)

(۷) دورِ صحابہ و تابعین میں ان ہی احادیث کے موافق عمل جاری تھا ایک وتر کا کوئی رواج نہ تھا اگر شاذ و نادر کوئی ایک رکعت پڑھتا تو اس پر انکار ہوتا اور لوگ تعجب سے اس کو دیکھتے وہ ان کے انکار کے جواب میں کوئی حدیث پیش نہ کر سکتا۔ ہمارا غیر مقلدین سے یہی مطالبہ ہے کہ ہم ایسے واقعات احادیث صحیحہ سے پیش کریں گے کہ ایک وتر پڑھنے والے پر شدید انکار ہوا۔ اور غیر مقلدین یہ ثابت کریں گے جن پر انکار ہوا انہوں نے فلاں صحیح حدیث سے ان کے سامنے ایک وتر پڑھنا ثابت کیا۔

(۸) حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے فرمایا۔ اھون مایکون الوتر ثلاث رکعات (موطا امام محمد ص ۱۵۰) کم از کم وتر کی رکعتیں تین ہیں۔ یہ ایک رکعت وتر کا صریح انکار ہے۔ اب غیر مقلد ثابت کریں کہ کسی نے ان کے سامنے حدیث سے ایک وتر کا ثبوت پیش کیا ہو۔

(۹) پھر حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے صراحۃً کھل کر فرمایا ما اجزأت رکعۃ

واحدۃ قط (موطا امام محمد ص ۱۵۰) کہ (وتر) کی ایک رکعت کبھی کافی نہیں ہو سکتی۔ اس وقت کوفہ میں سینکڑوں صحابہؓ اور ہزاروں تابعین موجود تھے کسی نے ایک حدیث بھی ان کے رد میں پیش نہ کی۔

(۱۰) حضرت سعدؓ نے ایک وتر پڑھا تو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا ایک رکعت ہرگز جائز نہیں وعاب ذلک علی سعد اور حضرت سعدؓ کے اس فعل کو معیوب قرار دیا (طحاوی ج ۱ ص ۲۰۳) مگر حضرت سعدؓ ایک بھی حدیث ان کے مقابلہ میں پیش نہ کر سکے۔

(۱۱) حضرت عبداللہ بن سلمہ فرماتے ہیں کہ حضرت سعدؓ نے کوفے میں ایک وتر پڑھا میں ان کے پیچھے چلا اور ان کا بازو پکڑ لیا اور پوچھا یا ابا اسحاق ماھذہ الرکعۃ یہ رکعت کیا ہے (طحاوی ج ۱ ص ۲۰۳) اس سے معلوم ہوا کہ شاذ قرأتوں کی طرح ایک وتر کو لوگ بڑے اچنبھے کی طرح دیکھتے تھے۔ حضرت سعدؓ عبداللہ بن سلمہ کے سامنے بھی کوئی حدیث پیش نہ فرما سکے۔

(۱۲) غیر مقلدین کہتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہؓ نے ایک وتر پڑھا۔ اور حضرت ابن عباسؓ کا قول دلیل شرعی ہے۔ اور احناف کے نزدیک جمہور صحابہ کا قول یا فعل دلیل شرعی ہے جمہور کے خلاف کسی کا قول یا فعل دلیل شرعی نہیں۔ اگرچہ ابن عباسؓ کی طرح ہم اجتہادی اختلاف کی تاویل کریں گے۔ بہرحال اس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ نے ایک رکعت وتر پڑھا یہ اس عہد میں ایک اجنبی فعل تھا ابن ابی ملیکہ نے آ کر ابن عباسؓ کو بتایا آپ نے فرمایا انہ فقیہ یعنی ایک وتر کے باقی رہنے پر ان کے پاس کوئی صریح حدیث نہیں ہے۔ البتہ ان کی فقہی رائے ہے اور فقیہ اپنی رائے میں خطاء پر بھی ہو تو اسے ایک اجر ملتا ہے اس لئے اصاب بھی فرمایا (بخاری) اور واقعی کوئی غیر مقلد یہ ثابت نہیں کر سکتا کہ حضرت امیر معاویہؓ نے کوئی صریح حدیث پیش کر کے ثابت کیا ہو کہ یہ میری فقہی رائے نہیں بلکہ صریح حدیث پر عامل ہوں۔ اس سے تو

معلوم ہوا کہ پورے مکہ مکرمہ میں کوئی ایک وتر کو جانتا تک نہ تھا جب امیر معاویہؓ آئے تو دیکھا اور حیران ہوئے۔

(۱۳) حضرت ابن ابی ملیکہ کو ابن عباسؓ نے مندرجہ بالا جواب دیا پھر جب عکرمہ نے بھی آ کر بتایا کہ حضرت معاویہؓ نے ایک وتر پڑھا ہے (تو شاید اس خیال سے کہ اس خطائے اجتہادی کا رواج نہ ہو جائے) آپ نے سخت الفاظ بھی ارشاد فرمائے۔

(طحاوی ج ا ص ۱۹۹)

(۱۴) غیر مقلدین کہا کرتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ نے ایک وتر پڑھا اور ایک رکعت میں سارا قرآن ختم کیا۔ (دار قطنی۔طحاوی)

ہم کہتے ہیں آپ کے مذہب میں تو حضرت عثمانؓ کا فعل دلیل شرعی نہیں بلکہ ایک رکعت میں پورا قرآن ختم کرنا آپ کے نزدیک خلاف حدیث اور بدعت ہے پھر آپ کو اس سے کیا فائدہ اور ہم کہتے ہیں کہ اس کی سند میں فلیح بن سلیمان راوی ضعیف ہے۔

پھر اس روایت میں یہ بھی تو ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن التیمی جو صحابی ہیں انہوں نے جب حضرت عثمان کو ایک رکعت پڑھتے دیکھا تو یہ فرمایا اوھم الشیخ یعنی کوئی شخص وہم سے یا بھول کر ایک رکعت پڑھ لے تو یہ ممکن تھا مگر بغیر وہم اور بھول ایک رکعت کا پڑھنا اس دور میں کسی کے وہم میں بھی نہیں آ سکتا تھا اور حضرت عثمانؓ بھی کوئی ایک حدیث پیش نہ فرما سکے کہ یہ وہم نہیں ہے میں فلاں حدیث پر عمل کر رہا ہوں۔ تمہیں خود حدیث کا علم نہیں۔ اور احناف یہ کہتے ہیں کہ خود دور عثمانیؓ میں بیس تراویح کے ساتھ سب تین وتر پڑھتے تھے جس پر کسی نے انکار نہیں کیا۔ ان سب روایات سے بھی یہی ثابت ہوا کہ ایک رکعت وتر پر عہد صحابہ میں امر منکر کی طرح انکار ہوتا تھا۔ یہ تعامل دلیل ہے کہ حدیث بیتراء ہرگز بے اصل نہیں۔

(۱۵) تمام صحاح ستہ میں یہ فرمان رسولؐ موجود ہے صلوٰۃ اللیل مثنیٰ مثنیٰ۔ رات کی نماز دو دو رکعت ہوتی ہے اس حدیث سے بھی صاف معلوم ہوا کہ نماز کا کم از کم

نصاب دو رکعت ہے اس سے کم نماز نہیں یہی وجہ ہے کہ فرائض و نوافل میں۔ سفر یا حضر میں حتیٰ کہ خوف کی نماز میں بھی کوئی نماز ایسی نہیں ملتی کہ جہاں شریعت نے ایک رکعت کو جائز رکھا ہو۔ ظاہر ہے کہ وتر کی نماز بھی اسی ضابطہ کے تحت آئے گی اور محض ایک رکعت وتر نماز نہیں کہلائے گی۔

(۱۶) ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے حضرت عبداللہ بن ابی قیسؓ نے پوچھا کہ آنحضرت ﷺ کتنے وتر پڑھتے تھے فرمایا آپؐ چار اور تین۔ چھ اور تین۔ آٹھ اور تین۔ دس اور تین رکعتیں پڑھا کرتے تھے کبھی تیرہ رکعت سے زائد اور سات رکعت سے کم نہیں پڑھتے تھے۔ (احمد ج ۶ ص ۱۵۶ طحاوی ج ۱ ص ۱۹۸ ابو داؤد ج ۱ ص ۲۰۰)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ تین رکعت سے نہ زیادہ وتر پڑھتے تھے اور نہ تین رکعت سے کم۔

ان دلائل سے یہ باتیں نہایت وضاحت سے ثابت ہو گئیں۔

(۱) ایک رکعت وتر جائز نہیں رہے ایسی روایات بتیراء سے منع فرمانے سے پہلے کی ہیں۔

(۲) تین رکعت میں دو رکعت پر سلام پھیرنا یہ طریقہ بھی درست نہیں اس پر عمل جاری نہیں رہا۔

(۳) تین رکعت کے درمیان قعدہ نہ کرنا یہ بھی غلط طریقہ ہے کسی حدیث سے اس کا ثبوت نہیں۔

(۴) وتر کا صحیح طریقہ جس پر عمل جاری رہا یہی ہے کہ تین وتر دو التحیات اور ایک سلام سے پڑھے جائیں۔

(۱۴) جلسۂ استراحت

حکیم صادق سیالکوٹی نے حدیث اور فقہ کا تضاد ثابت کرنے کے لئے جلسہ استراحت کو بھی پیش کیا ہے۔ اور اس سلسلہ میں حضرت مالک بن الحویرثؓ کی حدیث

بخاری شریف سے پیش کی ہے لیکن اس کے نقل کرنے میں ایک زبردست خیانت کی ہے اس حدیث کے راوی نے بتایا کہ ایک بوڑھے بزرگ نماز میں یہ جلسہ استراحت کرتے تھے لم ارا احدھم یفعلونہ میں نے اور کسی کو یہ کرتے نہیں دیکھا۔ (بخاری ج ا ص ۱۱۳) نیز فرماتے ہیں میں نے عمرو بن سلمہؓ بوڑھے کو جلسہ استراحت کرتے دیکھا ہے لا اراکم تصنعونہ (طحاوی ج ۲ ص ۴۴۴) تم میں سے کسی کو یہ کرتے نہیں دیکھا۔ امام طحاویؒ فرماتے ہیں ایوب نے جلیل القدر تابعین (اور تبع تابعین) کی زیارت کی ہے ان کا یہ قول اس بات کی دلیل ہے کہ یہ فعل سنت نہیں (طحاوی ج ۲ ص ۴۴۴) ورنہ یہ سب صحابہ اور تابعین اس کو ترک نہ فرماتے ظاہر ہے کہ بوڑھے حضرت عمرو بن سلمہؓ بڑھاپے کی وجہ سے ایسا کرتے تھے۔ اب اس بوڑھے کا جلسہ استراحت کرنا اور باقی سب خیر القرون والوں کو چھوڑنا اس حدیث کی عملی تشریح ہے کہ یہ نماز کی سنت نہیں ہاں کوئی بوڑھا یا مریض سیدھا کھڑے ہونے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو وہ عذر کی وجہ سے یہ جلسہ استراحت کرسکتا ہے۔

دوسرا فریب

یہ کیا کہ ہدایہ کی عبارت کو بھی نہایت نامکمل نقل کیا۔ جو کہ سبیل یہود ہے نہ کہ سبیل رسول۔

پوری عبارت

سجدہ ثانیہ کے بعد سیدھا اپنے قدموں پر کھڑا ہو جائے نہ بیٹھے اور نہ زمین پر ہاتھوں سے ٹیک لگائے امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ تھوڑا سا بیٹھ کر اٹھے اور زمین پر ہاتھ کا سہارا لے کر اٹھے کیونکہ آنحضرت ﷺ نے یہ (جلسہ استراحت) کیا ہے اور ہماری دلیل حضرت ابوہریرہؓ کی حدیث ہے کہ آنحضرت ﷺ نماز میں اپنے پاؤں پر سیدھے کھڑے ہوتے تھے (یعنی یہ آپ کی مبارک عادت تھی) اور جس حدیث میں جلسہ استراحت کا فعل مذکور ہے وہ بڑھاپے پر محمول ہے یعنی جب آپ کا بدن مبارک

بڑھاپے کی وجہ سے بوجھل ہو گیا تھا (ابوداؤد) اس وقت آپ نے یہ فعل فرمایا اور یہ آرام کا قعدہ ہے اور نماز آرام کے لئے نہیں بنائی گئی۔ (ہدایہ ج ۱ ص ۱۱۰ باب صفۃ الصلوٰۃ)

دیکھو صاحب ہدایہ نے نہ تو جلسہ استراحت والی حدیث کا انکار کیا کہ ان پر انکار حدیث کی تہمت لگائی جائے اور نہ فقہ کے مسئلہ کو بے دلیل لکھا بلکہ باقاعدہ حدیث پاک سے ثابت فرمایا صادق صاحب نے ہدایہ میں اس حدیث کو پڑھنے کے باوجود حدیث رسول ﷺ کا انکار کر دیا بلکہ سنت رسول کو صاحب ہدایہ کا بے دلیل حکم قرار دیا۔ اور اس سنت پر عمل کرنے کو حدیث کے چھوڑنے سے تعبیر کیا۔

مثال: اس کو مثال سے سمجھیں کہ آنحضرت ﷺ کی عادت مبارک یہ تھی کہ آپ بیٹھ کر پیشاب فرمایا کرتے تھے مگر آپ سے کھڑے ہو کر پیشاب فرمانا بھی بخاری شریف کی صحیح ترین حدیث سے ثابت ہے اب ایک عالم ان دونوں حدیثوں میں یہ تطبیق بیان کر دے کہ اصل سنت تو بیٹھ کر پیشاب کرنا ہی ہے اور جو حدیث بظاہر اس کے مخالف ہے وہ عذر پر محمول ہے کہ کوئی عذر ہو تو کھڑے ہو کر پیشاب کرنا بھی جائز ہے لیکن بلا عذر طریق سنت کو نہ چھوڑنا چاہیئے۔ اب کوئی اس عالم کو منکر حدیث کہنا شروع کر دے تو دراصل وہ خود منکر سنت ہے احناف نے کسی کتاب میں یہ دعویٰ نہیں کیا کہ ہمارا یہ مسئلہ محض قیاسی ہے۔

احناف کے دلائل

حضرت ابوہریرہؓ کی مشہور حدیث مسی الصلوٰۃ میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے نماز سکھاتے ہوئے فرمایا کہ دوسرے سجدہ کے بعد سیدھا کھڑا ہو جا۔

(بخاری ج ۲ ص ۹۲۴ و ج ۲ ص ۹۸۶)

یہ صاف حکم ہے کہ جلسہ استراحت کی بجائے سیدھے کھڑے ہونا چاہئے۔

نوٹ: بخاری ج ۱ ص ۱۰۵ پر جالسًا کا لفظ ہے مگر وہ راوی کا وہم ہے۔ (فتح الباری)

(۲) حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی حدیث میں ہے کہ چار رکعت نماز میں ۲۲

تکبیریں سنت ہیں۔ (بخاری ج ۱ص ۱۰۸) محدث کبیر امام طحاوی فرماتے ہیں کہ نماز قولی اور بدنی عبادت کا مجموعہ ہے اس میں ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف انتقال ہو تو ساتھ ذکر ہوتا ہے۔ مثلاً قیام سے رکوع کو جائیں تو تکبیر رکوع سے قومہ کی طرف اٹھیں تو تسمیع اس طرح سجدوں میں جھکنے اور اٹھنے کے ساتھ تکبیریں ہیں لیکن اس جلسہ کے لئے شریعت نے کوئی تکبیر مقرر نہیں کی ورنہ چار رکعت میں ۲۴ تکبیریں ہوتیں تو نماز میں ایسا فعل جو ذکر سے خالی ہو وہ عبادت اور افعال نماز قرار نہیں دیا جا سکتا کیونکہ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ کے خلاف ہے (طحاوی ج ۲ص ۴۴۴) مع تغیر۔

(۳) حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں **کان النبی ﷺ ینهض علی صدور قدمیه** (ترمذی) کہ رسول اقدس ﷺ اپنے پاؤں پر سیدھے کھڑے ہوتے تھے۔ امام ترمذی فرماتے ہیں اس کا راوی خالد بن ایاس ضعیف ہے اور اس پر اہل علم کا عمل ہے یعنی مؤید بالعمل ہونے کی وجہ سے ضعف مضر نہیں۔

(۴) حکیم صادق صاحب حدیث ابو حمیدؓ کو دس صحابہ کی تائید کے ساتھ مسئلہ رفع الیدین میں تو بڑے زور شور سے پیش کرتے ہیں مگر شاید جلسہ استراحت کے بارہ میں ان کو یہ لفظ نظر نہیں آتا کہ آنحضرت ﷺ دوسرے سجدے سے اٹھے اور بیٹھے نہیں۔ (طحاوی ج ۲ص ۴۴۴)

(۵) حضرت ابو مالک اشعریؓ نے اپنے سارے قبیلہ کو اکٹھا کر کے رسول اقدسؐ والی نماز سکھائی نہ تو اس میں پہلی تکبیر کے بعد کسی جگہ رفع یدین کیا اور نہ ہی جلسہ استراحت کیا۔ (مسند احمد)

(۶) امام شعبیؒ (جنہوں نے پانچ سو صحابہ کرام کی زیارت کی) فرماتے ہیں حضرت عمرؓ حضرت علیؓ اور آنحضرت ﷺ کے صحابہ نماز میں اپنے قدموں پر سیدھے کھڑے ہوتے تھے۔ (ابن ابی شیبہ۔ نصب الرایہ ج ۱ص ۳۸۹)

(۷) حضرت نعمان بن ابی عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت ﷺ کے

بہت سے صحابہ کو پایا وہ جب نماز میں پہلی اور تیسری رکعت کے بعد کھڑے ہوتے تو ایسے کھڑے ہوتے گویا بیٹھے ہی نہیں۔

(۸) حضرت عبداللہ بن مسعود۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ بھی نماز میں جلسہ استراحت نہیں کیا کرتے تھے۔ (مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۱۷۸)

(۹) حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نماز میں جلسہ استراحت نہیں فرماتے تھے۔

(ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۶۳)

(۱۰) ان کے علاوہ حضرت ابوسعید خدریؓ بھی جلسہ استراحت نہیں کرتے تھے۔

(بیہقی، نصب الرایہ ج ۱ ص ۳۸۹)

جہالت یا کتمان حق

حکیم صادق صاحب یا تو ان دلائل سے جاہل ہیں جن سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ ترک جلسہ استراحت ہی سنت ہے یہ حضورؐ کی بھی سنت ہے خلفائے راشدین کی بھی صحابہ کی بھی اور تابعین و تبع تابعین کے دور میں بھی نماز کا یہ طریقہ رائج تھا۔ اگر واقعی وہ جاہل ہیں تو انہیں خوف کرنا چاہیے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے جہالت سے فیصلہ کرنے والا دوزخی ہے (ابوداؤد) اور اگر انہوں نے سب کچھ جانتے ہوئے حق کو چھپایا ہے تو یہ طریق یہود ہے اور جان بوجھ کر غلط فیصلہ دینے والوں کو بھی آنحضرت ﷺ نے دوزخی فرمایا ہے۔ (ابوداؤد)

اگر صادق صاحب اپنی ضد پر قائم رہنا چاہیں تو انہیں صاحب ہدایہ پر اعتراض کرنے سے پہلے یوں عنوان باندھنے چاہئیں۔ فعل رسولؐ اور حضرت عمرؓ و علیؓ کا اختلاف سنت رسولؐ اور صحابہ کا اختلاف۔ سبیل رسول اور تابعین کا انحراف تاکہ آپ کا کام بھی بڑا اور نام بھی بڑا ہو۔ لوگوں کو پتہ چلے کہ صادق صاحب اتنے بڑے عالم ہو گئے ہیں کہ معاذ اللہ صحابۂ رسول اور رسول پاکؐ کی مخالفت بھی ثابت کر سکتے ہیں۔

صادق صاحب ظاہر ہے کہ حدیث مالک بن الحویرثؓ میں جلسہ استراحت

کرنے کا ذکر ہے۔اور دوسری احادیث میں نہ کرنے کا اب اس ظاہری تعارض کو کیسے رفع کیا جائے۔آپ کے نزدیک دلیل شرعی صرف قرآن و حدیث ہے آپ اس تعارض کا حل قرآن وحدیث سے پیش کریں اگر آپ کے نزدیک ایک صحیح باقی ضعیف ہیں تو یہ بھی حدیث سے ثابت کریں۔کسی امتی کا قول پیش کر کے مشرک نہ بنیں اگر ایک ناسخ اور باقی منسوخ ہیں تو بھی صحیح حدیث سے ثابت کریں۔ہم یہ کہتے ہیں کہ کسی صحیح حدیث میں اس بارہ میں کوئی فیصلہ موجود نہیں نہ صحیح ضعیف کا نہ ناسخ منسوخ کا نہ باری باری دونوں پر عمل کرنے کا۔اب جو فیصلہ کتاب وسنت سے نہ ملے ہمارے نزدیک حدیث معاذؓ کے موافق اجتہاد کی طرف رجوع کیا جائے گا۔مجتہد نے خیر القرون کے تعامل کے پیش نظر کہ قدرت طاقت والے جلسہ استراحت نہیں کرتے اور بوڑھے معذور جیسے حضرت عمرو بن سلمہ کرتے ہیں دونوں قسم کی احادیث پر عمل کا طریقہ سکھادیا کہ حالت قدرت میں جلسہ استراحت نہ کرنے والی حدیث پر عمل کرو اور عذر میں جلسہ استراحت والی حدیث پر اب جو دونوں قسم کی حدیثوں پر عمل کریں ان کو حدیث کا مخالف اور جو احادیث میں خیانت کرے اس کو اہل حدیث کہا جائے۔

بر عکس نہند نام زنگی کافور

(۱۵) مسئلہ تیمّم (سبیل الرسول ص ۲۵۲،۲۵۳)

حکیم محمد صادق صاحب نے فقہ و حدیث کا اختلاف ثابت کرنے کے لئے مسئلہ تیمّم بھی بیان کیا ہے کہ حدیث کہتی ہے تیمّم ایک ضرب سے ہو اور فقہ کہتی ہے تیمّم دو ضرب سے ہو۔

(۱) نقل حدیث میں فریب:۔ حکیم صاحب نے حضرت عمار بن یاسرؓ کی حدیث کا ٹکڑا نقل کیا ہے۔ حالانکہ اس کے تمام طرق حکیم صاحب کو پیش کر کے اس اضطراب کو ختم کرنا چاہئے تھا۔

(الف) ایک ضرب سے تیمّم کرے اور چہرے اور ہتھیلیوں پر ہاتھ پھیرے۔

(بخاری ج ا ص ۴۸، مسلم ج ا ص ۱۱۶)

(ب) تیمّم دو ضرب سے کرنا۔ ایک ضرب چہرے کے لئے دوسری دونوں ہاتھوں سے کندھوں اور بغلوں تک کے لئے۔

(ابوداؤد ج ا ص ۵۱، نسائی ج ا ص ۶۰، طحاوی ج ا ص ۶۶، مسند احمد ج ۴ ص ۲۶۳)

(ج) تیمّم دو ضرب ہے ایک ضرب چہرے کے لئے دوسری ضرب دونوں ہاتھوں کے لئے کہنیوں تک۔ رواہ البزار فی مسندہ۔

(نصب الرایہ ج ا ص ۱۵۴) قال الحافظ ابن حجر باسناد حسن (الدرایہ ص ۳۶)

حکیم صاحب کا فرض تھا کہ وہ پہلے اس حدیث کے مکمل طرق نقل کرتے پھر ایک طریق کو قبول اور دو طریقوں کو رد کرنے کی وجہ کسی حدیث صحیح سے بیان کرتے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو کہ فلاں طریق قبول کر لینا کہ وہ صحیح ہے اور فلاں فلاں دو طریق حدیثوں کے رد کر دینا کہ وہ ضعیف ہیں لیکن حکیم صاحب نے نقل میں خیانت سے کام لیا ایک طریق بتایا اور دو کو چھپایا۔

عجیب بات ہے کہ حکیم صاحب نے بھی حضرت عمار بن یاسرؓ کے ایک ہی طریق کو مانا اور دو کو بلاوجہ بیان کئے چھوڑا تو وہ اہل حدیث رہے ہم نے بھی اس کے

ایک طریق پر عمل کیا مگر ہمیں حدیث کا مخالف کہا گیا۔ احناف نے جن دو طریق کو چھوڑا اس کی باقاعدہ وجہ بیان کی ہے۔ فقیہ شہیر محدث کبیر امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ جس حدیث میں کندھوں تک مسح کا ذکر ہے وہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد نہیں بلکہ نزول آیت سے پہلے صحابہؓ کی اپنی اپنی رائے تھی۔ چنانچہ امام طحاویؒ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے حدیث نقل فرماتے ہیں کہ میرا ہار سفر میں گم ہو گیا صحابہؓ ہار کی تلاش میں گئے جب نماز کا وقت ہوا تو پانی نہ ملنے کی وجہ سے صحابہ نے تیمّم کیا۔ کسی نے صرف ہتھیلیوں تک۔ کسی نے کندھوں تک پس یہ بات جب آنحضرت ﷺ کو پہنچی تو آپ پر آیت تیمّم نازل ہوئی (طحاوی ص ۸۰ ج ۱) معلوم ہوا کہ یہ بعض صحابہؓ کا اپنا عمل تھا۔

جب آیت نازل ہوئی تو آنحضرت ﷺ نے خود صحابہؓ کو تیمّم کا طریقہ سکھایا۔ ''چنانچہ حضرت عمارؓ فرماتے ہیں کہ میں ان ہی لوگوں میں تھا جب کہ تیمّم کی رخصت نازل ہوئی پس ہمیں حکم دیا گیا اور ہم نے ایک ضرب سے چہرے کا مسح کیا اور دوسری ضرب سے دونوں ہاتھوں کا کہنیوں تک مسح کیا۔

(رواہ البزار باسناد حسن الدرایہ لحافظ ابن حجر ص ۳۶)

امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ یہی طریقہ قرآن پاک کے بھی موافق ہے کیونکہ قرآن پاک میں پہلے وضو کا حکم ہے پھر پانی نہ ملنے کی صورت میں تیمّم کو وضو کا قائم مقام قرار دیا ہے وضو میں چار فرائض کا ذکر تھا تیمّم میں ان میں سے دو ساقط فرما دیئے اور دو کو باقی رکھا ان کی کیفیت اصل وضو کے موافق ہونی چاہیے تاکہ وہ ان کے قائم مقام کہلا سکیں۔ اب وضو میں حکم ہے ﴿فَاغۡسِلُوۡا وُجُوۡهَكُمۡ وَاَيۡدِيَكُمۡ اِلَى الۡمَرَافِقِ...﴾ تم اپنے چہروں کو دھوؤ اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں تک۔ اور تیمّم کے بارہ میں فرمایا ﴿فَامۡسَحُوۡا بِوُجُوۡهِكُمۡ وَاَيۡدِيۡكُمۡ مِّنۡهُ...﴾ مسح کرو اپنے چہروں اور اپنے ہاتھوں کا اب ظاہر ہے کہ وضو میں چہرہ کو دھونے اور ہاتھوں کو دھونے کے لئے الگ الگ پانی لیا جاتا ہے اس لئے تیمّم میں بھی چہرے اور ہاتھوں کے مسح کے لئے الگ الگ ضرب ہو

گی اور وضو میں پورے چہرے کو دھویا جاتا ہے تو تیمّم میں بھی چہرے کا تو پورا مسح ہوگا مگر ہاتھوں کا کہنیوں تک تاکہ تیمّم وضو کا ان دونوں فرضوں میں پورا پورا قائم مقام رہے (طحاوی ج اص ۸۱) رہا حضرت عمار بن یاسرؓ کا وہ طریق جو حکیم صاحب نے بیان کیا ہے۔ یہ بعد کا ہے۔ جب حضرت عمار بن یاسرؓ کو تیمّم کا طریقہ تو آتا تھا مگر وہ اس کو صرف وضو کے تیمّم کا طریقہ سمجھتے تھے جب ان پر غسل فرض ہوا اور پانی نہ ملا تو وہ سارے کپڑے اتار کر زمین پر لوٹے پھر آ کر یہ واقعہ رسول اقدس ﷺ کو سنایا۔ آنحضرت ؐ نے سمجھایا کہ غسل اور وضو کے تیمّم میں کوئی فرق نہیں چونکہ طریقہ پہلے حضرت عمارؓ جانتے تھے اس لئے اختصار کے ساتھ حضور ؐ نے اشارہ فرما دیا۔

صاحب ہدایہ کی عبارت نقل کرنے میں فریب:۔

صاحب ہدایہ فرماتے ہیں ''تیمّم دو ضربوں سے ہے ایک کے ساتھ چہرے کا مسح کرے اور دوسری کے ساتھ دونوں ہاتھوں کا کہنیوں تک کیونکہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے۔ تیمّم دو ضربوں کے ساتھ ہے ایک ضرب چہرے کے لئے اور دوسری ضرب دونوں ہاتھوں کے لئے (ص ۵۰) دیکھئے صاحب ہدایہ نے صاف طور پر فرمایا تھا کہ یہ طریق فرمان رسول سے ثابت ہے لیکن حکیم صاحب نے بالکل المعترض کا لاعمیٰ کا کردار ادا کیا اور اس عبارت کو آنکھوں سے دیکھ کر بھی نقل نہ کیا۔ جو سبیلِ رسول نہیں بلکہ سبیلِ یہود ہے۔ یہ فریب اور خیانت کی کتنی بھونڈی مثال ہے لا دین لمن لا عھد لہ یاد نہیں ہے؟

احناف کے دلائل:۔

(۱) حضرت عمار بن یاسرؓ کی روایت مسند بزار کے حوالہ سے گزر چکی ہے۔

(۲) حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں قال رسول اللہ ﷺ وسلم اَلتَّیَمُّمُ ضَرْبَتَانِ ضَرْبَۃٌ لِلْوَجْہِ وَضَرْبَۃٌ لِلْیَدَیْنِ اِلَی الْمِرْفَقَیْنِ۔

(رواہ الحاکم و الدار قطنی)

آنحضرت ﷺ نے فرمایا تیمّم دوضربوں سے ہے ایک ضرب چہرہ کے لئے دوسری دونوں ہاتھوں کے لئے کہنیوں تک۔

(۳) حضرت عبداللہ بن عمرؓ آنحضرت ﷺ کے بعد لوگوں کو تیمّم کا یہی طریقہ سکھاتے رہے ان کا یہ فتویٰ مصنف عبدالرزاق ج ا ص ۲۱۲ پر تین سندوں سے ہے اور عبدالرزاق فرماتے ہیں بِہٖ نَاخُذ نیز طحاوی ج ا ص ۸۱ اور دارقطنی میں بھی ذکر ہے۔

(۴) **عن جابرؓ عن النبی ﷺ قَالَ اَلتیمَّمُ ضَرْبَتَانِ ضَرْبَۃٌ للوجہ وَضَرْبَۃٌ لِلذِّرَاعَیْنِ اِلَی الْمِرْفَقَیْنِ.(مستدرک حاکم وقال صحیح الاسناد ج ا ص ۱۸۰ وقال الذہبی اسنادہ صحیح۔**

(تلخیص المستدرک ج ا ص ۱۸۰)

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ نبی اقدس ﷺ نے فرمایا تیمّم دوضربوں سے ہے ایک ضرب چہرے کے لئے اور دوسری دونوں بازوؤں کے لئے کہنیوں تک حاکم اور ذہبی نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔

(۵) حضرت جابرؓ آنحضرت ﷺ کے بعد بھی اسی طریقہ سے تیمّم سکھایا کرتے تھے چنانچہ آپؓ کے پاس ایک آدمی آیا اس نے بتایا کہ مجھ پر غسل فرض تھا میں تیمّم کی نیت سے مٹی پر لوٹا حضرت جابرؓ نے فرمایا تو گدھا بن گیا تھا پھر اس کو دوضربوں سے تیمّم کا یہی طریقہ سکھایا جو اوپر حدیث میں ہے۔ (طحاوی ج ا ص ۸۱)

نوٹ: صحابہؓ کے یہ فتاویٰ بھی حکماً مرفوع ہیں کیونکہ غیر مدرک بالقیاس ہیں۔

(۶) حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جن کے ہار گم ہونے کی وجہ سے اسی موقعہ پر آیت تیمّم نازل ہوئی فرماتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اَلتَّیَمُّمُ ضَرْبَتَانِ ضَرْبَۃٌ لِلْوَجْہِ وَضَرْبَۃٌ لِلْیَدَیْنِ اِلَی الْمِرْفَقَیْنِ. (رواہ البزار فی مسندہ زیلعی ج ا ص ۱۵۱) تیمّم دوضربوں سے ہے ایک چہرے کے لئے دوسری کہنیوں تک ہاتھوں کے لئے۔

(۷) حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ بیت الخلاء سے نکلے ایک راہ گیر نے آپ کو سلام کیا آپ ﷺ نے دوضربوں سے تیمّم کر کے اس آدمی کو سلام کا جواب دیا جب کہ وہ گلی کے موڑ سے چھپنے والا تھا (ابوداؤد ج ۱ص ۵۳ طحاوی ج ۱،ص ۶۴، دار قطنی ج ۱،ص ۶۵، الطیاسی ج ۱،ص ۲۵۳، بیہقی ج ۱،ص ۲۰۶) اگر ایک ضرب سے تیمّم کی گنجائش ہوتی تو آنحضرت ﷺ اس جلدی کے موقع پر ضرور اختصار سے کام لیتے اذالیس فلیس۔

(۸) حضرت اسلعؓ بھی اس سفر میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ تھے جس میں آیت تیمّم نازل ہوئی تو آنحضرت ﷺ نے حضرت اسلعؓ کو حکم دیا۔ یا اسلعؓ قُمْ فَتَیَمَّمْ صَعِیْدًا طَیِّبًا ضَرْبَتَیْنِ ضَرْبَةً لِوَجْهِکَ وَضَرْبَةً لِذِرَاعَیْکَ ظَاهِرُهُمَا وَبَاطِنُهُمَا الحدیث (طحاوی ج ۱ص ۸۱) اے اسلعؓ کھڑا ہو اور پاک مٹی سے تیمّم کر ایک ضرب اپنے چہرے کے لئے اور دوسری ضرب اپنے بازوؤں کے لئے اندر باہر دونوں طرف یہ روایت اس طرح بھی ہے کہ ربیع کہتے ہیں مجھے میرے باپ نے دوضربوں سے تیمّم کر کے دکھایا۔ میرے ابا کو میرے دادا نے اس طرح تیمّم کر کے دکھایا میرے دادا کو حضرت اسلعؓ نے اسی طرح تیمّم کر کے دکھایا اور حضرت اسلعؓ فرماتے ہیں مجھے اس طرح رسول اقدس ﷺ نے تیمّم کر کے دکھایا۔
(اخرجہ طبرانی والدارقطنی والبیہقی زیلعی ج ۱ص ۱۵۲)

(۹) حضرت ابوجہیمؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے دیوار پر ہاتھ مار کر پہلے چہرے مبارک پر مسح فرمایا پھر دوسری ضرب کے بعد اپنے ہاتھوں کا کہنیوں تک مسح فرما کر میرے سلام کا جواب دیا۔ (دارقطنی ج ۱ص ۶۵)

(۱۰) حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ کچھ جنگل کے رہنے والے لوگ آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے...... تو آپؐ نے ان کو تیمّم کا طریقہ خود اس طرح سکھایا کہ زمین پر ایک ضرب لگا کر چہرہ مبارک کا مسح فرمایا اور پھر زمین پر دوسری ضرب لگا

کر اپنے ہاتھوں کا کہنیوں تک مسح فرمایا۔ (بیہقی ج ۱ ص ۲۰۶)

(۱۱) حضرت علیؓ نے تیمم کا طریقہ یوں بیان فرمایا کہ ایک ضرب چہرے کے لئے اور ایک ضرب دونوں ہاتھوں کے لئے کہنیوں تک۔

(کنز العمال حدیث نمبر ۲۹۳۲) بحوالہ (عب)

نوٹ: عبدالرزاق کے مطبوعہ نسخہ میں رسغین ہے اور صاحب کنز العمال کے نسخہ میں مرفقین ہے۔اب مرفقین تک مسح کرنے میں رسغین بھی یقیناً شامل ہو جاتے ہیں۔

(۱۲) حضرت امام حسن بصریؒ بھی تیمم کا یہی طریقہ سکھایا کرتے تھے کہ ایک ضرب چہرے کے لئے اور دوسری ضرب دونوں ہاتھوں کے لئے کہنیوں تک۔

(عبدالرزاق ج ۱ ص ۲۱۲ طحاوی ج ۱ ص ۸۱)

الغرض حجاز میں حضرت ابن عمرؓ اور عراق میں حضرت علیؓ بصرہ میں حضرت امام حسن بصریؒ یہی طریقہ سکھایا کرتے تھے۔

(۱۳) یہی مذہب امام ابو حنیفہؒ امام مالکؒ امام سفیان ثوریؒ امام شافعیؒ امام لیث بن سعد مصریؒ اور عام فقہاء کا ہے اور ابن المنذر رنے یہی مذہب حضرت علیؓ۔حضرت ابن عمرؓ حضرت بصری امام شعبی اور سالم بن عبداللہ سے روایت کیا ہے کما فی شرح المھذب ج ۲ ص ۲۱۰ للنوویؒ قال وھو قول اکثر العلماء۔(بحوالہ معارف السنن ج ۱ ص ۴۷۸) امام مالک کا یہی مسلک قواعد ابن رشد ج ۱ ص ۵۶ اور المدونۃ الکبریٰ ج ۱ ص ۴۶ پر مذکور ہے۔

حکیم صاحب اگر ان احادیث کو ضعیف ثابت کرنا چاہیں تو صراحۃً نبی معصومؑ سے اپنی روایت کا صحیح ہونا اور باقی سب احادیث کا جھوٹا ہونا ثابت کر دیں کسی غیر معصوم امتی کا قول ہر گز پیش نہ کریں کیونکہ اس کے نزدیک کسی غیر معصوم امتی کا قول دلیل شرعی نہیں۔رہا ہمارا مسلک تو یہ ہے کہ جب آنحضرت ﷺ سے صراحۃً کسی ایک حدیث کی ترجیح ثابت نہ ہو تو وہ "فان لم تجدفیه" میں شامل ہے اور اب

باجازت رسول ﷺ مجتہد کی طرف رجوع ہوگا چنانچہ ہم نے خیر القرون کے مجتہد اعظم امام ابوحنیفہؒ کی طرف رجوع کیا انہوں نے خیر القرون کے تعامل اور کتاب وسنت کو سامنے رکھ کر دوضربوں سے تیمم والی احادیث پر عمل کیا اور کروایا کیونکہ خیر القرون میں بلانکیر اسی پر عمل جاری تھا۔ اب خیر القرون کے مجتہد کے مقابلہ میں کسی مابعد خیر القرون کے امتی کے اقوال کو پیش کرنا گویا حدیث خیر القرون کی کھلم کھلا مخالفت ہے۔

اور صادق صاحب یہ بھی یاد رکھیں کہ احناف کو کسی ایک حدیث کی مخالفت کا بھی کھٹکا نہیں کیونکہ جب دوضرب سے تیمم کرتے ہیں تو ان دو میں ایک ضرب یقیناً آجاتی ہے اس طرح دونوں حدیثوں پر عمل ہو جاتا ہے اور جب وہ کہنیوں تک مسح کرتے ہیں تو اس میں ہتھیلیاں اور پہونچے یقیناً آجاتے ہیں اور اس طرح اس طریقہ تیمم میں سب احادیث پر عمل ہے اور کسی حدیث کی مخالفت لازم نہیں آتی۔

حکیم صاحب نے ایڑی سے چوٹی تک زور لگا لیا لیکن اس مسئلہ کو خلاف حدیث ثابت نہ کر سکے بلکہ خود نقل حدیث میں بھی خیانت کی اور لا ایمان لمن لا امانة له (الحدیث) کو پس پشت ڈال دیا اور فقہ کی عبارت کے نقل کرنے میں بھی خیانت کی اور لا دین لمن لا دیانة له کے موافق دین و دیانت سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ اس کو کہتے ہیں ''پرائے شگون کے لئے اپنی ناک کٹوانا'' اور ہمارا اعتقاد فقہ پر اور پختہ ہوگیا کہ جب حکیم صاحب جیسے لوگ بھی فقہ پر معقول اعتراض نہیں کر سکے جو فقہ کی ضد میں دین و دیانت بھی داؤ پر لگائے بیٹھے ہیں تو فقہ یقیناً خیر ہے جیسا کہ آنحضرتؐ نے فرمایا من یرد اللہ به خیراً یفقهه فی الدین (بخاری)

(۱۶) پگڑی پر مسح

حکیم صاحب نے ص ۲۵۳ پر حدیث اور فقہ کا تضاد ثابت کرنے کے لئے نمبر ۱۶ پر یہ مسئلہ ذکر کیا ہے۔

خاتم النبیین ؐ کا عمل

عَنِ الْمُغِیْرَۃَ بْنِ شُعْبَۃَ ان النَّبیﷺ تَوَضَّأَ فَمَسَحَ بِنَاصِیَتِہٖ وَعَلٰی الْعِمَامَۃِ وَعَلٰی الْخُفَّیْنِ. (صحیح مسلم)

مغیرہ بن شعبہؓ سے روایت ہے کہ حضور انورﷺ نے وضو کرتے وقت پیشانی (کے اوپر کے بالوں) پر اور پگڑی پر۔ اور موزوں پر مسح کیا۔

فقہ کا اختلاف

وَلا یَجُوْزُ الْمَسْحُ عَلٰی الْعِمَامَۃِ. (ہدایہ کتاب الطہارت)

اور نہیں جائز مسح کرنا پگڑی پر۔

جواب

یہ مسئلہ بھی ظفر المبین حصہ اول ص ۳۷ سے سرقہ کیا ہے اس کا جواب بھی فتح المبین میں دیکھیں ہم یہاں پر مختصر ہی نقل کرتے ہیں حکیم صاحب نے جو حدیث بیان کی ہے وہ بالکل ہمارے خلاف نہیں کیونکہ اس حدیث میں صرف پگڑی کے مسح کا ذکر نہیں بلکہ ساتھ ناصیہ کا ذکر بھی ہے اور ناصیہ کا ترجمہ خود حکیم صاحب نے (پیشانی کے اوپر کے بالوں) کیا ہے ہم بھی یہ ہی کہتے ہیں کہ اگر سر کے چوتھائی حصہ کا مسح کر لیا۔ اور بقایا پورے سر کا مسح پگڑی پر کر لیا تو اس طرح کرنا جائز ہے کیونکہ فرض تو ناصیہ پر کرنے سے پورا ہو گیا کیونکہ وضو میں چوتھائی سر کا مسح کرنا فرض ہے۔ اور وضو ہو جائے گا۔

سر پر مسح کرنے کے دلائل

قرآن

﴿یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَی الصَّلٰوۃِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْھَکُمْ وَاَیْدِیَکُمْ اِلَی الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُ وْسِکُمْ وَاَرْجُلَکُمْ اِلَی الْکَعْبَیْنِ﴾

ترجمہ: اے ایمان والو جب تم کھڑے ہو نماز کی طرف پس دھولو اپنے چہروں کو اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں تک اور مسح کرو اپنے سروں پر اور اپنے پاؤں کو بھی ٹخنوں تک دھولو۔ (پ ٦ سورۃ المائدہ آیت (٦)

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے سر پر مسح کرنے کا حکم دیا ہے۔

حضور اکرم ﷺ کا عمل مبارک

حدیث (۱)

امام بخاری نے بخاری شریف میں حضرت عبداللہ بن زیدؓ سے ایک روایت نقل کی ہے اس میں آتا ہے۔

ثُمَّ مَسَحَ رَاْسَهٗ بِیَدَیْهِ فَاَقْبَلَ بِھِمَا وَاَدْبَرَ بَدَاَ بِمُقَدَّمِ رَاْسِهٖ حَتّٰی ذَھَبَ بِھِمَا اِلٰی قَفَاهُ ثُمَّ رَدَّھُمَا اِلَی الْمَکَانِ الَّذِیْ بَدَاَ مِنْهُ. (بخاری شریف ج ۱ ص ۳۱، مسلم ج ۱ ص ۱۳۲)

ترجمہ: پھر اپنے دونوں ہاتھوں سے سر کا مسح کیا یعنی اپنے ہاتھ (پہلے) آگے لائے۔ پھر پیچھے لے گئے۔ (مسح) سر کے ابتدائی حصہ سے شروع کیا۔ پھر دونوں ہاتھ گدّی تک لے جا کر وہیں واپس لائے جہاں سے مسح شروع کیا تھا۔ قرآن مجید اور حضور اکرمؐ کے عمل مبارک سے یہ بات ثابت ہوئی کہ سر پر مسح کرنا چاہیئے۔

اور حکیم صاحب نے جو حدیث پیش کی ہے اس میں بھی **فمسح بنا صیتہ** کے الفاظ موجود ہیں۔

حدیث (۲)

اَخْبَرَنَا مَالِکٌ قَالَ بَلَغَنِیْ عَنْ جابر بن عبداللہ اَنَّہٗ سُئِلَ عَنِ الْعِمَامَۃِ فَقَالَ لا حَتّٰی یَمَسَّ الشَّعْرَ الْمَآءُ قال محمد وَبِھٰذَا نَاْخُذُ وَھُوَ قَوْلُ اَبِیْ حَنِیفۃ . (موطا امام محمد ص ۴۷، ۴۸)

امام مالک نے ہمیں خبر دی کہ مجھے جابرؓ بن عبداللہ سے یہ روایت پہنچی ہے کہ ان سے عمامہ کے بارہ میں سوال کیا گیا انہوں نے کہا عمامہ کا مسح نہ کرے۔ جب تک سر کے بالوں کا پانی سے مسح نہ کرے۔

امام محمدؒ کہتے ہیں۔ اس پر ہمارا عمل ہے اور یہی امام ابوحنیفہؒ کا قول ہے۔

حدیث (۳)

اخبرنا مالک حدثنا نافِع قال رَاَیْتُ صَفِیَّۃَ ابْنَۃَ اَبِی عُبَیْدَۃَ تَتَوَضَّأُ وَ تَنْزَ عُ خِمَارَھَاثُمَّ تَمْسَحُ بِرَأسِھَا قَالَ نَافِع وَاَنَا یَوْمَئِذٍ صَغِیْرٌ.

قال محمد وَبِھٰذَا نَاخُذُ لا یُمْسَحُ عَلٰی الْخِمَارِ وَلا الْعِمَامَۃِ بَلَغَنآ اَنَّ الْمَسَحَ عَلٰی الْعِمَامَۃِ کَانَ فَتُرِکَ وَھُوَ قَوْلُ ابی حنیفۃ وَالْعَامَّۃِ مِنْ فُقَھَآئِنَا . (موطا امام محمد ص ۴۷، ۴۸)

امام مالک نے ہمیں خبر دی کہ ہم سے روایت کیا نافعؒ نے انہوں نے کہا کہ میں نے صفیہ بنت ابوعبیدہ (زوجہ عبداللہ بن عمرؓ) کو دیکھا کہ وہ اپنی اوڑھنی اتار کر سر کا مسح کرتی تھیں۔ نافعؒ کہتے ہیں ان دنوں میں چھوٹا سا تھا امام محمد کہتے ہیں اسی پر ہمارا عمل ہے کہ پگڑی اور اوڑھنی پر مسح نہ کیا جائے۔ ہمیں یہ خبر پہنچی ہے کہ ابتداء میں عمامہ پر مسح تھا پھر ترک کر دیا گیا۔ یہی امام ابوحنیفہؒ اور

ہمارے دوسرے علماء کا قول ہے۔

امام نووی شافعی کا حوالہ

نووی شرح مسلم شریف میں لکھتے ہیں۔

وَلَو أقْتصَرَ عَلٰى الْعَمَامَةِ وَلَمْ يَمْسَحْ شَيْأً مِنَ الرَّأسِ لَمْ يُجْزِهِ ذٰلِكَ عِنْدَنَا بِلاخِلافٍ وهو مذهب مالك وابى حنيفة واكثر العلماء۔ (نووی شرح مسلم شریف ج ۱ ص ۱۳۴)

یعنی اور اگر فقط عمامے کا مسح کیا اور سر کو مطلق چھوڑ دیا تو نہیں کافی ہوگا۔ نزدیک ہمارے بلا خلاف اور یہی مذہب ہے امام مالک اور امام ابوحنیفہ اور اکثر علماء کا۔

(۱۷) شراب کا سرکہ بنانا

حکیم صاحب نے ص ۲۵۴ پر حدیث اور فقہ کا تضاد ثابت کرنے کے لئے نمبر ۱۷ پر اس مسئلہ کا ذکر کیا ہے۔

حدیث میں حرمت

عن انس ان النبی ﷺ سئل عن الخمر يتخذ خلا فقال لا (مسلم)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ شراب کا سرکہ بنالیا جائے آپؐ نے فرمایا ہرگز نہیں۔

فقہ کا اختلاف

وَاِذَا تَخَلَّلَتِ الْخَمْرُ حَلَّتْ سَوَآءٌ صَارَتْ خَلا بِنَفْسِهَا اَوْبِشَيْئٍ يُطْرَحُ فِيْهَا وَلا يُكْرَهُ تَخْلِيْلُهَا. (ہدایہ کتاب الاشربہ)

شراب کا جب سرکہ بن گیا تو شراب حلال ہوگئی۔ آپ ہی سرکہ

بن جائے یا کسی چیز کے ملانے سے سرکہ بنالیا جائے۔ (حلال ہے)اور شراب کا سرکہ بنانا مکروہ نہیں ہے۔

جواب

یہ مسئلہ بھی ظفر المبین حصہ اول ص ۶۷ وص ۲۴۰ سے سرقہ کیا گیا ہے اور اس کا جواب بھی اسی زمانہ میں فتح المبین حصہ اول ص ۶۴ میں دیا گیا ہم وہ ہی یہاں پر نقل کرتے ہیں۔

اقول

کہا علامہ عینی نے شرح کنز الدّ قائق میں (حاشیہ کنز الدّ قائق صفحہ ۳۵ مطبوعہ بمبئی) کہ ہماری دلیل قول اللہ تعالیٰ کا ہے! کہ حلال کی گئیں واسطے تمہارے پاک چیزیں اور تحقیق عین شراب کا متغیر ہو گیا ہے اور سرکہ بالطبع پاک ہوتا ہے تو حلال ہوگا اور دوسری دلیل قول علیہ السلام کا اچھا نان خورش سرکہ ہے روایت کیا اس کو مسلم نے اور یہ مطلق ہے پس شامل ہوگا اس کی تمام صورتوں کو اور مراد نہی سے جو کہ حدیث میں وارد ہے یہ ہے کہ شراب کا استعمال سرکے کا سا ہو باین طور کہ اس سے نفع مثل سرکہ کے لیا جائے مثل نان خورش بنانے وغیرہ کے اگر کہے تو کہ روایت کی ابوداؤد اور امام احمد نے انس سے کہ ابوطلحہ نے سوال کیا نبی ﷺ سے کہ یتیم شراب کے وارث ہو گئے ہیں فرمایا بٹا دو اس کو عرض کیا گیا سرکہ اس کا نہ بنالیں فرمایا نہیں میں کہتا ہوں روایتیں آپس میں مختلف آئی ہیں ایک روایت میں یہ آیا ہے کہ فرمایا آپ نے سرکہ بنا لو اس کا پس حجت نہیں ہو سکتی اور اگر ثابت ہو جیسا کہ کہا انہوں نے حمل کیا جائے گا اس پر کہ ممانعت ابتدائے اسلام میں تھی جس وقت کہ آنحضرت ﷺ بابت خمر کے مبالغہ فرماتے تھے واسطے زجر ان کے اور واسطے چھوڑ دینے عادت مالوفہ کے کیا نہیں جانتا تو کہ آنحضرت ﷺ نے حکم فرمایا مٹکے توڑنے کا اگر چہ اب جائز نہیں اسی طرح سرکہ بنانے کو سمجھنا چاہیئے۔انتہی

اور شرح مسلم میں لکھا کہ یہ مذہب اوزاعی اور لیث کا ہے اور امام مالک سے بھی ایک روایت میں یہ آیا ہے۔ انتہی۔

(۱۸) کتے کی خرید وفروخت

حکیم صاحب نے ص ۲۵۵ پر حدیث اور فقہ کا تضاد ثابت کرنے کے لئے اس مسئلہ کو نقل کیا ہے۔

حدیث میں حرام

عن ابی مسعودنِ الانصاریّ ان رسول اللهﷺ نھٰی عَنْ ثَمنِ الْکَلْبِ وَمَھْرِ الْبَغْیِ وَحُلْوَانِ الْکَاھِنِ.

(مشکوٰۃ کتاب البیوع بحوالہ بخاری۔ مسلم)

رسول اللہ ﷺ نے کتے کی قیمت زانیہ کی زنا کی اجرت اور کاہن کے حلوا (شیرینی) سے منع کیا ہے۔

فقہ کا اختلاف

یجوز بیع الکلب (ہدایہ کتاب البیوع)

کتے کی خرید وفروخت جائز ہے۔

جواب

یہ مسئلہ بھی حکیم صاحب نے ظفر المبین ص ۱۶۵ وص ۲۴۳ حصہ اول سے سرقہ کیا ہے اس کا مفصل جواب فتح المبین ص ۱۶۷ تا ص ۱۷۰ پر موجود ہے۔ یہاں پر ہم مختصر نقل کرتے ہیں۔

شریعت میں کتے کا حکم تدریجاً نازل ہوا ہے۔

قرآن

آیت: ﴿فَكُلُوا مِمَّا أَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللهِ عَلَيْهِ...﴾
تو کھاؤ اس شکار میں سے جو وہ (شکاری کتے وغیرہ) مار کر تمہارے لئے رہنے دیں۔ اور اس پر اللہ کا نام لو۔ (المائدہ)

حدیث(۱)

ابن المغفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم سید عالم ﷺ نے کتوں کو قتل کرنے کا حکم دیا تھا۔ ثُمَّ رَخَّصَ فِي كَلْبِ الصَّيْدِ وَكَلْبِ الْغَنَمِ پھر شکاری کتے کی اور بکریوں کے محافظ کی رخصت دے دی۔ (مسلم ج۲ ص۲۵)

حدیث(۲)

آنحضرت ﷺ نے عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ إِذَا أَرْسَلْتَ الْكَلْبَ الْمُعَلَّمَ وَذَكَرْتَ اسْمَ اللهِ عَلَيْهِ فَأَخَذَ فَكُلْ جب تو اللہ تعالیٰ کا نام لے کر سدھایا ہوا کتا شکار پر چھوڑے اور کتا اسے پکڑ لے تو ایسے شکار کا کھانا تیرے لئے جائز ہے۔ (نسائی جلد۲ ص۱۹۲)

حدیث(۳)

ابو مسعود انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے نَهٰى عَنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ کتے کی قیمت سے منع فرمایا۔ (مشکوٰۃ ص۲۴۱)

حدیث(۴)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے إِلَّا كَلْبَ صَيْدٍ شکاری کتے کی قیمت سے منع نہیں فرمایا۔ (نسائی ص۱۹۵ بیہقی ج۶ ص۱۱)

حدیث(۵)

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رَخَّصَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فِي ثَمَنِ كَلْبِ الصَّيْدِ حضور ﷺ نے شکاری کتے کی قیمت لینے کی اجازت دی۔
(مسند امام اعظم ص۱۶۹)

معلوم ہوا کہ ابتداء اسلام میں کتوں کو قتل کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔ پھر مفید اور غیر مضر کتوں کے حق میں یہ حکم فرما دیا گیا بلکہ جو کتا شکار کر سکتا ہے اس کے شکار کو بھی قرآن و حدیث نے حلال قرار دیا۔ علماء احناف کی نظر چونکہ قرآن مجید پر اور سب حدیثوں پر ہے اور مختلف حدیثوں میں تطبیق دینے کی بفضلہٖ تعالیٰ بہت بڑی صلاحیت رکھتے ہیں۔ اس لئے انہوں نے فرمایا کہ جو کتے ضرر نہیں دیتے اور فائدہ دے سکتے ہیں ان کی خرید و فروخت بمطابق حدیث نمبر ۴۔ نمبر ۵ منع نہیں جائز ہے جو کچھ ان حدیثوں سے ثابت ہوا ہے وہی کچھ فتاوی عالمگیری میں ذکر فرمایا گیا ہے۔ وہابیہ نے دھوکہ دینے کے لئے نقل عبارت فتاویٰ میں مجرمانہ خیانت کی ہے اصل عبارت ملاحظہ ہو۔

بَیۡعُ الۡکَلۡبِ الۡمُعَلَّمِ جَائِزٌ.........وَبَیۡعُ الۡکَلۡبِ الۡغَیۡرِ الۡمُعَلَّمِ یَجُوۡزُ اِذَا کَانَ قَابِلاً وَاِلَّا فَلا هُوَ الصَّحِیۡحُ. جو کتا شکار کے لئے سدھایا گیا ہو یا سدھایا جا سکتا ہو صرف اس کی بیع جائز ہے۔ اور جو ایسا نہیں اس کی خرید و فروخت منع ہے یہی صحیح ہے۔ (جلد نمبر ۳ ص ۱۱۴)

سوال

حدیث نمبر ۴ کو نسائی شریف میں "لیس هو بصحیح" کہا گیا ہے۔

الجواب

لیکن محدث نسائی علیہ الرحمۃ نے "الرُّخۡصَةَ فِیۡ ثَمَنِ الۡکَلۡبِ" کا عنوان قائم کر کے اس حدیث سے شکاری کتے کی قیمت کا جواز ثابت کیا ہے معلوم ہوا کہ محدث مذکور کے نزدیک یہ حدیث "لیس هو بصحیح" کہلانے کے باوجود درجہ استدلال و احتجاج سے ساقط نہیں کیونکہ ماہرین اصول حدیث جانتے ہیں کہ عدم صحت سند مضمون حدیث کی عدم صحت کو مستلزم نہیں ہوتا۔ چنانچہ ترمذی ج ا ص ۱۳۳ و مشکوٰۃ ص ۲۷۵ میں ایک لمبی حدیث کو "لایصح من قبل اسناده" کہا گیا ہے جس کا مضمون سورۃ النساء ۴ آیت نمبر ا کے موافق ہونے کی وجہ سے بالکل صحیح ہے۔

نیز حدیث نمبر۵ نے "الاحادیث بعضها تقوی بعضا" کے ضابطہ کے تحت اس حدیث کو مستحکم کردیا ہے۔ بلکہ قرآن وحدیث کی جن مقدس نصوص نے کتے کے شکار کو حلال قرار دیا ہے انہی کے ضمن میں اس کی خریداری کا جواز بھی ثابت ہو جاتا ہے اور حدیث نسائی کو مزید تقویت مل جاتی ہے کیونکہ اسلام مجموعہ اضداد کا نام نہیں کہ کتے کا شکار تو حلال ہو اور اس کی خریداری حرام اور قیمت ممنوع ہو۔

بنا بریں ایک دفعہ ایک شخص نے کسی کے شکاری کتے کو قتل کر دیا تو حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص نے قَضٰی فِیْ کَلْبِ صَیْدٍ قَتَلَهٗ رَجُلٌ بِاَرْبَعِیْنَ دِرْهَماً فیصلہ فرمایا کہ کتے کا قاتل اس کے مالک کو چالیس درہم ادا کرے (بیہقی ص ۸ جلد ۶ طحاوی جلد۲ ص ۲۲۸) اگر شکاری کتے کی کوئی قدر و قیمت نہ ہوتی تو مندرجہ بالا فیصلہ ہرگز نہ فرمایا جاتا۔

(۱۹) متنفل کے پیچھے مفترض کی اقتداء

(نفل پڑھنے والے کی اقتدا میں فرض نماز)

حکیم صاحب نے ص ۲۵۶ پر حدیث اور فقہ کا تضاد ثابت کرنے کے لئے اِس مسئلہ کو بھی پیش کیا ہے۔

حدیث میں جواز

عن جابر قال کان مُعَاذُبْنُ جَبَلٌؓ یُصَلِّیْ مَعَ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثُمَّ یَاْتِیْ قَوْمَهٗ فَیُصَلِّیْ بِهِمْ. (بخاری۔ مسلم)

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ معاذ بن جبلؓ رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز (عشاء) پڑھتے تھے پھر اپنی قوم کے پاس جا کر ان کی امامت کراتے۔

اس سے ثابت ہوا کہ متنفل امام کے پیچھے مفترض مقتدی کی نماز ہو جاتی ہے گویا یہ امت کے لئے آسانی ہے لیکن حنفی مذہب کا فتویٰ اس کے خلاف ہے۔ دیکھئے۔

فقہ کا اختلاف

وَلَایُصَلی الْمُفْتَرِض خَلْفَ الْمُتَنفِّل . (کتب فقہ)

اور فرض پڑھنے والے کی نماز نفل پڑھنے والے کے پیچھے نہیں ہوتی۔

جواب

یہ مسئلہ بھی حکیم صاحب نے ظفر المبین حصہ دوم ص ۵۲ سے سرقہ کیا ہے۔

اس کا جواب ہماری طرف سے کئی بار دیا جا چکا ہے۔

(۱) حکیم صاحب نے جو حدیث نقل کی ہے اس میں کسی نماز کا ذکر نہ تھا مگر حکیم صاحب نے ترجمہ میں عشاء کا لفظ اپنے پاس سے بخاری مسلم سے بڑھا دیا ہے۔

(۲) دوسری بات یہ ہے کہ حضرت معاذؓ کس نیت سے پڑھتے اس کا کوئی ذکر نہیں کیونکہ نیت تو ایک باطنی امر ہے اس پر کوئی دوسرا مطلع نہیں ہو سکتا۔ جب تک نیت کرنے والا خود نہ بتائے۔ اس لئے یہ بات درست ہو گی کہ حضرت معاذؓ آنحضرت ﷺ کے ساتھ نفل کی نیت سے نماز پڑھتے ہوں تا کہ وہ آنحضرت ﷺ سے نماز کا طریقہ سیکھ سکیں، اور آپ کے پیچھے نماز پڑھ کر برکت حاصل کر سکیں اور پھر اپنی قوم کے پاس جا کر فرض نماز پڑھاتے ہوں۔ جب اس بات کا احتمال ہے تو دوسرے حضرات کا استدلال درست نہ ہو گا۔

اور یہ بات بھی معلوم ہے کہ ایک صحابی رسول کے فعل کو ایسے معنی پر محمول کرنا جو متفق علیہ ہے زیادہ بہتر ہو گا ایک ایسے معنی پر محمول کرنے سے جو مختلف فیہ ہے (چنانچہ نفل نماز کی نیت کے ساتھ اس امام کے پیچھے نماز پڑھنی جو فرض نماز پڑھ رہا ہو۔ بالاتفاق سب کے نزدیک جائز ہے لیکن نفل نماز پڑھنے والے کے پیچھے فرض والے کی نماز میں ائمہ کرام کا اختلاف ہے۔ احناف مالکیہ حنابلہ اس کے قائل نہیں)

نیز مسند احمد کی روایت میں یہ ہے۔

عن مَعَاذ بن رِفَاعَةَ عَنْ سَلِیْمٍ رَجُلٍ مِنْ بَنِی سَلَمَةَ قَالَ

رسول اللہ ﷺ یَامَعَاذ بن جَبَلٍ لَاتَکُن فَتَّانًا اِمَّااَنْ تُصَلِّیَ مَعِیَ وَاِمَّآ اَنْ تُخَفِّفَ عَلٰی قَوْمِکَ (مسند احمد ج۵ ص۷۴)

آنحضرت ﷺ نے حضرت معاذؓ سے فرمایا اے معاذ بن جبل! یا تو تم میرے ساتھ نماز پڑھو اور یا پھر اپنی قوم کے ساتھ ہلکی نماز پڑھو۔

اس کا معنی یہی ہے کہ یا تو تم فرض نماز میرے ساتھ پڑھو اور اپنی قوم کے لوگوں کے ساتھ فرض نہ پڑھو، اور یا میرے ساتھ فرض نہ پڑھو تا کہ وہ تمہارا انتظار نہ کریں۔

چنانچہ امام عبدالسلام ابن تیمیہؒ جو اکابر حنابلہ میں سے ہیں (صاحب منتقی) کہتے ہیں۔

وَقَدِاحْتَجَّ بِہٖ بَعْضُ مَنْ مَّنَعَ اِقْتِدَآءِ الْمُفْتَرِضِ بِالْمُتَنَفِّلِ قَالَ لِاَنَّہٗ یَدُلُّ عَلٰی اَنَّہٗ مَتٰی صَلّٰی مَعَہٗ اِمْتَنَعَتْ اِمَامَتُہٗ وَبِالْاِجْمَاعِ لَاتَمْتَنِعُ صَلَاۃِ النَّفْلِ مَعَہٗ فَعُلِمَ اَنَّہٗ اَرَادَ بِھٰذَا الْقَوْلِ صَلَاۃَ الْفَرضِ وَاِنَّ الَّذِی کَانَ یُصَلِّیْ مَعَہٗ کَانَ یَنْوِیْہِ نَفْلاً۔ (منتقی مترجم ج۱ ص۵۷۸)

جو نفل پڑھنے والے کے پیچھے فرض پڑھنے والے کی نماز کو درست نہیں قرار دیتے، اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں اس حدیث میں دلالت ہے اس بات پر کہ فرض پڑھنے والے کی اقتداء نفل پڑھنے والے کے پیچھے نہیں ہوتی کیونکہ جب انہوں نے آنحضرت ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی تو پھر ان کی امامت ممنوع ہوگی حصر والی تقسیم کا یہی مقتضی ہے۔

اور یہ بات بالاجماع ثابت ہے، اگر وہ آپ کے پیچھے نفل کی نیت سے نماز پڑھیں تو پھر ان کی امامت ممنوع نہ ہوگی۔

تو اس سے معلوم ہوا کہ معاذؓ آنحضرت ﷺ کی طرف سے مامور تھے، کہ

وہ اپنی قوم کو امامت کرائیں۔ تو ظاہر ہے وہ فرض نماز یقیناً اپنی قوم کے ہمراہ جماعت کے ساتھ ہی ادا کرتے تھے۔ (شرح نقایہ ج ۱ ص ۸۸)

(۳) اس حدیث میں یہ نہیں آیا کہ حضرت معاذؓ نے یہ کام حضور اکرم کی اجازت سے کیا ہو اور حضور اکرمؐ نے آپ کو اجازت دی ہو کہ فرض میرے پیچھے پڑھ لیا کرو۔ اور نفل کی نیت سے اپنے مقتدیوں کو پڑھا دیا کرو۔ زیادہ سے زیادہ یہ حضرت معاذؓ کا عمل تھا مگر جب حضور اکرم ﷺ کو اطلاع ملی تو آپؐ نے حضرت معاذؓ کو منع فرما دیا۔

(۲۰) جماعت کھڑی ہونے پر سنتیں پڑھنا

حکیم صاحب نے سبیل الرسول ص ۳۶۱ پر حدیث اور فقہ کا اختلاف ثابت کرنے کے لئے ۲۰ نمبر پر ذکر کیا ہے۔

ممانعت رسولؐ

عن ابی ہریرۃ قال قال النبی ﷺ اِذَا اُقِیْمَتِ الصَّلٰوۃُ فَلا صَلٰوۃَ اِلَّا الْمَکْتُوْبَۃُ. (صحیح مسلم)

حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب فرض نماز (کی جماعت) کھڑی ہو جائے تو اس فرض نماز کے سوا اور نماز (پاس) نہیں ہوتی۔

فقہ کا اختلاف

مَنِ انْتَھٰی اِلٰی الْاِمَامِ فِیْ صَلٰوۃِ الْفَجْرِ وَھُوَلَمْ یُصَلِّ رَکْعَتَیِ الْفَجْرِاِنْ خَشِیَ اَنْ تَفُوْتَہٗ رَکْعَۃٌ وَّیُدْرِکَ الْاُخْرٰی یُصَلِّیْ رَکْعَتَیِ الْفَجْرِ عِنْدَ بَابِ الْمَسْجِدِ ثُمَّ یَدْخُلُ. (ہدایہ)

صبح کی نماز باجماعت ہو رہی ہو تو جو شخص امام کے پاس پہنچے اور اس نے دو رکعت سنتیں نہ پڑھی ہوں وہ ڈرے کہ ایک رکعت

فوت ہو جائے گی اور دوسری رکعت پالے گا۔ تو اسے (امام سے ہٹ کر) مسجد کے دروازے کے پاس دو سنتیں پڑھ کر جماعت میں شامل ہو جانا چاہیئے۔

جواب

حکیم صاحب نے یہ مسئلہ بھی ظفر المبین ص ۱۱۸ سے سرقہ کیا ہے۔ ہماری طرف سے اسی زمانے میں فتح المبین فی کشف غیر مقلدین ص ۱۲۴ تا ۱۲۶ میں اس کا جواب دے دیا گیا تھا۔ تفصیل وہاں پر ہی ملاحظہ فرمائیں۔ مختصر طور پر یہاں پر لکھا جاتا ہے۔

ادائے فجر

تمام ائمہ کا اتفاق ہے کہ ظہر، عصر، مغرب، عشاء کی سنتیں بوقت اقامت جماعت نہ پڑھیں۔ کیونکہ سنتیں بعد فرائض کے وقت میں بھی پڑھی جاسکتی ہیں ہاں فجر کی سنتیں جمہور صحابہؓ و تابعین۔ امام ابو حنیفہؒ۔ امام ثوریؒ۔ امام مالکؒ فی روایۃ امام اوزاعی۔ امام حسن بصری امام مسروق۔ امام ابو یوسف امام محمد امام زفر کے نزدیک دو شرطوں سے پڑھی جاسکتی ہیں۔

(۱) خارج مسجد ہو یا جماعت اور مصلی کے درمیان کوئی چیز حائل ہو۔

(۲) ایک رکعت میں امام کے ساتھ مل جانے کا غالب گمان ہو۔

(۱) احادیث کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہی کہ فجر کی نماز کی سنتوں کی تاکید باقی سنتوں کے مقابلہ میں بہت زیادہ ہے۔ (آثار السنن ج ۲ ص ۲۲ ج ۲ ص ۲۹)

(۲) نماز فجر کے بعد نوافل پڑھنا منع ہے۔ (آثار السنن ج ۲ ص ۲۷، ۲۸)
تو اگر یہ سنتیں پہلے نہ پڑھی جائیں تو وقت میں پڑھنے کا موقع ہی نہ رہا۔

(۳) عدم قضاء تسمة من غير بنيسة الفوض. (معارف السنن ج ۴ ص ۸۴)

اس لئے احناف نے دلائل میں تطبیق کی ایسی کوشش کی کہ تطبیق بھی ہو جائے اور تمام فضیلتیں بھی حاصل ہو جائیں۔

حدیث ابی ہریرہؓ اذا اقیمت الصلوٰۃ فلا صلوۃ الاالمتکوبۃ (مسلم ج ۱ ص ۲۴۷) اس کے مرفوع اور موقوف ہونے میں اختلاف ہے امام ترمذی فرماتے ہیں زکریا بن اسحاق، ایوب، ورقا بن عمر، زیاد بن سعد، اسماعیل بن مسلم اور محمد بن جحادہ، اس کو عمرو بن دینار عن عطا بن یسار عن ابی ہریرہ مرفوع نقل کرتے ہیں اور حماد بن زید اور سفیان بن عیینہ عمرو بن دینار سے موقوف نقل کرتے ہیں والمرفوع اصح حماد بن سلمہ (کتاب الام ج ۱ ص ۱۲۶ وحاشیہ الام ج ۱ ص ۱۲۹) ابن علیہ عند ابن ابی شیبہ ابراہیم بن اسماعیل بن مجمع عند ابن ابی حاتم (معارف السنن ص ۲۶، ۲۸ ج ۴) بھی اس کو موقوف نقل کرتے ہیں محمد بن طاہر المقدسی نے بھی موقوف ہی قرار دیا ہے۔ (تذکرۃ الموضوعات ص ۶)

اسی اختلاف کی وجہ سے امام بخاریؒ نے صحیح میں اس کو سنداً روایت نہیں کیا۔ غالباً اسی اختلاف کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کو ترمذی نے صحیح کی بجائے حسن قرار دیا ہے۔ پھر خود ابو ہریرہؓ سے بسند صحیح لاتدعوا رکعتی الفجر ولو طردتکم الخیل (آثار السنن ج ۱ ص ۲۹) مروی ہے اور حضرت ابو ہریرہؓ سے ہی مرفوعاً من ادرک رکعۃ من الصلوٰۃ فقد ادرک الصلوٰۃ (مسلم ج ص ۲۲۱) اور انہیں سے مرفوعاً مروی ہے اذا کنتم فی المسجد فنودی بالصلوٰۃ فلایخرج احدکم حتی یصلی (رواہ احمد ورجالہ رجال الصحیح۔ (مجمع الزوائد ج ۲ ص ۵)

تو ان سب احادیث کو جمع کر لیا گیا کہ مسجد کے باہر یا درمیان میں کوئی چیز حائل ہو تو ایک رکعت مل سکنے کی صورت میں فجر کی سنتیں ادا کر کے جماعت میں شامل ہو جائے سنتیں پڑھے تا کہ لو طردتکم الخیل کی مخالفت نہ ہو۔ بعض نے بواسطہ مسلم بن خالد زنجی عن عمرو بن دینار ولا رکعتی الفجر روایت کیا ہے لیکن اس کی سند میں ایک تو یحیٰی بن دینار کے سات شاگردوں پر زیادتی کر رہا ہے۔ (آثار السنن ج ۲ ص ۳۰)

اس کے برعکس بیہقیؒ نے بطریق لیث بن سعد عن عطاء عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ ﷺ قَالَ اِذَااُقِیْمَتِ الصَّلوٰۃُ فَلاصَلوٰۃَ اِلَّا الْمَکْتُوْبَۃُ اِلَّا رَکْعَتِی الصُّبح نقل کیا ہے اس کی سند میں حجاج بن نصیر مختلف فیہ ہے۔ (میزان ج ا ص۲۶۵) اور عباد بن کثیر الرملی مختلف فیہ ہے (میزان ج ۲ ص ۴۷۰) پہلی روایت ولا رکعتی الفجر کو ابن عدی نے یحییٰ بن نصر کی مناکیر میں ذکر کیا ہے مگر اِلَّا رَکْعَتِی الصُّبح کو حجاج بن نصیر کی مناکیر میں ذکر نہیں کیا۔ اگر بالفرض دونوں حسن ہوں تو بھی لا رکعتی الفجر صفوں میں مل کر پڑھنے پر اور الا رکعتی الصبح علیحدہ پڑھنے پر محمول ہوں گی۔ عبداللہ بن مالک بن بحینہ بخاری ج ا ص ۹۱ مسلم ج ا ص ۲۴۷ پر ہے آنحضرت حجرہ سے جماعت کے لیئے مسجد میں آتے تھے آپ نے مسجد میں ہی کسی کو نماز پڑھتے دیکھا اور فرمایا لاتَجْعَلُوْا ھٰذِہٖ مِثْلُ صَلوٰۃِالظُّھْرِ قَبْلَھَا وَبَعْدَھَا اِجْعَلُوْا بَیْنَھُمَا فَصْلاً ج ا ص ۲۱۹، مسند احمد ج ۵ ص ۳۴۵ اور مسلم میں دوسری جگہ ہے۔ فان رسول اللہ ﷺ امرنا ان لانوصل صلوٰۃ بصلوٰۃ ج ا ص ۲۸۸ والعبرۃ لعموم اللفظ لالخصوص المورد۔ ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ بالکل جماعت کے ساتھ وصل نہ ہو بلکہ فاصلہ پر پڑھی جائیں۔

عن عبداللہ بن عمرؓ قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول لاصلوٰۃ لِمَنْ دَخَلَ الْمَسْجِد وَالْاِمَامُ قَائِمٌ یُّصَلِّیْ فَلا یُنْفَرِدُ وَحْدَہٗ بِصَلوٰۃ وَلٰکِنْ یَدْخُلُ مَعَ الْاِمَامِ فِیْ الصَّلوٰۃِ رواہ الطبرانی فی الکبیر و فیہ یحییٰ بن عبداللہ البابلتی وھو ضعیف . (مجمع الزوائد۲ ص ۷۵)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ مسجد سے باہر سنتیں پڑھ لیتے تھے اور مسجد میں آ کر جماعت میں مل جاتے تھے۔ (آثارالسنن ج ۲ ص ۳۱، ۳۲، ۳۳)

عن انسؓ خرج النبی ﷺ واقیمت الصلوٰۃ فَرأی نَاساً یُصَلُّوْنَ رَکْعَتَیْنِ بِالْعُجْلَۃِ فَقَالَ اَصَلا تَانِ مَعاً فَنَھٰی ان یُّصَلِّیَ فِیْ الْمَسْجِدِ اِذَا اُقِیْمَتِ الصَّلوٰۃ.

(عمدۃ القاری ج ۲ ص ۳۰، اور تعلیقاً پڑھنا بھی حاشیہ بخاری ص ۹۱) اپنا عمل پڑھنے کا تھا (آ ثار ج ۲ ص ۳۳) ابو موسیٰؓ منع روایت کرتے ہیں (آ ثار السنن ج ۲ ص ۳۰) مگر حضرت ابن مسعودؓ نے ان کے سامنے استوانہ کی اوٹ میں سنتیں پڑھیں تو انہوں نے منع نہیں فرمایا (آ ثار السنن ج ۲ ص ۳۲، ۳۳) معلوم ہوا ان کے نزدیک منع کی روایت ساتھ جماعت کے پڑھنے پر محمول ہے۔ عبداللہ بن سرجس کی روایت فی ناحیۃ المسجد بھی جماعت سے متصل پر محمول ہوگی۔ عہد صحابہ و تابعین میں مدینہ میں حضرت عمرؓ کے زمانہ میں عام لوگ پڑھتے تھے خود حضرت ابن عمرؓ پڑھتے تھے کسی نے انکار نہ کیا۔ مکہ میں ابن عباسؓ کوفہ میں ابن مسعودؓ بصرہ میں حسن بصری وغیرہ پڑھتے تھے مگر کوئی انکار نہ کرتا تھا۔ (راجع طحاوی شرح معانی الآ ثار) بلکہ جو احادیث منع والی ہیں ان میں عہد نبوت میں سنتیں پڑھنے کا عام ذکر ملتا ہے آنحضرتؐ صرف ساتھ مل کر پڑھنے سے منع فرماتے تھے ایک بھی حدیث موجود نہیں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے کسی اوٹ میں پڑھنے والے کو منع کیا ہو۔ جو جماعت کا ثواب بھی پالے۔

اخرج احمد فی مسندہ حدثنی عبداللہ حدثنی ابو سعد و حسین بن محمد قالا حدثنا اسرائیل عن ابی اسحاق عن الحارث عن علیؓ قال کان رسول اللہ ﷺ یصلی رکعتی الفجر عند الاقامۃ (ج ۱ ص ۷۷) واخرج ابن ماجہ فی باب ماجاء فی رکعتین قبل الفجر مِنْ طَرِیْقِ شَرِیْکٍ عَنْ ابی اسحاق عن الحارث عن علیؓ قال کان رسول اللہ ﷺ یُصَلِّی الرَّکْعَتَیْنِ عِنْدَ الْاِقَامَۃِ (ص ۸ حارث الاعور میزان الاعتدال ج ۱ ص ۴۳۵) ترمذی کتاب الزکوٰۃ باب ما جاء فی زکوٰۃ الذھب والورق ج ۱ ص ۱۱۳۔

معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ نے اپنے عمل سے سنت فجر پڑھ کر نمونہ پیش

فرمادیا۔ صحابہ حضورؐ کے زمانہ میں بھی پڑھتے تھے آپ صرف ساتھ مل کر پڑھنے سے روکتے تھے اور خلافت راشدہ وخیر القرون میں بلانکیر اس پر عمل جاری تھا۔

(۲۱) حلالہ کی لعنت

حکیم صاحب نے ص ۲۶۴ پر حدیث اور فقہ کا تضاد ثابت کرنے کے لئے نمبر ۲۱ پر اس مسئلہ کو بھی ذکر کیا ہے۔

حلالہ کرنے والا ملعون ہے

عن عبد اللہ ابن مسعود قَالَ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَلْمُحَلِّلَ وَالْمُحَلَّلَ لَہٗ. (دارمی ابن ماجہ)

عبداللہ بن مسعودؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے لعنت فرائی حلالہ کرنے والے پر اور اس پر جس کے لئے حلالہ کیا جائے۔

لیکن بعض اسلام کی روح کو مجروح کرنے والے ایسے مفتی بھی ہیں جو کہتے ہیں۔ فَاِنْ طَلَّقَھَا بَعْدَ وَطِیھَا حَلَّتْ لِلاَوَّلِ ۔ (ہدایہ)

پھر اگر حلالہ کرنے والے نے صحبت کے بعد اس عورت کو طلاق دے دی تو وہ پہلے شوہر کے لئے حلال ہو جائے گی۔

جواب

حکیم صاحب نے اس مسئلے کو حدیث کے خلاف ثابت کرنے کے لئے کوئی عنوان قائم نہیں کیا حالانکہ پیچھے بیس مسئلوں میں ''فقہ کا اختلاف'' عنوان قائم کیا ہے مگر اس مسئلہ میں نہیں۔

حکیم صاحب نے صرف لفظ حلالہ پر اعتراض کیا ہے حالانکہ حلالہ کا مطلب ہے حلال ہونا۔ یعنی وہ عورت جس کو تین طلاقیں دی گئیں۔ اب وہ اپنے خاوند کے لئے حرام ہوگئی ہے۔ اگر پھر دوبارہ وہ نکاح کرنا چاہے تو اس کا کیا طریقہ ہے اور وہ عورت

پہلے خاوند کے لئے کس طرح حلال ہوسکتی ہے۔ اس کا حکم قرآن میں موجود ہے۔

حلالہ کا حکم قرآن میں

﴿ فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ ؕ فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يَّتَرَاجَعَآ اِنْ ظَنَّآ اَنْ يُّقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ؕ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝ ﴾

(پ۲ سورۃ بقرہ آیت نمبر ۲۳۰)

ترجمہ: پھر اگر اس نے طلاق دے دی عورت کو (یعنی تیسری مرتبہ) پس اس کے بعد وہ اس کے لئے حلال نہیں ہے یہاں تک وہ اس کے علاوہ کسی خاوند کے ساتھ نکاح کرے۔ پھر اگر اس نے بھی طلاق دے دی اس عورت کو تو کوئی گناہ نہیں ہے ان دونوں پر کہ رجوع کریں اگر وہ گمان کریں کہ وہ اللہ کی حدوں کو قائم رکھیں گے۔ اور یہ اللہ کی حدیں ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ اس قوم کے لئے بیان کرتا ہے۔ جو علم رکھتے ہیں۔

اس آیت میں **فلا تحل لہ** ۔ کے الفاظ سے حلالہ کا لفظ ماخوذ ہے کہ وہ عورت پہلے خاوند کے لئے حلال ہوجاتی ہے۔

حلالہ کی دو قسمیں

غیر مشروط اور مشروط

پہلی قسم: جو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بیان کی ہے اور یہی ہمارا اہلسنت والجماعت کا مسلک ہے۔ اور یہ بات خود حکیم صاحب کے مذہب میں مسلّم ہے۔ چنانچہ حکیم صاحب نے ص ۲۶۴ سطر نمبر ۸ سے سطر نمبر ۱۴ تک یہ صورت بیان کی ہے اور آخر میں لکھتے ہیں جائز صورت ہے۔

دوسری قسم:

یعنی مشروط جو حکیم صاحب نے ص ۲۶۴ سطر نمبر ۱۵ سے ۲۰ تک بیان کی ہے اور وہ صرف اس کو حلالہ تصور کرتے ہیں۔

یہ حکیم صاحب کی بددیانتی ہے حالانکہ حلالہ کا لفظ عام ہے۔ پہلی صورت بھی حلالہ ہے اور دوسری صورت بھی حلالہ ہے مگر حکیم صاحب عوام کو دھوکہ دینے کے لئے صرف دوسری صورت ہی کو حلالہ فرما رہے ہیں اور اس مشروط حلالہ کو حنفی مذہب قرار دے رہے ہیں جو سراسر جھوٹ ہے۔

حنفی مسلک ملاحظہ فرمائیں

اہل السنت والجماعت حنفی مسلک کے مستند عالم دین مشہور مفسر قرآن حضرت مولانا صوفی عبدالحمید خان سواتی دامت برکاتہم العالیہ بانی مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ نے اپنی تفسیر معالم العرفان میں سورۃ بقرہ حصہ دوم کے ص ۴۰۳ پر ایک سرخی قائم کی ہے۔ ''مشروط نکاح'' اس کے بعد لکھتے ہیں۔

''اس وقت مروجہ حلالہ کی جو صورت ہے وہ کبیرہ گناہ کا ارتکاب ہے۔ یہ حلالہ مشروط نکاح کی صورت میں کیا جاتا ہے۔ جب دیکھتے ہیں کہ اب رجوع کی کوئی صورت باقی نہیں رہی تو کسی دوسرے شخص کے ساتھ اس شرط پر نکاح کر دیا کہ وہ طلاق دیدے گا اور پھر پہلے خاوند سے نکاح ہو سکے گا اگرچہ اس طرح قانونی جواز تو پیدا ہو جاتا ہے مگر اس شرط کے تحت نکاح گناہ کبیرہ ہے۔ ایسے حلالے پر لعنت کی گئی ہے۔

لَعَنَ اللهُ الْمُحَلِّلَ وَالْمُحَلَّلَ لَهُ

حضور علیہ السلام نے فرمایا حلالہ کرنے والے اور جس کے لئے کیا گیا دونوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔

(۲) مشہور عالم دین حکیم الامت حضرت مولانا شاہ اشرف علی تھانوی حنفی کا حوالہ آپ اپنی مشہور زمانہ کتاب بہشتی زیور حصہ چہارم باب تین طلاق دینے کا بیان ص ۵۶

مطبوعہ ناشران قرآن لمیٹڈ اردو بازار میں لکھتے ہیں۔

مسئلہ نمبر ۴:۔ اگر دوسرے مرد سے اس شرط پر نکاح ہوا کہ صحبت کر کے چھوڑ دے گا تو اس اقرار لینے کا کچھ اعتبار نہیں۔ اس کو اختیار ہے چھوڑے یا نہ چھوڑے اور جب جی چاہے چھوڑے اور یہ اقرار کر کے نکاح کرنا بہت گناہ اور حرام ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے لعنت ہوتی ہے لیکن نکاح ہو جاتا ہے تو اگر اس نکاح کے بعد دوسرے خاوند نے صحبت کر کے چھوڑ دیا یا مر گیا تو پہلے خاوند کے لئے حلال ہو جائے گی۔ (شامی ج ۲ ص ۸۸۹)

ناظرین کرام یہ ہے حنفی مسلک۔ حکیم صاحب کو کیا ضرورت پڑی تھی کہ وہ صحیح بات نقل کرے۔

ہم نے صرف دو حوالے دیئے ہیں اس پر ہم کافی حوالے پیش کر سکتے ہیں مگر انصاف کے لئے اتنا بھی کافی ہے۔

صلوٰۃ الرسول

پر ایک نظر

تالیف

مناظر اسلام حضرت مولانا

محمد امین صفدر

اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ

تبصرہ بر کتاب صلوٰۃ الرسول

کتاب صلوٰۃ الرسول ص ۵ تا ص ۱۹ پر بیس تبصرے درج ہیں جن میں سے ۱۴ تبصرے اخبارات کے ہیں اور ۴ تبصرے غیر مقلدین کے۔ تبصرہ نگاروں نے ایک ہی اصول سامنے رکھا ہے جو آپ نے بازار میں چورن بیچنے والے سے سنا ہوگا وہ چورن کی ایک پیسے کی پڑیا فروخت کرنے کے لیے پہلے مجمع میں کچھ جملے کہتا ہے جس سے بچے اور کم عقل لوگ توجہ کرتے ہیں پھر وہ ساری بیماریاں گننا شروع کر دیتا ہے کہ میرا یہ چورن ساری بیماریوں کا علاج ہے اور بے عقل لوگ دھڑا دھڑ اسے خریدتے ہیں پھر کسی کا گلا خراب ہو گیا کسی کو نزلہ ہو گیا کسی کو بخار مگر چورن ہے کہ پروپیگنڈے کے زور سے بک رہا ہے۔

دنیا میں کم عقلوں کی کمی نہیں بلکہ اسی طرح تبصرہ نگاروں نے صلوٰۃ الرسول نامی کتاب کو سارے دکھوں کی دوا اور ساری بلاؤں کی دافع البلا اور ساری مشکلات کی مشکل کشا جانا ہے مگر افسوس کہ صحیح بات کسی کے قلم پر بھول کر بھی نہیں آئی ہے اس کتاب کی حقیقت یہ ہے کہ۔

(۱) مسائل کے اعتبار سے اتنی ناقص کہ نماز کی مکمل شرائط۔ ارکان واجبات۔ سنن مستحبات۔ مکروہات۔ مفسدات کا دسواں حصہ بھی کتاب میں مذکور نہیں۔ جب مسائل ہی پورے درج نہیں تو دلائل کا تو نمبر ہی بعد کا ہے۔

(۲) بعض اختلافی مسائل کا ذکر کیا ہے مگر اکثر جگہ احادیث حنفیہ نقل کی ہیں بہت سی جگہ احادیث کے نقل میں کتر و بیونت سے بھی کام لیا ہے جو "لَا دِیْنَ لِمَنْ لَا دِیَانَۃَ لَہٗ" کے بالکل برعکس ہے۔

(۳) جو احادیث نقل کی ہیں ان کے بظاہر معارض جو احادیث تھیں ان کا نام تک نہیں جو رسول اللہ ﷺ سے فریب اور فراڈ ہے کہ احادیث کا ایک پہلو لے لیا گیا اور دوسرا نظر انداز کر دیا گیا مصنف کا یہ فعل "لَا اِیْمَانَ لِمَنْ لَا اَمَانَۃَ لَہٗ" کی زد میں آتا ہے مؤلف

کا فرض تھا کہ دونوں پہلو بیان کر کے دونوں میں تطبیق۔ یا ان کا صحیح یا ضعیف ہونا کسی غیر معصوم امتی کے اقوال کی بجائے صحیح صریح احادیث سے ثابت کرتا مگر اس نے نقل احادیث میں بہت بڑا دھوکا کیا اور مَنْ غَشَّ فَلَيْسَ مِنَّا الحدیث کو بالکل نظر انداز کر دیا۔

(۴) مؤلف نے عوام احناف کو مغالطہ میں ڈالنے کے لیے فقہ اور دیگر کتب حنفیہ کے بعض حوالے بھی پیش کیے مگر مفتی بہا اقوال کو چھوڑ کر شاذ ضعیف اور خلاف مذہب اقوال کا سہارا لے کر عوام کو مغالطہ دیا۔ جیسے منکرین حدیث متواتر سنت کے خلاف شاذ اور ضعیف روایات سے عوام کو دھوکے میں ڈالتے ہیں۔ یہی کام مصنف نے کیا حالانکہ آنحضرت ﷺ نے صراحتہً مغالطہ دہی سے منع فرمایا ہے۔

(۵) اس کتاب کے اثرات ملک میں افتراق وانتشار کی صورت میں نمودار ہوئے سطحی علم والے لوگ اس کو پڑھ کر سلف سے بدگمان ہونے لگے اور نص ظَنُّوا الْمُؤْمِنِيْنَ خَيْرًا کی مخالفت کر کے لوگوں میں سلف صالحین کے خلاف بدگمانیاں پھیلانے لگے اور عجب یہ ہوا کہ اس گناہ کا نام انہوں نے عمل بالحدیث رکھا۔

(۶) جن لوگوں نے اس کتاب کا بار بار مطالعہ کیا وہ بدگمانی سے بڑھ کر بدزبانی پر اتر آئے اور لَعَنَ آخِرُ هٰذِهِ الْأُمَّةِ أَوَّلَهَا الحدیث کا نقشہ امت کے سامنے پھر گیا اس کتاب کا کوئی مثبت فائدہ ہمارے مشاہدہ میں آج تک نہیں آیا۔

(۷) لامذہب عموماً اس کتاب کو مفت تقسیم کرتے تھے لیکن اب جب کہ اس کے دھوکے جھوٹ سامنے آئے ہیں تو فوراً کہتے ہیں یہ ہماری کتاب نہیں ہم اس کو نہیں مانتے لیکن یہ بھی رافضیانہ تقیہ ہے کیونکہ جماعتی طور پر نہ اس کا رد شائع کرتے نہ بائیکاٹ کرتے ہیں۔

احادیث متعارضہ

جو احادیث بظاہر متعارض ہیں اور خود رسول اکرم ﷺ سے کوئی صراحت اس رفع تعارض کی موجود نہیں ایسی احادیث میں بعض حدیث (حدیث معاذ) ہم مجتہد کی

طرف رجوع کرتے ہیں اور خیر القرون کے مجتہد نے جن احادیث کو راجح بتایا اور خیر القرون میں ان پر بلا نکیر عمل جاری رہا اور پھر ہزاروں محدثین اور فقہاء اور اولیاء اللہ اور لاکھوں کروڑوں عوام اہل اسلام نے ان پر عمل کیا ہم بھی ان پر عمل کرتے ہیں لیکن حکیم صادق سیالکوٹی نے ان سینکڑوں احادیث کو اپنی کتاب میں نقل نہیں کیا اور ان کے مقابل ان احادیث کو چھانٹ چھانٹ کر نقل کیا جو خیر القرون میں متروک العمل رہیں یہ عجیب الٹی کھوپڑی کی بات ہے کہ جن احادیث کو خیر القرون کے مجتہد نے راجح اور معمول بہا قرار دیا ہو اور ہزاروں محدثین فقہا اور اولیاء اللہ نے ان پر عمل کیا ہو ان پر عمل کرنے والوں کو حدیث کا مخالف کہا جائے اور جو حدیثیں حکیم صادق نقل کرے نہ ان کی سند نقل کرے نہ ان کی صحت ثابت کرے اور نہ ان کے معارض احادیث میں تطبیق بیان کرے ایسی احادیث پر عمل کرنے والوں کو عامل بالحدیث سمجھا جائے۔

ایسی احادیث میں تطبیق کے لیے حضرت امام اعظمؒ کی طرف رجوع تو دلیل شرعی سے ثابت ہے۔ کیونکہ جس مسئلہ میں کتاب وسنت میں صراحت نہ ملے اس میں اجتہاد کرنا مجتہد کا حدیث مشہور سے ثابت ہے اور سیدنا امام اعظمؒ کا مجتہد ہونا اجماع امت سے ثابت ہے۔

جبکہ صادق سیالکوٹی کا مجتہد ہونا کسی دلیل شرعی سے ہرگز ثابت نہیں۔ نہ ان میں مجتہد کی شرائط پائی جاتی ہیں اور نہ ہی ان میں فقیہ یا محدث کی شرائط موجود ہیں تو مسائل اجتہادیہ میں ان کا دخل دینا ایسا ہی ہے جیسے مریض ڈاکٹروں کے فیصلے کرنے بیٹھے ملزم جسٹس صاحبان کے فیصلوں کی غلطیاں نکالے جو کردار مرزا قادیانی نے معاذ اللہ انبیاء کی غلطیاں تلاش کرنے میں ادا کیا یا جو کردار غلام پرویز نے محدثین کے خلاف ادا کیا وہی کردار صادق سیالکوٹی نے مجتہدین کے خلاف ادا کیا پرویز صاحب اور ان کے ہمنوا اس کردار کو کتنی ہی نیک نیتی پر محمول کریں اور کیسے ہی عظمت قرآن کے حسین عنوانوں سے بیان کریں مگر صادق سیالکوٹی صاحب اس کو دین دشمنی کے سوا

کوئی اور نام دینے کو تیار نہیں بالکل اسی طرح صادق صاحب اور ان کے ان پڑھ حواری اس بات پر کتنے ہی مغرور ہوں کہ ہم نے ائمہ مجتہدین کی عظمت سے کھیل کر کوئی دین کی خدمت کی ہے تو ایسا ہی دھوکا ہے جیسا منکرین حدیث کو لگا ہوا ہے۔

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ ترک تقلید کے سبب جو دین بیزاری مسلمانوں میں پیدا ہوئی ہے دور تقلیدی میں اس کا کروڑواں حصہ بھی تلاش نہیں کیا جا سکتا۔

جناب صادق صاحب اور ان کی جماعت نے تقریر و تحریر کے ذریعہ سب سے بڑا کارنامہ یہ انجام دیا کہ سلف کے خلاف بدگمانی پھیلائی اور ایسے لوگ پیدا ہوئے جو سلف پر بدزبانی کر کے لَعَنَ آخِرُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اَوَّلَهَا کی صف میں کھڑے ہیں اگر آپ کے لیے یہ کارنامہ باعث فخر ہے تو اس میدان میں بھی آپ پھڈی رہتے کیونکہ آپ صرف ائمہ مجتہدین پر بدزبانی کر کے میدان مار بیٹھے اور تیس مار خان بن گئے مگر دوسروں نے آگے بڑھ کر صحابہؓ و اہل بیتؓ کے خلاف زہر اگلا اگر آپ اسی میدان میں نکلے تھے تو ہمت کرتے تا کہ کام بھی بڑا ہوتا اور نام بھی بڑا ہوتا آپ کی کتاب کا نام پڑھکر عام آدمی یہی سمجھے گا کہ صادق صاحب یا تو اپنے آپ کو رسول سمجھتے ہیں یا پھر ہر بات بمشورۂ رسولؐ اس کتاب میں درج کی ہے تو ذرا ان باتوں کی وضاحت فرمائیں۔ کہ کیا۔

۱۔ رسول اقدس ﷺ نے آپ کو حکم دیا تھا کہ ص ۱۳۱ پر جبرئیل کی امامت نماز کی حدیث آدھی درج کرنا اور یہ بھی کسی کو نہ بتانا کہ اس کی سند کا راوی عبدالرحمٰن بن الحارث ضعیف ہے۔ (میزان الاعتدال ص ۵۵۴ ج ۲)

۲۔ اور ص ۳۶ پر حدیث کا ترجمہ کرتے وقت (عمدًا اخیر وقت) اور مع قومہ جلسہ) کے الفاظ میری حدیث میں ملانا۔

۳۔ ص ۴۰ پر کوّے کی ٹھونگیں کے تحت عبدالرحمٰن بن شبل کی حدیث نقل کرنا مگر کسی کو یہ نہ بتانا کہ اس کی سند کا راوی تمیم بن محمود ہے۔ امام بخاری فرماتے ہیں۔ فیہ

نظر (میزان الاعتدال ص ۳۶۰ ج ۱) اور یہ بھی نہ بتانا کہ اس میں "لیث" راوی بھی ضعیف ہے۔

۴۔ اور ص ۴۲ پر حدیث "جماعت کے ہوتے ہوئے نماز نہیں ہوتی"، مسلم کے حوالے سے نقل کرنا مگر یہ جملہ "قال حماد ثم لقیت عمروا فحدثنی ولم یرفعه"، بالکل چھوڑ دینا (صحیح مسلم ص ۲۴۷ ر ج ۱)

۵۔ ص ۴۶ پر تَرَکْتُ فِیْکُمْ اَمْرَیْنِ لَنْ تَضِلُّوْا مَا تَمَسَّکْتُمْ بِهِمَا کتاب الله و سنت رسوله موطا امام مالکؒ کے حوالہ سے نقل کر دینا۔ مگر یہ نہ بتانا کہ یہ روایت امام مالکؒ نے کی، اور اس میں کم از کم دو یا تین واسطے غائب ہیں اور سنت کا ترجمہ حدیث کرنا بھی غلط ہے۔

۶۔ ص ۵۳ پر حدیث "الاماغلب علی ریحه وطعمه ولونه" نقل کرنا مگر بلوغ المرام سے اس کا ضعیف ہونا بالکل نقل نہ کرنا اور نہ ہی یہ بتانا کہ اس کے راوی راشد بن سعد رشدین بن سعد اور معاویہ بن صالح ضعیف ہیں اور واوٴ کا ترجمہ یا کر دینا۔

۷۔ ص ۷۳ پر کان رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم یا مرنی فاتزر فیباشرنی وانا حائض۔ میں اگرچہ ماضی استمراری آ جائے۔ مگر حائضہ سے مباشرت کو سنت مؤکدہ نہ کہنا اور دائمی عمل قرار نہ دینا۔ اسی طرح ص ۲۰۹ / ۲۱۰ / ۲۱۱ قرأت میں جو استمراری آ جائے یا ص ۲۱۸ وغیرہ رکوع سجود کی دعاؤں میں جو ماضی استمراری آ جائے۔ ان میں اس خاص دعا اور خاص سورت کو سنت مؤکدہ نہ کہنا لیکن جب یہ ماضی استمراری رفع یدین کی حدیث میں آ جائے تو ص ۲۴۱ پر لکھ دینا کہ "کان یصلی استمرار کے لیے آتا ہے جس کے معنی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ کرتے تھے۔ کان یرفع کے الفاظ میں بھی استمرار یعنی ہمیشگی پائی جاتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ساری عمر رفع یدین کرتے رہے۔

۸۔ تلخیص کے حوالہ سے ص ۲۴۱ پر دوام رفع یدین کی جھوٹی حدیث لکھ دینا مگر اس میں گردن کے مسح کی احادیث کا کہیں ذکر نہ کرنا۔

۹۔ کیا یہ بھی رسول پاک ﷺ نے حکم دیا تھا۔ کہ ص ۸۱ پر من غرفة واحدة والی روایت نقل کردینا مگر تلخیص اگرچہ تمہارے پاس ہے اس سے حدیث افردالمضمضه من الاستنشاق بالکل نقل نہ کرنا۔

۱۰۔ کیا یہ بھی حکم دیا تھا کہ ص ۱۰۴ پر جرابوں پر مسح کرنے کی حضرت بلال کی یہ حدیث طبرانی سے نقل کردینا مگر یہ نہ بتانا کہ یہ حدیث مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، مسند احمد، ابوداؤد مستدرک حاکم اور ابن خزیمہ آٹھ کتابوں میں ہے مگر جوربین کا لفظ نہیں ہے اس لیے یہ روایت شاذ مردود ہے۔

۱۱۔ اور یہ بھی فرمایا تھا۔ کہ ص ۱۰۴ پر جرابوں پر مسح کی حضرت مغیرہ بن شعبہ کی حدیث نقل کردینا مگر یہ نہ بتانا کہ امام بیہقی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث منکر ہے اس کو امام سفیان ثوری، امام عبدالرحمٰن بن مہدی امام احمد بن حنبل امام یحییٰ ابن معین امام علی ابن المدینی اور امام مسلمؒ نے ضعیف قرار دیا ہے اور فرمایا ہے کہ صحیح حدیث میں جراب کا ذکر نہیں بلکہ موزہ کا ذکر ہے۔ (السنن الکبریٰ ص ۲۸۵،۱)

۱۲۔ اور یہ بھی فرمایا تھا کہ ص ۱۰۴ پر حضرت ابوموسیٰؓ سے جرابوں پر مسح کی حدیث نقل کردینا مگر یہ نہ بتانا کہ امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں لیس بالمتصل ولا بالقوی اور امام بیہقی فرماتے ہیں کہ عبدالرحمٰن کا سماع حضرت ابوموسیٰؓ سے ثابت نہیں اور عیسیٰ بن سنان ضعیف ہے اس سے حجت پکڑنا جائز نہیں۔ (السنن الکبریٰ ص ۲۸۵ ج ۱)

۱۳۔ اور کیا یہ بھی رسول اقدس ﷺ نے فرمایا تھا کہ اگرچہ جوربین کے ساتھ نعلین کا لفظ بھی مل جائے تو تم نعلین یعنی جوتیوں پر مسح نہ کرنا بلکہ لکھ دینا کہ ہمارے لیے جوتیوں پر مسح کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ (صلوٰۃ الرسول ص ۱۰۶)

۱۴۔ کیا یہ بھی رسول اقدس ﷺ نے فرمایا تھا کہ ایک ہی حدیث میں نعلین کے لفظ کو صرف ایک امتی ابن قدامہ کے قول سے مقید کرلینا مگر اس حدیث کے لفظ جوربین کو قرآن پاک سنت متواترہ اور اجماع امت سے بھی مقید نہ کرنا۔

(صلوٰۃ الرسول ص ۱۰۵)

۱۵۔ کیا یہ بھی رسول اقدس ﷺ نے فرمایا تھا کہ ص ۱۱۵ پر تیمّم کا طریقہ ایک غیر صریح حدیث سے نقل کرنا اور صریح احادیث التیمم ضربتان والا طریقہ جس کو خیر القرون کے مجتہد نے معمول بہ قرار دیا ہے اور ہزاروں محدثین فقہا اور اولیاء اللہ نے ان پر عمل کیا ان کو نقل نہ کرنا۔

۱۶۔ کیا یہ بھی رسول اقدس ﷺ نے فرمایا تھا کہ میں واجب کہوں مگر تم مطلب لائق تر اور مستحب کر لینا۔ (صلوٰۃ الرسول ص ۱۱۷)

۱۷۔ کیا یہ بھی رسول اقدس ﷺ نے فرمایا تھا کہ ص ۱۴۵ پر ترمذی کی یہ حدیث حتی قبضہ اللہ نقل کرنا مگر ساتھ ہی جو یہ لکھا ہے کہ قال غریب لیس اسنادہٗ بمتّصل (ترمذی شریف) ص ۴۵) اس کو بالکل نقل نہ کرنا بلکہ کتمان حق کا ثواب حاصل کرنا۔

۱۸۔ کیا یہ بھی حضورؐ نے ہی فرمایا تھا کہ ص ۱۴۶ پر اُمّ فروہ کی روایت نقل کرنا مگر ترمذی کی یہ عبارت جو حدیث الصلوٰۃ لاول وقتھا کے بارہ میں ہے قال ابوعیسیٰ حدیث ام فروہ لایروی الامن حدیث عبداللہ بن عمرو العمری ولیس بالقوی عند اھل الحدیث و اضطر بوافی ھذا الحدیث (ترمذی ص ۵۲) بالکل نقل نہ کرنا ورنہ لوگوں پر یہ راز افشا ہو جائے گا کہ اس یتم مذہب کا سرمایہ ایسی ہی روایات ہیں۔

۲۰۔ کیا یہ بھی رسول اقدس ﷺ نے فرمایا تھا کہ ص ۱۴۱ پر حضرت علی کی طرف منسوب حدیث لاتؤخرھا نقل کر دینا مگر یہ بالکل نہ بتانا کہ اس کی سند کے راوی سعید بن عبد کو امام ابو حاتم نے مجہول قرار دیا ہے (حاشیہ خلاصہ ص ۱۱۹) تاکہ اس مجہول مذہب پر پردہ پڑا رہے۔

۲۱۔ کیا یہ بھی رسول اقدسؐ نے فرمایا تھا کہ ص ۱۵۲ پر اذان کے بیان میں صرف حدیث انسؓ نقل کر دینا مگر یہ نہ بتانا کہ خیر القرون کے مجتہد نے اذان بلالی کو اس لیے

ترجیح دی ہے کہ ان کی اذان کے بارہ میں کوئی اختلاف نہیں وہ بلا ترجیع ہے اور اقامت ابو محذورہؓ میں کوئی اختلاف نہیں وہ دوہری ہے اور حضرت بلالؓ سے بھی دوہری اقامت ہی متواتر ہے۔

۲۲۔ کیا یہ بھی رسول اقدسؐ نے فرمایا تھا کہ اگر جابر بن یزید جعفی راوی حدیث قرأۃ خلف الامام اور قرأۃ کی کسی ایک آدھ سند میں آجائے تو ساری جماعت مل کر آسمان سر پر اٹھا لینا کہ اس سے بڑا جھوٹا راوی ماں نے نہیں جنا لیکن اگر آپ کو ضرورت پڑے تو خاموشی سے ص ۱۵۸ پر اذان سے بہشت کے تحت حدیث ابن عباسؓ نقل کر دینا اور امام ترمذی کی یہ عبارت ماں کے دودھ کی طرح پی جانا حدیث غریب جابر یزید الجعفی ترکہ یحییٰ بن سعید و عبدالرحمٰن بن مہدی۔ (ترمذی ص ۵۷)

۲۳۔ کیا یہ بھی رسول اقدس ﷺ نے فرمایا تھا کہ ص ۲۰۹ پر یہ حدیث نقل کر دینا کہ عرفہ کے دن (ذی الحجہ کی نویں تاریخ) سے لے کر تیرہ تاریخ تک تکبیریں بلند آواز سے بکثرت پڑھتے رہیں (نمازوں کے بعد) مگر یہ نہ بتانا کہ اس کی سند میں جابر بن یزید جعفی اور عمرو بن شمر دو کذاب راوی ہیں۔ (دار قطنی) ورنہ سارا بھرم کھل جائے گا کہ اس مذہب کا مدار کیسے کذابوں پر ہے۔

۲۴۔ کیا یہ بھی رسول اقدس ﷺ نے فرمایا تھا کہ جمعہ کے غسل کا میں حکم دوں اِذَا جَاءَ اَحَدُكُمُ الْجُمُعَةَ فَلْيَغْتَسِلْ (صلوٰۃ الرسول ص ۱۱۶) بلکہ غسل الجمعۃ واجب بھی کہہ دوں (صلوٰۃ الرسول ص ۱۱۷) مگر تم یہی کہنا کہ غسل لازمی نہیں کہ تارک گنہگار ہو۔ (صلوٰۃ الرسول ص ۱۱۷) تحیۃ المسجد کا میں حکم دے دوں اِذَا دَخَلَ اَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ فَلْيُصَلِّ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ اَنْ يَجْلِسَ (صلوٰۃ الرسول ص ۱۷۰) مگر تم نفل تحیۃ المسجد ہی کہنا (صلوٰۃ الرسول ص ۱۷۰) مگر اس کے برعکس ص ۲۰۴ پر مَنْ قَرَأَ خَلْفَ الْإِمَامِ فَلْيَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ والی ضعیف حدیث جس کو ذہبی نے منکر کہا ہے (فیض القدیر شرح جامع الصغیر ص ۱۷۰ ج ۶) اس کے الفاظ بھی بدل کر

من صلی کر دینا۔ ضعف بھی نہ بتانا فرضیت بھی کشید کر لینا۔ کیا یہ بھی فرمان رسول تھا کہ ص ۱۶۸ پر تکبیر کا حق کے تحت حدیث درج کر دینا مگر یہ نہ بتانا کہ اس کا راوی محمد بن عمرو کس قدر ضعیف ہے۔

۲۶۔ کیا یہ بھی فرمان رسولؐ ہی تھا کہ ص ۱۸۲ پر گیارہ صحابیوں کی شہادت نقل کر دینا مگر ان صحابہ کے نام بالکل بیان نہ کرنا کیونکہ امام جماعت غرباء اہلحدیث نے شرح بخاری میں جو نام بیان کئے ہیں ان سے بات بہت بگڑ گئی ہے کیونکہ اس مجلس کا مشاہدہ کرنے والا راوی محمد بن عمرو بن عطاء ۴۰ھ میں پیدا ہوا جب کہ شرکائے مجلس میں سے حضرت محمد بن مسلمہ ۴۱ھ میں حضرت ابوقتادہ اور حضرت ابومسعود بدری ۳۸ھ میں حضرت عمار بن یاسرؓ ۳۷ھ میں حضرت سلمان فارسی ۳۴ھ میں اور ابواسید ۳۰ھ میں انتقال فرما چکے تھے تو اس نے اس مردہ کانفرنس کا مشاہدہ کیسے کر لیا۔

۲۷۔ ص ۱۸۸ پر سینے پر ہاتھ کا عنوان دیا ہے اور حدیث وائل نقل کی ہے مگر یہ نہیں بتایا کہ حضرت وائلؓ کی حدیث مسلم۔ ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، مسند احمد، بیہقی، مسند طیالسی میں بھی ہے مگر کسی کتاب میں علیٰ صدرہ کے الفاظ نہیں ابن خزیمہ میں مؤمل بن اسماعیل نے جس کو امام بخاری منکر الحدیث فرماتے ہیں ذکر کیا ہے لہذا یہ حدیث ہرگز صحیح نہیں۔

۲۸۔ پھر اسی ص ۱۸۸ پر طاؤس کی مرسل حدیث بیان کی ہے مگر یہ نہیں بتایا کہ مرسل ہونے کے ساتھ ساتھ اس کی سند میں سلیمان بن موسیٰ راوی بھی ضعیف ہے ورنہ لوگ سمجھ لیں گے۔

آنکہ شیراں راکنند روباہ مزاج
احتیاج است و احتیاج است و احتیاج

۲۹۔ کیا رسول اقدس ﷺ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ ص ۱۸۸ پر تو مراسیل ابی داؤد کی روایت قبول کر لینا خواہ کتنی ہی ضعیف کیوں نہ ہو مگر اسی مراسیل ابی داؤد میں جب

دو حدیثیں مرد اور عورت کے سجدہ کا فرق بیان کریں تو ان حدیثوں کا انکار کر دینا بلکہ پوری ڈھٹائی سے لکھ دینا ''یہ حکم لگانا کہ عورتیں سجدہ کرتے وقت کوئی اور ہیئت اختیار کریں اور مرد کوئی اور۔ یہ مداخلت فی الدین ہے۔ (صلوٰۃ الرسول ص ۱۹۱)

قیام حشر کیوں نہ ہو کہ اک کلچڑی گنجی
کرے ہے حضور بلبل بستان نوا سنجی

۳۰۔ اور کیا یہ بھی حضورؐ نے ہی فرمایا تھا کہ ص ۱۸۸ پر ہلبؓ کی روایت نقل کرنا مگر نہ تو یہ بتانا کہ اس کی سند کا راوی سماک بن حرب ہے جو ضعیف ہے اور نہ ہی یہ بتانا کہ یہ حدیث ترمذی۔ ابن ماجہ دار قطنی میں ہے مگر کسی میں علی صدرہ کے الفاظ نہیں ہیں۔

۳۱۔ اور کیا یہ بھی حضورؐ نے ہی فرمایا تھا کہ اس حدیث میں ھٰذِہٖ کا ترجمہ ہاتھ کر دینا اور یہ بھی نہ بتانا کہ اس حدیث میں علی صدرہٖ سہو کاتب ہے کیونکہ کنز العمال مجمع الزوائد۔ جمع الجوامع میں مسند احمد کی احادیث لی گئی ہیں مگر کسی میں بھی علی صدرہ کے الفاظ نہیں ہیں۔

۳۲۔ ص ۱۸۸ پر طبرانی کے حوالہ سے حضرت وائلؓ کی ایک حدیث نقل کی ہے مگر یہ نہیں بتایا کہ اس کی سند میں محمد بن حجر اور سعید بن عبدالجبار دونوں راوی ضعیف ہیں۔

۳۳۔ کیا یہ بھی رسول اقدسؐ نے ہی فرمایا تھا کہ اپنی کتاب ساقی کوثر ص ۳۲ پر تو سورۃ الکوثر کی آیت ﴿فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ﴾ کا مطلب یہ بتانا کہ نماز پڑھئے اور قربانی کیجئے یعنی قربانی نماز کے بعد کرنا اسی دن یا دوسرے دن یا تیسرے دن مگر صلوٰۃ الرسول ص ۱۸۹ پر یہ مطلب لینا کہ نماز کے اندر سینے پر ہاتھ باندھنا۔

۳۴۔ اور کیا یہ بھی حضور ﷺ نے ہی فرمایا تھا کہ اس تحریف کی نسبت حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی طرف کر دینا اور یہ بالکل نہ بتانا کہ اس کی سند میں روح بن المسیب راوی ہے جو جھوٹی احادیث بنایا کرتا تھا اس نے یہ جھوٹ گھڑ کے حضرت ابن عباسؓ کے ذمہ اور پھر قرآن کے ذمہ لگا دیا ہے۔

۳۵۔ اور کیا یہ بھی رسول اقدسؐ نے ہی فرمایا تھا کہ ان متروک احادیث کو مسند۔ قوی صحیح کہتے جانا اور اگرچہ ان متروک حدیثوں میں بھی سنت کا لفظ نہیں مگر تم بار بار سنت کے لفظ کی گردان کرتے جانا اور حضرت علیؓ کی حدیث "مِنَ السُّنَّةِ وَضْعُ الْكَفِّ تَحْتَ السُّرَّةِ" جس میں سنت کا صریح لفظ موجود ہے اس کو بالکل بیان نہ کرنا لوگ صلوٰۃ الرسول کے نام سے خود دھوکا کھا جائیں گے۔

۳۶۔ کیا یہ بھی رسول اقدس ﷺ نے فرمایا تھا کہ کتاب کا نام صلوٰۃ رسول ہی رکھنا مگر اقوال سید عبدالقادر جیلانیؒ کے نقل کرتے جانا اور اس میں تحریف معنوی بھی کرتے جانا۔

۳۷۔ اگر کوئی امام بسم اللہ پکار کر پڑھے تو انکار نہ کریں (صلوٰۃ الرسول ص ۱۹۴ حالانکہ صحابی رسولؐ عبداللہ بن مغفل نے اس کو بدعت فرمایا اس بدعت سے بغض رکھنا صحابہ کا شعار قرار دیا (ترمذی ص ۶۲) اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے اس کو جنگلیوں کا فعل قرار دیا۔ (طحاوی شرح معانی الآثار ص)

۳۸۔ کیا یہ بھی رسول اقدس ﷺ نے فرمایا تھا کہ ابن ماجہ سے اونچی آمین کی حدیث نقل کرنا اور اس کا پہلا فقرہ ترک الناس التامین چھوڑ دینا اور یہ نہ بتانا اس کی سند کا راوی بشر بن رافع نہایت ضعیف ہے اور ابن عم ابی ہریرہ مجہول ہے۔

(صلوٰۃ الرسول ص ۱۹۶)

۳۹۔ کیا یہ بھی رسول اقدسؐ نے فرمایا تھا کہ ص ۱۹۶ پر حضرت علیؓ کی روایت جس کی سند میں محمد بن ابی یعلیٰ اور حجیۃ بن عدی ضعیف ہیں وہ نقل کر لینا مگر طحاوی سے یہ روایت کہ حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ آمین آہستہ کہا کرتے تھے نقل نہ کرنا۔

۴۰۔ کیا یہ بھی رسول اقدس ﷺ کا حکم تھا کہ اونچی آمین کے لیے ام الحصین کی حدیث نقل کر لینا جس کی سند میں ہارون الاعور شیعہ، اسماعیل بن مسلم مکی ضعیف اور ابن ام الحصین مجہول ہے مگر آہستہ آمین کی صحیح الاسناد حدیث مسند احمد اور مستدرک

حاکم والی بالکل نقل نہ کرنا جس کے موافق خلفائے راشدین کا عمل ہے۔

۴۱۔ کیا یہ بھی آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا کہ ص ۱۹۷ پر امن ابن زبیر والی روایت بخاری ص ۱۰۴ سے نقل کر دینا مگر اس کا پہلا جملہ **قال عطاء آمین دعا** نقل نہ کرنا ورنہ آمین کے دعا ثابت ہونے کے بعد ﴿اُدْعُوا رَبَّكُم تَضَرُّعاً وَّخُفْيَةً...﴾ کے موافق آمین آہستہ کہنا ثابت ہو جائے گا۔

۴۲۔ کیا یہ بھی آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا کہ ص ۱۹۷ پر حضرت عطاء کا بخاری میں درج قول تو چھوڑ دینا مگر اس صفحہ پر امام اعظمؒ کے استاد کی شہادت کے تحت امام اعظمؒ کا یہ ارشاد گرامی بھی نقل کر دینا کہ **ما رأيت مثله** میں نے ان جیسا کوئی آدمی نہیں دیکھا تا کہ پڑھنے والے اس دھوکے میں پڑ جائیں کہ شاید دو سو صحابہؓ والی بات امام اعظمؒ نے حضرت عطاء سے روایت کی ہے حالانکہ اس کی سند کے بعض راویوں کی تحقیق بھی نہیں اور عطاء کا شاگرد خالد بن ابی نوف بھی معیار ثقہ نہیں ہے۔

۴۳۔ اور کیا یہ بھی رسول اقدس ﷺ نے فرمایا تھا کہ اگر چہ میں نے جھوٹ کو منافق کی علامت قرار دے رکھا ہے اور دھوکے کے بارے میں **من غش فليس منا** فرما دیا ہے مگر تمہیں صلوٰۃ الرسول میں اس جھوٹ اور دھوکے کی اجازت ہے کہ مسجد نبوی چودہ سو سال سے آمین کی آواز سے گونج رہی ہے حالانکہ پورے تئیس سالہ دور نبوت میں کسی ایک روایت صحیح میں بھی مسجد نبوی کا گونجنا ثابت نہیں پورے تیس سالہ دور خلافت راشدہ میں ایک دفعہ بھی مسجد نبوی کا آمین سے گونجنا ثابت نہیں عہد صحابہؓ کے بارہ میں ابو ہریرہؓ **ترک الناس التامين** فرما رہے ہیں تو گونج کیسی اس ضعیف روایت میں حجاج بن یوسف کے دور کے ایک واقعہ کا ذکر ہے پھر ۱۰۷ھ سے لے کر ۱۳۶۶ھ تک مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں خدمت امامت و خطابت احناف کو حاصل رہی وہاں گونج کیسی اور اب بھی حنبلی مقلدین امام و خطیب ہیں اور تمام حاجیوں میں دو فیصد بھی اونچی آمین والے نہیں ہوتے اس ایک ضعیف واقعہ کو چودہ سو سال تک پھیلانا

جھوٹ اور دھوکے کی انتہاء ہے جس کی اجازت خاص آپ کو ہے۔

۴۴۔ پھر جو متن روایت عطاء کا آپ نے بیہقی کے حوالہ سے درج کیا ہے وہ بیہقی میں اس طرح موجود ہی نہیں۔

۴۵۔ کیا یہ بھی رسول اقدس ﷺ نے ہی آپ کو حکم دیا تھا کہ اگرچہ اللہ تعالیٰ میری امت کو خیر الامم فرمائیں مگر تم میری جو خیر الامم ہے اس کے بہترین طبقہ کو جو نماز کا پابند ہے جماعت کا پابند ہے جس میں سید بھی ہیں محدّث بھی ہیں فقہاء بھی ہیں اولیاء اللہ بھی ہیں ان سب کو یہودی ثابت کر دینا اور میری اس بہترین امت کو یہودی ثابت کرنے کے لیے اگر میری حدیث میں آمین کے ساتھ اونچی کا لفظ نہ بھی ہو تو اپنی طرف سے ترجمہ میں اضافہ کر لینا اور اس حدیث کو میرے چچازاد بھائی عبداللہ بن عباسؓ کے نام سے لکھ دینا مگر یہ نہ بتانا کہ اس کا راوی طلحہ بن عمرو ہے جس کو محدثین متروک لیس بشئیٍ فرماتے ہیں (میزان الاعتدال ص ۳۴۰ ج ۲) اگرچہ احناف نے یہودیوں کو مسلمان کیا تھا مگر تم مسلمانوں کو یہودی بنانا۔

۴۶۔ پورے تئیس سالہ دور نبوت میں کسی صحیح حدیث میں صحابہؓ کا آپ کی اقتداء میں اونچی آمین کہنا ثابت نہیں تو کیا معاذ اللہ اس دور میں مکہؐ۔ مدینہ پر خاص مسجد نبوی اور مسجد حرام میں یہودی ہی مسلط تھے۔

۴۷۔ پورے تیس سالہ دور خلافت راشدہ میں تمام اسلامی دنیا میں ایک مرتبہ بھی اونچی آمین کہنا ثابت نہیں کیا معاذ اللہ اس دور کو یہودی خلافت سے تعبیر کرو گے یا صرف ایک صحیح سند سے اس دور میں آمین بالجہر ثابت کر دو۔

۴۸۔ ۱۷۰ھ سے ۱۳۲۶ تک احناف خادم حرمین رہے ہیں کیا اتنا عرصہ حرمین شریفین یہودیوں کے قبضہ میں رہا۔

۴۹۔ کیا یہ بھی رسول اقدسؐ نے فرمایا تھا کہ اگرچہ نہ آمین بالجہر کی حدیثوں کو صحیح ثابت کر سکو نہ ان میں لفظ سنت دکھا سکو نہ مواظبت ثابت کر سکو مگر ۱۹۹ پر سنت کی

گردان بار بار کر دینا تا کہ کچھ لوگ اس کو سنت مؤکدہ سمجھ کر آہستہ آمین والوں کو مخالف سنت اور یہودی سمجھنا شروع کر دیں۔

۵۰۔ اگر چہ کتاب کا نام صلوٰۃ رسول ہے مگر رسولؐ سے آہستہ آمین کی صحیح حدیث بالکل نقل نہ کرنا البتہ پیران پیرؒ کا فتویٰ اپنی من مانی تاویلوں سے ضرور نقل کر دینا اور یہ بات نہ بتانا کہ وہ مقلد ہیں اور اپنے امام کی تقلید میں یہ باتیں لکھ رہے ہیں۔

۵۱۔ جب کہ بظاہر آمین کے اونچی یا آہستہ کہنے کی احادیث میں تعارض ہے اور رفع تعارض صراحتہً احادیث میں نہیں آیا تو کیوں نہ حضور ﷺ کے اس فرمان کو مان لیا جائے کہ ان احادیث کو قبول کرو جو قرآن کے موافق ہونے کی وجہ سے راجح ہیں۔

۵۲۔ نیز حضرت وائلؓ جن سے آہستہ اور اونچی آمین کی حدیث ہے انکی حدیث میں خود آ گیا ہے مَاارَاهُ اِلالِيُعَلِّمُنَا (کتاب الا سماء والکنی للدو لابی ج۱ص۱۹۶) اس لیے جب بچوں کو نماز کی تعلیم دی جاتی ہے ایک بچہ ساری نماز مع آمین کے اونچی کہلاتا ہے باقی سب بھی ساری نماز مع آمین کے اونچی کہتے ہیں جب نماز فرض ہو جائے تو ساری عمر عمل آہستہ آمین والی حدیثوں پر ہوتا ہے۔

۵۳۔ خود صلوٰۃ الرسول ص۵۰،۵۱ پر ہے کہ اختلاف کی صورت میں سنت خلفائے راشدین کو دیکھو تو خلافت راشدہ میں بلند آواز سے آمین کہنا ہرگز ثابت نہیں آہستہ آمین کی روایت طحاوی شرح معانی الآثار ص۱۴۰ج۱ پر موجود ہے تو دور خلافت راشدہ میں بھی آمین جہر پر عمل نہیں رہا اور یہ متروک رہی۔

۵۴۔ ص۲۰۰ پر سورۃ فاتحہ پڑھنے کا مسئلہ لکھا ہے اس کے لیے حدیث لاصلوٰۃ لِمَن لَمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ نقل کی ہے کیا رسول اقدس ﷺ نے فرمایا تھا کہ اس کے ترجمہ میں مقتدی کا لفظ داخل کر دینا اگر چہ حضرت جابرؓ بن عبداللہ میری حدیث (مَنْ صَلّٰى رَكْعَةً لَمْ يَقْرَأْ فِيهَا بِاُمِّ الْقُرْآنِ فَلَمْ يُصَلِّ اِلَّا وَرَاءَ الْاِمَامِ (طحاوی ص۱۴۹ج۱) یعنی حضور ﷺ نے فرمایا جو شخص نماز پڑھے اور اس میں

فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز کامل نہیں ہاں مگر مقتدی (نہ پڑھے) میں اگر چہ مقتدی کو خارج کرے مگر تم ضرور مقتدی کو داخل کرنا۔

۵۵۔ کیا یہ بھی رسول اقدس ﷺ نے ہی فرمایا تھا کہ میرے صحابی حضرت جابرؓ بتاتے رہیں کہ اِلاَّ وَرَاءَ الْاِمَام (موطا۔ ترمذی) مگر تم نہ سننا۔ صحابہؓ کا شاگرد سفیان بن عیینہ محدث کہتا رہے هذا لمن يصلي وحده . (ابوداؤد)

یہ حدیث اکیلے کے لیے ہیں مگر تم ادھر دیکھنا بھی نہ اور تبع تابعی امام احمد بن حنبلؒ بتاتے رہیں کہ اذا كان وحده (ترمذی) کہ یہ اکیلے نمازی کے لیے ہے مگر تم سنی ان سنی کر دینا۔ پورے خیر القرون کی مخالفت سر لینا مگر حنفیوں کو بے نماز کہنا۔

۵۶۔ اور کیا رسول اقدس ﷺ نے ہی فرمایا تھا کہ بخاری سے یہ حدیث تو نقل کر دینا جس میں جماعت کا ذکر ہی نہیں مگر اسی بخاری ص ۱۰۸ ج ۱ پر جس حدیث میں ہے کہ نماز باجماعت میں حضرت ابو ہریرہؓ رکوع میں شریک ہوئے (ظاہر ہے کہ انہوں نے خود سورت فاتحہ پڑھی نہ امام کی سورت فاتحہ سنی) مگر حضورؐ نے نماز دہرانے کا حکم نہیں دیا۔ اس حدیث کا نام بھی نہ لینا۔

۵۷۔ رسول اقدسؐ نے فرمایا ہے "لا جمعة الا بخطبة" خطبہ کے بغیر جمعہ نہیں ہوتا مگر خطیب کا پڑھا ہوا خطبہ سب کی طرف سے ادا ہو جاتا ہے خواہ کوئی خطیب کی آواز سنے یا نہ سنے اور اگر چہ جماعت میں ہی آ کر شریک ہوا ہو۔ اسی طرح نماز باجماعت میں امام جو فاتحہ و سورت پڑھتا ہے وہ سب کی طرف سے ہو جاتی ہے خواہ امام کی آواز سنائی دے یا نہ دے یا مقتدی رکوع میں آ کر شامل ہوا ہو سب کی طرف سے ادا ہو جاتی ہے۔

۵۸۔ پھر ص ۲۰۰ پر مقتدیوں کو الحمد شریف پڑھنے کا حکم کے تحت حضرت عبادہؓ بن صامت کی مفصل حدیث لکھی ہے کیا رسول پاکؐ نے فرمایا تھا کہ یہ نہ بتانا کہ اس کا راوی محمد بن اسحاق مدلس ہے اور عن سے روایت کر رہا ہے۔ (نیل الاوطار ص ۲۳۴ ج ۱)

دلیل الطالب ص ۲۳۹) فتاویٰ علمائے حدیث پر اس کو خود علمائے اہل حدیث نے ضعیف لکھا ہے نیز اس کی سند میں مکحول بھی مدلس ہے اور عن سے روایت کر رہا ہے اور مبارک پوری صاحب فرماتے ہیں مدلس کا عنعنہ مقبول نہیں ۔ (ابکار المنن ص ۲۲۵)

۵۹۔ اور کیا یہ بھی رسول اقدسؐ نے ہی فرمایا تھا کہ ابوداؤد میں اس کے بعد جو حدیث منازعت ہے اس کو نقل نہ کرنا جس میں حضور ﷺ نے امام کے پیچھے قرأت کرنے والوں کو ڈانٹا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حدیث منسوخ ہے۔

۶۰۔ ترمذی میں بھی اس حدیث کی سند میں وہی محمد بن اسحاق اور مکحول ہیں اور ترمذی میں بھی اس کے بعد حدیث منازعت ہے اور قول جابرؓ بھی ہے جو صادق صاحب نے نقل نہیں کی یہ ایسا ہی فریب ہے جیسے کوئی رافضی متعہ والی حدیث نقل کر دے اور منع والی نہ کرے۔

۶۱۔ نسائی میں یہ آخری جملہ موجود ہی نہیں فَاِنَّهٗ لاصَلٰوةَ لِمَن لَم يَقرأ بِهَا پھر نسائی کی سند میں نافع بن محمود مجہول ہے اور اس کی یہ حدیث معلول ہے (میزان الاعتدال ص ۲۲۷ ج ۳) اور اس کے متصل ہی باب تاویل قوله تعالیٰ ﴿وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهٗ وَاَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ۝﴾ ہے اور اس کی تفسیر میں حدیث رسول واذا اقرأ فانصتوا ہے جس سے ثابت ہوا کہ پہلے لوگ امام کے پیچھے فاتحہ پڑھتے تھے پھر یہ آیت نازل ہوئی تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ نماز باجماعت میں جب امام قرآن پڑھے تو اے مقتدیو تم خاموش رہو یہی خدا کا فرمان ہے یہی رسول کا اعلان ہے اب آپ کا آیت سے پہلے زمانے کی حدیث کو نقل کرنا اور بعد میں جو آیت نازل ہوئی اور حضورؐ نے جو اعلان فرمایا اس کو نقل نہ کرنا یہ ایسا ہی فریب ہے جیسے کوئی یہودی حدیث کی کتابوں سے یہ حدیث تو نقل کر دے کہ آنحضرت ﷺ اور آپ کے صحابہؓ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھا کرتے تھے مگر یہ نہ بتائے کہ اس کے بعد آیت نازل ہوئی کہ بیت اللہ کی طرف منہ کر کے نماز

پڑھو اور رسول اقدسؐ نے بھی یہی فرمایا۔ اب کوئی پہلے دور کی احادیث سناتا ہے اور بعد والی نہ سنائے یہی دھوکا آپ نے نسائی کے ساتھ کیا ہے پھر ابوداؤد کے حوالہ سے جو حدیث نقل کی ہے وہ نامکمل بھی نقل کی ہے اور اس کا راوی بھی نافع بن محمود ہے۔

۶۲۔ ص ۲۰۲ پر یہ سرخی جمائی ہے۔ ''امام کے پیچھے سورت فاتحہ پڑھنا لازمی ہے''۔ اور حدیث خداج و قول ابی ہریرہؓ پیش کیا ہے۔ کیا رسول پاک ﷺ نے فرمایا تھا کہ حضرت ابوہریرہؓ کا موقوف قول نقل کر دینا مگر ابوہریرہ جو میری مرفوع حدیث بیان فرمائیں۔ اس کا ذکر تک نہ کرنا۔ یہ مکمل حدیث اس طرح ہے۔ ''حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہر وہ نماز جس میں سورت فاتحہ نہ پڑھی جائے وہ نماز ناقص ہوتی ہے مگر ہاں وہ نماز اس سے مستثنیٰ ہے جو امام کے پیچھے پڑھی جائے۔ (کتاب القرأۃ ص ۷۱) نیز فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ جس نماز میں امام جہر سے قرأت کرے تو کسی کو یہ حق حاصل نہیں کہ امام کے ساتھ قرأت کرے (کتاب القرأۃ ص ۱۲۲) نیز ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ امام اس لیے مقرر کیا جاتا ہے کہ اس کی پیروی کی جائے سو جب وہ اللہ اکبر کہے تم بھی اللہ اکبر کہو جب امام قرأت کرے تم خاموش رہو اور جب ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ﴾ پڑھے تم آمین کہو الحدیث ابن ماجہ ص ۶۱) نیز فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے امام کے پیچھے قرأت کرنے والے مقتدی کو ڈانٹا اور فرمایا انی اقول مالی انا زع القرآن (موطا امام مالک ص ۲۹) ان صحیح صریح احادیث کو پس پشت ڈال دینا مومن کی شان نہیں۔ آپ نے ان صحیح حدیثوں کو چھوڑ کر حضرت ابوہریرہؓ کا قول پیش کیا ہے۔ نبیؐ کو چھوڑ دیا ہے۔

۶۳۔ صلوٰۃ الرسول ص ۲۰۳ پر حضرت انسؓ کی حدیث پیش کی ہے اس کے ترجمہ میں لکھا ہے۔ ''سورت فاتحہ پڑھا کرو''۔ یہ کس لفظ کا ترجمہ ہے۔ مسند احمد ص ۸۱/ ج ۵ میں صاف اِنْ شَاءَ کا لفظ ہے کہ اگر چاہو تو پڑھ لو۔ لیکن آپ ضرور پڑھا کرو خود ملا لیا۔ پھر یہ حدیث اگر صحیح

بھی ہوتو آیت سے پہلے کا واقعہ ہے پھر آیت نے قرأت سے روک دیا اور حضرت انسؓ نے وہ حدیث بھی روایت فرمائی چنانچہ فرماتے ہیں ان النبی ﷺ قال اذا قرأ الامام فانصتوا (کتاب القرأۃ ص ۹۲) کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جب امام قرأت کرے تم خاموش رہو' اور ہر شخص جانتا ہے کہ امام جب قرأت کرتا ہے تو فاتحہ اور سورت دونوں پڑھتا ہے تو مقتدی بھی دونوں میں خاموش رہے گا۔ یا آپ کو رسول اقدس ﷺ نے اس فریب کی اجازت دی تھی کہ ایسے فریب کرنا اور کتاب کا نام صلوٰۃ الرسول رکھ دینا۔

۶۴۔ کیا یہ بھی رسول اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ: صاحب ہدایہ اور شیخ جیلانیؒ کے اقوال پوری خیانت اور بددیانتی سے نقل کرنا اور پھر بھی کتاب کا نام صلوٰۃ الرسول رکھ دینا۔

یہ مسلمہ اصول ہے کہ اگر نبی معصوم اور امتی کے کلام میں بظاہر تعارض ہو تو امتی کی بات میں تاویل کر کے اسے نبی کے پیچھے لگایا جائے گا نہ کہ نبی کو امتی کے پیچھے کھڑا کیا جائے گا یہاں خدا کے قرآن نبی کی احادیث اور حضرت ابو ہریرہؓ کے کلام میں بظاہر تعارض نظر آ رہا ہے۔ اب خدا اور رسول کو چھوڑا جائے گا یا حضرت ابو ہریرہؓ کی بات کا ایسا مطلب لیا جائے گا جو خدا اور رسول سے نہ ٹکرائے غیر مقلدین یہاں خدا رسول کو چھوڑ جاتے ہیں ہم کہتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہؓ کا یہ ارشاد خدا اور رسول کے ہرگز خلاف نہیں اس بات کو سمجھنے کے لیے پہلے ایک مثال عرض کرتا ہوں۔

اسلامی احکام آہستہ آہستہ نازل ہوئے ہیں پہلے لوگ اپنے ملکی رواج کے مطابق شراب پی لیا کرتے تھے اسلام نے اس سے یکدم منع نہیں فرمایا۔ پہلے صرف اتنا فرمایا کہ شراب اور جوئے میں لوگوں کو مفاد ہے مگر ان کا گناہ نفع سے زائد ہے کچھ عرصہ کے بعد دوسرا حکم آیا ﴿لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى...﴾ اور صرف اوقات نماز میں شراب پینے کی ممانعت ہوئی پھر کچھ عرصہ بعد اس کی حرمت کا قطعی حکم

نازل ہوگیا جواب تک قائم ہے اب اس آخری آیت سے پہلے کے شراب پینے کے واقعات احادیث سے دکھا کہ شراب کو جائز ثابت کرنا ایک خالص فریب ہے آخری حکم پر ہی عمل جاری ہوا اور رہے گا۔

بالکل اسی طرح مسئلہ قرأۃ خلف الامام میں ہوا حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل جب نماز باجماعت پڑھتے تو امام کے پیچھے قرأت کرتے تھے ابتدائے اسلام میں مسلمان اسی طریقہ پر عمل کرتے رہے پھر اللہ تعالیٰ نے آیت واذاقرئ القرآن نازل فرمادی (تو اب امام قرأۃ کرتا رہا اور مقتدی خاموش ہوگئے۔ (تفسیر الدر المنثور ص ۱۵۶ ج ۳) چنانچہ جو احادیث قرأۃ کرنے کی ہیں وہ آیت سے پہلے کی ہیں جیسے نماز میں باتیں کرنے کی حدیثیں آیت ﴿قُوْمُوْا لِلّٰهِ قَانِتِیْنَ﴾ سے پہلے کی ہیں اور بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کی احادیث آیت ﴿فَوَلِّ وَجْهَکَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ...﴾ سے پہلے کی ہیں چنانچہ آیت واذ اقرئ القرآن کے نازل ہونے کے بعد سب صحابی امام کے پیچھے فاتحہ اور سورۃ پڑھنے سے رک گئے اور اس مسئلہ میں کوئی اختلاف نہ رہا خلافت راشدہ کے بعد بعض ایسے حاکم بنے جیسے ابن زیاد انہوں نے ایک نئی بدعت کا آغاز کیا کہ وہ خود جماعت کراتے اور سرّی نمازوں میں امام بن کر بھی فاتحہ اور سورۃ نہ پڑھتے۔ (مصنف عبدالرزاق ص ۱۱۴ ج ۲) تو ایسے اماموں کے پیچھے صحابہؓ خود قرأت کر لیتے یہاں بھی یہی حالت ہوئی کہ حضرت ابوہریرہؓ نے جب حدیث سنائی تو ابو سائب نے سوال پوچھا انا نکون احیاناً وراء الامام ہم کبھی کبھار اس امام کے پیچھے ہوتے ہیں ظاہر ہے کہ صحابہؓ تابعینؒ نماز باجماعت کے پابند تھے البتہ کبھی کبھار ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا پڑتی تھی تو ابو سائب نے اشارۃً ایسے امام کا مسئلہ پوچھا فغمز ذراعی، تو حضرت ابوہریرہؓ نے اس کا ہاتھ دبا کر ایسے امام کے پیچھے فاتحہ پڑھنے کی اجازت دے دی ورنہ حضرت ابوہریرہؓ صحیح صریح احادیث کے خلاف فتویٰ کیسے دے سکتے تھے۔

۶۵۔ ص ۲۲۹ پر رفع الیدین کا عنوان باندھا ہے مگر مسئلہ کی ذرہ بھر وضاحت نہیں فرمائی ہے مسئلہ کی حقیقت سنیئے۔

الف: تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین سب کرتے ہیں اس میں کوئی اختلاف نہیں کیونکہ اس بارہ میں احادیث میں کوئی اختلاف نہیں پہلی تکبیر کے وقت رفع یدین کرنے کی احادیث موجود ہیں مگر چھوڑنے کی ایک بھی حدیث نہیں معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ نے یہ رفع یدین کرنے کے بعد چھوڑی نہیں اس لیے ہم نے بھی نہیں چھوڑی۔

۶۶۔**ب**: ہر رکعت میں دو سجدے ہوتے ہیں سجدوں میں جاتے اور سجدوں سے سر اٹھاتے وقت آنحضرت ﷺ کا رفع یدین فرمانا ابوداؤد میں حضرت وائل بن حجرؓ کی حدیث میں اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی حدیث میں ثابت ہے نسائی میں حضرت مالک بن الحویرث اور حضرت ابن عباسؓ کی روایت میں اور ابن ماجہ میں حضرت ابوہریرہؓ حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت عمیر بن حبیبؓ کی احادیث سے ثابت ہے مشکل الآثار طحاوی میں حضرت ابن عمرؓ اور ابن ابی شیبہ میں حضرت انسؓ سے ثابت ہے اور مسند احمد میں حضرت جابرؓ سے ثابت ہے اتنی احادیث میں یہ رفع یدین ثابت ہے جن میں ماضی استمراری بھی ہے متاخر الاسلام صحابہؓ کی روایات بھی ہیں مگر ایک یا دو حدیثوں میں اس رفع یدین کے چھوڑنے کا ذکر مل گیا اس لیے ہم نے بھی ان جگہوں میں رفع یدین چھوڑ دی اور غیر مقلدین نے بھی چھوڑ دی نہ صادق صاحب کو یہاں رفع یدین سے چڑ کا عنوان یاد آیا نہ سنت سے نفرت کا لفظ یاد آیا نہ ماضی استمراری کا قاعدہ یاد رہا۔

کیا رسول اقدس ﷺ نے آپ کو کہا تھا کہ سجدہ میں رفع یدین کرنے کی احادیث ضعیف ہیں اس لیے ان کو کتاب میں بالکل ذکر نہ کرنا اور عبداللہ بن عمرؓ کی حدیث میں **کان لایفعل ذالک فی السجود** کا جملہ بیان کرنے میں اگرچہ

سالم منفرد ہو۔ باقی آٹھ شاگرد اس کو روایت نہ کریں پھر بھی لے لینا۔

۶۷۔ رکوع کے وقت رفع یدین کرنے کا ثبوت اگر پہلی تکبیر کے رفع یدین کی طرح مل جاتا کہ کرنے کا ثبوت تو ہوتا اور چھوڑنے کی کوئی حدیث نہ ہوتی تو احناف کو ضد نہیں کرنی چاہیئے تھی اور اگر کرنے کے بعد چھوڑنے کا ثبوت مل جاتا تو آپ کو ضد نہ کرنی چاہیئے تھی مگر یہاں آپ نے حق پوشی سے کام لیا۔

۶۸۔ کیا یہ حکم آپ کو رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا تھا کہ رفع یدین کی ان احادیث کو تو ذکر کر دینا جن پر نہ مکہ میں عمل جاری رہا عہد صحابہؓ و تابعینؒ میں (ابوداؤد میمون مکی ج ۱، ۱۱۵) نہ مدینہ میں عمل جاری رہا خیر القرون میں (المدونہ قول امام مالک) نہ کوفہ میں عمل جاری رہا عہد صحابہؓ تابعینؒ و تبع تابعین میں (موطا امام محمد فرمان ابراہیم نخعی) اور ترک رفع یدین کی احادیث کا بالکل ذکر نہ کرنا جن کے موافق خیر القرون میں مکہ۔ مدینہ کوفہ اور اسلامی دنیا میں بلا نکیر عمل جاری رہا خیر القرون کے مجتہد اعظم نے جن کو موافق عمل ہونے کی وجہ سے راجح قرار دیا اور ہزاروں محدثین فقہاء اولیاء اللہ اور کروڑوں عوام ان پر عمل کرتے رہے۔

۶۹۔ ص ۲۳۱ پر جو حدیث ابن عمرؓ نقل کی اس کے مرفوع موقوف ہونے میں اختلاف ہے اسے خود بخاری نے بھی طریق نافع کے بعد یہ الفاظ لکھے ہیں رواہ ابن طہمان عن ایوب و موسیٰ بن عقبہ مختصراً بخاری ص ۱۰۲) مگر یہ عبارت آپ نے نقل نہ کی اور حدیث لَا دِیْنَ لِمَنْ لَا دَیَانَۃَ لَہٗ کا ذرا بھر خیال نہ کیا۔

۷۰۔ ص ۲۳۲ پر حضرت وائلؓ کی حدیث ابوداؤد کے حوالہ سے نقل کی مگر یہاں بھی دو خیانتیں کیں نہ تو یہ بتایا کہ وائلؓ کی حدیث میں سجدوں کے وقت رفع یدین کا بھی ذکر ہے اور نہ یہ ہی بتایا کہ ابوداؤد میں حضرت وائلؓ کے دوبارہ آنے کا جہاں ذکر ہے وہاں صرف پہلی تکبیر کے وقت رفع یدین کا ذکر ہے اور بس تاکہ مسئلہ صاف ہو جاتا لَا اِیْمَانَ لِمَنْ لَا اَمَانَۃَ لَہٗ کا آپ نے ذرہ بھر پاس نہیں کیا۔

۷۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے متواتر احادیث میں ثابت ہے کہ میری طرف جھوٹی

حدیث منسوب نہ کرنا مگر کیا آپ کو آنحضرت ﷺ نے یہ اجازت دے دی تھی کہ رسول اللہ ﷺ وفات تک رفع یدین کرتے رہے کا عنوان ص ۲۳۲ پر قائم کر کے نیچے جھوٹی حدیث درج کر دینا جس کی سند کے تین راوی جعفر بن محمد بن نصر۔ عبداللہ بن احمد الدمجی الحسن بن حمدان الرقی ایسے ہیں جن کی نہ عدالت ثابت نہ اصحاب صحاح ستہ میں سے کسی نے ان سے روایت لی ہے ایک راوی رافضی خبیث ہے دو راوی عبدالرحمٰن بن قریش اور عصمۃ بن محمد انصاری جھوٹی احادیث بنانے والے ہیں کیا ترک رفع یدین کی احادیث اس سے بھی سند کے اعتبار سے کمزور تھیں جو آپ نے تحریر نہیں کیں۔

۷۲۔ صلوٰۃ الرسول کے پہلے ایڈیشنوں میں ایک اور جھوٹی روایت درج تھی کہ وانحر کا معنی رفع یدین ہے اور فرشتے بھی رفع یدین کرتے ہیں مگر اب وہ نئے ایڈیشنوں میں نکال دی ہے نہ معلوم کب سے فرشتوں نے رفع یدین چھوڑ دی اور کیوں۔

۷۳۔ مذہب حنفی میں آئمہ ثلاثہ حنفیہ کا ترک رفع یدین پر اتفاق ہے ان کے خلاف شاہ ولی اللہؒ کا قول پیش کرنا کیا مقصد رکھتا ہے اور کیا رسول اللہ ﷺ نے ہی فرمایا تھا کہ عبارت بالکل ناقص نقل کرنا۔ اور دیانت کا نیا ریکارڈ قائم کر دینا۔

۷۴۔ ۲۳۴ پر مولانا عبدالحی لکھنوی کی عبارت بھی نامکمل نقل کی ہے۔

۷۵۔ درمختار اور ذخیرہ کی عبارت میں کہاں ہے کہ رفع یدین سنت مؤکدہ ہے رہا یہ کہ نماز فاسد نہیں ہوتی فاسد ہونے کا قول شاذ ہے دیکھئے آپ کے مذہب میں ننگے نماز پڑھنے سے بھی نماز نہیں ٹوٹتی۔ کیا اسکا یہ مطلب ہے کہ آپ کے مذہب میں ننگے نماز پڑھنا سنت ہے آپ کا دعویٰ سنت کا ہے آپ فقہ کا ایک مفتی بہ قول سنت ہونے کا پیش کریں۔

۷۶۔ کیا آپ کے مذہب میں رکوع کیوقت رفع یدین نہ کرنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے ثبوت باحوالہ دیں۔

۷۷۔ احناف کو صاف بتانا تھا کہ شامی۔ عالمگیری۔ میں اس رفع یدین کو مکروہ لکھا

ہے یہ قول آپ نے کیوں چھپایا۔

۷۸۔ ص ۲۳۵ پر یہ جھوٹ بولا ہے کہ چار سو روایتیں اس تین جگہ رفع یدین کی ہیں ذرا ان چار سو صحابہؓ کے نام اور جس جس کتاب میں ان کی احادیث ہیں ان کے صفحات کی فہرست بیان فرمادیں۔ اگر یہ چار سو صحابہؓ کے ناموں کی لسٹ نہ بتاسکو اور ہر گز نہیں بتا سکو گے تو یہ بتادو کہ آپ کے مذہب کی بنیاد جھوٹ اور مبالغے پر ہی کیوں ہے؟

۷۹۔ ص ۲۳۵ پر ہی آپ نے لکھا ہے کہ ان چار سو میں سے دس عشرہ مبشرہ ہیں جو یہ بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ وفات تک رفع یدین (مواضع ثلاثہ میں) کرتے رہے یہ بھی محض جھوٹ ہے ان میں سے کسی ایک سے بھی حسن یا ضعیف سند سے بھی ساری عمر رفع یدین مواضع ثلاثہ میں کرنے کی حدیث نہیں بلکہ عشرہ مبشرہ کا خود ہمیشہ رفع یدین کرتے رہنا بھی کسی صحیح سند سے ثابت نہیں۔

۸۰۔ آپ لوگ رات دن قیاس کو کار ابلیس بھی کہتے ہیں لیکن ص ۲۳۶، ۲۳۷ پر رفع یدین کو مسواک پر قیاس بھی کرلیا ہے ذرا یہ تو فرمائیں ان دونوں میں علت مشترکہ کون سی ہے۔

۸۱۔ آپ پہلے مسواک والی اس حدیث کی سند کا صحیح ہونا ثابت فرمائیں اور پھر وہ حدیث پیش کریں جس میں رسول اقدس ﷺ نے فرمایا ہو کہ رکوع کے وقت رفع یدین کرنے والے کو رفع یدین نہ کرنے والے سے ستر گنا زائد ثواب ملے گا۔

۸۲۔ ص ۲۳۸، ۲۳۹ پر رفع یدین کو ڈاکٹر کے نسخے پر قیاس کیا ہے کہ ڈاکٹر نسخے میں چار دوائیں لکھے مریض صرف ایک استعمال کرے تو شفا کی امید نہیں رکھنی چاہئے لیکن یہ قیاس احادیث صحیحہ کے خلاف ہے نسخے کی اگر کچھ دوائیں ڈاکٹر خود نسخے سے خارج کر دے مگر مریض ضد کرے کہ میں تو یہ نہیں نکالوں گا تو ڈاکٹر اس مریض پر کتنا خوش ہوگا۔

۸۳۔ ص ۲۳۹، ۲۴۰ پر صحیح مسلم سے حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت مالک بن الحویرثؓ کی حدیثیں نقل کی ہیں مگر ان میں نہ تو سنت مؤکدہ کا لفظ ہے اور نہ ساری عمر رفع یدین کرنے کا ذکر ہے زیادہ سے زیادہ ماضی استمراری ہے اور اسی صحیح مسلم ص ۲۵۴

ج ا پر نوویؒ نے محققین اہل اصول کا ارشاد نقل کیا ہے کہ ماضی استمراری اصل وضع کے اعتبار سے صرف ایک دفعہ کے فعل پر استعمال ہوتی ہے تو اگر یہ حدیثیں صحیح بھی ہوں تو یہ ثابت ہوگا کہ ایک آدھ مرتبہ آنحضرت ﷺ نے رفع یدین کیا اس کو ہمیشہ کرتے رہے یا چھوڑ دیا اس کا اس حدیث میں کوئی ذکر نہیں ہاں قیاس یہ کہتا ہے کہ اگر کیا تو کرتے رہے ہوں گے مگر یہ قیاس حدیث کے خلاف ہے کیونکہ اسی مسلم ص ۱۸۴، ج ۱ پر ہے کہ آنحضرت ﷺ نے نماز کے اندر رفع یدین کرنے والوں کو ڈانٹا اور شریر گھوڑوں کی دموں سے تشبیہ دی اس لیے ہم نے آپ کے قیاس کو حدیث سے چھوڑ دیا تم ایسے قیاس پر عمل کر رہے ہو جو خلاف حدیث ہے اور ہم حدیث پر عمل کر رہے ہیں۔

۸۴۔ ۲۴۱۔ پر آپ نے لکھا ہے کہ ماضی استمراری دوام کے لیے آتی ہے اور دلیل کے لیے وہی جھوٹی حدیث بیان کی ہے جس کا ذکر گزر چکا۔

۸۵۔ اگر ہر فعل سنت مؤکدہ ہے تو کھڑے ہو کر پیشاب کرنا۔ حائضہ کی گود میں سر رکھ کر قرآن کی تلاوت کرنا۔ نماز پڑھتے ہوئے دروازہ کھول دینا۔ وضو کے بعد بیوی کا بوسہ لینا۔ بچی کو اٹھا کر نماز پڑھ لینا یہ سب کام صحیح حدیثوں سے ثابت ہیں کیا یہ سب سنت مؤکدہ ہیں۔

۸۶۔ ص ۲۴۲ پر عنوان لکھا ہے ''سرتاج احناف حضرت امام محمد کا نعرۂ حق رفع یدین برحق'' یہ امام محمدؒ پر جھوٹ ہے۔

امام محمد تو موطا میں صاف فرماتے ہیں ''رفع یدین نماز میں صرف پہلی تکبیر کے وقت کیا جائے پھر ساری نماز میں کسی جگہ رفع یدین نہ کیا جائے یہی امام ابو حنیفہؒ کا بیان ہے اور یہ بہت سے آثار سے ثابت ہے پھر ثابت کیا ہے کہ حضرت علیؓ حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ پہلی تکبیر کے بعد رفع یدین نہیں کرتے تھے اور حضرت امام ابرہیم نخعیؒ کا پرزور بیان نقل کیا ہے کہ صحابہ کو نہ کبھی رفع یدین کی حدیث بیان کرتے سنا اور نہ پہلی تکبیر کے بعد رفع یدین کرتے دیکھا (موطا امام محمد ص ۹۱ تا ص ۹۴) اور یہی امام محمد کتاب الحجۃ علیٰ اہل المدینۃ ص ۹۴، ۹۵ ج ۱) پر فرماتے

ہیں ''حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے نہایت پختہ ثبوت ہے کہ وہ پہلی تکبیر کے بعد رفع یدین نہیں کیا کرتے تھے اور حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ رسول اقدس ﷺ کی نماز کو حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے زیادہ جانتے تھے کیونکہ آنحضرتؐ فرمایا کرتے تھے میرے قریب پہلی صفوں میں بڑے بڑے عقلمند اور دانا کھڑے ہوا کریں اسی لیے اہل بدر پہلی صفوں میں کھڑے ہوتے تھے جب کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ پیچھے بچوں کی صف میں کھڑے ہوا کرتے تھے پس حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ جو اہل بدر (اور سابقین اسلام) میں سے ہیں وہ بوجہ قریب پہلی صف میں کھڑے ہونے کے حضرت ﷺ کی نماز کو زیادہ جانتے تھے اور خود امام مالکؒ نے (نہایت صحیح سند سے) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ وہ جب نماز پڑھاتے تو ہر اونچ نیچ کے وقت تکبیریں کہتے اور رفع الیدین صرف پہلی تکبیر کے ساتھ کرتے تھے یہ حدیث بھی حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے موافق ہے اس کے بعد حضرت علیؓ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور امام ابراہیم نخعیؒ کی روایات نقل فرمائی ہیں'' ایسے واضح بیانات کے بعد بھی حضرت عمرؓ پر بہتان باندھنا اور نام صادق رکھنا۔

برعکس نہند نام زنگی کافور کا مصداق ہے۔

۸۷۔ اگر کوئی یہ دھوکا دے کہ اگر امام محمدؒ رفع یدین کو سنت صحیحہ نہیں سمجھتے تھے تو انہوں نے موطا امام محمد میں رفع الیدین کی حدیث کیوں ذکر کی ہم کہیں گے اگر استدلال کا یہی طریقہ ہے تو حضرت امام بخاری نے متعہ کی حدیثیں، شراب کی حدیثیں۔ نماز میں بات کرنے کی حدیثیں بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کی حدیثیں نقل فرمائی ہیں تو کیا امام بخاریؒ بلکہ تمام اصحاب صحاح ستہ شراب پی کر متعہ کر کے بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے اور نمازوں میں باتیں کیا کرتے تھے اگر کہو کہ یہ ان پر بہتان ہے تو تم کیسے بہتان باندھ رہے ہو امام محمدؒ نے بھی اسی لیے نقل کی کہ بتائیں کہ اس پر عمل جاری نہیں رہا۔

۸۸۔ آخر میں ص ۲۴۳ پر لکھا ہے ''ہر مسلمان رفع یدین کے ساتھ نماز پڑھے کہ اس

کے بغیر نماز کا یقیناً نقصان ہے" یہ آپ کی اپنی بات ہے یا حضورؐ نے فرمایا ہے مَنْ لَمْ یَرْفَعْ یَدَیْهِ عِنْدَ الرُّکُوْعِ فَصَلٰوتُهٗ خِدَاجٌ اگر ہو تو پیش کریں اور یہ بھی بتائیں کہ حضرات خلفائے راشدینؓ اور دیگر صحابہؓ کی نمازیں آپ کی نماز کے مقابلہ میں واقعی یقیناً ناقص ہیں۔

۸۹۔ ص ۲۶۲ پر جلسہ میں پڑھنے کی مسنون دعا کے تحت ابن عباسؓ کی حدیث نقل کی ہے جس کی سند میں ابوالعلاء ہے جس کے متعلق ابن حبان نے کہا ہے کان ممن یقلب الاسانید ویرفع المراسیل من حیث لا یدری کیا ایسی حدیث سے سنیت ثابت ہو جاتی ہے۔

۹۰۔ ص ۳۵۲ پر فجر کی نماز کے بعد سنتیں پڑھنے کی حدیث ابوداؤد اور ترمذی کے حوالہ سے لکھی ہے اور یہ بالکل نہیں بتایا کہ ابوداؤد نے بھی اس کو مرسل کہا ہے اور ترمذی نے بھی کہا ہے کہ اس کی سند متصل نہیں پھر ترمذی میں اس کے بعد حضور اقدس ﷺ کی قولی حدیث موجود ہے مَنْ لَمْ یُصَلِّ رَکْعَتِی الْفَجْرِ فَلْیُصَلِّهِمَا بَعْدَ مَاتَطْلُعُ الشَّمْسُ ص ۸۸، ۱۲ کیا رسول اقدس ﷺ نے فرمایا تھا کہ پہلی ضعیف حدیث نقل کر دینا اور اسی کے فقرہ فلا اذاً بھی بالکل بیان نہ کرنا اور بعد والی صحیح حدیث بھی چھوڑ دینا۔

این کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

۹۱۔ ص ۳۵۶ پر یہ حدیث تو نقل کر دی کہ وتر تین پڑھ یا پانچ یا ایک مگر یہ نہ بتایا کہ امام ابوحاتم۔ ذہلی۔ دارقطنی، بیہقی، نسائی اور بہت سے محدثین نے اسے ابوایوب کا قول قرار دیا ہے اور یہی صحیح ہے نہ کہ اس کا حدیث رسول ہونا۔

(تلخیص الحبیر بلوغ المرام)

۹۲۔ ص ۳۵۷ پر حضرت عائشہؓ کی حدیث پانچ وتر والی نقل کی ہے اور متفق علیہ کہا ہے حالانکہ بخاری میں یہ حدیث سرے سے موجود ہی نہیں ہے اور یہ حدیث ہشام سے اہل عراق نے اس وقت روایت کی ہے جب اس کا حافظہ صحیح نہ رہا تھا۔

(مقدمہ فتح الباری ص ۴۴۸)

۹۳۔ ص ۳۵۸ حاشیہ پر حضرت عائشہؓ کی جو حدیث وتر کی دو رکعت کے بعد قعدہ نہ کرنے کی نقل کی ہے وہ بھی صحیح یا حسن نہیں کیونکہ اس کا راوی شیبان بن فروخ وہمی ہے (تقریب) اس کا استاد ابان بن یزید باوجود متکلم فیہ ہونے کے اپنے سے اوثق سعید المقبری کی مخالفت کر رہا ہے سعید لا یسلم کہتا ہے اور ابان لا یقعد کہتا ہے اور قتادہ مدلس ہے اور عن سے روایت کر رہا ہے اس لیے یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔

۹۴۔ ص ۳۵۹ پر حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث كَانَ يَدْعُوْا فِي الصَّلٰوةِ نقل کیے ہیں یہ بہت بڑا فریب ہے اصل الفاظ ہیں اِذَا اَرَادَاَن يَّدْعُوا عَلٰى اَحَدٍ اَوْيَدْعُوْلاَحَدٍ (بخاری) جس سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ یہ حدیث قنوت نازلہ سے متعلق ہے اس کے الفاظ حذف کر کے وتروں پر لگا لیا اور ﴿يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَوَاضِعِهٖ...﴾ کا حق ادا کر دیا۔

۹۵۔ ص ۳۸۶ پر حضرت جابرؓ کی لمبی حدیث نقل کی ہے جس میں محمد بن عبداللہ جھوٹی حدیثیں بنانے والا ہے۔ (تقریب ص ۱۸۸)

۹۶۔ ص ۴۰۹ پر تکبیر تشریق کے الفاظ دار قطنی سے نقل کیے ہیں۔ اس کی سند میں جابر جعفی اور عمرو بن شمر کذاب ہیں۔

۹۷۔ کیا یہ بھی رسول اقدس ﷺ نے فرمایا تھا کہ عید کی تکبیروں میں ص ۴۱۱، ۴۱۲ پر ضعیف اور مرسل حدیثیں نقل کر دینا اور چھ تکبیروں والی احادیث جن پر عہد فاروقی میں اجماع ہو گیا تھا ان کو نقل نہ کرنا۔ (طحاوی فی الجنائز)

۹۸۔ ص ۴۲۳، ۴۲۴ پر نماز تسبیح کا بیان لکھا ہے اس حدیث کو ابن الجوزی نے موضوعات یعنی جھوٹی حدیثوں میں درج کیا ہے۔

۹۹۔ ص ۴۳۴ پر نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ پڑھنے کی جو مرفوع حدیثیں درج کی ہیں ان میں سے ایک بھی صحیح نہیں ہے۔

۱۰۰۔ ص ۴۴۸ پر جو دعا لکھی ہے اس کا ثبوت نہ قرآن میں ہے نہ حدیث میں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نماز تراویح اور صلوٰۃ الرسول

حکیم محمد صادق صاحب سیالکوٹی نے صلوٰۃ الرسول ص ۳۷۸ پر یہ بحث کی ہے۔

ا۔ نماز تراویح کا بیان

یہ نام نماز کا نہ قرآن پاک میں آتا ہے اور نہ کسی صحیح حدیث میں۔

۲۔ بے دلیل دعویٰ

نماز تراویح اور تہجد (رات کی نماز) دراصل ایک ہی چیز کے دو نام ہیں رات کی نماز غیر رمضان میں جب سو کر اٹھنے کے بعد پڑھی جائے تو تہجد کہلاتی ہے اور اگر سونے سے قبل عشاء کے ساتھ پڑھ لی جائے تو اس کو تراویح کہتے ہیں (صلوٰۃ الرسول ص ۳۷۸ یہ دعویٰ قرآن یا حدیث صحیح صریح سے ثابت کیا جائے۔

۳۔ مؤلف نے تراویح کا لفظ تو لے لیا لیکن اس کا معنیٰ نہیں بتایا لیجئے اپنے معتبر فتاویٰ سے معنیٰ سن لیجئے۔

''اس نماز کا نام تراویح اس لیے رکھا گیا کہ لوگ اس میں ہر چار رکعت کے بعد استراحت کرنے لگے کیونکہ تراویح جمع ترویحہ کی ہے اور ترویحہ کے معنی ایک دفعہ آرام کرنے کے ہیں۔ (فتاویٰ علمائے حدیث ص ۲۴۱ ج ۶ ص ۳۸۸ ج ۶)

حکیم صاحب نے یہ معنیٰ اس لیے نہیں لکھا کہ اس معنیٰ پر آٹھ رکعت کو تراویح کہنا صحیح نہیں کیونکہ تراویح جمع کا لفظ ہے اور جمع کا اطلاق عربی زبان میں کم از کم تین پر ہوتا ہے۔ اس لیے چار رکعت کو ترویحہ آٹھ رکعت کو ترویحتین اور بارہ رکعت کو کم از کم تراویح کہا جائے گا اس معنیٰ پر امت کا اجماع ہے۔ اور کوئی آیت یا حدیث اس کے خلاف پیش نہیں کی جاسکتی۔ الغرض حکیم صاحب کو تراویح کا معنیٰ بھی نہیں آتا۔

۴۔ نماز تراویح کی تعریف

حکیم صاحب نے نماز تراویح کی تعریف بھی صحیح نہیں کی۔ ''نماز تراویح کی تعریف میں علماء نے لکھا ہے کہ نماز تراویح وہ نماز ہے جو رمضان کی راتوں میں عشاء کے بعد باجماعت پڑھی جائے۔ (فتاویٰ علمائے حدیث ج ص ۲۴۱ ج ۶) نماز تراویح میں جماعت بھی شرط ہے اگر اکیلے اکیلے پڑھیں گے تو تراویح نہ ہوگی۔

(فتاویٰ علمائے حدیث ص ۲۴۳ ج ۶)

یعنی جس طرح جمعہ اور عیدین میں جماعت شرط ہے بغیر جماعت کے جمعہ اور عیدین نہیں ہوتیں اس طرح تراویح میں بھی جماعت شرط ہے۔

نوٹ: اس کی دلیل کسی صحیح حدیث سے ہونی چاہئے۔

۵۔ تین رات تراویح

حکیم صاحب نے ص ۳۷۸، ۳۷۹ پر حضرت ابوذرؓ کی روایت نقل کی ہے اس میں آپ نے تین بار یہ ترجمہ کیا ہے ''ہمیں نماز تراویح پڑھائی خدا جانے یہ ''تراویح'' حدیث کے کس لفظ کا ترجمہ کیا ہے۔ حدیث میں تو تراویح کا لفظ ہرگز موجود نہیں۔ اگر کہو کہ محدثین نے اس کو تراویح میں ذکر کیا ہے تو امتیوں کی بات آپ کے ہاں دلیل شرعی نہیں امتیوں کی بات کو نبی کی بات بنا کر پیش کرنا بہت بڑا فریب ہے۔

۶۔ حکیم صاحب نے نقل حدیث میں ایک اور بد دیانتی کی اس میں پہلی رات میں ایک تہائی رات تک نماز پڑھنے کا ذکر تھا۔ دوسری رات دو تہائی رات تک تیسری رات سحری فوت ہونے کا خطرہ ہو گیا تھا مگر ان الفاظ کو حکیم صاحب نے ذکر نہیں کیا کیونکہ حدیث پاک کے ان الفاظ پر لامذہب غیر مقلدین کا عمل نہیں۔

۱۔ اگر صحیح بخاری ص ۹۶ ج ۱ پر مندرجہ اصول کہ حضورؐ کے آخری فعل پر عمل لازم ہے تو لامذہبوں کو چاہئے کہ ہمیشہ تراویح سحری تک پڑھا کریں یا کم از کم یہ ترتیب قائم رکھیں کہ پہلی رات تہائی رات تک دوسری رات دو تہائی رات تک تیسری رات سحری تک

اور پھر اسی طرح شروع کرلیا کریں غیر مقلدوں کا ہرگز اس حدیث پر عمل نہیں۔

۷۔ حکیم صاحب نے یہ بددیانتی اس لیے بھی کی کہ یہ تین راتیں آخری عشرہ رمضان کی ہیں اور آخری عشرہ رمضان میں آنحضرت ﷺ خود بھی ساری رات بیدار رہتے اور اپنے اہل کو بھی بیدار رکھتے (بخاری ص ۲۷۱ ج ۱) اور رات کو آپ کی عبادت نماز ہی ثابت ہے اب سوال یہ تھا کہ تینوں رات آپؐ نے تہائی رات تک نماز پڑھائی باقی دو تہائی رات آپ سوئے نہیں تو اس وقت جو نماز آپ پڑھتے رہے وہ تہجد تھی یا کیا نام تھا اور پچیسویں رات دو تہائی تک صحابہؓ کو نماز پڑھائی پھر ایک تہائی رات آپ سوئے نہیں اس وقت جو نماز آپؐ نے پڑھی اس کا نام تہجد تھا یا کچھ اور۔ لامذہبوں کے اصول پر اس سوال کا جواب بہت مشکل ہے اس لیے حدیث پاک کے الفاظ ہی نقل نہیں کیے تاکہ نہ سوال پیدا ہو اور نہ جواب دینا پڑے لیکن آخرت میں آنحضرت ﷺ جب مطالبہ فرمائیں گے کہ میری حدیث کے نقل کرنے میں کیوں خیانت کی اور میری احادیث لَا دِیْنَ لِمَنْ لَا دَیَانَۃَ لَہٗ اور لَا اِیْمَانَ لِمَنْ لَا اَمَانَۃَ لَہٗ کو کیوں پس پشت ڈالا تو کیا جواب دو گے؟ کتنی جرأت ہے کہ تراویح کا لفظ حدیث میں موجود نہیں تھا وہ حدیث میں داخل کر دیا اور جو الفاظ حدیث میں موجود تھے ان کو چھوڑ دیا۔

۸۔ ص ۳۷۹ پر حضرت زید بن ثابتؓ کی حدیث نقل کی جس میں تراویح کا کوئی لفظ موجود نہیں ہے مگر ترجمہ میں یہ لفظ حکیم صاحب نے زیادہ کر دیا اگر کہو کہ محدثین اس باب میں لائے ہیں تو آپ کے مذہب میں امتیوں کی بات کوئی دلیل شرعی نہیں۔

۹۔ ہاں جو بات حدیث میں تھی اس کے نقل میں خیانت کی بیوتکم کے بعد یہ جملہ چھوڑ دیا فان افضل صلوٰۃ المرء فی بیتہ الا الصلوٰۃ المکتوبۃ (متفق علیہ) کیونکہ اس جملہ پر لامذہبوں کا عمل نہیں ہے وہ نبیؐ کے خلاف امتیوں کی دیکھا دیکھی تراویح باجماعت پڑھتے ہیں۔ نقل حدیث میں خیانت کے بغیر حکیم صاحب کا کھانا ہضم نہیں ہوتا۔

۱۰۔ ص ۳۸۰ پر حکیم صاحب نے دعویٰ کیا ہے کہ حضورؐ نے رمضان میں تہجد نہیں پڑھی لیکن اس پر وہ کوئی دلیل نہیں لا سکے یہ ایسا دعویٰ ہے جیسے کوئی شخص یہ مانے کہ آنحضرت ﷺ دن رات میں پانچ نمازیں پڑھا کرتے تھے پھر کہے مگر بدھ کے روز ظہر پڑھنا ثابت نہیں تو اس کی دلیل اس کے ذمہ ہوگی لیکن آج تک غیر مقلدین اپنے اس دعویٰ پر کتاب وسنت سے کوئی دلیل نہیں لا سکے۔

۱۱۔ رکعات تراویح کے بارہ میں حکیم صاحب لکھتے ہیں بیس رکعات میں سے آٹھ رکعت تراویح سنت ہیں اور باقی مستحب (نفل) ہیں (ص ۳۸۵) اس دعویٰ پر حکیم صاحب اوران کی ساری جماعت عاجز ہے کہ وہ آٹھ رکعت کے ساتھ تراویح اور سنت کا لفظ اور بارہ رکعت کے ساتھ مستحب (نفل) کا لفظ دکھا دیں۔ ایسی کوئی حدیث پورے ذخیرۂ حدیث سے وہ نہیں دکھا سکتے۔

۱۲۔ حدیث عائشہؓ تو تہجد کے بارہ میں ہے اس کا تراویح سے کوئی تعلق ہی نہیں حکیم صاحب نے اس حدیث کا ترجمہ لکھا ہے رسول خدا رمضان میں کتنی نماز (تراویح) پڑھتے تھے'' یہ کتنی اور تراویح حدیث کے کسی لفظ کا ترجمہ نہیں حکیم صاحب نے محض اردو دانوں کو دھوکا دیا ہے۔

۱۳۔ اس حدیث عائشہؓ کو پورا نقل نہیں کیا اور نقل میں زبردست خیانت کی ہے۔

(ا)۔ اس میں اکیلے نماز پڑھنے کا ذکر ہے اور بغیر جماعت نماز کو تراویح نہیں کہتے (فتاویٰ علمائے حدیث ص ۲۴۳ ج ۶)

(ب) اس میں اس نماز کا ذکر ہے جو رمضان غیر رمضان سارا سال پڑھی جاتی ہے جب کہ سارا سال تراویح نہیں پڑھی جاتی۔

(ج) اس حدیث میں آخر رات نماز پڑھنے کا ذکر ہے جو تہجد ہے نہ کہ اول رات جو تراویح ہے۔

(د) اس میں گھر میں نماز پڑھنے کا ذکر ہے جبکہ تراویح مسجد میں پڑھی جاتی ہے۔

(ہ) اس میں وتر سے پہلے سونے کا ذکر ہے اور غیر مقلدین تراویح اور وتر کے درمیان مسجد میں کبھی نہیں سوتے۔

(و) اس حدیث میں سارا سال تین وتر پڑھنے کا ذکر ہے جب کہ غیر مقلدین ایک وتر پڑھ لیتے ہیں۔

(ز) حضرت عائشہ صدیقہؓ کی حیات میں عہد فاروقی۔ عہد عثمانی۔ عہد علوی میں بیس رکعت تراویح باجماعت مسجد نبوی میں آپ کے سامنے پڑھی جاتی تھیں لیکن حضرت ام المؤمنینؓ نے کبھی اس حدیث کو بیس پڑھنے والوں کے خلاف پیش نہیں کیا تو اب لامذہبوں کو اس کے پیش کرنے کا کیا حق ہے۔

(ح) یہ کسی حدیث سے ثابت نہیں کہ اس نماز کا نام گیارہ ماہ تہجد اور بارہویں مہینے تراویح ہوتا تھا۔ چونکہ ان سب سوالوں کا جواب حکیم صاحب کو نہیں آتا تھا اس لیے حدیث کے نقل کرنے میں خیانت سے کام لیا۔

(ط) نیز اس حدیث میں چار چار رکعت پڑھنے کا ذکر ہے جب کہ تراویح میں دو دو رکعت پڑھی جاتی ہے۔

(ی) اس میں قرآن پاک ختم کرنے کا کوئی ذکر نہیں جب کہ تراویح میں قرآن ختم کیا جاتا ہے۔

(ک) اس حدیث کے موافق آج تک کسی غیر مقلد مسجد میں ایک دن بھی تراویح پڑھی نہیں گئی حالانکہ بقول حکیم صاحب یہ آنحضرت ﷺ کا غالب معمول تھا کیونکہ اس میں سوال کیفیت نماز کا تھا اور جواب میں کیفیت میں طول نماز کا خصوصی ذکر ہے اس طوالت کی تشریح خود حکیم صاحب نے ص ۳۷۲ پر کی ہے کہ پہلی رکعت میں سورۃ البقرہ پھر اتنا ہی لمبا رکوع۔ اتنا ہی قومہ اتنا ہی سجدہ اتنا ہی جلسہ اتنا ہی سجدہ یعنی اگر سورۃ البقرہ ۱۵ منٹ میں پڑھی گئی تو قیام ۱۵ منٹ رکوع ۱۵ منٹ۔ قومہ ۱۵ منٹ سجدہ ۱۵ منٹ جلسہ ۱۵ منٹ دوسرا سجدہ ۱۵ منٹ یعنی ایک رکعت میں ڈیڑھ گھنٹہ لگا اور آٹھ رکعت

میں ۱۲ گھنٹے تو کیا آج غیر مقلد آٹھ تراویح بارہ گھنٹے میں پڑھتے ہیں حالانکہ آنحضرتؐ کا یہ غالب معمول تھا۔

۱۴۔ اس کے بعد حکیم صاحب نے حدیث جابرؓ پیش کی ہے جس میں نہ تراویح کا لفظ نہ آٹھ رکعت کے ساتھ سنت کا لفظ نہ بارہ رکعت کے ساتھ مستحب کا لفظ۔

۱۵۔ اس کا حوالہ صحیح ابن خزیمہ اور صحیح ابن حبان کا دیا ہے لیکن صحیح ابن خزیمہ میں ہمیں یہ نہیں مل سکی۔

۱۶۔ اس حدیث کو غیر مجروح لکھا ہے حالانکہ اس کا راوی عیسیٰ بن جاریہ مجروح ہے امام یحییٰ بن معین اس کی روایات کو منکر و متروک فرماتے ہیں امام نسائی اور ابوداؤد اس کو منکر الحدیث کہتے ہیں۔ (میزان الاعتدال۔خلاصہ)

۱۷۔ حکیم صاحب کی مستقل عادت ہے کہ وہ ہر حدیث کو نامکمل نقل کرتے ہیں یہ بھی نامکمل ہی نقل کی ہے۔

(ا) حکیم صاحب لکھتے ہیں اس غیر مجروح حدیث سے ثابت ہوا کہ رسول اقدس ﷺ نے جو تین رات نماز پڑھائی تھی وہ گیارہ رکعت تھی حالانکہ اس حدیث میں لیلۃ (صرف ایک رات کا لفظ تھا قیام الیل ص ۱۵۷) اس کو حکیم صاحب نے نقل نہیں کیا پتہ چلتا ہے کہ یہ تیسری رات کا ذکر ہے اور تیسری رات کے بارہ میں صراحت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ساری رات تراویح پڑھائی تھیں حکیم صاحب نے یہ آخری حصہ حدیث کا اسی لیے چھوڑ دیا کیونکہ اس پر ان کا عمل نہیں ہے کیونکہ وہ آٹھ رکعت میں ساری رات خرچ نہیں کرتے آٹھ کا لفظ لے لیا ساری رات کا ذکر چھوڑ دیا۔﴿اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْکِتَابِ...﴾

(ب) اس حدیث کا آخری جملہ جو حکیم صاحب نے نقل کیا ہے وہ خشیت ان یکتب علیکم الوتر معلوم ہوا کہ یہ نماز وتر تھی احادیث میں تہجد اور وتر کے مجموعے پر تو وتر کا اطلاق آتا ہے مگر تراویح پر وتر کا اطلاق ہرگز نہیں آتا۔

(ج) حضرت جابرؓ کے سامنے بیس رکعت تراویح عہد فاروقی۔ عہد عثمانی۔ عہد مرتضوی اور بعد میں بھی پڑھی جاتی رہیں مگر انہوں نے کبھی اس حدیث کو بیس تراویح والوں کے خلاف پیش نہیں کیا پھر آپ کو کیا حق رہا۔

(د) ایک دفعہ کا فعل سنت نہیں ہوتا دیکھو کھڑے ہو کر پیشاب کرنا۔ روزہ میں بیوی کا بوسہ لینا۔ نماز میں بچی کو اٹھانا۔ نماز پڑھتے ہوئے دروازہ کھول دینا سب افعال کا ثبوت صحیح احادیث سے ہے مگر سنت نہیں۔

۱۸۔ حضرت عمرؓ کا حکم

اس میں نہ تراویح کا لفظ نہ سنت کا بلکہ سرے سے موطا مالک میں رمضان کا لفظ ہی نہیں حکیم صاحب لکھتے ہیں اس حدیث کی سند صحیح ہے کسی نے اس پر جرح نہیں کی (ص ۳۸۳) یہ حکیم صاحب کی لاعلمی ہے۔ ورنہ حافظ ابن عبدالبر نے اس روایت کو وہم قرار دیا ہے (زرقانی شرح موطا) اس کا راوی محمد بن یوسف ہے جو اس روایت کو مختلف الفاظ میں بیان کرتا ہے کبھی دو رکعت (موطا) کبھی ۳ (قیام اللیل) کبھی ۲۱ رکعت (عبدالرزاق) پس یہ روایت مضطرب ہوئی جو ضعیف کی قسم ہے پس اس کو صحیح کہنا دھوکا ہے۔

۱۹۔ اس اثر پر حکیم صاحب لکھتے ہیں اس میں تین وتر ہیں یہ تفصیل حکیم صاحب کی خانہ زاد ہے اس روایت میں ہرگز نہیں۔

۲۰۔ حکیم صاحب نے یہ بات بھی صاف نہیں کی کہ اگر دو امام گیارہ گیارہ رکعتیں پڑھائیں گے تو بائیس رکعتیں ہوں گی۔

۲۱۔ حکیم صاحب نے اس روایت کے نقل کرنے میں بھی خیانت کی ہے اس میں بھی سحری تک نماز پڑھنے کا ذکر ہے چونکہ لامذہبوں کا اس پر عمل نہیں اسلیے حدیث کے اس حصہ کو نقل ہی نہیں کیا۔

۲۲۔ حکیم صاحب نے یہ بھی لکھا ہے اور خود حضرت عمرؓ بھی گیارہ ہی پڑھتے تھے۔

(ص ۳۸۲) یہ بالکل بے ثبوت ہے۔

۲۳۔ اس کو تو نامکمل نقل کیا اور اس کے بعد اس سے متصل بیس رکعت والی روایت تھی اس کو چھوڑ دیا نام تک نہیں لیا۔

چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد

۲۴۔ ص ۳۸۳ پر جو ابی بن کعبؓ والی روایت لکھی ہے بحوالہ قیام اللیل تو قیام اللیل کے حاشیہ پر خود مولوی عبدالتواب ملتانی غیر مقلد نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے چنانچہ اس کے پہلے راوی محمد بن حمید پر لکھا ہے۔ حافظ ضعیف و کان ابن معین حسن الرأی فیہ اور دوسرے راوی عیسیٰ بن جاریہ پر لکھا ہے فیہ۔

پھر اس میں نہ تراویح کا لفظ ہے نہ سنت کا بلکہ اس کے ساتھ متصل روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابن کعبؓ مردوں کو تراویح پڑھایا کرتے تھے تو عورتوں کو یقیناً تہجد پڑھائی ہوگی پھر حکیم صاحب اگر خدا کا خوف کرتے تو ص ۱۵۷ قیام الیل سے بیس رکعت والی روایات بھی نقل کر دیتے۔ مگر کسی غیر مقلد سے خوفِ خدا اور انصاف کی امید۔

ایں خیال ست محال وست وجنوں

۲۵۔ کتاب وسنت کے دلائل سے عاجز آ کر جُہال کو دھوکا دینے کے لیے شیخ ابن ہمامؒ کا قول نہایت نامکمل ص ۳۸۴ پر نقل کیا ہے کاش مکمل عبارت نقل کرتا اس قول کو اگر حکیم صاحب نے تحقیقی دلائل کے طور پر نقل کیا ہے تو وہ غیر مقلد نہ رہے ابن ہمام کے مقلد ہو گئے اور امتیوں کی تقلید میں پھنس گئے اگر بطور الزامی دلیل نقل کیا ہے تو بھی وہ جہالت کے مریض ہیں کیونکہ یہ مفتیٰ بہ قول نہیں بلکہ خلاف مذہب شاذ قول ہے یہ بے بسی کی انتہا ہے جیسے عیسائی اور شیعہ متواتر قران کے خلاف شاذ قرأتوں کو پیش کر کے ذلیل ہوتے ہیں اور منکرین حدیث متواتر سنتوں کے مقابلہ میں شاذ احادیث سے استدلال کرتے ہیں یہی حال ان لامذہبوں کا ہے کہ وہ ایک مفتیٰ بہ قول بیس تراویح کی تردید میں پیش نہیں کر سکتے۔

۲۶۔ عجب بات ہے کہ حکیم صاحب نے آنحضرت ﷺ سے بیس رکعت والی روایت کیوں نقل نہ کی۔

حدثنا یزید بن هارون اخبرنا ابراهیم بن عثمان عن الحکم عن مقسم ابن عباسؓ ان رسول اللہ ﷺ کان یصلی فی رمضان عشرین رکعة والوتر (مصنف ابن ابی شیبہ ص ۳۹۴ ج ۲) اگر کہو کہ حکیم صاحب کے نزدیک اس کی سند ضعیف ہے تو غلط ہے کیونکہ انہوں نے اسی صلوٰۃ الرسول ص ۴۳۴ پر حضرت ابن عباسؓ کی فاتحہ والی حدیث جو بحوالہ ابن ماجہ درج کی ہے اس کی سند بھی یہی ہے جب وہاں اس سے استدلال کر لیا تو یہاں کیا مانع ہوا صرف تعصب مذہبی ورنہ اور کچھ بھی نہیں کیا رسول اقدس ﷺ نے صادق صاحب کو یہ حکم دیا تھا کہ اسی سند سے جنازہ والی حدیث ضرور نقل کر لینا اگرچہ فاتحہ در جنازہ خلاف اجماع ہو اور اسی سند سے بیس رکعت تراویح والی حدیث نقل نہ کرنا اگرچہ امت کی تلقی بالقبول سے اس کا ضعف ختم ہو چکا ہو۔

مطالبہ ثبوت

(۱) صلوٰۃ الرسول ص ۴۵۰، ۴۵۱ پر جو تین طریقے آیت کریمہ پڑھنے کے درج کئے ہیں۔ اس ہیئت اور تعداد کا ثبوت حدیث صحیح صریح غیر معارض سے پیش فرمائیں ورنہ بتائیں کہ ہیئت و تعداد ختم (بریلویاں) اور ان میں کیا فرق ہے۔

۲۔ صلوٰۃ الرسول ص ۴۵۲، ۴۵۳ پر حسبنا اللہ ونعم الوکیل پڑھنے کی جو ہیئت اور تعداد ذکر فرمائی ہے اس کا ثبوت کسی حدیث صحیح صریح غیر معارض سے پیش فرمائیں اور اس پر مداومت کا حکم بھی دکھائیں۔

۳۔ صلوٰۃ الرسول ص ۴۵۳، ۴۵۴ پر فراخی رزق کے جو اعمال درج فرمائے ہیں ان کی ہیئت اور تعداد کا ثبوت کسی صحیح صریح غیر معارض حدیث سے پیش فرمائیں۔

۴۔ صلوٰۃ الرسول ص ۲۷ پر مذی۔ منی۔ ودی کا جو فرق آپ نے لکھا ہے اس

فرق کی حدیث صحیح صریح پیش فرمائیں۔

۵۔ صلوٰۃ الرسول ص ۷۶ پر نفاس کا حکم جو بیان فرمایا ہے ان مسائل کا ثبوت حدیث صریح سے پیش فرمائیں یاد رہے حیض پر قیاس نہ ہو۔

۶۔ صلوٰۃ الرسول ص ۱۰۲ مسح کی مدت کی ابتداء وانتہا کا جو مسئلہ لکھا ہے اس کا ثبوت حدیث صحیح صریح سے لائیں۔

۷۔ صلوٰۃ الرسول ص ۲۵۳ پر فجر کی پہلے دو سنتیں۔ یہ سنت کا لفظ کسی حدیث میں دکھائیں۔

۸۔ نماز ظہر سے پہلے چار سنت اور بعد میں دو سنت، ان کے ساتھ سنت کا لفظ کسی صریح دلیل سے دکھاؤ۔

۹۔ نماز مغرب کے بعد دو سنتیں ان دو رکعتوں کے ساتھ سنت کا لفظ کسی حدیث میں ہے۔

۱۰۔ نماز عشاء کے بعد دو سنتیں ان کے ساتھ سنت کا لفظ حدیث میں دکھائیں۔

نماز عیدین

عیدین کی نماز شعائر اسلام میں سے ہے۔ جو آپؐ نے سینکڑوں کے مجمع میں ادا فرمائی۔

(۱) کیا وجہ ہے کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں یہ تو ثابت ہے آنحضرت ﷺ نے عید کے دن بچیوں سے گانا سنا۔ آنحضرتؐ اور حضرت عائشہؓ نے فوجی کرتبوں کا مشاہدہ فرمایا مگر نہ نماز عیدین کا حکم موجود ہے کہ یہ واجب ہے یا سنت اور نہ ہی نماز عید پڑھنے کا طریقہ درج ہے نہ ہی خطبے مذکور ہیں۔

(۲) ترمذی۔ ابوداؤد میں نماز عید کے دو طریقے درج ہیں کیا آپ کے نزدیک دونوں حق ہیں اور دونوں کے حق ہونے کا وہی معنی ہے جو مذاہب اربعہ کے حق ہونے کا آپ لیا کرتے ہیں کہ ہر مذہب میں ایک چوتھائی حق اور تین چوتھائی باطل ہے تو کیا

بارہ تکبیروں کے ساتھ نماز عید پڑھنے والے کے پاس بھی آدھا حق اور آدھا باطل ہے کیا کسی صحیح صریح حدیث میں ہے کہ دونوں طریقے حق ہیں؟

(۳) کیا کسی صحیح صریح غیر معارض حدیث میں ہے کہ ان دونوں طریقوں میں سے فلاں طریق صحیح اور فلاں غلط ہے فلاں راجح ہے اور فلاں مرجوح ہے یا یہ فیصلہ اب امتی مجتہدین پر چھوڑا گیا ہے۔

(۴) جو فیصلہ صراحۃً کتاب وسنت میں موجود نہ ہو اس میں اجماع اور قیاس شرعی کی طرف رجوع کا حکم ہے تو حضرت عمرؓ کے زمانہ میں سب صحابہؓ کا اجماع اس پر ہوا کہ نماز جنازہ بھی چار تکبیروں سے ہوا کرے گا اور نماز عیدین (الفطر۔ الاضحٰی) دونوں کی ہر رکعت میں بھی چار چار تکبیریں ہوں گی (طحاوی شرح معانی الآثار (ج ۱ ص ۳۳۳) یہ بالکل ایسا ہی ہے جس طرح عہد فاروقی میں شراب کی حد کے بارہ میں ۸۰ کوڑوں پر اجماع ہو گیا ام الولد کی بیع کے ترک پر اجماع ہو گیا اگر کوئی شخص صحبت کرے تو محض دخول سے غسل فرض ہو جاتا ہے انزال ہو یا نہ ہو اس پر اجماع ہو گیا اور یہ اجماع اس کے مخالف احادیث کے نسخ کی دلیل ہے تو بارہ تکبیروں والی روایات جن میں سے ایک بھی صحیح نہیں اگر کوئی صحیح بھی ہوتی تو یہ اجماع اس کے منسوخ ہونے کی دلیل ہے۔

(۵) جب ان دونوں طریقوں میں ترجیح امتیوں نے دینی ہے تو صحابہؓ اور خیر القرون کے تابعی مجتہد امام اعظمؒ نے چھ زائد تکبیروں سے عیدین کی نماز کو راجح قرار دیا ہے ان کے مقابلہ میں بعد والے امتیوں کی ترجیح کا کیا اعتبار۔

(۶) عیدین کی نماز میں ثناء سبحانک اللھم یا اللھم باعدبینی پڑھنے کے لئے صلوٰۃ الرسول ص ۴۱۰ پر ابن خزیمہ کا حوالہ دیا ہے حالانکہ ابن خزیمہ میں کوئی ایسی حدیث موجود نہیں ہے۔

(۷) ہر ہر تکبیر پر رفع الیدین کریں اور ہر تکبیر پر ہاتھ باندھ لیا کریں (بیہقی) (صلوٰۃ الرسول ص ۴۱۰) حالانکہ اس بارہ میں کوئی صحیح صریح حدیث موجود نہیں ہے۔

(فتاویٰ علمائے حدیث ج ۴ ص ۱۷۹ اثنا عشریہ ج ۱ ص ۵۲۵)

(۸) حکیم صادق صاحب لکھتے ہیں "پھر امام اونچی آواز سے اور مقتدی آہستہ الحمد شریف پھر امام اونچی آواز سے قرأت پڑھے اور مقتدی چپ چاپ سنیں۔ (صحیح مسلم، صلوٰۃ الرسول ص ۴۱۰)

یہ تفصیل خاص نماز عیدین کے بارہ میں صحیح مسلم میں ہرگز نہیں ہے۔

(۹) صادق نے لکھا ہے عیدین میں **ق. والقرآن المجید** اور **اقتربت الساعة وانشق القمر** اور **سبح اسم** اور **هل اتاك** کا پڑھنا آیا ہے (صلوٰۃ الرسول ص ۴۱۰) کیا دونوں طرح پڑھنا حق ہے اور حق کا وہی معنی ہے جو محمد جونا گڑھی نے سراج محمدی اور طریق محمدی میں اور حکیم صادق نے سبیل الرسول میں لیا ہے۔

(۱۰) ایک حدیث صحیح صریح غیر معارض سے ثابت کریں کہ اگر عیدین میں مندرجہ بالا چاروں سورتوں کے علاوہ کوئی اور سورتیں پڑھ لے تو اس کی نماز عید باطل ہوگی یا مکروہ۔

(۱۱) نماز کے لئے عورتیں دور نبوت میں باہر میدان میں جاتی تھیں مگر ان کے لئے علیحدہ قناتیں لگا کر پردہ کرنے کا کوئی ثبوت حدیث میں نہیں۔ آج کل جو لوگ پردہ کے لئے قناتیں لگاتے ہیں کیا وہ صحابیات اور امہات المومنین سے اپنی عورتوں کے پردہ کی زیادہ اہمیت سمجھتے ہیں۔

(۱۲) کیا بعض صحابہؓ نے عورتوں کو نماز کے لئے مساجد میں جانے سے روکا؟ وہ کون کون تھے؟ اہل قرآن کہتے ہیں کہ وہ ہماری جماعت کے تھے یہ بات کہاں تک صحیح ہے؟

(۱۳) ان روکنے والوں کے پاس کوئی آیت قرآنی تھی یا حدیث نبویؐ یا قیاس تو حدیث کے خلاف قیاس کرنے والا کون ہوتا ہے؟ ان کا شرعی حکم کیا ہے؟

(۱۴) حکیم صادق صاحب نے لکھا ہے "عیدگاہ کو جاتے اور واپس آتے ہوئے اونچی آواز سے یہ تکبیر پڑھتے رہیں۔ **الله اکبر الله اکبر لا اله الا الله والله اکبر**

اللہ اکبر وللہ الحمد (دارقطنی) صلوٰۃ الرسول ص ۴۰۹ حالانکہ کسی صحیح صریح غیر معارض حدیث میں خاص اس تکبیر کا بلند آواز سے عیدگاہ کو جاتے اور واپس آتے پڑھنا آنحضرت ﷺ سے ثابت نہیں۔

(۱۵) ایام تشریق میں نمازوں کے بعد مندرجہ بالا تکبیر کہنے کے بارہ میں حکیم صاحب نے لکھا ہے کہ تکبریں بلند آواز سے بکثرت پڑھتے رہیں (نمازوں کے بعد) (دارقطنی) دارقطنی کی جس حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے وہ پرلے درجے کی ضعیف اور جھوٹی ہے کیونکہ سند کے راوی عمرو بن شمر اور جابر جعفی دونوں کذاب ہیں افسوس ہے کہ یہ مذہب بھی کتنا یتیم ہے جس کا مدار ایسی جھوٹی روایات پر ہے۔

(۱۶) اس جھوٹی روایت میں بھی نہ بلند آواز کا لفظ نہ بکثرت کا یہ صرف حکیم صاحب کے ہاتھ کی صفائی ہے۔

(۱۷) حکیم صاحب نے صلوٰۃ الرسول کے حاشیہ ص ۴۱۰ پر اکیلے اکیلے نماز عید کو بھی جائز قرار دیا ہے کیا کسی ایک ہی حدیث صحیح صریح غیر معارض میں ہے کہ آنحضرتؐ نے خود اکیلے نماز عید پڑھی ہو یا دوسروں کو اکیلے نماز عید پڑھنے کا حکم دیا ہو۔

(۱۸) حکیم صاحب نے صلوٰۃ الرسول ص ۴۱۱ پر بارہ تکبیروں کی حدیث نقل کی ہے لیکن یہ نہیں بتایا کہ اس کے راوی کثیر بن عبداللہ کو امام شافعیؒ نے رکن من ارکان الکذب فرمایا ہے۔ امام احمد۔ ابن معین۔ نسائی۔ دار قطنی۔ ابوزرعہ اور ابن حبان نے اس کو ضعیف کہا ہے (نصب الرایہ ج ۱ ص ۲۱۷ کیا یہ کتمان حق نہیں۔

(۱۹) حکیم صادق صاحب نے مشکوٰۃ کے حوالہ سے آنحضرت ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کا بھی بارہ تکبیروں سے عید پڑھنا لکھا ہے مگر سند کا راوی ابراہیم بن ابی یحییٰ ہے امام مالکؒ فرماتے ہیں وہ نہ حدیث میں ثقہ ہے نہ دین میں۔ امام الجرح والتعدیل یحییٰ بن سعید القطان اسے کذاب کہتے ہیں امام احمد فرماتے ہیں ترکوا حدیثہ، ابن معین اسے کذاب رافضی کہتے ہیں وہ تقدیر کا منکر بھی تھا اور معتزلی بھی امام علی بن

المدینی اسے کذاب کہتے ہیں امام نسائی اور دارقطنی اسے متروک کہتے ہیں (میزان الاعتدال ج ۱ ص ۵۸، ۵۷) دیکھئے حکیم صادق کس طرح کذابوں پر ایمان لے آیا ہے اپنے نام کی لاج بھی نہیں رکھی۔

(۲۰) پھر سند بھی متصل نہیں امام جعفرؒ نے آنحضرت ﷺ کو عید پڑھتے دیکھا نہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کا زمانہ پایا نہ حضرت علیؓ کا نہ حضرات حسنینؓ کا۔

(۲۱) عیدین کی زائد تکبیروں میں رفع یدین کرنا کسی صحیح صریح غیر معارض حدیث سے ثابت نہیں۔

(۲۲) عیدین میں دو خطبوں کا پڑھنا کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں چنانچہ لکھا ہے ''دو خطبہ کی روائتیں اگرچہ ضعیف ہیں مگر جمعہ پر قیاس سے اس مسئلہ کی تائید ہوتی ہے کہ عیدین کے جمعہ کی طرح دو خطبے پڑھے جائیں (فتاوی علمائے حدیث ج ۴ ص ۱۹۷) قیاس کو کار ابلیس بھی کہا جاتا ہے اور اس پر ایمان بھی رکھا جاتا ہے۔

(۲۳) نماز عید سے پہلے ''نعت یا تلاوت قرآن مجید یا پھر وعظ یہ سب خطبہ میں شامل ہیں (فتاویٰ اہلحدیث ج ۲ ص ۳۹۵ فتاویٰ علمائے حدیث ج ۴ ص ۱۹۸) اس کی دلیل میں حدیث صحیح صریح غیر معارض پیش فرمائیں۔

(۲۴) حکیم صادق صاحب لکھتے ہیں ''عیدین کا خطبہ منبر پر نہ پڑھیں (صحیح مسلم) صلوٰۃ الرسول ص ۴۱۱) مگر عون المعبود ج ۳ ص ۵۶ اور فتاویٰ علمائے حدیث ج ۴ ص ۱۹۹ پر حضرت جابرؓ سے حدیث ہے کہ آنحضرت ﷺ نے عید الاضحیٰ کا خطبہ منبر پر پڑھا صادق صاحب امتی کے قول کی آڑ لے کر نبی پاک ﷺ کے فعل سے کیوں منکر ہو رہے ہیں۔

(۲۵) فتاویٰ علمائے حدیث ج ۴ ص ۲۰۰ پر لکھا ہے کہ مرد یا عورت کو عیدگاہ یا جامع مسجد سے روکنے والا ''بہت بڑا کافر اور بڑا سرکش ہے'' کیا واقعی آپ حضرت عائشہؓ حضرت عمرؓ حضرت ابن مسعودؓ اور تمام مہاجرین انصار جنہوں نے ان کے کہنے سے اپنی

عورتوں کو مسجد اور عید گاہ میں جانے سے روک لیا سب کو بڑے کافر اور بڑے سرکش سمجھتے ہیں۔

(۲۶) مولوی عبداللہ روپڑی فتاویٰ اہل حدیث ج ۲ ص ۴۰۲ اور مولوی علی محمد سعیدی فتاوی علمائے حدیث ج ۴ ص ۱۹۶ پر لکھتے ہیں کہ زائد تکبیروں کے درمیان اللہ کا ذکر کرنا چاہیئے مگر جو حدیث پیش کی ہے عن جابر قال مضت السنة ان یُکبروا الصلوٰة فی العیدین سبعا و خمساً بذکرا اللہ مابین کل تکبیرتین (بیھقی ج ۳ ص ۲۹۲) لیکن اس کی سند میں بعض راویوں کے حالات معلوم نہیں۔ ایک راوی علی بن عاصم ہے اس کے بارہ میں امام یزید بن ھارون کہتے ہیں ہم ہمیشہ سے اسے جھوٹا جانتے ہیں امام احمد ابن معین اور امام نسائی بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔ (ھامش نصب الرایہ ج ۲ ص ۲۱۹)

(۲۷) پاک و ہند میں شروع سے سب مسلمان اہل سنت والجماعت حنفی تھے انگریز کے منحوس قدم اس ملک میں آنے سے پہلے سب مسلمان عیدین چھ زائد تکبیروں کے ساتھ پڑھتے تھے۔ کسی نے اس نماز کو فاسد نہ کہا تھا انگریز کے دور میں مولوی عبدالوہاب غیر مقلد نے جماعت غرباء اہلحدیث کی بنیاد رکھی جس کا مقصد تحریک جہاد کو فیل کر کے انگریز کو خوش کرنا تھا۔ اس کو مسلمانوں کا اتفاق ہرگز پسند نہ تھا چنانچہ اس نے دہلی میں بارہ تکبیروں والی نماز عید شروع کر کے مسلمانوں میں نئے افتراق کا اضافہ کیا۔ اس کا یہ حربہ انگریز کو خوش کرنے کے لئے تھا۔

(۲۸) اس دن سے عید جو مسلمانوں کے اجتماع اور خوشی کا دن تھا لڑائی فساد اور بغض وعناد کا دن بن گیا۔

(۲۹) عوام جہال کو براہ راست احادیث کی کتابیں دیکھنے کی دعوت دی انہوں نے جب ہر باب میں مختلف احادیث دیکھیں ان میں تطبیق یا ترجیح کی اہلیت نہ تھی اس لئے وہ منکر حدیث بن گئے۔

(۳۰) پھر اس فرقہ کے نزدیک جھوٹ بھی کوئی عیب نہیں بلکہ کمال ہے صرف عیدین کے بارہ میں جھوٹ ملاحظہ ہوں۔ان کی مشہور کتاب حقیقۃ الفقہ میں لکھا ہے ''نماز عید میں بارہ تکبیروں کی حدیث صحیح ہے ہدایہ ج ا ص ۶۶۶ شرح وقایہ ص ۱۵۱ حقیقۃ الفقہ ج ۲ ص ۲۰۲ ص ۴۰۵ حالانکہ یہ ہدایہ اور شرح وقایہ دونوں پر سفید نہیں سیاہ جھوٹ ہے۔

(۳۱) عیدین میں تکبیر جہر سے کہے یہی سنت ہے درمختار ج ا ص ۳۸۵ ہدایہ ج ا ص ۶۶۲ شرح وقایہ ص ۱۵۰ حقیقۃ الفقہ ج ۲ ص ۲۰۲ یہ فقہ کی ان تینوں مشہور کتابوں پر بالکل جھوٹ ہے لعنة الله على الكاذبين۔آمین ثم آمین۔

(۳۲) عیدین میں چھ تکبیروں کی بابت ابن مسعودؓ کا قول ہے ہدایہ ج ا ص ۶۶۵۔

شرح وقایہ ص ۱۵۲ حقیقۃ الفقہ ص ۲۰۲ یہ بھی جھوٹ ہے۔ہدایہ اور شرح وقایہ میں چھ تکبیروں کے ساتھ نماز پڑھنے کو ہی مذہب قرار دیا ہے۔

(۳۳) دونوں رکعتوں میں قبل قرأت تکبیرات کہے قدوری ص ۴۰ حقیقۃ الفقہ ج ۲ ص ۲۰۲ ص ۴۰۷ یہ بھی بالکل جھوٹ ہے قدوری میں نماز پڑھنے کا وہی طریقہ ہے جس طرح احناف کا عمل ہے۔

(۳۴) تکبیر بلند آواز سے کہے راستہ میں اور عیدگاہ میں (درّ مختار ج ا ص ۳۸۹ حقیقۃ الفقہ ج ۲ ص ۲۰۲ ص ۴۰۴

اس حوالے میں بھی فریب کیا یہ صرف عید الاضحیٰ کے بارہ میں تھا مگر ناقل نے عید الاضحیٰ کا ذکر حذف کر دیا۔

(۳۵) عیدین میں سورت اعلیٰ اور غاشیہ پڑھنا مسنون ہے درمختار ج ا ص ۳۸۷ حقیقۃ الفقہ ج ۲ ص ۲۰۳، ۴۰۸

(۳۶) عید الفطر کے دن خطیب صدقۃ الفطر کے مسائل بیان کرے درمختار ج ا ص ۳۸۵ حقیقۃ الفقہ ج ۲ ص ۲۰۳، ۴۰۹

(۳۷) مصافحہ بعد عید کے مکروہ ہے یہ طریقہ رافضیوں کا ہے۔ درمختار ج ۱ ص ۳۸۵ حقیقۃ الفقہ ج ۲ ص ۲۰۳ و ۴۱۰۔

(۳۸) معانقہ بھی بعد عید کے بے اصل اور مکروہ ہے۔ درمختار ج ۱ ص ۳۸۵ حقیقۃ الفقہ ج ۲ ص ۲۰۳ و ۴۱۱

ان نمبر ۳۵ تا نمبر ۳۸ چاروں مسائل کی نسبت درمختار کی طرف محض جھوٹ ہے اگر کوئی لامذہب محمد یوسف جے پوری اور داؤد راز سے جھوٹ کی یہ سیاہی اتارنا چاہے تو ہدایہ۔ شرح وقایہ۔ قدوری درمختار کی اصل عربی عبارات پیش کرے جن کا یہ ترجمہ ہے۔

(۳۹) ایک حدیث صحیح صریح غیر معارض پیش کریں کہ تکبیرات زائد امام جہراً کہے اور مقتدی آہستہ۔

(۴۰) نماز عید میں زائد تکبیرات فرض ہیں یا واجب یا سنت وغیرہ حکم صریح حدیث سے دکھائیں۔

202 Blank

نام نہاد

جماعت مسلمین

یعنی فرقہ مسعودی کے

سوالات کے

جوابات

تالیف

مناظر اسلام حضرت مولانا

محمد امین صفدر

اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جوابات سوالات از فتح جنگ ضلع اٹک (منجانب مسعودی فرقہ (نام نہاد جماعت المسلمین)

مقدمہ

لکھا ہے احباب سے گزارش ہے کہ مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات قرآن مجید اور صحیح احادیث سے دے کر دل کی تسلی فرمائیں۔

وضاحت

کتاب وسنت اور تعامل خیر القرون سے ثابت ہے کہ دلائل شرعیہ چار ہیں کتاب اللہ، سنت رسول اللہ ﷺ، اجماع امت اور قیاس شرعی اس لیے سوال یوں کرنا چاہیئے کہ دلیل شرعی سے جواب دو جواب دینے والا خواہ قرآن پاک سے جواب دے یا حدیث پاک سے یا اجماع امت سے یا قیاس شرعی سے وہ جواب شرعی جواب ہی سمجھا جائے گا۔ مسعودی فرقہ کا بانی مسعود احمد اصول فقہ سے بالکل جاہل ہے اگر اس نے اصول فقہ کی پہلی کتاب اصول الشاشی بھی پڑھی ہوتی تو وہ جانتا کہ اصول فقہ چار ہیں۔

۱۔ سوال کرنے کا یہ طریقہ کہ فلاں مسئلہ کا جواب صرف قرآن سے دو یا صرف حدیث سے دو اس کا حکم نہ قرآن مجید میں ہے نہ صحیح احادیث میں نہ خیر القرون میں تمام مسائل کے لیے سوال کا یہ طریقہ کسی نے اختیار کیا۔ یہ طریقہ خالص دور برطانیہ کی بدعت ہے یہ سوال کرنے والا اجماع امت کا منکر ہے حالانکہ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں میری امت کا اجماع گمراہی پر نہیں ہوگا اور اجماع سے الگ ہونے والا دوزخی ہے (ترمذی ص ۳۱۵) یہ حدیث مسعودی فرقہ اور سائل کے دوزخی ہونے کی دلیل ہے یہ سوال کرنے والا فقہ اور قیاس شرعی کا بھی منکر ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ ﴿فَاعْتَبِرُوْا یَا اُوْلِی الْاَبْصَارِ﴾ علامہ سیوطی۔ علامہ عینی اور حافظ ابن حجر فرماتے ہیں الا عتبار ھو القیاس (حاشیہ بخاری ج ۲ ص ۱۰۸۶) اور آنحضرت

فرماتے ہیں کہ جب حاکم اجتہاد سے فیصلہ کرے اور صواب کو پہنچے تو اس کو دو اجر ملتے ہیں اور اگر خطا ہو جائے تو ایک اجر (بخاری ص ۱۰۹۲ ج ۲، مسلم ص ۷۶ ج ۲) اور آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں ایک فقیہ شیطان پر ہزار عابد سے زیادہ بھاری ہے۔ (مشکوٰۃ) اسی لیے شیطان کو فقہ اور فقہاً سے بڑی چڑ ہے خدا بچائے۔

مسعودی فرقے کا امام اگر اس طرح شرط لگا کر سوال کرنے کو کمال سمجھتا ہے تو اس کا بڑا بھائی منکر حدیث اس سے سوال کرتا ہے کہ تم نے ''صلوٰۃ المسلمین'' نامی کتاب میں جتنے مسائل لکھے ہیں وہ سارے مسائل صرف قرآن پاک کی صریح آیات سے ثابت کر دو مسعودی فرقے کا بانی اپنے بڑے بھائی کے سوال سے ایسا بھاگا ہے کہ آج تک اس کو منہ نہیں دکھایا۔ اب بھی سارے مسعودی فرقے کو اس بڑے بھائی کی للکار ہے کہ مسعود کو کہو نا! مسعود نہ بنے اور صلوٰۃ المسلمین کے ہر ہر مسئلے پر ایک ایک صریح آیت پیش کر دے لیکن اس کا بڑا بھائی بار بار یہ شعر گنگنا رہا ہے

؎ نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے
یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

قیامت ہے کہ منکرین حدیث سے شکست کھا کر بھاگنے والا بھگوڑا اہل حق اہل السنت والجماعت کا منہ چڑاتا ہے۔

قیام حشر کیوں نہ ہو کہ اک کلچڑی گنجی
کرے ہے حضور بلبل بستان نوا سنجی

۲۔ سائل نے لکھا ہے کہ ''صحیح احادیث'' سے جواب دیں سائل کے نزدیک صحیح اور ضعیف ہونا بھی قرآن وحدیث سے دیکھا جائے گا کہ جس حدیث کو نبی معصوم صحیح فرمائیں وہ صحیح ہے اور جس کو ضعیف فرمائیں وہ ضعیف ہے تو اس معیار پر ذرا اپنی مایہ ناز کتاب ''صلوٰۃ المسلمین'' کی ہر ہر حدیث کا صحیح ہونا نبی معصوم ﷺ سے ثابت کر دیں لیکن مسعودی فرقے والے کسی ایک حدیث کے بارے میں یہ صراحت آنحضرت ﷺ سے نہیں دکھا سکتے اگر سائل کا خیال ہے کہ جس حدیث کو مسعود صحیح

کہے وہ صحیح اور جس کو مسعود ضعیف کہے وہ ضعیف ہے تو اس کو یاد رکھنا چاہیئے کہ مسعود بے چارہ اتنی اہلیت نہیں رکھتا وہ ایک طرف دعویٰ کرتا ہے کہ جس طرح حنفی شافعی فرقے ہیں اسی طرح اہل حدیث بھی ایک فرقہ ہے اور وہ سب فرقوں کو گمراہ کہتا ہے لیکن ڈوب مرنے کی بات ہے کہ انہیں فرقوں سے بھیک مانگ کر کتاب لکھتا ہے اس کی کتاب ''صلوٰۃ المسلمین'' غیر مقلدوں کی کتابوں نیل الاوطار شوکانی، مرعاۃ المفاتیح رحمانی اور صلوٰۃ النبی البانی وغیرہ سے مسروق ہے وہ تو ابن حجر شافعی کی جوتیاں سر پر اٹھائے ہوئے ہے اور نووی شافعی کی قے چاٹنے والا ہے اسے صحیح ضعیف کی کیا تمیز۔ وہ تو ایک مطلب پرست آدمی ہے اپنی کتاب صلوٰۃ المسلمین ص ۲۷۲ پر ایک حدیث کے بارہ میں لکھتا ہے محمد بن اسحاق کی وجہ سے ضعیف ہے اور ۳۰۶ پر جو حدیث حضرت عبادہؓ کی نقل کی ہے اس پر لکھتا ہے کہ امام کے پیچھے فاتحہ نہ پڑھے تو نماز نہیں ہوتی اس کی سند ترمذی اور ابوداؤد میں دیکھ لیں وہی محمد بن اسحاق ہے اب یہ حدیث کیسے صحیح ہوگی۔

جب کسی حدیث کا صحیح یا ضعیف ہونا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منصوص نہیں اس میں امتیوں کے اجتہاد پر ہی دارومدار ہے اور اجتہاد کو سائل مانتا نہیں۔ پھر جب امتیوں سے ہی پتہ چلتا ہے تو پھر جس حدیث پر خیر القرون کے مجتہد امام اعظم اور ہزاروں فقہاء اور محدثین کا عمل ہو۔ اس کے صحیح غیر منسوخ ہونے میں کیا شبہ ہے۔ اب امام صاحبؒ کے صدیوں بعد کا کوئی محدث جو نہ ملکہ اجتہاد رکھتا ہو نہ درجہ فقاہت۔ اور اپنے مذہب کی رعایت یا تعصب کی رو سے یا اپنی تحقیقات کے لحاظ سے کسی امامؒ کے زمانہ کے بعد کے راوی کی وجہ سے اس کو ضعیف کہے تو اس حدیث پر خیر القرون کے مجتہد اعظم اور ہزاروں فقہاء، اولیاء اور محدثین کے مقابلہ میں اس کا کوئی اعتبار نہ ہوگا اگر کہو کہ محدثین نے اصول بنائے ہیں تو سوال یہ ہے کہ محدثین امتی ہیں نبی نہیں اگر ان اصولوں میں ان کی تقلید واجب ہے تو پھر مجتہدین کی تقلید کیوں حرام ہے کیا سائل یا اس کا امام نامسعود ایک آیت قرآنی یا ایک ہی صحیح حدیث پیش کر سکتا ہے کہ امتیوں میں سے محدثین کی تقلید واجب ہے اور مجتہدین کی شرک اور حرام اگر ایسا نہ کر سکو اور قیامت تک نہ کر سکو

گے تو تم نے اپنی نفسانی خواہشوں کو کیوں خدا بنا رکھا ہے تمہارا پیشوا محدثین کی اس بات کو تو وحی آسمانی سمجھتا ہے جو اس کی نفسانی خواہش کے موافق ہو اور محدثین کی ہی اُن باتوں کو ردی کی ٹوکری میں پھینک دیتا ہے جو اس کی نفسانی خواہش کے خلاف ہو۔

۳۔ مسعودی فرقہ کا دعویٰ ہے۔ ہمارا ہر مسئلہ صرف قرآن اور صحیح حدیث سے ثابت ہے۔ اس پر ہم نے انہیں چیلنج دیا کہ نماز توحید و رسالت کے بعد سب سے اہم رکن ہے۔ اس پر تمہارے امام نے ادھر ادھر فرقوں سے بھیک مانگ کر پونے پانچ سو صفحے کی کتاب بھی لکھی ہے اور اس کتاب پر اسے بڑا ناز بھی ہے مگر پھر بھی نماز کے مکمل مسائل وہ قرآن حدیث سے ثابت نہیں کر سکا اور نہ کر سکتا ہے۔ یہ چیلنج کیا تھا۔ کراچی۔ لاڑکانہ۔ شہداد کوٹ اور کئی دوسرے شہروں میں مسعودی فرقہ پر قیامت ٹوٹ پڑی۔ مسعود تو ان مقامات سے مناظرہ کے وقت ایسا غائب ہوا جیسے گدھے کے سر سے سینگ دنیا انگشت بدنداں تھی کہ رات دن قرآن حدیث کا نام لینے والے اپنی نماز ثابت کرنے سے بھی عاجز ہیں۔ کراچی وغیرہ میں شور سے آسمان سر پر اٹھاتے مگر نماز ثابت نہ کر سکے اب بھی اگر مسعودی فرقہ میں دم خم ہے تو وہ اپنے پیشوا کو تیار کرے وہ نماز کے مکمل مسائل قرآن وحدیث سے ثابت کرے اور اس کی کتاب صلوٰۃ المسلمین میں جو خیانتیں اور جھوٹ ہیں ان کا جواب دے ورنہ میدان حشر میں محاسبہ کے لیے تیار رہے۔

یارو قریب ہے روز محشر چھپے گا کشتوں کا خون کب تک
چپ رہے گی زبان خنجر تو لہو پکارے گا آستیں کا

اب شرم اتارنے کے لیے یہ سوال نامہ پھیلایا جا رہا ہے تاکہ عوام کو پریشان کیا جا سکے۔ ہم ان سوالات کے جوابات ادلۂ اربعہ سے عرض کرتے ہیں۔

(۱) سوال: دین میں نیا کام نکالنا کیسا ہے؟

الجواب: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا ھٰذَا مَالَیْسَ مِنْهُ فَهُوَرَد (متفق علیہ)

جس نے دین میں نیا کام نکالا جو دین میں سے نہیں وہ مردود ہے دین میں نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ نہ قرآن سے ثابت ہو اور نہ سنت سے نہ اجماع امت سے نہ قیاس شرعی سے جو بات ان چاروں دلیلوں میں سے کسی دلیل سے ثابت ہو وہ دین کی بات ہے اگر چاروں دلیلوں میں سے کسی سے بھی ثابت نہ ہو تو وہ مردود ہے ان مردود بدعات میں سے ایک یہ مسعودی فرقہ بھی ہے جس کا وجود آج سے چند سال پہلے نہ تھا مسعود احمد نامی غیر مقلد پہلے اپنے آپ کو اہل حدیث لکھتا رہا پھر کسی حدیث میں لفظ جماعت المسلمین نظر پڑا تو اس نے اپنے فرقے کا یہ نام رکھ لیا یہ بالکل ایسا ہی فریب ہے جیسے مرزا قادیانی کو قرآن پاک میں حضرت آدم کا نام نظر آیا کہنے لگا یہ میرا ذکر ہے میں آدم ہوں حضرت ابراہیم کا نام نظر پڑا کہنے لگا میں ابراہیم ہوں حضرت یوسف کا نام نظر پڑا تو کہنے لگا کہ میں یوسف ہوں عیسیٰ کا نام دیکھا تو کہا یہ بھی میرا نام ہے حتی کہ حضرت محمد رسول ﷺ کا اسم گرامی نظر آیا تو معاذ اللہ محمد رسول اللہ بن بیٹھا حضرت مریم کا نام دیکھا تو مریم بن بیٹھا حالانکہ ان پاک ناموں سے اس کو کیا نسبت تھی۔

چہ نسبت خاک را با عالم پاک
کجا فرشتہ کجا دجال ناپاک

قادیانیوں نے قرآن پاک میں لفظ ربوہ دیکھا فوراً ایک شہر بنا کر نام ربوہ رکھ دیا بھلا اس ربوہ کو اس ربوہ سے کیا نسبت؟ جیسے جہنم کو جنت سے کوئی نسبت نہیں اسی طرح مسعود نے جماعۃ المسلمین کا لفظ دیکھا جھٹ ایک فرقہ بنا کر اس کا نام جماعت المسلمین رکھ دیا اور فخر شروع کر دیا کہ ہمارا نام حدیث میں آیا ہے جیسے قادیانی کہتا ہے ہمارے شہر کا نام قرآن میں ہے یہ ایسا ہی فریب ہے جیسے اس حدیث کو پڑھ کر کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا خدا کو سب ناموں سے پیارا نام عبداللہ ہے اب رئیس المنافقین عبداللہ بن ابیؑ اور رئیس المفسدین عبداللہ بن سبا: یہ سنا سنا کر فخر کریں کہ ہم دونوں عبداللہ خدا تعالیٰ کو سب سے زیادہ پیارے ہیں قادیانیوں کو قرآنی لفظ ربوہ کے غلط استعمال اور مسعودیوں کو جماعت المسلمین کے غلط استعمال پر فخر نہیں کرنا چاہیئے

بلکہ شرم کرنا چاہیئے۔ آپ اس پر خوش نہ ہوں کہ ہم ہی ایسا فریب کر پائے ہیں آپ سے پہلے بھی ایسے فریبی ہو گزرے ہیں جو قرآن حدیث کا اس طرح غلط استعمال کرتے تھے چنانچہ ایک نعیم نامی شخص نے دعوی نبوت کر دیا اور بڑے زور شور سے کہنے لگا کہ مسلمانو مجھ پر ایمان لے آؤ ورنہ قیامت کو سخت باز پرس ہوگی۔ مسلمانوں نے پوچھا تم ہو کون؟ پتہ تو چلے اس نے جھٹ آیت پڑھ دی ﴿ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ﴾ ایک دوسرا امین نامی شخص کھڑا ہوا اور رسول ہونے کا دعویٰ کر دیا کسی نے پوچھا اجی حضرت آپ کون؟ کہاں سے آ ٹپکے اس نے فوراً کہا کیا قرآن میں نہیں ﴿اِنِّىْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ﴾ بالکل اسی طرح اس بدعتی نے اپنے مسعودی فرقہ کا نام جماعت المسلمین رکھ دیا اور اس مثال کو پورا کر دکھایا۔

برعکس نہند نام زنگی کافور۔ اس بدعتی فرقہ کی عمر تو قادیانیوں کے ربوہ سے بھی چھوٹی ہے بہر حال دین میں نیا کام نکالنا عندالرسول مردود ہے اور ان میں سے ہی ایک یہ فرقہ مسعودی بھی ہے۔

سوال: کیا ایک درہم سے کم نجاست غلیظہ اگر کپڑے پر یا بدن پر لگ جائے تو اس کو دھوئے بغیر نماز ہو جائے گی۔

الجواب: نجاست غلیظہ اگر ایک درہم سے کم لگی ہو بدن یا کپڑے پر تو نماز جائز ہے مگر مکروہ ہے۔ (طحطاوی شرح مراقی الفلاح ص ۹۰) اس مسئلہ میں حنفیہ کے خلاف لامذہب بہت پروپیگنڈہ کرتے ہیں اس لیے یہاں دونوں مذاہب بیان کئے جائیں گے تاکہ بضدھا تتبین الاشیاء کے موافق بات صاف ہو جائے۔

۱۔ دم مسفوح بہتا ہوا رگوں کا خون غیر مقلدین کے مذہب میں سوائے حیض کے خون کے باقی ہر انسان حیوان کا خون پاک ہے۔

(بدور الاہلہ ص ۲۱ نواب صدیق الحسن خان غیر مقلد)

اس لیے احناف کے ہاں انسان یا کتے یا خنزیر کا خون ایک درہم سے زائد لگا ہو تو نماز نہیں ہوگی ایک درہم ہو تو نماز جائز مگر مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہوگی اور ایک

درہم سے کم ہو تو بھی نماز جائز مگر مکروہ تنزیہی ہوگی اور لامذہبوں کے نزدیک پورا چھ فٹ جسم بھی خون۔ قے۔ شراب (الخمر الحقیقی) منی۔ گوبر بچوں کے پیشاب سے بھرا ہوا ہو پھر بھی پاک ہے اور نماز بلا کراہت جائز تو ان کا فرض ہے۔ اس چھ فٹ کا ثبوت پہلے دیں پھر ایک درہم سے کم کا سوال کریں۔ رہا انسان کا پیشاب پاخانہ تو اس سے بھی پاک ہونا ان کے ہاں شرط نہیں نواب صدیق الحسن خان لکھتے ہیں۔ پس مصلی بانجاست بدن آثم است و نمازش باطل نیست (بدور الاملہ ص ۳۹) اور نواب میر نور الحسن صاحب لکھتے ہیں ہر کہ در جامہ ناپاک نماز گزارد نمازش صحیح باشد (عرف الجادی ص ۲۲) اگر مسعودی فرقہ والا کہے کہ یہ ہمارا عقیدہ نہیں یہ تو غیر مقلدوں کا ہے تو ہم کہتے ہیں کہ تم بھی ائمہ کی تقلید سے خارج ہو نیز جس طرح حنفیہ کے درہم والے مسئلے پر تمہارے امام نے اعتراض کیا ہے غیر مقلدوں کے اس مسئلے پر اعتراض نہیں کیا تو گویا اس کو مسلم ہے ورنہ وجہ فرق بتاؤ کہ کسی حدیث میں آیا ہے کہ احناف پر تو ایک درہم کا بھی اعتراض کرو لیکن غیر مقلدوں کا پورا جسم بھی نجس ہو تو اسے معاف کردو۔ ہاں احناف کے مسلک پر اعتراض کرنا محض ان کے مسئلہ کی حقیقت سے جہالت پر مبنی ہے۔

حدیث اول

عن عائشة ان رسول اللہ ﷺ قال اذا ذهب احدكم الى الغائط فليستطيب بثلاثة احجار تجزى عنه رواه ابو داؤد والنسائي واحمد والدارقطني وقال صحيح حسن.

(نیل الاوطار ص ۸۸ ج ۱)

حدیث دوم

عن ابی ایوب الانصاریؓ قال قال رسول اللہ ﷺ اذا تغوط احدكم فليتمسح بثلاثة احجار فان ذالك كافية.

(رواہ الطبرانی نصب الرایہ ص ۲۱۵ ج ۱)

ان دونوں حدیثوں سے ثابت ہوا کہ اگر پاخانہ کے بعد صرف تین ڈھیلوں سے پاخانہ کے مقام کو پونچھ لیا جائے تو یہ جائز اور کافی ہے اور علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ جمہور سلف اور اہل فتویٰ کا اجماع ہے کہ ڈھیلوں کے استعمال کے بعد پانی سے استنجاء کرنا صرف افضل ہے (عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری ص ۷۲۰ ج ۱) اور ظاہر اور مشاہدہ سے ثابت ہے کہ ڈھیلوں سے وہ مقام پاک نہیں ہوتا بلکہ نجاست اتنے مقام پر خشک ہو جاتی ہے ان دونوں احادیث اور امت کے اجماع سے کہ پانی سے استنجاء صرف افضل ہے دو باتیں معلوم ہوئیں ایک یہ کہ قلیل نجاست معاف ہے دوسرے یہ کہ قلیل اور کثیر میں حد فاصل وہ مقام ہے۔ امام محمدؒ نے امام ابو حنیفہؒ سے انہوں نے امام حماد سے انہوں نے امام ابراہیم نخعی سے روایت کیا ہے کہ اگر خون یا پیشاب وغیرہ ایک درہم کی مقدار میں لگ جائے تو نماز دوبارہ پڑھو اور اگر درہم سے کم ہو تو نماز جاری رہنے دو (کتاب الآثار ص ۲۸) امام ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ اصل بات تو یہی ہے کہ جتنا مقام استنجاء کا ہے اتنا صاف ہے لیکن لوگ (صحابہؓ تابعینؒ) بار بار اس مقام کا نام لینا پسند نہیں کرتے تھے اس کی وضاحت درہم سے کر دیتے تھے۔ (بدائع الصنائع ص ۸۰ ج ۱) اس سے معلوم ہوا کہ نفس مسئلہ میں تو اتفاق ہے صرف قدر درہم کی تعبیر مسعودی فرقہ کو پسند نہیں یاد رہے یہ تعبیر بھی امام ابو حنیفہؒ کی اپنی ایجاد نہیں بلکہ انہوں نے جلیل القدر تابعی امام ابراہیم نخعیؒ سے روایت کی ہے اور ابراہیم نخعی فرماتے ہیں کہ یہ تعبیر عام رائج ہے لیکن پھر بھی ہمیں ضد نہیں اگر مسعودی فرقہ درہم کا نام لینا نہیں چاہتا تو ہم ان کو مجبور نہیں کرتے وہ درہم کی بجائے موضع استنجاء کا نام لے دیا کریں بلکہ مسئلہ سمجھانے کے لیے اگر وہ مقام ننگا کر کے دکھلا بھی دیا کریں کہ اتنی مقدار معاف ہے تو پھر بھی ہم مسعودی فرقہ کو معاف کر دیں گے۔

نوٹ: امام زہری نے بطریق ابو سلمہ حضرت ابو ہریرہؓ سے حدیث روایت کی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا۔ **تعاد الصلوٰۃ من قدر الدرهم من الدم** یعنی ایک درہم کی مقدار خون لگا ہو تو نماز کو دوبارہ پڑھا جائے گا۔

اور ایک روایت میں آپ ؐ نے فرمایا اگر کپڑے میں ایک درہم کے برابر خون لگا ہوا ہو تو کپڑے کو دھویا جائے اور نماز دوبارہ پڑھی جائے (سنن الدار قطنی ص ۱۵۴ ج ۱) یہ حدیث امام زہری سے دو سندوں سے مروی ہے۔

۱۔ روح بن غطیف عن الزہری۔

۲۔ نوح بن ابی مریم عن یزید الہاشمی عن الزھری (موضوعات ابن جوزی) اس حدیث کو ابن الجوزی نے موضوع قرار دیا ہے اور دلیل یہ بیان کی ہے کہ اس کا راوی نوح کذاب ہے اسی کو محمد طاہر فتنی نے تذکرۃ الموضوعات ص ۳۳ پر درج کیا ہے اس کو موضوع کہنے کے لیے زیادہ زور ابن حبان نے دیا ہے دلیل یہ دی ہے کہ اس کا راوی روح بن غطیف جھوٹی حدیثیں بناتا تھا یہ اس کا دعویٰ ہے۔ دلیل یہ ہے کہ اس نے یہ درہم والی جھوٹی حدیث بنائی ہے جب یہ پوچھا گیا کہ اس کے جھوٹی ہونے کی کیا دلیل ہے تو فرماتے ہیں کہ روح بن غطیف کے دو شاگرد ہیں ایک قاسم بن مالک المزنی ہے دوسرا نصر بن حماد ہے پہلے کی روایت کے یہ الفاظ ہیں تعاد الصلوٰۃ من قدر الدرھم من الدم دوسرے کے الفاظ یہ ہیں لا یعاد المریض الابعد ثلاث (میزان الاعتدال ص ۶۰ ج ۲) بتائیے اس دلیل میں کچھ بھی وزن ہے کیا ایک سند سے دو حدیثیں روایت نہیں کی جا سکتیں بالفرض ایک ہی اگر حدیث ہوتی تو بھی قاسم بن مالک کی روایت قابل قبول ہوتی کہ وہ مسلم۔ ترمذی۔ نسائی۔ ابن ماجہ کا راوی اور حسن الحدیث ہے (میزان الاعتدال ص ۳۷۸ ج ۲) اور اسی سند کا شاہد بھی نوح بن ابی مریم سے موجود ہے اور نصر بن حماد صرف ابن ماجہ کا راوی ہے اور ضعیف ہے (میزان الاعتدال ص ۵۰ ج ۴) دوسری سند کا راوی نوح الجامع امام ابوحنیفہؒ کا خصوصی شاگرد ہے یہ آپ کی فقہ کے جامع ہیں یہ امام صاحبؒ کے زمانہ میں ہی قاضی ہو گئے تھے امام صاحبؒ ان کو ہدایات دیتے رہتے تھے۔ (کتاب الوصیۃ) جس سے ظاہر ہے کہ امام صاحبؒ کو ان پر اعتماد تھا ان کے اعتماد کے بعد بعض متعصب لوگوں کی جرح جو محض تعصب پر مبنی ہو کوئی وقعت نہیں رکھتی اور امام صاحب کے علاوہ امیر المومنین فی الحدیث امام شعبہ بن الحجاج بھی ان سے حدیث روایت کرتے تھے حالانکہ شعبہ ثقہ

راوی کے علاوہ کسی سے حدیث روایت نہیں کرتے تھے اور ابن عدی کہتے ہیں وھو مع یکتب حدیثه (تهذیب التهذیب ص ۴۸۸ ج ۱۰) اس لیے یہ حدیث موضوع نہیں دونوں سندیں مل کر اور پھر علماء کے فتویٰ کی تائید سے قابل احتجاج ہونے میں شبہ نہیں بہرحال احناف کا یہ مسئلہ حدیث واجماع سے ماخوذ ہے۔ فللّٰہ الحمد.

سوال: کیا آنحضرت ﷺ گردن کا مسح پشت کف سے کرتے تھے؟

الجواب: فرمان رسول ﷺ

عن ابن عمرؓ ان النبی ﷺ قال من توضأ ومسح بیدیه علیٰ عنقه وقی الغل یوم القیامة رواه ابوالحسن بن فارس باسناده وقال معذ الحدیث انشأ اللّٰہ حدیث صحیح (تلخیص الحبیر ابن حجر ص ۹۳ ج ۱) وعن ابن عمرؓ ان النبی ﷺ قال من توضاو مسح علیٰ عنقه وقی الغل یوم القیامة رواه الدیلمی بسد ضعیف.

(اتحاف سادة المتقین شرح احیاء علوم الدین ص ۳۶۵ ج ۲)

عمل رسول:

حضرت وائل بن حجرؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے گردن کا مسح فرمایا۔
(مجمع الزوائد ص ۹۴ ر ج ۱)

۲۔ طلحہ بن مصرف اپنے باپ دادا سے روایت کرتے ہیں کہ حضورؐ نے گردن کا مسح کیا۔ (ابوداؤد)

۳۔ عمرو بن کعب اپنے باپ دادا سے راوی ہیں کہ آپ ﷺ نے گردن کا مسح فرمایا۔ راوہ ابوالسکن۔ (زجاجۃ المصابیح ص ۱۰۱ ج ۱)

موقوف حدیث

حضرت طلحہ بن موسیٰ فرماتے ہیں کہ جس شخص نے سر کے ساتھ گدّی کا مسح کیا قیامت کے دن اس کی گردن طوق سے بچائی جائے گی۔ رواہ ابوعبید
(زجاجۃ المصابیح ص ۱۰۱ ج ۱)

یہ حدیث اگرچہ موقوف ہے مگر ایسی بات میں رائے کا کوئی دخل نہیں اس لیے ایسی موقوف حدیث محدثین کے نزدیک مرفوع حدیث کے حکم میں ہوتی ہے یہ چھ احادیث گردن کے مسح کے بارہ میں ہیں جن میں سے بعض سندیں تو حسن لذاتہ ہیں اور بعض حسن لغیرہ اور محدثین کا اصول ہے کہ فضائل اعمال اور استحباب کے ثبوت کے لئے تو ضعیف حدیث بھی دلیل بن جاتی ہے۔ اب ہم مسعودی فرقے کو مع ان کے امام کے چیلنج کرتے ہیں کہ وہ صرف ایک صریح حدیث پیش کر دیں کہ آنحضرت ﷺ نے گردن کے مسح کو کف پشت سے منع فرمایا ہو اگر وہ حدیث صحیح پیش نہ کر سکے تو حسن درجہ کی حدیث ہی پیش کر دے اور اگر یہ بھی ہمت نہ ہو تو ایک ضعیف حدیث ہی پیش کر دے لیکن ساری مسعودی پارٹی قیامت تک ان چھ کے مقابلہ میں ایک حدیث بھی پیش نہیں کر سکے گی۔

رہا پشت کف کا ذکر تو ان احادیث میں صراحۃً تو نہیں ہاں ان احادیث سے دو باتیں معلوم ہوئیں۔

۱۔ آپ مسح ہاتھوں سے کرتے تھے۔

۲۔ مسح سر کے ساتھ کرتے تھے اب سر کا مسح شروع ہوا تو ہتھیلیاں مستعمل ہیں تو اس سے مسح گردن کر لیا ہاں اگر مسعودی فرقہ اپنے امام سمیت کسی حدیث سے اس کف پشت سے مسح کا منع ہونا ثابت کر دے تو ہم چھوڑ دیں گے ہاں وہ حدیث سے یہ بھی دکھائے کہ پھر گردن کا مسح پاؤں سے کیا جائے یا کس سے۔

سوال: کیا رسول اللہ ﷺ نے رفع الیدین منسوخ فرما دیا تھا۔

جواب: مسئلہ رفع الیدین میں مسعودی فرقہ نے بہت غلو سے کام لیا ہے حتیٰ کہ اس فرقہ کے پیشوا نے اس مسئلہ پر اپنی کتاب صلوٰۃ المسلمین میں تقریباً ۸۷ صفحات لکھے ہیں لیکن کتمانِ حق کا یہ عالم ہے کہ اپنا موضوع تک پورا نہیں لکھا۔

تمام اہل اسلام جانتے ہیں کہ دین اسلام کامل ہے اس لئے مسئلہ کا موضوع وہی ہے جو مسئلہ کے تمام پہلوؤں پر حاوی ہو۔ اہل السنّت والجماعت کے ہاں تکبیر

تحریمہ کے وقت رفع یدین سنت ہے اس کے بعد ساری نماز میں کسی جگہ رفع یدین سنت نہیں؟ اس سے سننے والے کو پوری بات سمجھ آ گئی کہ پہلی تکبیر کے بعد کسی بھی جگہ رکوع جاتے رکوع سے اٹھتے سجدوں میں جاتے۔ سجدوں سے اٹھتے ۔ دوسری۔ تیسری۔ چوتھی رکعت کے شروع میں کسی جگہ رفع یدین سنت نہیں دیکھئے مسئلہ پوچھنے والے کو رفع یدین کے متعلق پوری نماز کا مسئلہ معلوم ہو گیا اس کے برعکس مسعودی فرقہ کا عمل یہ ہے۔

(۱) پہلی رکعت اور تیسری رکعت کے شروع میں رفع یدین لازمی سنت ہے اور سجدوں کو جاتے اور سجدوں سے سر اٹھاتے وقت رفع الیدین کرنا بالکل ممنوع یا منسوخ ہے یہ ہے ان کا عمل مگر یہ فرقہ اتنا بزدل ہے اور انہیں اپنا موقف اتنا کمزور معلوم ہوتا ہے کہ یہ موضوع لکھنے سے بھی ڈرتے ہیں۔

نوٹ: مسعودی فرقہ کے پاس اپنے اس مکمل مسئلہ کے لیے ایک بھی صحیح صریح غیر معارض حدیث موجود نہیں ہے۔

مگر مسعودی فرقے کا بانی لکھتا ہے کہ اس رفع یدین کے مکمل مسئلہ کو پچاس صحابہ نے روایت کیا ہے (صلوٰۃ المسلمین ص ۴۳۰) لیکن بقول امام مسعودی فرقہ امام بیہقیؒ کو صرف تیس صحابہ کا نام ملا ہے (ص ۴۳۲) معلوم ہوا بیہقیؒ کا علم حدیث عراقی سے بہت کم تھا۔ اور امام بخاری نے مجہول کے صیغہ سے بغیر سند کے صرف ۷ اصحابہ کا نام لیا ہے (ص ۴۲۶) گویا امام بخاریؒ کا علم حدیث امام بیہقیؒ سے بھی کم رہا۔

نوٹ: امام بخاریؒ کے جس رسالہ جزء رفع یدین کے حوالے مسعودی فرقہ کا امام لکھتا ہے اس کا کوئی پختہ ثبوت امام بخاری تک نہیں اس کا بیان کرنے والا محمود بن اسحاق الخزاعی ہے جس کا ترجمہ نہ تقریب میں ہے نہ تہذیب التہذیب میں نہ تذکرۃ الحفاظ میں نہ میزان الاعتدال میں۔

صحیح بخاری میں امام بخاریؒ صرف دو صحابہ سے حدیث لائے ہیں ایک حضرت ابن عمرؓ سے جس کے مرفوع اور موقوف ہونے میں اختلاف ہے اور دوسری حضرت مالک

بن الحویرثؓ سے جس کا متن بخاری میں نا تمام ہے نسائی میں مکمل ہے اس مکمل متن کو دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ یہ دونوں حدیثیں خود آپس میں متعارض ہیں کیونکہ حدیث ابن عمرؓ میں ہے کہ حضور سجدوں میں رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ (بخاری)

حضرت مالک بن الحویرث کی حدیث میں ہے کہ سجدوں کے وقت بھی رفع یدین کرتے تھے (نسائی۔ احمد) دونوں حدیثوں میں سے کسی حدیث میں بھی نہیں کہ آنحضرت ﷺ نے دوسری اور چوتھی رکعت کے شروع میں رفع یدین سے منع فرمایا تھا حضرت مالک بن الحویرثؓ کی حدیث میں تیسری رکعت کے شروع میں رفع یدین کا ذکر بھی نہیں ہے کاش مسعودی فرقہ کا امام پہلے ان ہی حدیثوں کو مکمل نقل کر کے ان کا تعارض رفع کرتا۔ جب ان دو کا تعارض بھی رفع نہ کر سکا تو عوام کو مغالطہ میں ڈالنے کے لیے پچاس۔ انیس۔ سترہ صحابہ کا نام لینا محض دھوکا دینا ہے۔

نیت نماز

سوال: کیا رسول اللہ ﷺ نماز کی نیت زبان سے کرتے تھے؟

الجواب: آنحضرت ﷺ سے کسی حدیث میں نہ یہ ملتا ہے کہ زبان سے نیت کرتے تھے نہ یہ ملتا ہے کہ زبان سے نیت کرنے کو منع فرماتے تھے تو جس مسئلہ کا ذکر احادیث میں نہ ہو حدیث مشہور حدیث معاذؓ کے موافق اس مسئلہ کا فیصلہ مجتہد سے لیا جائے گا اگر مجتہدین نے کسی فیصلے پر اتفاق کر لیا تو وہ اجماعی مسئلہ ہوگا اگر ان میں اختلاف ہو گیا تو فقہ حنفی کا مفتی بہ قول عمل میں اختیار کیا جائے گا۔

(۱) نیت شرائط نماز میں سے ہے آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں انما الاعمال بالنیات اور نیت اصل میں دلی پختہ ارادے کا نام ہے۔ (بدائع الصنائع ص ۱۲۷/ ج ۱)

اب سوال یہ ہے کہ نمازی تین قسم کے ہیں۔ منفرد۔ امام۔ مقتدی اور نمازیں بھی مختلف قسم ہیں۔ نفل۔ سنت۔ فرض۔ واجب۔ آپ کا اگر خیال ہے کہ سب مسائل صراحۃً حدیث سے ثابت ہیں تو فرمائیے۔

۱۔ کیا رسول پاک ﷺ نفل۔ سنت واجب۔ فرض کی نیت دل میں کرتے تھے یا ان میں امتیاز کے لیے طریقہ اختیار کرتے تھے جواب حدیث صریح صحیح غیر معارض سے پیش فرمائیں۔

۲۔ کیا آنحضرت ﷺ دل میں فجر۔ عصر۔ مغرب۔ عشاء کے فرائض کی نیت کرتے تھے تو حدیث صحیح صریح غیر معارض پیش کریں۔

۳۔ اکیلا آدمی مثلاً عصر کے فرض ادا کرنا چاہتا ہے وہ دل میں کس کس چیز کی نیت کرے جواب حدیث صحیح صریح غیر معارض سے دیں۔

۴۔ مقتدی عصر کی نماز باجماعت پڑھتا ہے وہ دل میں رکعات۔ فرض عصر اقتداء قبلہ وغیرہ کس کس چیز کی نیت کرے جواب حدیث سے دیں۔

۵۔ امام عشاء کی نماز کی جماعت کرا رہا ہے عورتیں بھی شامل جماعت ہیں اس کو صحیح حدیث سے بتائیں کہ دل میں کس کس چیز کی نیت کرے جواب حدیث سے دیں۔

۶۔ نماز جنازہ میں دل میں کس کس چیز کی نیت آنحضرت ﷺ کیا کرتے تھے جواب صحیح حدیث سے دیں۔

۷۔ آنحضرتؐ نے یوم خندق میں جو چار نمازیں ظہر۔ عصر۔ مغرب عشاء قضا کی تھیں ان میں علیحدہ کیا کیا نیت کی تھی حدیث صحیح پیش کریں۔

۸۔ دل میں نیت کس وقت کرنی چاہیے تحریمہ سے پہلے یا بعد اور کب تک دل کی نیت ضروری ہے سلام تک یا کیا؟ جواب حدیث صحیح سے دیں۔

۹۔ آنحضرت ﷺ سجدہ تلاوت کے وقت دل میں کیا نیت کیا کرتے تھے صحیح حدیث بیان فرمائیں۔

۱۰۔ ایک شخص نماز سے فارغ ہوا دوسرے نے پوچھا کیا پڑھا ہے وہ سوچنے لگا نماز اس کی صحیح ہے یا غلط جواب صحیح حدیث سے دیں۔

زبان سے نیت کی تفصیل

۱۔ اگر کوئی شخص صرف زبان سے نیت کرے دل میں نیت نہ ہو تو نماز نہیں ہوتی

کیونکہ انما الاعمال بالنیات کے موافق دل کی نیت اصل تھی جب وہ نہ پائی گئی تو نماز نہ ہوئی یہ زبانی نیت اصل نیت کی رافع ہے اس لیے بدعت سیئہ ہے۔

ب: ولاعبرة للذکر بالسان فان فعله لتجتمع عزیمة قلبه فهو حسن کذافی الکافی ومن عجزعن احضار القلب یکفیه اللسان کذافی الزاهدی عالمگیری (ص ۶۵ ج ۱) زبان کی محض نیت کا کوئی اعتبار نہیں ہاں اگر دل کے ارادہ کی مضبوطی کے لیے زبان سے نیت کرے تو بہتر ہے (عالمگیری) اخیہ السلف سلف نے اس کو پسند فرمایا ہے (درمختار ص ۲۷۹ ج ۱) کیونکہ زبان دل کی ترجمان ہے اور یہ بدعت حسنہ ہے کیونکہ اس کو مشائخ نے مستحسن قرار دیا ہے تا کہ دل کی نیت مضبوط ہو اور دل کے وسواس دفع ہوں۔ (شرح نقایہ ص ۶۷ ج املا علی القاریؒ)

اگر ان مسائل کے خلاف آپ کوئی صحیح صریح غیر معارض حدیث پیش کر دیں تو ان مسائل کو ترک کر دیں گے۔

مرد اور عورت کی نماز کا فرق

کیا آنحضرت ﷺ نے حکم دیا کہ مرد ناف کے نیچے ہاتھ باندھیں اور عورتیں سینے کے اوپر۔

کیا آنحضرت ﷺ نے حکم دیا کہ مرد تشہد میں الٹے پاؤں پر بیٹھیں اور عورتیں بطور تورک الٹے کولہے پر۔

الجواب: جواب سے قبل دو تین باتیں تمہیداً سمجھ لیں تا کہ فہم مراد میں آسانی ہو۔

۱۔ کتاب وسنت میں تمام جزئی مسائل تصریحاً نہیں ہوتے بعض تعلیلاً مثال قران پاک میں ہے کہ حیض والی عورت کے بارہ میں سوال ہوا اس کا جواب تو اتنا ہی تھا کہ ﴿فَاعْتَزِلُوا النِّسَاءَ...﴾ عورتوں سے دور رہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے جواب سے پہلے ایک علت بیان فرمادی ﴿قُلْ هُوَ اَذًى...﴾ کہہ دیجئے وہ ناپاکی ہے اس میں ایک قاعدہ بتا دیا کہ حائضہ سے صحبت منع ہونے کی وجہ ناپاکی ہے اب اسی علت سے نفاس کا حکم بھی

معلوم ہو گیا کیونکہ ناپاکی کی علت وہاں بھی پائی گئی اور اسی علت کی بناء پر نفاس کے تمام مسائل کو حیض کے مسائل پر قیاس کر لیا گیا مثلاً نفاس والی عورت مسجد میں داخل نہ ہو قرآن کو ہاتھ نہ لگائے قرآن پاک کی تلاوت نہ کرے نماز نہ پڑھے روزہ نہ رکھے مرد سے ہمبستر نہ ہو وغیرہ اگر آپ قیاس کو نہ مانیں تو نفاس والی عورت کے لیے قرآن پڑھنے ۔نماز۔روزہ۔صحبت وغیرہ کے بارہ میں حضورؐ کا ایک ایک صریح حکم سنادیں۔

۲۔ بالکل اسی طرح عورت کی نماز کے بارہ میں آنحضرت ﷺ نے دو قاعدے ارشاد فرما دیئے۔

عن یزید بن ابی حبیب انہ ﷺ مرعلیٰ امرأتین تصلیان فقال اذاسجد تمافضما بعض اللحم الی الارض فان المرأۃ فی ذٰلک لیست کالرجل.

(رواہ ابوداؤد فی مراسیلہ ص ۸)

رسول اقدس ﷺ دو عورتوں کے پاس سے گذرے جو نماز پڑھ رہی تھیں تو آپؐ نے فرمایا جب تم سجدہ کرو تو اپنا گوشت (جسم) زمین کے ساتھ چمٹا دو کیوں کہ عورت اس (نماز) میں مرد کی مثل نہیں۔

دیکھیے حضرتؐ نے قاعدہ بتا دیا کہ عورت کی نماز مرد کی طرح نہیں۔لیکن آپ نے حضرتؐ کے اس حکم کو نہیں مانا۔

۳۔ عن ابن عمرؓ مرفوعاً اذا جلست المراء ۃ فی الصلوٰۃ وضعت فخذھا علی فخذھا الاخریٰ فاذا سجدت الصقت بطنھا علیٰ فخذھا کاستر مایکون فان ا للہ تعالیٰ ینظر الیھا ویقول یاملائکتی انی قدغفرت لھا۔

(رواہ ابن عدی والبیہقی) (کنز العمال ص ۱۱۷ ج ۴)

آنحضرتؐ نے فرمایا کہ جب عورت نماز میں بیٹھے تو اپنی ایک ران کو دوسری ران پر رکھے پھر جب سجدہ کرے تو اپنے پیٹ کو اپنے

رانوں پر رکھے اور جتنا زیادہ ستر (پردہ پوشی) ہو سکے کرے اللہ تعالیٰ
فرشتوں کو فرماتے ہیں گواہ رہو میں نے اس عورت کو بخش دیا۔

اس حدیث میں آپ ﷺ نے دوسرا قاعدہ ارشاد فرمادیا کہ عورت کی نماز کے مسائل میں سب سے زیادہ اہمیت ستر کی ہے اس لیے جس حالت میں ستر زیادہ ہو گا وہی نماز عورت کی خدا کو زیادہ محبوب ہوگی اور ذریعہ مغفرت بنے گی۔

۴۔ چنانچہ مرد کے لیے فرض نماز مسجد میں پڑھنا ضروری ہے عورت کے لیے گھر میں نماز پڑھنا زیادہ ثواب ہے۔ (بوجہ ستر)

۵۔ نماز باجماعت میں مرد کے لیے اول صف افضل ہے عورت کے لیے آخر صف افضل ہے۔ (بوجہ ستر)

۶۔ نماز باجماعت میں امام کا وسط صف میں کھڑا ہونا بالاتفاق مکروہ ہے لیکن عورت وسط صف میں ہی کھڑی ہو۔ (بوجہ ستر)

۷۔ آپ کے مرد ننگے سر نماز پڑھتے ہیں اور عورتیں ننگے سر نماز نہیں پڑھتیں۔

۸۔ آپ کے مرد ٹخنے اور آدھی پنڈلیاں ننگی کر کے نماز پڑھتے ہیں جب کہ عورتیں پنڈلیاں اور ٹخنے ڈھانپ کر نماز پڑھتی ہیں۔

بہر حال یہ شریعت مقدسہ کا کلیہ قاعدہ ہے کہ عورت نماز اس طرح ادا کرے جس میں ستر کا زیادہ سے زیادہ اہتمام ہو۔

۹۔ آنحضرت ﷺ تکبیر تحریمہ میں دو طرح ہاتھ اٹھاتے رہے کبھی کانوں تک کبھی کندھوں تک پھر آپ ؐ نے آخری عمر میں حضرت وائل کو جب نماز سکھائی تو حکم دیا کہ تم اپنے ہاتھ کانوں تک اٹھاؤ اور عورت سینے تک (اس حالت میں ہاتھوں کی انگلیاں کندھوں تک پہنچ جاتی ہیں) رواہ الطبرانی۔ اب دیکھئے آنحضرت ؐ نے خود بوجہ ستر عورت مرد کی نماز میں فرق کر دیا۔

۱۰۔ **ابو حنیفه عن نافع عن ابن عمرؓ انه سئل كيف كان النساء يصلين علىٰ عهد رسول الله ﷺ قال كن يتربعنِ ثم امرن ان يحتفزن.** (جامع المسانید ص ۴۰۰، ج ۱)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے پوچھا گیا کہ عورتیں عہد رسالت میں
نماز کیسے پڑھتی تھیں فرمایا چار زانو بیٹھتی تھیں پھر انہیں حکم دیا گیا
کہ خوب سمٹ کر بیٹھیں۔

اب دیکھئے حدیث میں دو طرح بیٹھنا آتا تھا، ایک پاؤں کھڑا کر کے دوسرا بچھا کر بیٹھنا۔ اور سمٹ کر سرین پر بیٹھنا جسے تورک کہتے ہیں۔

۱۔ عہد رسالت میں بوجہ ستر عورت کو نماز میں تورک کی طرح بیٹھنے کا حکم دے دیا گیا جب کہ مرد پہلے طریقے پر ہی بیٹھتے رہے۔

(۱۱) عن علیؓ قال اذاسجدت المرأة فلتحتفز والتضم فخذيها. (رواہ ابن ابی شیبہ)

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ عورت جب سجدہ کرے تو اس کو سمٹ کر
سجدہ کرنا چاہئے اور سارے جسم کو ملا کر سجدہ کرنا چاہیئے۔

دیکھئے اس طرح سجدہ کرنا مرد کے لیے بالاتفاق مکروہ ہے مگر عورت کے ستر کا اہتمام اسی میں زاید تھا اس لیے یہ حکم دیا گیا۔

۱۲۔ اسی طرح ائمہ اربع کا اجماع اس پر ہے کہ عورت سینے پر ہاتھ باندھے (فقہ علی مذاہب اربعہ در مختار ص ۳۲۷ ج ا عالمگیری ص ۷۳ ج ۱) اور اس اجماع کی بنیاد وہی قاعدہ ہے جو حدیث میں آ گیا لانه استر لها (شرح نقایہ ص ۷۳ ج ۱) کہ اس میں ستر کا زیادہ اہتمام ہے۔

اور دوسری حدیث حضرت علیؓ سے یہ تھی من السنة وضع الكف على الكف تحت السرة (احمد) نماز کا سنت طریقہ یہ ہے کہ ہتھیلی ہتھیلی پر رکھ کر ناف کے نیچے ہاتھ باندھے جائیں۔ اس سنت پر بھی عمل جاری رہا دونوں قسم کی احادیث میں تطبیق صریح حدیث سے نہیں حدیث میں مذکور قاعدہ ستر کے مطابق بیان کر دی گئی آپ کسی صحیح حدیث سے جو صریح ہو ان دونوں قسم کی احادیث پر عمل کرنے کا طریقہ

بتادیں تو ہم یقیناً صریح کو علت پر ترجیح دیں گے اگر آپ صریح حدیث تطبیق کی پیش نہ کرسکیں تو مجتہد نے حدیث کی بیان کردہ علت کو سامنے رکھ کر دونوں قسم کی احادیث پر عمل کرنے کا جو طریقہ بتایا ہے اسے کیوں چھوڑا جائے۔

نوٹ: اگر آپ ان دونوں قسم کی احادیث سے ایک کو صحیح دوسری کو ضعیف قرار دیں تو ان کا صحیح یا ضعیف ہونا حدیث صحیح صریح سے ثابت کریں کیونکہ آپ کے نزدیک امتی کا قول شرعی دلیل نہیں ہم امتیوں کے اجماع اور مجتہد کے ارشاد کو دلیل سمجھتے ہیں اس لیے مجتہد کی تطبیق کے مقابلہ میں کسی غیر مجتہد کی بات نہیں مانتے اور خیر القرون کے مجتہد کے مقابلہ میں مابعد خیر القرون کے کسی آدمی کی بات تسلیم نہیں کرتے کیونکہ خیر القرون کی خیریت منصوص بالا حادیث ہے۔

ائمہ اربعہ کی تقلید

سوال: کیا رسول اللہ ﷺ نے ائمہ اربعہ میں سے کسی کی تقلید کا حکم دیا ہے؟

جواب: کتنا غلط سوال ہے سوال صحیح یوں ہے کہ دلائل اربعہ شرعیہ میں سے کسی دلیل سے ائمہ اربعہ کی تقلید کا حکم بتائیں۔ فرقہ مسعودی کے پیشوا نے یہ جاہلانہ سوال کہاں سے لیا پہلے یہ ہی سمجھنے کی بات ہے روافض کا بنیادی عقیدہ ہے کہ امام منصوص من اللہ ہوتا ہے جس طرح انبیاء علیہم السلام منصوص من اللہ ہوتے ہیں اس پر اہل السنّت والجماعت کا ان پر سوال ہے کہ جس طرح قرآن وحدیث میں انبیاءؑ کے اسماء گرامی اور ساتھ ان کے منصب رسالت ونبوّت کی صراحت ہے اسی طرح آپ اپنے بارہ اماموں جن کو منصوص من اللہ سمجھتے ہو کے نام مع منصب قرآن وحدیث میں دکھائیں اور اہل السنّت والجماعت کا یہ سوال بالکل صحیح تھا کیونکہ ان کے دعویٰ کے موافق تھا لیکن رافضی اپنے دعویٰ کے موافق دلیل پیش کرنے سے سو فیصد عاجز ہیں اور تا قیامت عاجز رہیں گے انشاء اللہ العزیز اب انہوں نے لاجواب ہو کر اپنی شرمندگی اتارنے کے لیے یہ سوال کرنا شروع کر دیا کہ تم ائمہ اربعہ کی تقلید کا حکم قرآن حدیث میں دکھاؤ

جو بالکل غلط سوال تھا کیوں کہ اہلسنت والجماعت کا دعویٰ ائمہ اربعہ کے بارہ میں شیعہ کی طرح منصوص من اللہ ہونے کا نہیں ہے چنانچہ اہل السنّت والجماعت نے ان سے کہا کہ تمہارا یہ سوال جھوٹ پر مبنی ہے پہلے ہماری معتبر کتابوں سے ہمارا یہ عقیدہ دکھاؤ کہ ائمہ اربعہ منصوص من اللہ ہیں لیکن وہ یہ جھوٹ اور بہتان ثابت نہ کر سکے ان کے اس سوال کو ہمارے دعویٰ سے کوئی تعلق ہی نہیں۔

(۱) چونکہ مسعودی فرقے کا بانی بھی رافضیوں کی طرح آئمہ کے بارہ میں منصوص من اللہ ہونے کا عقیدہ رکھتا ہے اسی لیے اس نے نص کا مطالبہ کیا ہے اس لیے ہم اس کو وہی جواب دیتے ہیں کہ ہماری معتبر کتابوں سے پہلے ائمہ اربعہ کے منصوص من اللہ ہونے کا عقیدہ دکھائیں ورنہ جھوٹ اور بہتان سے شرمائیں وہ بھی جو چوری کر کے سوال کیا ہے جھوٹ کے ساتھ چوری کا گناہ بھی سر لیا۔ ہاں تمارا عقیدہ چونکہ یہ ہے کہ امام منصوص من اللہ ہوتا ہے جیسے کہ اس سوال سے ظاہر ہے اس لیے مسعودی فرقہ کا فرض ہے کہ وہ آنحضرت ﷺ کا ایسا حکم دکھائیں کہ پندرھویں صدی میں مسعود احمد گورنمنٹ ملازم کو امام ماننا فرض ہوگا۔ دیدہ باید۔

۲۔ نیز آپ جن کو امام مانتے ہیں امام عبداللہ بن مبارک۔ امام شافعی۔ امام دارقطنی۔ امام بیہقی۔ امام احمد بن حنبل۔ امام یحییٰ بن آدم۔ امام ابوحاتم امام حاکم (دیکھو صلوٰۃ المسلمین ص ۲۹۹) ان کو امام ماننے کا حکم رسول پاکؐ نے کس حدیث میں دیا ہے۔

۳۔ اگر تقلید کے انکار کی یہی دلیل ہے کہ ائمہ اربعہ کی تقلید کا حکم حضورؐ نے نہیں دیا تو فرمایئے آج قرآن پاک سات متواتر قرأتوں پر پڑھا جا رہا ہے آپ ان قاریوں کے نام اور ان کی قرأتوں کے موافق قرآن پڑھنے کا حکم کسی حدیث صحیح صریح میں دکھائیں۔

۴۔ اگر آپ کے پاس اپنے فرقہ کی کوئی آٹھویں قرأت ہو تو اس کی متواتر سند پیش فرمائیں۔ یا قرآن کی تلاوت کا بھی اسی اصول پر انکار کر دیں۔

۵۔ اگر تقلید کے انکار کی یہی وجہ ہے کہ آئمہ اربعہ کا نام حدیث میں نہیں آیا تو ذرا بخاری مسلم۔ ترمذی۔ نسائی۔ ابوداؤد۔ ابن ماجہ ان چھ کتابوں اور ان کے مؤلفین کے اسمائے گرامی اور ان کا صحاح ستہ ہونا حدیث صحیح سے دکھائیں ورنہ اپنے اصول پر ان کو بھی چھوڑ دیں۔

۶۔ آپ ہی کسی حدیث صحیح صریح غیر معارض سے ثابت کر دیں کہ آنحضرتؐ نے ائمہ اربعہ کی تقلید سے منع فرمایا ہو۔

دور صحابہؓ میں اور تابعین میں تقلید

سوال: امام ابوحنیفہؒ سے پہلے جو مسلم تھے وہ کس کی تقلید کرتے تھے؟

الجواب: ﴿وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَافَّةً. فَلَوْلا نَفَرَمِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِنْهُمْ طَائِفَةٌ لِيَتَفَقَّهُوْا فِيْ الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْاقَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ﴾ (التوبہ۔ع ۱۵)

قرآن پاک کی اس آیت سے معلوم ہوا کہ صحابہؓ جو جہاد کے لیے چلنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا سب کو جہاد پر جانا زیبا نہیں کیوں نہ ہر جماعت میں ایک ایک دو دو فقہ حاصل کرو اور فقہ حاصل کرنے کے بعد جب ان لوگوں کے پاس جائیں۔ (جنہوں نے فقہ حاصل نہیں کی) تو اپنی قوم کو ڈرائیں شاید کہ وہ ڈر مان لیں۔

اس آیت میں ایک لفظ طائفۃ کا ہے جس کا اطلاق ایک پر بھی ہوتا ہے دو پر بھی اور زیادہ پر بھی و الطائفة اسم للواحد و الاثنين فصاعداً (نور الانوارص ۱۷۷) دوسرا لفظ فقہ کا ہے جس کا معنی ہے الشق و الفتح (کشاف. شامی) یعنی پھاڑنا اور کھولنا۔

یعنی ایک مسائل تو وہ ہوتے ہیں جو صراحۃ الفاظ میں ہوتے ہیں دوسرے بہت سے مسائل ان الفاظ کی تہ میں ہوتے ہیں ان احکام کا استنباط اور استخراج کرنا

اس آیت سے معلوم ہوا کہ صحابہؓ میں دو جماعتیں تھیں ایک چھوٹی سی جماعت فقہا کی تھی جس میں ہر قوم کے ایک ایک دو دو آدمی شامل تھے یہ فقہ کی تربیت حاصل کرتے تھے اس جماعت کو آنحضرت ﷺ اس طرح ترغیب دیتے من یرد اللہ بہ خیراً یفقهه فی الدین. (بخاری)

اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرمائیں اس کو فقیہ بناتے ہیں چونکہ اس تفقہ استنباط اور اجتہاد میں خود فقیہ کے فہم کا بھی دخل ہوتا ہے اور فقیہ نبی نہیں نہ ہی معصوم ہے تو آنحضرت ان کی ہمت بندھاتے کہ تم تو ہر حال میں خدا سے اجر پانے والے ہو اگر صواب کو پالیا تو دو اجر ملیں گے اور اگر چوک ہو گئی تو بھی ایک اجر ملے گا (بخاری) پھر گھبرانے کی کیا ضرورت دوسری بڑی جماعت عام صحابہؓ کی تھی جو آنحضرت ﷺ کی خدمت میں ان کی طرح مستقل طور پر حاضر باش نہ تھی۔

آنحضرت ﷺ ان فقہا صحابہؓ کو اپنی اپنی قوم میں بھیج دیتے ساری قوم والے اپنی قوم کے اس فقیہ سے فقہی مسائل پوچھ پوچھ کر عمل کرتے کسی امتی مجتہد کے فقہی مسائل کو بلا مطالبہ دلیل تسلیم کر کے عمل کر لینا اسی کا نام تقلید ہے۔ ان فقہاء صحابہؓ کے ہزاروں فتاویٰ حدیث کی کتابوں مصنف عبدالرزاق مصنف ابن ابی شیبہ وغیرہ میں موجود ہیں جن میں صرف مسئلہ ہی ذکر ہے دلیل کا کوئی ذکر نہیں نہ مسئلہ بتانے والے نے دلیل ذکر کی ہے اور نہ ہی مسئلہ پوچھنے والوں نے دلیل کا مطالبہ کیا ہے ان ہزاروں فتاویٰ سے تواتر اور قطعیت کے ساتھ ثابت ہوتا ہے کہ دور صحابہ میں تقلید بلا نکیر جاری تھی ایک بھی غیر مقلد نہ تھا۔ اور تاریخ و سیر کی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اکثر ایک قوم میں ایک ہی فقیہ عالم کو بھیجا جاتا تھا اس قوم کے سارے لوگ اس ایک فقیہ سے ہی تمام مسائل پوچھ کر عمل کرتے تھے اسی کا نام تقلید شخصی ہے۔

۲۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں صحابہؓ و تابعین ہمہ در یک مرتبہ نہ بودند بلکہ بعضے ایشاں مجتہد بودند و بعضے مقلد قال اللہ تعالیٰ ﴿لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنبِطُونَهُ

مِنھُمْ﴾ (قرۃ العینین ص ۲۵۱) یعنی صحابہؓ و تابعین سارے ایک درجہ اور مرتبہ کے نہ تھے بلکہ ان میں سے بعض مجتہد تھے اور بعض مقلد جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں البتہ جان لیں گے ان میں سے وہ لوگ جو استنباط و اجتہاد کر سکتے ہیں۔

۳۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذؓ کو یمن بھیجا وہاں بہت سے مسائل آپ اجتہاد سے بتاتے تھے اور پورے یمن والے حضرت معاذؓ کی تقلید شخصی کرتے تھے کسی شخص کا نام بھی نہیں بتایا جا سکتا جو غیر مقلد ہو اور اس نے تقلید کے خلاف آواز اٹھائی ہو۔

۴۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ بھی فتویٰ دینے سے پہلے فرمایا کرتے تھے کہ یہ فتویٰ میں اجتہاد و رائے سے دے رہا ہوں (جامع بیان العلم ص ۵۱ ج ۲) لوگ حضرت صدیقؓ کے ان اجتہادی فتاویٰ پر عمل کرتے تھے۔ اسی کو تقلید کہتے ہیں اور دور صدیقی میں ایک بھی غیر مقلد کا نام پیش نہیں کیا جا سکتا۔

۵۔ حضرت عمرؓ خود اپنے اجتہاد و رائے سے فتویٰ دیتے (میزان الکبریٰ للشعرانی ص ۴۹ ج ۱) اور اپنے قاضیوں کو بھی یہی حکم بھیجتے کہ اجتہاد سے فیصلے کرو (جامع بیان العلم ص ۵۶ ج ۲) اس دور میں بھی کسی ایک غیر مقلد کا نام پیش نہیں کیا جا سکتا۔

۶۔ حضرت عثمانؓ کی تو بیعت ہی اس شرط پر کی گئی کہ آپ سنت العمرین کی تقلید کریں گے۔ (شرح فقہ اکبر ص ۷۹)

۷۔ حضرت علیؓ بھی فرمایا کرتے تھے اجتہد برائی میں اپنی رائے و اجتہاد سے فتویٰ دیتا ہوں۔ (شرح فقہ اکبر ص ۷۹)

چنانچہ خلفائے راشدین کے کئی فتاویٰ مصنف ابن ابی شیبہ میں موجود ہیں جن میں نہ ان حضرات نے مسئلہ کے ساتھ دلیل بیان فرمائی نہ عمل کرنے والوں نے دلیل کا مطالبہ کیا اسی کا نام تقلید ہے اور جس طرح پورے ۲۳ سالہ دور نبوت میں کسی ایک غیر مقلد کا نام نہیں ملتا اسی طرح پورے تیس سالہ دور خلافت راشدہ میں کسی ایک بھی غیر مقلد کا نام کسی حدیث یا تفسیر یا تاریخ کی کتاب میں نہیں ملتا۔

۸۔ حضرت امام غزالیؒ فرماتے ہیں تقلید تو اجماع صحابہؓ سے ثابت ہے کیونکہ وہ عوام کو فتوے دیتے (جن میں دلائل کا ذکر نہیں کرتے تھے) اور عوام کو یہ حکم نہیں دیتے تھے کہ خود درجہ اجتہاد تک پہنچیں اور یہ بات ان کے علماء اور عوام کے تواتر سے مثل ضروریات کے ثابت ہے (المستصفیٰ ص ۳۸۵ ج ۲) ضروریات ایسی یقینی باتوں کو کہتے ہیں جن کو خاص عام سب جانتے ہیں۔ جیسے نمازوں کی فرضیت ایسے ہی رمضان کے روزوں کی فرضیت ایسے ہی تواتر سے صحابہؓ کے دور میں تقلید کا ثبوت ہے۔

۹۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں۔ ثم انهم تفرقوا فی البلاد وصار کل واحد مقتدی ناحية من النوی الخ یعنی پھر صحابہ مختلف شہروں میں پھیل گئے اور ان میں سے ہر ایک ایک ایک علاقے کا مقتدا بن گیا"۔ یعنی ایک علاقہ کے لوگ ایک ہی صحابی کی تقلید شخصی کیا کرتے تھے۔ حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ وہ صحابہ اپنے علاقہ والوں کو استنباط اور رائے سے فتوے دیا کرتے تھے۔ (الانصاف ص ۳)

۱۰۔ مکہ مکرمہ والے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی تقلید شخصی کرتے تھے اور آپ کا فتویٰ دینے کا معمول یہ تھا کہ کتاب وسنت کے بعد حضرت ابوبکر و عمرؓ کے اقوال پر فتویٰ دیتے اگر ان کے اقوال سے بھی مسئلہ نہ ملتا تو قال فیہ (دارمی ص ۵۹ ج ۱) مستدرک وقال الحاکم والذهبی (صحیح ص ۲۴۰ ج ۱) السنن الکبریٰ للبیہقی ص ۱۱۵ ج ۱ جامع بیان العلم ص ۵۷ ج ۲) حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے ہزاروں فتاویٰ مصنف عبدالرزاق اور مصنف ابن ابی شیبہ میں مذکور ہیں جن میں آپ نے دلیل ذکر کی نہ لوگوں نے دلیل پوچھی۔

۱۱۔ مدینہ منورہ میں حضرت زید بن ثابتؓ کا فتویٰ چلتا تھا اور اہل مدینہ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے کہہ دیا تھا لا ناخذ بقولک وندع قول زید (بخاری ص ۲۳۷ ج ۱) لاننا بعک یاابن عباس وانت تخالف زیداً (عمدة القاری ص ۲۷۷ ج ۴ نحوہ فتح الباری ص ۴۶۳ ج ۳) آپ جب فتویٰ دیتے تو

فرماتے انما اقول برائی (جامع بیان العلم ص ۵۸ ج ۲) اس وقت سے لے کر آج تک مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں تقلید شخصی پر ہی عمل درآمد ہے۔

۱۲۔ بصرہ میں حضرت انسؓ کا فتویٰ چلتا تھا ان کے کئی فتاویٰ مصنف عبدالرزاق اور مصنف ابن ابی شیبہ میں مذکور ہیں جن کے ساتھ دلیل مذکور نہیں اور اہل بصرہ بلا مطالبہ دلیل ان فتاویٰ پر عمل کرتے تھے اور ان کی تقلید شخصی کرتے تھے۔

۱۳۔ حافظ ابن عبدالبر فرماتے ہیں **لاخلاف بین فقهاء الامصار و سائر اهل السنة وهم اهل الفقه والحديث فی نفی القياس فی التوحيد واثباته فی الاحكام الاداؤد بن علی** (جامع بیان العلم ص ۷۴ ج ۲) یعنی داؤد بن علی ظاہری سے پہلے تمام شہروں میں تمام اہل سنت فقہا اور محدثین میں کبھی اس میں اختلاف نہیں ہوا کہ توحید (عقائد) میں قیاس جائز نہیں اور احکام میں جائز ہے اس سے معلوم ہوا کہ صحابہؓ تابعینؒ اور تبع تابعینؒ پورے خیر القرون میں ایک شخص بھی اس کا منکر نہ تھا اور ایسے مسائل جو مجتہد قیاس شرعی سے ثابت کرے ان کے ماننے کا نام ہی تقلید ہے تو خیر القرون میں تقلید میں کوئی اختلاف نہ تھا۔

۱۴۔ دارالعلم کوفہ میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا فتویٰ چلتا تھا آپ ادلہ اربعہ سے فتویٰ دیتے تھے (نسائی ص ۲۶۴) اور اکثر مسائل میں فرماتے **اقول فيه برائی** (جامع بیان العلم ص ۵۸ ج ۲) یعنی میں رائے سے یہ قول بیان کرتا ہوں۔ آپ کے بہت سے فتاویٰ کتب حدیث میں منقول ہیں آپ اپنے قول کے ساتھ دلیل بیان نہیں فرماتے تھے اور تمام اہل کوفہ بلا مطالبہ دلیل ان اقوال پر عمل کرتے تھے اسی کا نام تقلید شخصی ہے۔

۱۵۔ علامہ احمدی فرماتے ہیں:

> **اما الاجماع فهو انه لم تزل العامة فی زمن الصحابة والتبعين قبل المخالفين. يستفتون المجتهدين ويتبعونهم فی الاحكام الشرعية والعلماء منهم يبادرون الیٰ اجابة سوألهم من غير اشارة الی ذكر**

الدلیل ولا ینھونھم عن ذلک من غیر نکیر فکان اجماعاً علیٰ جواز اتباع العامی للمجتھد مطلقاً.

(الاحکام ص ۱۷۱ ج ۴)

مسئلہ تقلید پر امت کے اجماع کی دلیل یہ ہے کہ زمانہ صحابہ وتابعین سے لے کر مخالفین (داؤد ظاہری وغیرہ) کے ظہور تک لوگ مجتہدین سے مسائل پوچھتے اور احکام شرعیہ میں ان کی تقلید کرتے اور علماء جوابات میں دلیل کا اشارہ تک نہ کرتے اور علماء وعوام کے اس طرز عمل پر کوئی انکار نہ کرتا نہ روکتا پس ثابت ہوا کہ عہد صحابہ تابعین سے ہی اس پر اجماع ہے کہ عامی مجتہد کی تقلید کرے۔

۱۶۔ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ دمشق میں رہتے تھے جب فتویٰ دیتے تو فرماتے یہ میری رائے ہے (جامع بیان العلم ص ۵۸ ج ۲) ان کے جو فتاویٰ اور اقوال کتب حدیث میں ملتے ہیں ان کے ساتھ دلیل کا کوئی ذکر نہیں لوگ بلا مطالبہ دلیل ان اقوال پر عمل کرتے تھے۔ معلوم ہوا کہ عہد صحابہؓ وتابعین اجتہاد وتقلید کا دور تھا ایک بھی غیر مقلد اس دور میں موجود نہ تھا۔ اگرچہ تابعین کے دور کا حال بھی بعض مندرجہ بالا عبارتوں میں آ گیا ہے تاہم مختصراً مزید پڑھ لیں۔

۱۷۔ شاہ ولی اللہؒ صاحب محدث دہلوی فرماتے ہیں۔ فعند ذلک صار لکل عالم من علماء التابعین مذھب علیٰ حیاله فانتصب فی کل بلد امام (انصاف ص ۶) تابعین میں سے ہر عالم کا ایک ایک مذہب قرار دیا گیا اور ہر شہر میں ایک ایک صاحب مذہب امام قائم ہو گیا یعنی ہر شہر والے اس اپنے ہی امام کے مذہب پر عمل کرتے تھے اسی کا نام تقلید شخصی ہے۔

۱۸۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں اذا اختلفت مذاھب الصحابة والتابعین فی مسئلة فالمختار عند کل عالم مذھب اھل بلدہ (ایضاً ص ۷)

یعنی جب صحابہ اور تابعین کے مذاہب میں اختلاف ہوتا تو ہر عالم کے نزدیک اس کے اپنے شہر کا مذہب مختار قرار پاتا اور اسی کا نام تقلید شخصی ہے۔

۱۹۔ دور تابعین میں ہزاروں لوگ حج کے موقع پر مکہ مکرمہ تشریف لاتے۔ خلیفۂ وقت سرکاری طور پر منادی کرواتا کہ **لا یفتی الناس الا احدھذین الامامین.** (عطاؒ بن ابی رباح ومجاہدؒ، شذرات الذھب لابن العماد ص ۱۴۸ ج ۱) حضرت عطاؒ اور حضرت مجاہد کے ہزاروں فتاویٰ مصنف عبدالرزاق اور مصنف ابن ابی شیبہ میں موجود ہیں ان اقوال کے ساتھ کوئی دلیل مذکور نہیں سب تابعین اور تبع تابعین بلا مطالبہ دلیل ان اقوال پر عمل کرتے تھے نہ کوئی خلیفہ پر اعتراض کرتا کہ ایسی منادی کیوں ہر سال کرائی جاتی ہے نہ حضرت عطاء اور حضرت مجاہد پر کوئی اعتراض کرتا کہ تم اپنے اقوال کے ساتھ دلیل بیان کیوں نہیں کرتے اور نہ ہی ان ہزاروں لوگوں پر کوئی اعتراض کرتا کہ تم بلا مطالبہ دلیل ان اقوال پر عمل کیوں کرتے ہو۔

۲۰۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں **فھذا کیف ینکرہ احد مع ان الاستفتاء بین المسلمین من عھد النبی ﷺ ولافرق بین ان یستفتی ھذا دائماً ویستفتی ھذا حیناً بعد ان یکون مجمعاً علی ماذکرناہ** (عقد الجید ص ۳۹) یعنی اس تقلید کا انکار کیسے کیا جا سکتا ہے جب کہ فتویٰ لینا مسلمانوں میں عہد نبوی ﷺ سے آج تک رائج ہے (اور فتاویٰ میں دلیل کا التزام نہیں کیا جاتا) اور اس میں کوئی فرق نہیں کہ سارے فتوے ہمیشہ ایک ہی سے لے (جو کہ تقلید شخصی ہے) یا کسی دوسرے سے بھی فتویٰ لے اور یہ فتویٰ لینا اور ان پر عمل کرنا امت میں اجماعاً ثابت ہے۔

۲۱۔ خلیفہ عبدالملک نے عطاء اور زہری سے اپنے زمانے کے ہر شہر کے عالم کے بارہ میں پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ۔

۱۔ مکہ معظمہ میں عطاء بن ابی رباح۔ ۲۔ مدینہ میں نافع مولیٰ ابن عمرؓ

۳۔ بصرہ میں حسن بصری ۴۔ کوفہ میں ابراہیم نخعی

۵۔ یمن میں طاؤس ۶۔ یمامہ میں یحییٰ بن ابی کثیر

۷۔ شام میں مکحول ۸۔ عراق میں میمون بن مہران

۹۔ خراسان میں ضحاک

یہ ان شہروں کے فقہاء تھے (مناقب موفق ص ۷ ج ۱ معرفۃ علوم الحدیث ص ۱۹۸) دیکھئے پوری اسلامی سلطنت میں دور تابعین میں ہر شہر کے لوگ اپنے شہر کے ایک ایک فقیہ کی تقلید شخصی کرتے تھے ایک تو مناقب موفق میں ان ائمہ کو فقیہ کہا گیا ہے اور کسی کے فقہی اقوال کو تسلیم کر لینا ہی تقلید ہے دوسرے ان سب کے اقوال مصنف عبدالرزاق مصنف ابن ابی شیبہ۔ کتاب الآ ثار وغیرہ میں درج ہیں ان اقوال کے ساتھ دلائل مذکور نہیں جس سے صاف معلوم ہوا کہ یہ فقہا بلا ذکر دلیل فتویٰ دیتے تھے اور ان کے شہر والے بلا مطالبہ دلیل ان اقوال پر عمل کرتے تھے اسی کا نام تقلید شخصی ہے۔

۲۲۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی شیخ عزالدین بن عبدالسلام سے نقل کرتے ہیں لان الناس لم یزالوا من زمن الصحابة رضی اللہ عنہم الیٰ ان ظھرت ھذہ المذاھب الاربعة یقلدون من اتفق من العلماء من غیر نکیر من احد یعتبر انکارہٗ ولو کان ذلک باطلاً لانکروہ (عقدالجید ص ۳۶) سب لوگ زمانہ صحابہؓ سے مذاہب اربعہ کے ظہور تک تقلید کرتے رہے اور کسی قابل اعتبار شخص نے اس (تقلید) کا انکار نہ کیا۔ اگر یہ تقلید باطل ہوتی تو صحابہؓ تابعین اس پر ضرور انکار کرتے۔ یہ عبارت نص ہے کہ مذاہب اربعہ سے پہلے بھی تقلید ہی تقلید تھی اور کوئی منکر تقلید موجود نہ تھا۔

۲۳۔ امام مزنیؒ فرماتے ہیں الفقھاء من عصر رسول اللہ ﷺ الی یومنا ھذا وھلم جرا استعملوا لمقائیس فی الفقہ فی جمیع الاحکام فی امر دینھم قال واجمعوا ان نظیر الحق حق و نظیر الباطل باطل (جامع بیان العلم ص ۶۶ ج ۲) تمام فقہاء آنحضرت ﷺ کے زمانہ سے آج تک تمام احکام دینیہ میں قیاس کرتے آئے ہیں اور ان کا اجماع ہے کہ حق کی نظیر حق ہے اور باطل کی نظیر باطل ہے اور فقہاء کے فقہی اقوال پر عمل کرنے کا ہی نام تقلید ہے۔

۲۴۔ امام مزنیؒ فرماتے ہیں سب سے پہلا منکر قیاس ابراہیم نظام ہے اور پھر اس کی تقلید میں بعض معتزلہ نے بھی قیاس کا انکار کیا حالانکہ صحابہ تابعین اور تمام شہروں کے فقہاء قیاس کرتے تھے (اور غیر فقہاء ان کی تقلید کرتے رہے) (فتح الباری قسطلانی عینی بخاری حاشیہ ۸۸۔۱۰)

۲۵۔ علامہ تفتازانیؒ فرماتے ہیں صحابہؓ سے قیاس کرنا وقت نہ ہونے نص کے تواتر سے ثابت ہے (تلویح توضیح ص ۳۶۷)

۲۶۔ امام نوویؒ داؤد ظاہری کے ترجمہ میں فرماتے ہیں:

قال امام الحرمین الذی ذھب الیه اھل التحقیق ان منکری القیاس لا یعدون من علماء الامة وحملة الشریعة لانھم معاندون مباھتون فیما ثبت استفاضةً وتواتراً لان معظم الشریعة صادرة عن الاجتھاد ولا تفی النصوص بعشر معشارھا وھؤلاء ملتحقون بالعوام.

(تہذیب الاسماء)

امام الحرمین فرماتے ہیں محققین کی تحقیق یہ ہے کہ منکرین قیاس کا شمار نہ علماء امت میں ہے نہ حاملین شریعت میں کیونکہ وہ معاند لوگ ہیں اور بہتان باندھنے والے ہیں اور جو چیز (قیاس کا حجت شرعی ہونا) تواتر کے ساتھ ثابت ہے اس کے منکر ہیں حالانکہ شریعت کے اکثر مسائل اجتہاد سے حل کئے گئے ہیں اور صریح نصوص میں دسواں حصہ مسائل بھی نہیں ہیں اور یہ لوگ عوام میں شامل ہیں۔

اس ساری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ تقلید! فقہا اور مجتہدین کی عوام زمانۂ رسول اللہؐ سے کرتے رہے ہیں اس کا انکار تواتر کا انکار ہے لیکن جس طرح صحابہ و تابعین کی جمع کی ہوئی مکمل حدیث کی کوئی کتاب آج دنیا میں موجود نہیں ہے ہاں بعد کے جن محدثین نے کتابیں جمع فرمائیں ان کا حوالہ ہی آج دیا جاتا ہے مثلاً رواہ البخاری، رواہ

مسلم آج کہا جاتا ہے ورنہ صحاح ستہ والوں سے پہلے کبھی کسی نے رواہ البخاری وغیرہ نہیں کہا تھا اسی طرح صحابہ تابعین کی مکمل فقہ جو متواتر ہو وہ آج موجود نہیں ہے ہاں ائمہ اربعہ نے ان فتاویٰ کو اپنی فقہ میں لے لیا۔ اسی لیے اب حوالہ میں قال ابو حنیفة، قال الشافعی کہا جاتا ہے۔

نوٹ: مسائل فروعی بعض ایسے ہیں جن پر صحابہؓ کا اتفاق تھا ان میں ائمہ اربعہ کا بھی اتفاق ہے۔ اور بعض مسائل ایسے ہیں جن میں صحابہ میں اختلاف تھا ان اختلافات میں آئمہ اربعہ نے ایک ایک پہلو کو اختیار کرلیا ہے۔

(رفع یدین) پھر مسعودی فرقہ کے بانی نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ ہمارا اکمل مسئلہ رفع یدین عشرہ مبشرہ سے ثابت ہے۔ (ص ۴۳۰) عشرہ مبشرہ کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

(۱) حضرت ابوبکر صدیقؓ (۲) حضرت عمر فاروقؓ
(۳) حضرت عثمان غنیؓ (۴) حضرت علیؓ
(۵) حضرت طلحہؓ (۶) حضرت زبیرؓ
(۷) حضرت سعدؓ (۸) حضرت سعیدؓ
(۹) حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ (۱۰) حضرت ابوعبیدہؓ

ہم نے شہدادکوٹ (سندھ) لاڑکانہ اور کراچی میں بار بار چیلنج کیا کہ مسعودی فرقہ اور ان کا امام ان عشرہ مبشرہ کی دس حدیثیں صحیح غیر معارض اسناد کے ساتھ پیش کر دیں ہم آج ہی رفع یدین شروع کردیں گے لیکن یہ دم دبا کر بھاگ گئے۔

۱۔ حضرت صدیقؓ کی حدیث میں نہ سجود کی رفع یدین کی ممانعت نہ دوسری اور چوتھی رکعت کے شروع میں رفع یدین کی ممانعت نہ تیسری رکعت کے شروع میں رفع یدین کا حکم صرف رکوع میں رفع کا عمل جس میں دوام نہیں ہوتا اور خود حضرت صدیقؓ تحریمہ کے بعد والی رفع یدین چھوڑ گئے تھے (دارقطنی، بیہقی) تو اب مسعودی فرقہ کو کیا ملا۔ نہ ہی اس کی سند میں محمد بن اسماعیل السلمی کا سماع ابوالنعمان محمد بن الفضل سے

ثابت پس نہ دلیل ثابت ہوئی نہ دلالت۔

۲۔ حضرت صدیق اکبرؓ کی روایت نامکمل نقل کی ہے اس کی سند کو دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ پورے خیر القرون میں رکوع کی رفع الیدین ایسی غیر معروف اور متروک تھی کہ سارے علاقہ میں اگر کوئی ایک آدھ کر بیٹھتا تھا تو فوراً سوال ہوتا تھا۔

۳۔ پھر حضرت عمرؓ کا موقوف قول پیش کیا لیکن سند کے راویوں عبداللہ بن القاسم اور عیسیٰ بن سلیمان کا ثقہ ہونا ثابت نہیں کر سکے اور حضرت نے خود رفع یدین کو ترک فرمایا جو طحاوی و ابن ابی شیبہ میں موجود ہے۔

۴۔ حضرت علیؓ کی روایت پیش کی ہے مگر یہ روایت ابن ابی الزناد نے اس وقت روایت کی جب اس کا حافظہ صحیح نہ تھا اور حضرت علیؓ نے خود رفع یدین ترک فرمادی تھی (طحاوی و ابن ابی شیبہ موطا امام محمد) اس کے علاوہ کسی عشرہ مبشرہ سے کوئی روایت موجود نہیں کوئی صحیح اسناد پیش کرو ورنہ جھوٹ بول بول کر عوام کو دھوکا دینے سے باز آؤ۔

۵۔ سوال میں جو لفظ منسوخ کا ذکر کیا ہے اگر منسوخ کا یہی معنی ہے کہ چھوڑ دینا ترک کر دینا تو ترک رفع یدین کی احادیث بہت ہیں۔

عن ابن عمران النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یرفع یدیه اذا افتتح الصلوٰة واذارکع واذارفع راسه من الرکوع فلایرفع ولا بین السجدتین۔

(مسند الحمیدی ص ۲۷۷ ج ۲)

سنداس کی نہایت صحیح ہے حمیدی اور سفیان بن عیینہ دونوں مکہ مکرمہ کے ممتاز محدثین سے ہیں اور زہری، سالم اور ابن عمرؓ مدینہ منورہ کے ممتاز محدثین میں ہیں سند راوی مکہ اور مدینہ کے محدثین ہیں اور بس۔ اور ترک رفع یدین کی احادیث حضرت عبداللہ بن مسعودؓ (نسائی) حضرت براء بن عازبؓ (ابوداؤد) حضرت ابوہریرہؓ (الاستذکار) حضرت ابومالک اشعریؓ (مسند احمد) حضرت علیؓ (عال دارقطنی) اور دیگر صحابہؓ سے مروی ہے۔

غیر مقلد علماء

سے

چار سو سوالات

تالیف

مناظر اسلام حضرت مولانا

محمد امین صفدر

اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ

علمائے اہلحدیث سے

چارسو علمی سوالات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(۱) ایک حدیث صحیح صریح غیر معارض ایسی پیش فرمائیں کہ امام کے لئے تکبیر تحریمہ بلند آواز سے سنت ہے اور مقتدی کے لئے آہستہ سنت ہے۔

(۲) ایک صحیح صریح حدیث پیش فرمائیں کہ نماز میں تعوذ آہستہ پڑھنا سنت ہے۔

(۳) ایک حدیث صحیح صریح غیر معارض پیش کریں کہ اکیلے نمازی کے لئے آمین آہستہ کہنا سنت مؤکدہ ہے۔

(۴) ایک حدیث صحیح صریح غیر معارض پیش فرمائیں کہ مقتدی کو چھ رکعت میں آمین بالجہر سنت ہے اور گیارہ رکعتوں میں آہستہ سنت ہے۔

(۵) ایک ہی صحیح صریح غیر معارض حدیث ایسی پیش کریں کہ آنحضرت ﷺ کے پورے تئیس سالہ دور نبوت میں صرف ایک ہی دن صحابہؓ نے آپؐ کے پیچھے چھ رکعتوں میں بلند آواز سے اور گیارہ رکعتوں میں آہستہ آواز سے آمین کہی ہو۔

(۶) صرف ایک ہی صحیح صریح غیر معارض حدیث پیش کریں کہ پورے تیس سالہ دور خلافت راشدہ میں ایک ہی دن کسی ایک خلیفہ راشد کے کسی ایک ہی مقتدی نے چھ رکعتوں میں بلند آواز سے اور گیارہ رکعتوں میں آہستہ آواز سے آمین کہی ہو۔

(۷) ایک ہی صحیح صریح غیر معارض حدیث پیش فرمائیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہو کہ امام کے لئے ہمیشہ چھ رکعتوں میں بلند آواز سے اور گیارہ رکعتوں میں آہستہ آواز سے آمین سنت مؤکدہ ہے......

(۸) ایک ہی صحیح صریح غیر معارض حدیث پیش فرمائیں کہ کسی خلیفہ راشد نے امام بن کر ایک ہی دن اپنے دور خلافت میں چھ رکعت میں بلند آواز سے آمین کہی ہو اور گیارہ رکعت میں آہستہ آمین کہی ہو۔

(۹) ایک ہی صحیح صریح غیر معارض حدیث پیش فرمائیں کہ جو مقتدی اس وقت جماعت میں شریک ہو جب امام نصف سے زائد فاتحہ پڑھ چکا ہو اس کے لئے دو دفعہ آمین کہنا سنت مؤکدہ ہے، ایک دفعہ اپنی فاتحہ کے درمیان بلند آواز سے اور ایک دفعہ اپنی فاتحہ کے خاتمے پر آہستہ آواز سے۔

(۱۰) ایک ہی صحیح صریح غیر معارض حدیث ایسی پیش فرمائیں کہ جو مقتدی رکوع میں ملے اس کو وہ رکعت دہرانا فرض ہے۔

(۱۱) ایک ہی صحیح صریح غیر معارض حدیث پیش کریں کہ رکوع کی تسبیحات آہستہ پڑھنا سنت ہیں۔

(۱۲) ایک ہی صحیح صریح غیر معارض حدیث پیش کریں کہ رکوع کی تکبیر امام کے لئے جہراً اور مقتدی کے لئے آہستہ کہنا سنت ہے۔

(۱۳) ایک ہی صحیح صریح غیر معارض حدیث ایسی پیش فرمائیں کہ مقتدی کے لئے **ربنا لک الحمد** آہستہ پڑھنا سنت ہے۔

(۱۴) ایک ہی صحیح صریح غیر معارض حدیث پیش فرمائیں کہ وتر میں رکوع کے بعد دعا کی طرح ہاتھ اٹھا کر دعائے قنوت پڑھنا اور پھر منہ پر ہاتھ پھیر کر سجدہ میں جانا سنت ہے۔

(۱۵) ایک ہی صحیح صریح حدیث پیش کریں کہ امام کے لئے دعائے قنوت جہراً اور مقتدی اور منفرد کے لئے آہستہ پڑھنا سنت ہے۔

(۱۶) ایک ہی حدیث صحیح صریح غیر معارض حدیث پیش کریں کہ سجدوں کی تسبیحات آہستہ پڑھنا سنت مؤکدہ ہیں۔

(۱۷) ایک ہی حدیث صحیح صریح غیر معارض پیش فرمائیں کہ دو سجدوں کے درمیان دعا آہستہ پڑھنا سنت مؤکدہ ہے۔

(۱۸) ایک ہی حدیث صحیح صریح غیر معارض پیش فرمائیں کہ رکوع کے بعد قومہ میں ہاتھ لٹکانا سنت ہے یا ہاتھ سینہ پر باندھنا کیونکہ پیر جھنڈا صاحب ہاتھ باندھتے ہیں اور پنجاب کے غیر مقلدین ہاتھ لٹکاتے ہیں اس لئے حدیث صریح ہونی چاہیئے۔

(۱۹) ایک ہی صحیح صریح غیر معارض حدیث پیش فرمائیں کہ سجدوں کو جاتے اور سجدوں سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین منع اور حرام ہے۔

(۲۰) ایک ہی صحیح صریح غیر معارض حدیث پیش کریں کہ دوسری اور چوتھی رکعت کی ابتداء میں رفع یدین منع اور حرام ہے۔

(۲۱) ایک ہی صحیح صریح غیر معارض حدیث پیش فرمائیں کہ نماز میں درود شریف آہستہ پڑھنا سنت ہے۔

(۲۲) ایک ہی صحیح صریح غیر معارض حدیث پیش فرمائیں کہ درود شریف کے بعد والی دعا آہستہ پڑھنا سنت مؤکدہ ہے۔

(۲۳) ایک ہی صحیح صریح غیر معارض حدیث پیش فرمائیں کہ امام کے لئے سلام بلند آواز سے اور مقتدیوں کے لئے آہستہ آواز سے کہنا سنت ہے۔

(۲۴) نواب صدیق حسن فرماتے ہیں نمازی کے جسم پر نجاست (پیشاب، پاخانہ، خونِ حیض) لگا ہوا ہو تو بھی نماز باطل نہیں ہے۔ (بدور الاہلہ ص ۳۸)

(۲۵) نواب نور الحسن صاحب فرماتے ہیں ناپاک کپڑوں (جن پر پیشاب، پاخانہ، خونِ حیض لگا ہو سب) میں نماز صحیح ہے۔ (عرف الجادی ص ۲۱)

(۲۶) نماز میں مرد یا عورت کی شرمگاہ کھلی رہے تو بھی نماز صحیح ہے۔ (عرف الجادی ص ۲۱ بدور الاہلہ ص ۳۹)

(۲۷) نماز کی جگہ کا پاک ہونا نماز کے صحیح ہونے کے لئے شرط نہیں ہے:

(بدور الاہلہ عرف الجادی ص ۲۱)

(۲۸) اگر عصر کے وقت فٹ بال کھیلنا ہو تو عصر کی نماز ظہر کے وقت پڑھ لے۔

(فتاویٰ ثنائیہ ج ا ص ۶۳۱۔۶۳۲)

(۲۹) جن عورتوں کے ساتھ نکاح حرام ہے (ماں، بہن، بیٹی، خالہ) ان کا سارا جسم سوائے قبل و دبر ننگا دیکھنا جائز ہے۔ (عرف الجادی ص ۵۲)

(۳۰) نواب وحید الزمان صاحب لکھتے ہیں تم ایسی عورت کرو جس کی فرج تنگ ہو جو شہوت کے مارے دانت رگڑ رہی ہو۔ وہ جو جماع کے وقت کروٹ سے لپٹتی ہو۔ لغات الحدیث

نوٹ: مسئلہ نمبر ۲۴ تا نمبر ۳۱ یہ بھی حدیث صحیح صریح سے ثابت فرمائیں۔

حصہ دوم

(۱۔۳۲) قرآن پاک کے بعد صحیح کتاب بخاری ہے یہ خدا تعالیٰ کا ارشاد ہے یا نبی معصوم ﷺ کا۔

(۲۔۳۳) کیا صحیح بخاری میں ایک رکعت نماز پڑھنے کا مکمل طریقہ ہے۔

(۳۔۳۴) کیا بخاری میں سبحانک اللھم . سبحان ربی العظیم. سبحان ربی الاعلی یا تشہد میں درود شریف کا ذکر ہے۔

(۴۔۳۵) کیا بخاری شریف میں سینے پر ہمیشہ ہاتھ باندھنے کی حدیث شریف ہے۔

(۵۔۳۶) بخاری شریف میں اونٹنی کا پیشاب پینے کا حکم ہے اس پر غیر مقلدین کا عمل نہیں مگر بھینس کا دودھ پینے کی کوئی حدیث نہیں ہے اس کو پی جاتے ہیں۔ حدیث پیش کریں۔

(۶۔۳۷) بخاری میں بغلوں کے بال اُکھاڑنے کا حکم ہے (ج ۲ ص ۸۷۵) لیکن غیر مقلد استرے سے منڈواتے ہیں۔ جس کی کوئی حدیث نہیں۔

(۷۔۳۸) آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں جس نے ہمیشہ روزہ رکھا تو اس کا روزہ ہی

نہیں ہوگا (ج ۱ ص ۲۶۵) مگر امام بخاریؒ

(۸۔۳۹) آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ کوئی شخص مصیبت کے وقت اپنی موت کی تمنا ہرگز نہ کرے۔ (بخاری ج ۲ ص ۸۴۷) مگر امام بخاریؒ اس حدیث کے خلاف اپنی موت کی دعا مانگا کرتے تھے۔ (تاریخ بغداد ج ۲ ص ۳۴)

(۹۔۴۰) آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ ہفتے میں ایک قرآن پڑھو اور اس پر زیادہ مت کرو۔ (بخاری ج ۲ ص ۷۵۶) بعض میں تین دن اور بعض میں پانچ دن بھی آیا ہے مگر اکثر میں سات دن ہے (بخاری) مگر امام بخاریؒ اس صحیح صریح حدیث کے خلاف رمضان شریف میں روزانہ ایک قرآن ختم کرتے تھے۔

(تاریخ بغداد ج ۲ ص ۱۲ طبقات سبکی ج ۲ ص ۹ الحطہ ص ۲۲)

(۱۰۔۴۱) غیر مقلدین کہتے ہیں حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا (بخاری ج ۲ ص ۲۲۹) سے ثابت ہے کہ تراویح اور تہجد ایک نماز ہے مگر امام بخاریؒ رمضان شریف میں تراویح کے بعد تہجد پڑھ کر اس صحیح حدیث کی مخالفت کیا کرتے تھے۔

(تاریخ ابن خلدون)

(۱۱۔۴۲) خود امام بخاری نے حدیث روایت فرمائی ہے کہ کتا برتن میں منہ ڈال دے تو سات مرتبہ دھولو۔ ظاہر ہے کہ کتے کے منہ ڈالنے سے پانی کا نہ رنگ بدلتا ہے نہ مزہ اور نہ ہی بو ہوتی ہے مگر امام بخاریؒ اس صحیح حدیث کے خلاف کہتے ہیں کہ جب تک رنگ۔ بو۔ مزہ نہ بدلے وہ ناپاک نہیں ہوتا۔ (بخاری ج ۱ ص ۲۹)

(۱۲۔۴۳) حدیث سے ثابت ہوتا ہے کتے کا جھوٹا ناپاک ہے (ج ۱ ص ۲۹) مگر امام بخاریؒ اس کے خلاف کتے کے جھوٹے پانی سے وضو جائز کہتے ہیں۔ (ج ۱ ص ۲۹)

(۱۳۔۴۴) امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ نمازی کی پشت پر گندگی اور مردار ڈال دیا جائے تو نماز نہیں ٹوٹتی۔ (بخاری ج ۱ ص ۳۷)

(۱۴۔۴۵) امام بخاریؒ کے نزدیک ران ننگے ہوں تو نماز جائز ہے۔ (ج ۱ ص ۵۲)

(۱۵_۴۶) غیر مقلدین کے نزدیک منی پاک ہے۔ (عرف الجادی ص ۱۰ نزل الابرار ج ۱ ص ۴۹ کنز الحقائق ص ۱۶ بدور الاہلہ ص ۱۵) اس پر صحیح حدیث لائیں۔

(۱۶_۴۷) جب منی پاک ہے تو اُحِلَّ لَکُمُ الطَّیِّبَات کے موافق اس کا کھانا بھی حلال ہے یا حرام۔ صحیح صریح غیر معارض حدیث سے جواب دیں۔

(۱۷_۴۸) ابوالحسن غیر مقلد نے فقہ محمدیہ ج ۱ ص ۴۶ پر جو لکھا ہے کہ ہمارے مذہب میں ایک قول پر کھانا منی کا جائز ہے اس کی صریح دلیل بیان کریں۔

(۱۸_۴۹) نواب وحید الزمان صاحب فرماتے ہیں کہ عورت کی پیشاب گاہ سے جو رطوبت نکلتی ہے وہ پاک ہے۔ (کنز الحقائق ص ۱۶۔ نزل الابرار ج ۱، ص ۴۹ تیسیر الباری ص ۲۰۷ ج ۱، اس کی صحیح صریح غیر معارض حدیث پیش فرمائیں۔

(۱۹_۵۰) جب یہ رطوبت پاک ہے تو اس کا پینا حلال ہے یا حرام۔ جواب صحیح صریح غیر معارض حدیث سے پیش کریں۔

(۲۰_۵۱) آپ کے مذہب میں حیض کے خون کے سوا سب خون پاک ہیں۔ (کنز الحقائق ص ۱۶ نزل الابرار ج ۱ ص ۴۹ عرف الجادی ص ۱۰) اس مسئلہ کی دلیل حدیث صحیح صریح غیر معارض سے پیش فرمائیں۔

(۲۱_۵۲) کتا پاک ہے۔ عرف الجادی ص ۱۰ اس کا گوشت، خون، ہڈی، بال، پسینہ پاک ہے۔ بدور الاہلہ ص ۱۶ اس کا پیشاب پاخانہ پاک ہے ہدیۃ المہدی ج ۲ ص ۷۷ کتا بیوی کو حق مہر میں دینا جائز ہے۔ محلی ابن حزم باب المہر۔ جواب صحیح حدیث سے دیں۔

(۲۲_۵۳) خنزیر پاک ہے۔ عرف الجادی ص ۱۰ اس کے بال، ہڈی پاک ہے۔ کنز الحقائق ص ۱۳ اس کا جھوٹا پاک ہے۔ نزل الابرار ج ۱ ص ۴۹

(۲۳_۵۴) الخمر یعنی شراب پاک ہے۔ کنز الحقائق ص ۱۶ نزل الابرار ج ۱ ص ۴۹ عرف الجادی ص ۱۰ اس میں آٹا گوندھ کر روٹی پکالی جائے تو کھانا حلال ہے۔ (نزل الابرار ج ۱ ص ۵۰)

(۲۴_۵۵) پیشاب ہر حلال اور حرام جانور کا پاک ہے سوائے خنزیر کے اس میں اختلاف ہے ایک قول میں وہ بھی پاک ہے۔ (نزل الابرار ج ا ص ۴۹)

(۲۵_۵۶) کوئی مردار نجس نہیں۔ عرف الجادی ص ۱۰ ان سب مسائل کی ایک ایک حدیث صحیح صریح غیر معارض پیش فرمائیں۔

(۲۶_۵۷) ان مندرجہ بالا مسائل کا مطلب صاف ہے کہ اگر منی، مردار، خون، کسی جانور کا پیشاب، شراب، خنزیر، کتا اگر پانی میں گر جائیں خواہ کتنی ہی مقدار ہو تو اس پانی سے وضو کرنا، غسل، اس کا پینا، اس سے کھانا پکانا سب جائز ہے۔ یعنی آپ کے مذہب پر۔

(۲۷_۵۸) مندرجہ بالا چیزیں، بدن، کپڑے یا نماز کی جگہ پر خواہ کتنی مقدار میں ہوں، نماز بالکل جائز ہے۔ اس کا حکم حدیث سے دکھاؤ۔

(۲۸_۵۹) مندرجہ بالا پاک چیزوں سے اگر کوئی شخص قرآن حدیث لکھے تو اس کے جواز یا عدم جواز کی صحیح صریح غیر معارض حدیث پیش کریں۔

(۲۹_۶۰) اگر خنزیر نمک کی کان میں گر کر نمک بن جائے تو اس کا کھانا حلال ہے۔ نزل الابرار ج ا ص ۵۰، اس کی صحیح صریح غیر معارض حدیث پیش کریں۔

(۳۰_۶۱) ایک کنویں میں خنزیر، مردار، حیض کے چیتھڑے، انسانوں کا پیشاب پاخانہ رات دن گرتا رہتا ہے وہ کنواں پاک ہے یا ناپاک۔

(۳۱_۶۲) ناپاک کنویں کا پاک کرنے کا طریقہ کسی صحیح صریح حدیث سے پیش فرمائیں۔

حصہ سوم

حضرات علماء اہل حدیث سے گزارش ہے کہ وہ مندرجہ ذیل سوالات کے جواب میں ایک صریح آیت یا ایک ایک صحیح صریح غیر معارض حدیث پیش فرمائیں۔ حدیث مکمل متن کے ساتھ نقل فرمائیں اور ہر ہر راوی کی توثیق سند کا اتصال اور اس کا

شذوذ وعلت سے سالم ہونا ثابت فرمائیں۔ کوئی جواب جو قرآن پاک کی صریح آیت یا حدیث صحیح صریح غیر معارض کے حوالہ سے نہ ہوگا وہ مردود ہوگا۔ اللہ تعالیٰ آپ کے علم میں برکت عطا فرمائے۔

(۱۔۶۳) عیسائی کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ عیسیٰ علیہ السلام کی صورت میں ظاہر ہوا۔ ہندو کہتے ہیں خنزیر کی شکل میں ظاہر ہوا۔ اور مولانا وحید الزمان خان غیر مقلد فرماتے ہیں کہ خدا جس صورت میں چاہے ظاہر ہو سکتا ہے۔

(ہدیۃ المہدی ج ا ص ۷ وج ا ص ۹)

(۲۔۶۴) نواب وحید الزمان فرماتے ہیں کہ رام چندر، لچھمن، کرشن، زراتشت، مہاتما بدھ یہ سب انبیاء صالحین میں سے ہیں اور ہم پر واجب ہے کہ ہم خدا کے سب رسولوں پر بلا تفریق ایمان لائیں۔ (ہدیۃ المہدی ج ا ص ۸۵)

(۳۔۶۵) اگر کوئی یہ عقیدہ رکھے کہ انبیاء و اولیا کا سماع عام لوگوں سے وسیع ہے۔ حتیٰ کہ پوری زمین سے ہر جگہ دور نزدیک سے وہ سن لیتے ہیں تو یہ عقیدہ شرک نہیں۔

(ہدیۃ المہدی ج ا ص ۲۴)

(۴۔۶۶) اس مندرجہ بالا عقیدے سے کوئی یارسول اللہ، یا علی، یا غوث (اعظم) کہے تو شرک نہیں۔ (ہدیۃ المہدی ج ا ص ۲۴)

(۵۔۶۷) نواب صدیق حسن خان صاحب اس عقیدے سے یہ وظیفہ پڑھا کرتے تھے۔

قبلہ دیں مدد دے کعبہ ایمان مدد دے

ابن قیم مدد دے قاضی شوکاں مدد دے (ج ا ص ۲۳)

ابن قیم، قاضی شوکانی فوت شدہ بھی تھے اور دور بھی مگر نواب صدیق حسن خان صاحب ان سے استمداد کیا کرتے تھے۔

(۶۔۶۸) جب آپ کے عقیدہ میں رام چندر، لچھمن، کرشن، مہاتما بدھ بھی نبی ہیں اور ہر نبی دور نزدیک سے پکار سنتا ہے تو آپ کے مذہب میں یارام چندر مدد

دے یا لچھمن مدد دے۔ یا کرشن مدد دے۔ یا مہاتما بدھ مدد دے کا وظیفہ
پڑھنا بھی عین ایمان ہوا۔

(۷۔۶۹) یہی زمانہ تھا کہ مرزا قادیانی قادیان کو قبلہ و کعبہ قرار دے رہے تھے اور
نواب صدیق حسن خان اہلحدیث قاضی شوکانی یمنی کو قبلہ کعبہ بنا رہے تھے تو
قرآن حدیث کی رو سے زیادہ ثواب کس کو مل رہا تھا۔

(۸۔۷۰) نواب وحید الزمان وغیرہ غیر مقلد کا عقیدہ ہے کہ جو سماع موتٰی کا انکار کرتا
ہے وہ اہلحدیث نہیں معتزلی ہے۔ (ہدیۃ المہدی ص ۶۰)

(۹۔۷۱) آنحضرت ﷺ یا کسی نبی۔ ولی کی قبر مبارک کی زیارت کی نیت سے سفر
کرنا جائز نہیں امور جاہلیت میں سے ہے۔ عرف الجادی ص ۶۰ اور اس کو
جائز ثابت کرنے والا خدا اور آخرت پر ایمان نہیں رکھتا اور حلاوت ایمان
سے محروم ہے۔ عرف الجادی ص ۱۰۳۔

(۱۰۔۷۲) اور اگر کوئی شخص مدینہ منورہ پہنچ جائے تو اس پر واجب ہے کہ آنحضرتؐ
کے روضۂ اطہر کو گرا کر خاک کے برابر کر دے۔ عرف الجادی ص ۶۰ رام
چندر، لچھمن، کرشن، مہاتما بدھ سے اتنی محبت اور آنحضرت سے اتنی نفرت
کہ روضہ اطہر کا نشان دیکھنا بھی گوارا نہیں۔

(۱۱۔۷۳) اگر غیر مقلدین برسر حکومت آ جائیں تو وہ پہلا حملہ ہندوستان پر کریں گے
جو ہندو، رام چندر، کرشن، لچھمن اور مہاتما بدھ جیسے نبیوں کے پیروکار ہیں یا
مکہ مکرمہ پر کریں گے جہاں کے لوگ مقلد ہیں اور مرکز اسلام کو مشرک
مقلدین سے خالی کرائیں گے۔

(۱۲۔۷۴) اگر غیر مقلدین برسر اقتدار آ گئے تو مقلدین سے زکوٰۃ وصول کریں گے یا
جزیہ۔ قرآن وحدیث سے حکم بتائیں۔

(۱۳۔۷۵) اگر غیر مقلدین کو حکومت مل گئی تو وہ پہلے کسی مندر کو تو نہیں گرائیں گے۔

البتہ روضۂ اطہر کو ضرور گرائیں گے۔

(۱۴_۷۶) نواب وحید الزمان صاحب فرماتے ہیں کہ جو ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھے اس پر انکار جائز نہیں۔ (ہدیۃ المہدی ص ۱۱۸)

(۱۵_۷۷) نواب صاحب لکھتے ہیں جو وضو میں پاؤں نہ دھوئے بلکہ صرف مسح کرلے اس پر انکار جائز نہیں۔ (ہدیۃ المہدی ص ۱۱۸)

(۱۶_۷۸) نواب صاحب لکھتے ہیں جو مردوں کے وسیلہ سے دعا کرے اس پر انکار جائز نہیں۔ (ہدیۃ المہدی ص ۱۱۸)

امید ہے کہ علماء اہلحدیث اپنے ان مسائل کا ثبوت بھی کسی آیۃ قرآنی یا حدیث صحیح صریح غیر معارض سے پیش فرمائیں گے۔

نیز آمدہ مسائل فقہ محمدی کے ہیں اور اس کتاب کے ہیں جس کا نام نزل الابرار من فقہ النبی المختار ہے یعنی یہ مسائل غیر مقلدین کے عقیدہ میں کسی مجتہد کے مسائل نہیں ہیں جن میں احتمال خطا بھی ہوسکتا ہے بلکہ نبی معصوم علیہ السلام کی فقہ کے بے خطا مسائل ہیں۔

(۱۷_۷۹) ایک شخص کی شہوت سے منی خارج ہونے لگی اس نے عضو خاص کو زور سے پکڑ لیا سکون کے بعد منی خارج ہوئی تو غسل فرض نہیں۔ (نزل الابرار ص ۲۳)

(۱۸_۸۰) اگر کسی مرد نے کسی چوپائے (بھیڑ۔ بکری۔ گائے۔ بھینس۔ گدھی۔ کتیا) کی شرمگاہ میں دخول کیا تو غسل فرض نہیں۔ (نزل الابرار ج ا ص ۲۳)

(۱۹_۸۱) اگر کسی عورت نے کسی چوپائے (کتے، خنزیر وغیرہ) سے یہ فعل کروایا تو اس پر غسل فرض ہے یا نہیں۔ حدیث صحیح صریح سے جواب دیں۔

(۲۰_۸۲) اگر کسی نے زندہ عورت کے ساتھ صحبت کی اور انزال نہ ہوا ہو تو امام بخاری کے نزدیک غسل فرض نہیں۔ (نزل الابرار ج ا ص ۲۳)

(۲۱_۸۳) اگر کسی شخص نے اپنا آلہ تناسل خود اپنی دبر میں داخل کیا تو انزال کے بغیر غسل فرض نہ ہوگا۔ (نزل الابرار ج ا ص ۲۴)

(۲۲_۸۴) اگر کسی نے مردہ عورت سے صحبت کی تو راجح یہ ہے کہ غسل ضروری نہیں۔

(نزل الابرار ج ا ص ۲۴)

(۲۳_۸۵) اگر کسی عورت نے غیر آدمی (گدھے۔ ہاتھی۔ کتے۔ خنزیر، بندر، گھوڑے۔ ریچھ وغیرہ) کا ذکر اپنی شرمگاہ میں داخل کیا تو غسل فرض نہیں۔

(نزل الابرار ج ا ص ۲۴)

(۲۴_۸۶) اگر کسی عورت نے مردہ مرد کا آلہ تناسل اپنی شرمگاہ میں داخل کیا تو اسپر غسل فرض نہیں۔ (نزل الابرار ج ا ص ۲۴)

(۲۵_۸۷) اگر کسی لڑکے سے اغلام بازی کی تو غسل فرض نہیں۔ (نزل الابرار ج ا ص ۲۴) اُف! حدیث کی آڑ میں کیا کچھ ہورہا ہے.....[۱]

(۲۶_۸۸) اگر کسی عورت نے انگلی استعمال کی تو غسل فرض نہیں۔ نزل الابرار ص ۲۴ آہ نبی معصوم کی طرف کیسی فقہ منسوب کردی گئی ہے۔

(۲۷_۸۹) اگر کسی عورت نے لکڑی وغیرہ شہوت رانی کے لئے استعمال کی تو غسل فرض نہیں جب تک انزال نہ ہو۔ (نزل الابرار ج ا ص ۲۴)

(۲۸_۹۰) اگر عورت نے لکڑی شرمگاہ میں داخل کی لکڑی اندر چلی گئی مگر ہاتھ شرمگاہ کو نہیں لگا تو وضو بھی نہیں ٹوٹا۔ (نزل الابرار ج ا ص ۲۴)

(۲۹_۹۱) کسی مرد نے کنواری لڑکی سے صحبت کی اور وہ حاملہ ہوگئی مگر کنوارپٹی زائل نہیں ہوئی تو غسل فرض نہیں۔ (نزل الابرار ج ا ص ۲۴)

(۳۰_۹۲) اگر محض خیال سے شہوت آئی اور منی خارج ہوگئی تو غسل فرض نہیں۔

(نزل الابرار ج ا ص ۲۳)

(۳۱_۹۳) اگر کسی مرد یا عورت نے لکڑی، لوہا یا کوئی اور ایسی چیز اپنی دبر میں داخل کی اور وہ خشک نکل آئی تو وضو نہیں ٹوٹا۔ (نزل الابرار ج ا ص ۲۰)

---

[۱] اولئک ابائی فجئنی بمثلهم ...... از......شبان اهلحدیث

(۳۲_۹۴) اگر بواسیر والے نے اپنے موہکے یا کانچ خود اندر داخل کی تو وضو ٹوٹ گیا۔ اور اگر خود بخود داخل ہو گئے تو وضو نہیں ٹوٹا۔ (نزل الابرار ج ۱ ص ۲۰)

(۳۳_۹۵) اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے غیر فطری مقام کو استعمال کرے تو اسے کوئی شرعی سزا تو کجا اس پر انکار بھی جائز نہیں۔ (ہدیۃ المہدی ج ۱ ص ۱۲۲)

(۳۴_۹۶) اگر کوئی عورت متعہ کروائے (یعنی اجرت لے کر زنا کروائے) تو نہ حد نہ تعزیر بلکہ اس پر انکار بھی جائز نہیں۔ (ہدیۃ المہدی ج ۱ ص ۱۲۲)

(۳۵_۹۷) زید نے کسی عورت سے زنا کیا اس نطفہ سے لڑکی پیدا ہوئی اس بیٹی سے زید باپ نکاح کر سکتا ہے جائز ہے۔ (عرف الجادی ص ۱۰۹)

(۳۶_۹۸) نظر بازی سے بچنے کے لئے مشت زنی واجب ہے۔ (عرف الجادی ص ۲۰۷)

(۳۷_۹۹) نظر بازی کے جواز کے لئے بوڑھا بابا بھی نوجوان وھابن کی پستان نوشی کر سکتا ہے۔ (نزل الابرار ج ۲ ص ۷۷)

(۳۸_۱۰۰) بعض صحابہ بھی مشت زنی کیا کرتے تھے۔ (عرف الجادی ص ۲۰۷)

(۳۹_۱۰۱) مشت زنی میں کوئی حرج نہیں جیسے بدن کے دوسرے موذی فضلات (پاخانہ پیشاب) نکالنے میں کوئی حرج نہیں۔ (عرف الجادی ص ۲۰۷)

(۴۰_۱۰۲) مشت زنی کرنے والے پر نہ حد ہے نہ تعزیر۔ (عرف الجادی ص ۲۰۸)

حضرات براہ کرم چہل احادیث ان مسائل پر پیش فرمائیں بعض لوگ ہمیں یہ جواب دیتے ہیں کہ ہمارے علمائے اہلحدیث یہ سب مسائل حدیث کے خلاف لکھتے ہیں ان کے کھانے کے دانت اور ہوتے ہیں اور دکھانے کے اور۔ اس لئے اگر یہ بات سچ ہے کہ وہ حدیث کا نام محض جھوٹ موٹ لیتے ہیں اور یہ مسائل غلط ہیں تو براہ نوازش ہر مسئلہ کا غلط ہونا ہی ایک ایک صحیح صریح غیر معارض حدیث سے ثابت فرمائیں۔ بہر حال ان کے موافق یا مخالف چالیس احادیث پیش کریں۔

حصہ چہارم...... مسئلہ تقلید

تقلید کی تعریف

تقلید کہتے ہیں کسی کا قول محض اس حسن ظن پر مان لینا کہ یہ دلیل کے موافق بتلا دے گا اور اس سے دلیل کی تحقیق نہ کرنا۔ فتاویٰ ثنائیہ ج ۱ ص ۲۵۶، ج ۱ ص ۲۶۰، ج ۱ ص ۲۶۲، ج ۱ ص ۲۶۵ کتاب وسنت کے ماہر کی راہنمائی میں کتاب وسنت پر عمل کرنا۔ عقد الجید شاہ ولی اللہ ص ۴۷۔

تقلید کی تقسیم

تقلید مطلق یہ ہے کہ بغیر کسی تعین کے کسی عالم سے مسئلہ پوچھ کر عمل کر لیا جائے جو اہلحدیث کا مذہب ہے اور تقلید شخصی یہ ہے کہ ائمہ اربعہ میں سے ایک امام کی بات مانی جائے جو مقلدین کا مذہب ہے۔ (فتاویٰ ثنائیہ ج ۱ ص ۲۵۶)

معرفت دلیل

اس کو کہتے ہیں کہ دلیل کو پورے طور پر جاننا۔ بالفاظ دیگر یہ جاننا کہ اس کا معارض کوئی نہیں اور یہ منسوخ بھی نہیں وغیرہ ایسا جاننا مجتہد کا خاصہ ہے...... یہ بالکل صحیح ہے (فتاویٰ ثنائیہ ج ۱ ص ۲۶۳) یعنی دلیل میں تین باتیں ضروری ہیں۔

ا: وہ منع سے سالم ہو یعنی اس کا ثبوت تواتر یا سند صحیح سے ہو۔

ب: وہ نقض سے سالم ہو اس کے مقدمات ثابت اور نتیجہ کی دلالت دعویٰ پر واضح ہو۔

ج: وہ معارضہ سے سالم ہو یعنی کوئی دلیل اس کے معارض نہ ہو۔

تقلید کا حکم

تقلید مطلق واجب ہے۔ معیار الحق ص ۴۱ تاریخ اہلحدیث ص ۱۲۵ داؤد غزنوی ص ۳۷۵۔ تقلید شخصی مباح ہے۔ یعنی اس پر کوئی گناہ مرتب نہیں ہوتا وہ یہ کہ مقلد کسی ایک امام کو محقق سمجھ کر ہمیشہ اسی کی بات مانتا رہے مگر اس تعین کو حکم شرعی نہ

سمجھے۔ فتاویٰ ثنائیہ ج ا ص ۲۵۲ معیار الحق ص ۴۱ تاریخ اہلحدیث ص ۱۲۵ داؤد غزنوی ص ۳۷۵ ہم نے غیر مقلدین کا مسلک تقلید کے بارہ میں ان کے عناصر اربعہ بلکہ ائمہ اربعہ مولانا نذیر حسین صاحب دہلوی۔ مولانا محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی۔ مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری۔ مولانا داؤد غزنوی سے باحوالہ ذکر کیا ہے۔ اب مندرجہ ذیل امور جواب طلب ہیں۔

(ا۔۱۰۳) واجب کی تعریف کیا ہے۔ اور اس کے تارک کا کیا حکم ہے۔ دونوں باتیں کسی حدیث صحیح صریح غیر معارض سے بیان کریں۔

(۲۔۱۰۴) تقلید مطلق کے واجب ہونے کا ثبوت آیت قرآنی یا حدیث صحیح صریح غیر معارض سے پیش فرمائیں۔

(۳۔۱۰۵) جب آپ کے ہاں تقلید مطلق واجب ہے تو آپ بھی مقلد ہوئے۔ آپ لوگ اپنے آپ کو غیر مقلد کیوں کہتے ہیں؟

(۴۔۱۰۶) مباح کی کیا تعریف ہے اور اس کے تارک اور عامل کا کیا حکم ہے۔ یہ بات حدیث صحیح صریح غیر معارض کے حوالہ سے بیان کریں۔

(۵۔۱۰۷) تقلید شخصی کے مباح ہونے کی دلیل قرآن پاک کی آیت یا حدیث صحیح صریح غیر معارض سے بیان فرمائیں۔

(۶۔۱۰۸) عالم کو مسئلہ بتاتے وقت ہر ہر مسئلہ پر دلیل تام (دیکھو نمبر ۳) کا بیان کرنا فرض ہے یا واجب۔ اور اس کی دلیل میں آیۃ یا حدیث بیان کریں۔

(۷۔۱۰۹) حدیث کی مشہور کتاب مصنف عبدالرزاق میں صحابہ اور تابعین کے تقریباً سترہ ہزار فتاویٰ ہیں جن میں صحابہ اور تابعین نے فتویٰ کے ساتھ کوئی آیت قرآنی یا حدیث دلیل میں بیان نہیں فرمائی تو وہ فرض و واجب کے تارک اور گنہگار ہوئے یا نہیں۔

(۸۔۱۱۰) ان سترہ ہزار فتاویٰ میں سوال کرنے والوں نے بھی دلیل کا مطالبہ نہیں کیا تو

ان کا مطالبہ بلادلیل ان مسائل کو تسلیم کر لینا تقلید ہی ہے کیا یہ صحابہ اور تابعین دلیل کا مطالبہ نہ کرنے کی وجہ سے فاسق ہوئے یا کافر۔ دلیل حدیث صحیح سے ہو۔

(۹۔۱۱۱) کیا ہر ہر عامی آدمی کو ہر ہر جزئی مسئلہ کی دلیل تام جاننا فرض ہے یا واجب اور اس کی کیا دلیل ہے۔ حدیث صحیح بیان فرمائیں۔

(۱۰۔۱۱۲) آپ کے اکثر عوام اپنے علماء سے مسئلہ پوچھ کر عمل کرتے ہیں اور دلیل تام کی تحقیق نہیں کرتے وہ عوام ان علماء کے مقلد ہوئے یا نہیں۔

(۱۱۔۱۱۳) آپ کے عوام نہ دیوبندی علماء سے مسئلہ پوچھتے ہیں نہ بریلوی علماء سے وہ صرف اپنے علماء سے مسئلہ پوچھتے ہیں تو نمبر۲ کے موافق یہ تقلید شخصی ہے یا غیر شخصی مطلق۔ ظاہر ہے کہ ایک ہی فقہ کے مسائل پر چلنا تقلید شخصی ہے۔

(۱۲۔۱۱۴) مذہب حنفی میں اکثر مسائل پر فتویٰ امام اعظمؒ کے قول پر ہے بعض مسائل میں صاحبین کے قول پر بعض میں امام زفرؒ امام حسن کے قول پر۔ تو اس کو آپ کی تقسیم نمبر۲ کے موافق تقلید شخصی کہا جائے گا یا تقلید مطلق۔

(۱۳۔۱۱۵) چونکہ زیر بحث تقلید مجتہد کی ہے اس لئے قرآن و حدیث کی روشنی میں مجتہد کی تعریف بیان فرمائیں۔

(۱۴۔۱۱۶) قرآن و حدیث میں مجتہد کی شرائط کیا ہیں ان کو وضاحت سے بیان فرمائیں۔

(۱۵۔۱۱۷) قرآن وحدیث سے یہ وضاحت فرمائیں کہ مجتہد کا دائرہ کار کیا ہے۔

(۱۶۔۱۱۸) تقلید کی اس تعریف کے مطابق جو نمبر ا پر گزری خدا و رسول ﷺ کی بات کو بلا مطالبہ دلیل ماننا تقلید ہے یا نہیں۔

(۱۷۔۱۱۹) اس تعریف پر اصول حدیث کے قواعد کو بلا مطالبہ دلیل مان لینا تقلید ہے یا نہیں۔

(۱۸_۱۲۰)اصول حدیث میں خاص شوافع کے فرقہ کے اصول کو ماننا اور حنفی محدثین کے اصول کو نہ ماننا تقلید شخصی ہے یا تقلید مطلق۔

(۱۹_۱۲۱)اسماء الرجال کی کتابوں سے جرح وتعدیل کے اقوال کو بلا مطالبہ دلیل ماننا تقلید ہے یا نہیں۔

(۲۰_۱۲۲)جرح تعدیل میں شافعی فرقہ کی کتابوں کو بلا مطالبہ دلیل ماننا اور حنفی کتابوں کو نہ ماننا تقلید شخصی ہے یا تقلید مطلق۔

(۲۱_۱۲۳) کتب حدیث میں مشکوٰۃ کو ماننا اور زجاجۃ المصابیح کو نہ ماننا۔ بلوغ المرام کو ماننا اور مستدلات حنفیہ کو نہ ماننا۔ مؤطا امام مالکؒ کو ماننا اور مؤطا امام محمدؒ کو نہ ماننا۔ ترمذی کو ماننا اور طحاوی پر اعتماد نہ کرنا۔ جزء القرأۃ کو ماننا اور کتاب الآثار کو نہ ماننا۔ کتاب القرأۃ کو ماننا اور کتاب الحجۃ علیٰ اھل المدینہ کو نہ ماننا یہ تقلید مطلق ہے یا تقلید شخصی کا اثر ہے۔

(۲۲_۱۲۴)حدیث کے صحیح یا ضعیف ہونے میں صرف اپنے فرقے کے مولوی پر اعتماد کرنا حنفی محدثین پر اعتماد نہ کرنا تقلید شخصی ہے یا مطلق۔

(۲۳_۱۲۵) یہودی اپنے احبار ورھبان کی تقلید مطلق تھی یا شخصی۔ جواب قرآن یا حدیث صحیح سے دیں۔

(۲۴_۱۲۶)اگر وہ تقلید شخصی کرتے تھے تو ان کے مجتہدین کے نام جن کی طرف فرقے منسوب تھے۔قرآن حدیث سے تحریر کریں۔

(۲۵_۱۲۷)مشرکین جو اپنے آباء واجداد کی تقلید کرتے تھے وہ تقلید مطلق تھی یا تقلید شخصی۔قرآن وحدیث سے جواب دیں۔

(۲۶_۱۲۸)اگر وہ تقلید شخصی کرتے تھے تو ان میں کتنے فرقے تھے ان کے نام قرآن و حدیث سے بیان فرمائیں۔

(۲۷_۱۲۹)محدثین نے جو حدیث کی قسمیں اور ہر ہر قسم کا حکم بیان فرمایا ہے یہ سب

اقسام صراحۃً قرآن وحدیث میں ہیں یا ان امتیوں کی بنائی ہوئی قسموں کو بلا مطالبہ دلیل قرآن حدیث مان لیا ہے تو یہ تقلید ہے یا نہیں۔

(۲۸۔۱۳۰) جب تقلید مطلق واجب ہے اور تقلید مطلق کے دو ہی فرد ہیں شخصی اور غیر شخصی تو وجوب کا حکم دونوں کی طرف یکساں ہوگا۔ پھر ایک واجب دوسرے کو مباح کہنا یہ بالکل غلط ہوا۔ جس طرح قسم کے کفارہ میں کھانا کھلانا۔ کپڑے دینا۔ روزے رکھنا۔ تینوں برابر ہیں۔ اب جس طرح بھی ادا کرے گا تو واجب ہی ادا ہوگا۔

(۲۹۔۱۳۱) کیا آپ کے نزدیک ہر آدمی مجتہد ہے یا بعض مجتہد اور بعض غیر مجتہد۔ قرآن پاک نے تو دونوں درجے بتائے۔ ﴿لَوْرَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰىٓ اُوْلِى الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ﴾ اور ﴿فَاسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ کیا آپ ان آیات کو مانتے ہیں۔

(۳۰۔۱۳۲) اب غیر مجتہد دو حال سے خالی نہیں یا تو آپ اس کو از خود ادلہ اربعہ سے اخذ احکام کی اجازت دیں گے یا کسی مجتہد کے اخذ کردہ احکام پر عمل کرائیں گے۔ پہلی صورت میں وہ مجتہد ہوا اور دوسری صورت میں مقلد۔ اور اس میں چونکہ شرائط اجتہاد نہ تھیں اس لئے اس کا اجتہاد ایسا ہی باطل ہوا جیسے وہ نماز باطل ہے جس میں شرائط نماز نہ پائی جائیں۔

(۳۱۔۱۳۳) اب غیر مجتہد اگر مجتہد سے اخذ احکام کرے گا تو دو حال سے خالی نہیں یا تو ایک مجتہد کے مذہب کو باقی مذاہب پر راجح سمجھے گا تو وہ تقلید شخصی کرے گا کیونکہ مرجوح پر عمل بالاجماع ناجائز ہے۔

(۳۲۔۱۳۴) تقلید غیر شخصی کی کیا صورت ہوگی اگر غیر مجتہد سب مجتہدین کے مذاہب کو مساوی جانے گا تو اختلافی مسائل میں ایک مجتہد ایک چیز کو حلال کہتا ہے اور دوسرا حرام کہتا ہے اور اس (غیر مجتہد) کے نزدیک سب برابر ہیں تو کوئی چیز

اس کے لئے نہ حرام ہوگی نہ حلال۔ یا ہر چیز حلال بھی ہوگی اور حرام بھی اور یہ بالاجماع باطل ہے۔ تو سب کو مساوی سمجھنا بھی بالاجماع باطل ہوا۔

(۱۴۵۔۴۳) اگر وہ غیر مجتہد چاروں مذاہب کو مساوی الترک والقبول جانتا ہے تو تکلیف شرعی باطل ہوئی نہ کچھ فرض رہا نہ حرام رہا۔ بلکہ اگر چاہے تو حلال کی طرف مائل ہو جائے چاہے تو حرام کی طرف مائل ہو جائے۔ پھر یہ تقلید مجتہد کی تو نہ رہی بلکہ اپنی خواہش نفسانی کی تقلید ہو گئی۔ قال اللہ تعالیٰ ﴿وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوٰى﴾ اور ﴿أَيَحْسَبُ الْإِنْسَانُ أَنْ يُتْرَكَ سُدًى﴾ کا مصداق ہوگا۔ مجتہد کا نام تو محض دھوکے کے لئے لے گا اپنی خواہش نفسانی کی تقلید کو اتباع قرآن و حدیث کا نام دے کر گمراہ ہوگا۔ جیسا کہ زمانہ حال کے اکثر غیر مقلدین کی حالت ہے۔

(۱۴۶۔۴۴) اگر کوئی غیر مجتہد یہ دعویٰ کرے کہ چاروں مذاہب سے جس کا مسئلہ قرآن حدیث سے زیادہ اقرب ہوگا اس کو ترجیح دوں گا تو محض غلط ہے۔ یہ ایسا ہی ہے کہ کوئی مریض کہے کہ میں ڈاکٹروں کے نسخوں کو خود پرکھوں گا۔ جس کا نسخہ ڈاکٹری اصول سے اقرب ہوا۔ اس کو استعمال کروں گا۔ یا کوئی ملزم کہے کہ میں ججوں کے فیصلوں کو خود پرکھوں گا جس جسٹس صاحب کا فیصلہ قانون سے اقرب ہوا اسے تسلیم کرلوں گا۔ کیسی عجیب بات ہے کہ ڈاکٹری سے جاہل کو تو ڈاکٹروں کے چیک کرنے کی اجازت نہ ہو اور قانون سے ناواقف ملزم کی جسٹس صاحبان کے فیصلہ پر نکتہ چینی توہین عدالت قرار پائے مگر ایک جاہل جو شرائط اجتہاد سے خالی ہو اس کو اختیار دیا جائے کہ مجتہدین پر نکتہ چینی کرے۔

(۱۴۷۔۴۵) اگر مقلد آئمہ اربعہ کے مذاہب میں سے ایک کو راجح سمجھے تو اسے راجح

پر عمل کرنا لازم ہے کیونکہ مذہب مرجوح مثل منسوخ کے ہے اس لئے راجح کے مقابلہ میں مرجوح کو اختیار کرنا باجماع امت باطل ہے۔ پس اسے راجح پر عمل کرنا ہوگا۔

(۳۶۔۱۳۸) اب رہا یہ سوال کہ مقلد ترجیح کیسے دے گا۔ تو ترجیح کے دو طریقے ہیں۔ ایک یہ کہ ہر ہر مسئلہ میں مذاہب اربعہ کے دلائل کا تفصیلی علم حاصل کر کے پھر ایک کو ترجیح دے تو یہ کسی مقلد یا غیر مقلد کے بس کی بات نہیں اگر کوئی غیر مقلد ایسا دعویٰ کرے تو ہم اسے **کیف ما اتفق فقه** کے مختلف ابواب سے ایک سو مسائل پیش کریں گے۔ وہ غیر مقلد ہر مسئلہ پر چاروں آئمہ کا مسلک بتائے پھر ہر ہر مسئلہ پر چاروں اماموں کے دلائل بیان کرے پھر ان پر مخالفین کے اعتراضات نقل کر کے ہر ایک کا جواب دے اور پھر صحیح صریح احادیث سے ترجیح دے۔ ہم نے مدت سے غیر مقلدین کو یہ دعوت دے رکھی ہے مگر کوئی غیر مقلد اس کے لئے تیار نہیں پس یہ طریقہ تو ممکن نہیں۔ (دوسرا طریقہ) مقلد کی ترجیح اجمالاً ہوتی ہے۔ جیسے کوئی مریض کسی ڈاکٹر کے ہر ہر نسخہ کو چیک کرنے کی اہلیت تو نہیں رکھتا مگر اجمالاً جانتا ہے کہ فلاں ڈاکٹر صاحب کے ہاتھوں اللہ تعالیٰ نے ہزاروں مریضوں کو شفا بخشی ہے اور علاقہ بھر کے بڑے بڑے ڈاکٹر اس سے مشورہ کرتے ہیں اور بڑے بڑے ڈاکٹر اسے اپنا امام مانتے ہیں جیسے سخی حاتم کو۔ پہلوان رستم کو۔ محدثین امام بخاریؒ کو مجتہدین امام ابو حنیفہ کو۔ نحوی خلیل و اخفش کو اپنا امام مانتے ہیں ان کی متواتر شہادتوں سے اس کی افضلیت کا یقین دل کی گہرائیوں میں اتر جاتا ہے اسی طرح عامی کے دل میں ایک امام کی افضلیت کا اعتقاد آ جاتا ہے اور اس کے مذہب کو راجح سمجھتا ہے۔

(۳۷۔۱۳۹) دیکھئے عام مقلد بھی صحیح بخاری کی حدیثوں کو دوسری حدیثوں پر ترجیح دیا

کرتے ہیں ظاہر ہے کہ انہوں نے بخاری کی ہر سند اور ہر راوی کو چیک نہیں کیا بلکہ آئمہ فن حضرات محدثین ان کو اپنا امام مانتے ہیں۔ یہی دلیل اجمالی عامی کے لئے وجہ ترجیح ہے تو اسی طرح امام ابوحنیفہؒ کو آئمہ فن نے امام اعظم کا لقب دیا ہے جس سے عوام پر بھی آپ کی افضلیت عیاں ہے۔

(۳۸۔۱۴۰) بعض اوقات عوام کے لئے وجہ ترجیح میں سہولت ہوتی ہے۔ جس طرح صوبہ یمن میں حضرت معاذؓ کے اجتہادات سہل الحصول تھے۔ اس لئے یمن کے لوگ آپ کے ہی فتاویٰ پر بلا مطالبہ دلیل عمل کرتے تھے۔ یہی تقلید شخصی ہے۔ اس طرح پاک و ہند میں حنفی مسلک کے مفتی ہر جگہ موجود ہیں اور یہی مذہب سہل الحصول ہے اس لئے ان ملکوں کے تمام محدثین، تمام فقہا، تمام مفسرین، تمام سلاطین، تمام مجاہدین امام صاحب کی تقلید کرتے رہے ہیں اور شاہ ولی اللہؒ اپنے رسالہ الانصاف میں فرماتے ہیں کہ اس ملک میں امام ابوحنیفہؒ کی تقلید سے باہر نکلنا شریعت محمدیہ سے باہر نکلنے کے مترادف ہے۔

(۳۹۔۱۴۱) عوام اہل اسلام یہ بھی جانتے ہیں کہ اختلاف دین و دنیا میں نہایت مضر ہے اور اتفاق مطلوب و مرغوب ہے۔ دیکھئے خود آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ افضل نماز وہ ہے جس کا قیام لمبا ہو اور قرأت قرآن زیادہ ہو مگر جب حضرت معاذؓ کے لمبی سورت پڑھنے سے جماعت سے ایک آدمی کٹ گیا تو آنحضرت ﷺ سخت ناراض ہوئے اور حضرت معاذؓ کو فتنہ پرداز تک فرما دیا (بخاری) الغرض اگر ایک واجب کے ادا کرنے کے دو طریقے ہوں۔ مگر ایک طریقے میں امت کا اتفاق رہتا ہو اور دوسرے طریقہ میں اختلاف پڑتا ہو تو جو طریقہ اتفاق والا ہو گا وہی متعین رہے گا چونکہ اس ملک میں شروع سے سب لوگ حنفی مسلک پر رہے ہیں اس لئے اب عوام کے لئے بھی ترجیح اسی مذہب کو ہو گی۔ کیونکہ اس صورت میں اتفاق رہتا ہے۔

چنانچہ مشاہد اور متواتر ہے کہ ایک ہزار سال سے زائد عرصہ تک یہاں صرف حنفی تھے اور بالکل اتفاق تھا۔ مساجد خالص عبادت گاہ تھیں کوئی لڑائی جھگڑا نہ تھا اور یہ بھی متواتر اور مشاہد ہے کہ جب غیر مقلدین نے اس اتفاق کو ختم کیا اسی دن سے اختلاف کا جہنم گرم ہو گیا۔ ہر مسجد میدان جنگ بن گئی سینکڑوں مسجدوں کو تالے لگے ہزاروں روپے مسلمانوں کے مقدمات میں گئے اور بعض مقدمے ہائیکورٹ سے گزر کر پریوی کونسل لندن تک پہنچے اور یہ فتنے صرف تقلید امام سے انحراف کے نتیجہ میں ظاہر ہوئے اس لئے اس ملک میں ایک عامی کے لئے یہ اجمالی دلیل کافی ہے کہ حنفیت میں اتفاق ہے اور اس کے ترک میں اختلاف وانتشار ہے۔

(۱۴۲-۴۰) صحیح بخاری شریف سے ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ کی زبردست دلی خواہش تھی کہ خانہ کعبہ کو بنائے ابراہیمی پر تعمیر کروادیں مگر اس خوف سے اپنے اس ارادہ سے آپ باز رہے کہ کچھ لوگوں کے دین سے بیزار ہونے کا ڈر تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر کسی طریقہ سے دین بیزاری کا خطرہ ہو اور دوسرے طریقہ میں خطرہ نہ ہو تو جس طریقے میں خطرہ ہو وہ ناجائز ہو گا اسی طرح ترک تقلید کے پچیس سالہ دور میں لوگوں میں اتنی دین بیزاری پیدا ہوئی جس کا ہزارواں حصہ بھی تقلیدی دور میں نظر نہیں آتا تو ایک عامی آدمی کے لئے یہ اجمالی دلیل کافی ہے کہ ایک مذہب کو چھوڑنے میں دین بیزاری کی لعنت پھیلی ہے اور اس سے حفاظت حصار تقلید میں ہے۔

(۱۴۳-۴۱) یہ بالکل ظاہر بات ہے کہ دین کی گرفت جس قدر مضبوط ہو دین کی عظمت قائم رہتی ہے اگر عوام اپنی خواہش سے مذاہب اربعہ سے مسائل انتخاب کریں گے تو دین کی گرفت ختم ہو جائے گی اور نفس آزادی کے عنوان سے دین کی تمام عظمتوں کو برباد کر دے گا۔ اور جو بات دین کی

بربادی کا سبب ہو اس کے ناجائز ہونے میں کیا شبہ ہے۔

(۴۲_۱۴۴) زید کے دانتوں سے خون نکل آیا اس نے کہا امام شافعیؒ صاحب کے نزدیک وضو نہیں ٹوٹا۔ پھر اس نے اپنے عضو تناسل کو چھو لیا اور کہا کہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک وضو نہیں ٹوٹا اور اسی طرح نماز پڑھ لی کیا اس کی نماز ہو گئی یا تقلید مطلق نے عبادت ضائع کر دی۔

(۴۳_۱۴۵) ایک حنفی کو غیر مقلد نے جرابوں کے مسح پر لگا دیا اب وہ وضو میں جرابوں پر مسح کرتا ہے اور امام کے پیچھے فاتحہ نہیں پڑھتا۔ اب حنفی کہتے ہیں وہ بے وضو تھا اس لئے نماز نہیں ہوئی اور غیر مقلد کہتے ہیں فاتحہ نہیں پڑھی نماز نہیں ہوئی تو اس کو آزادی اور تقلید مطلق کا جھانسہ دے کر ایسا کرا دیا کہ بالاجماع اس کی نماز باطل ہو گئی۔

(۴۴_۱۴۶) تقلید کا لفظ تقلید مطلق میں بھی آتا ہے اور تقلید شخصی میں بھی۔ مگر تقلید مطلق کو واجب کہتے وقت آپ کبھی یہ نہیں کہتے کہ تقلید کا لفظ قرآن حدیث میں انسان کے لئے استعمال نہیں ہوا اس لئے تقلید مطلق کو واجب نہیں کہا جا سکتا مگر تقلید شخصی کی بحث میں اس لفظ تقلید کے بارہ میں ایسے بیہودہ سوالات اٹھائے جاتے ہیں۔

(۴۵_۱۴۷) تقلید کا معنی کتے کا پٹہ کیا جاتا ہے آخر کون سی حدیث میں یہ فرق ہے کہ تقلید مطلق میں یہ معنی نہ ہو یا کتے کے پٹے کو انسان کے گلے کے لئے واجب قرار دیا جا رہا ہو اور تقلید شخصی میں یہ لفظ حرام اور شرک بن جائے انسان کے لئے قابل استعمال ہی نہ رہے۔

(۴۶_۱۴۸) عام طور پر غیر مقلدین کہا کرتے ہیں کہ تقلید لازمہ جہالت ہے اور مقلد جاہل ہوتا ہے تو تقلید مطلق جس کو واجب کہا جاتا ہے اس میں بھی یہی لفظ تقلید ہے تو کیا تقلید مطلق واجب ہونے کا یہ معنی ہے کہ جاہل رہنا واجب

ہے اور تحقیق کرنا حرام ہے۔

(۱۴۹۔۴۷) عام طور پر غیر مقلدین کہا کرتے ہیں کہ تقلید کا معنی ہے قرآن حدیث کے خلاف کسی امتی کی بات پر عمل کرنا تو اس کے ساتھ یہ کہنا کہ تقلید مطلق واجب ہے اس کا تو یہ معنی ہوا کہ قرآن حدیث پر عمل کرنا حرام ہے کیونکہ تقلید جو واجب تھی اس واجب کا ترک لازم آیا وہ حرام ہے۔

(۱۵۰۔۴۸) ایک طرف غیر مقلدین تقلید کو لعنت کہتے ہیں دوسری طرف تقلید مطلق کو واجب کہہ کر اپنی جماعت کو مجبور کرتے ہیں کہ یہ لعنت کا طوق گردن میں ڈال لو یہ واجب ہے اور اس لعنت کے طوق کو گردن سے نکالنا حرام ہے کیونکہ اس سے ترک واجب لازم آتا ہے۔

(۱۵۱۔۴۹) ایک طرف تقلید کو شرک لکھا جاتا ہے دوسری طرف اس تقلیدی شرک کو امت پر واجب بھی کیا جا رہا ہے۔

(۱۵۲۔۵۰) غیر مقلدین کہتے ہیں کہ ایک امام کی تقلید شرک ہے، اور ائمہ اربعہ کی مطلق تقلید واجب ہے یہ مسئلہ کسی حدیث صحیح صریح سے ثابت کریں۔

(۱۵۳۔۵۱) اور کیا پھر یہ صحیح ہے کہ ایک بت کو سجدہ کرنا شرک ہے اور چار بتوں کو بار بار سجدہ کرنا واجب ہے جواب حدیث صحیح صریح سے دیں۔

(۱۵۴۔۵۲) اگر ایک امام کے سارے اجتہادات کو تسلیم کرنا شرک ہے تو کیا صحیح بخاری کی ساری حدیثوں کو صحیح سمجھنا امام بخاری کو معصوم عن الخطاء ماننا نہیں۔

(۱۵۵۔۵۳) بعض لامذہب کہتے ہیں کہ تقلید کا لفظ استعمال کرنا ہی ناجائز ہے کیا کسی آیت یا حدیث صحیح صریح غیر معارض میں اس لفظ کے استعمال کا منع آیا ہے۔اور کیا تقلید مطلق کے واجب ہونے پر کوئی صحیح حدیث موجود ہے؟

(۱۵۶۔۵۴) بعض جاہل کہا کرتے ہیں کہ یہ لفظ اس معنی میں قرآن وحدیث میں نہیں آیا اس لئے ناجائز ہے تو بتایا جائے کہ اصول حدیث کے تمام الفاظ حدیث

کی اقسام اور جرح تعدیل کی تمام اصطلاحات انہی معنوں میں قرآن حدیث میں ہیں اگر نہیں ہیں تو ان کا استعمال بھی حرام و ناجائز ہے یا نہیں۔

(۵۵۔۱۵۷) جب یہ لفظ قرآن و حدیث میں ان اصطلاحی معنوں میں نہیں ہے تو اس کا حکم شرک حرام وغیرہ آپ کہاں سے لاتے ہیں۔

(۵۶۔۱۵۸) بعض لامذہب کہا کرتے ہیں کہ ائمہ اربعہ کا نام حدیث میں دکھاؤ تو پہلے وہ ائمہ صحاح ستہ کا نام ہی احادیث میں دکھادیں۔

(۵۷۔۱۵۹) بعض لامذہب کہتے ہیں ہدایہ۔ قدوری۔ عالمگیری کا نام حدیث میں دکھاؤ تو عرض ہے کہ تم صحاح ستہ کا نام حدیث میں دکھاؤ۔

(۵۸۔۱۶۰) اللہ تعالیٰ نے جب فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو یہ حکم تھا اور اس کے ساتھ دلیل نہ تھی تو بلا مطالبہ دلیل سب فرشتوں نے اس حکم کی تعمیل کی اسی کا نام تقلید ہے اور شیطان نے تقلید کا ہار گلے میں نہ ڈالا تو اللہ تعالیٰ نے لعنت کا طوق اس کے گلے میں ڈال دیا۔

(۵۹۔۱۶۱) جو نعرہ شیطان نے لگایا تھا۔ انا خیر منہ۔ وہی نعرہ آج ہر غیر مقلد کا کیوں ہے آپ صحابہ کے اقوال پیش کریں وہ کہتا ہے انا خیر منه.

(۶۰۔۱۶۲) اگر شیطان غیر مقلد نہیں تھا تو بتائیں کہ وہ کس کا مقلد تھا حوالہ قرآن و حدیث سے پیش کریں۔

(۶۱۔۱۶۳) بعض لامذہب کہتے ہیں کہ شیطان نے قیاس کیا تھا جیسا کہ مجتہدین قیاس کرتے ہیں تو سوال یہ ہے کہ کیا واقعی شیطان مجتہد تھا دلیل قرآن سے دیں۔

(۶۲۔۱۶۴) اگر واقعی شیطان مجتہد ہے تو بنص حدیث بخاری شریف اسے اس اجتہاد پر ایک اجر ملنا ضروری تھا نہ کہ لعنت کا طوق۔ کیا شیطان کو اجر ملا۔

(۶۳۔۱۶۵) کیا واقعی ائمہ اربعہ آپ کے نزدیک شیطان کی طرح لعنتی ہیں یا اس سے زیادہ کیونکہ اس نے ایک مسئلہ میں قیاس کیا اور ائمہ مجتہدین نے

لاکھوں مسائل میں قیاس کیا۔ جواب حدیث صحیح صریح غیر معارض سے عنایت فرمادیں۔

(۶۴۔۱۶۶) شیطان نے جو قیاس کیا اس کو اتنا ہی گناہ ہوا۔ اس کی تقلید نہیں ہوئی لیکن ائمہ مجتہدین نے لاکھوں قیاس کئے اور کروڑہا لوگوں نے ان کی تقلید کی۔ ان کروڑہا مقلدین کے گناہ میں بھی ائمہ مجتہدین شریک رہیں گے یا نہیں۔

(۶۵۔۱۶۷) ایک امام کی تقلید شخصی حرام ہے۔ اس پر کوئی آیۃ یا حدیث صحیح صریح غیر معارض ہو تو پیش کریں۔ ورنہ اپنی طرف سے حرام حلال بنانا یہ تشریع جدید ہے اور یہود و نصاریٰ کے احبار و رھبان کی تقلید و طریقہ ہے۔

(۶۶۔۱۶۸) کیا تقلید شخصی سے بچنے کے لئے ہر مسئلہ کے لئے امام بدلنا فرض ہے یعنی ایک مسئلہ ایک امام سے پوچھ لیا تو جائز۔ اگر دوسرا بھی اس سے پوچھ لیا تو حرام۔ تو اس حکم جواز و عدم جواز پر آیت قرآنی یا حدیث صحیح صریح غیر معارض پیش کریں۔

(۶۷۔۱۶۹) یا آپ کے نزدیک فرق دنوں کے حساب سے ہے کہ ایک دن ایک امام سے مسئلہ پوچھنا فرض ہے۔ دوسرے دن اس امام سے مسائل پوچھنے حرام اور دوسرے سے پوچھنے فرض۔ تیسرے دن پہلے دونوں سے مسائل پوچھنے حرام ہیں تیسرے سے پوچھنے فرض۔ یعنی ہر روز ایک امام تبدیل کرنا فرض ہے تو براہ نوازش اس کی دلیل قرآن کی کسی آیۃ یا حدیث صحیح صریح غیر معارض سے پیش کریں۔

(۶۸۔۱۷۰) یا آپ کے نزدیک مدت اس کی ایک ایک ماہ ہے کہ ایک ماہ ایک امام سے مسئلے پوچھنا جائز۔ دوسرے ماہ اس سے حرام۔ اسی طرح ہر ماہ نیا امام ہو یا ہر سال نیا امام ہو تو یہ مدت آیت قرآنی یا حدیث صحیح صریح غیر معارض سے پیش کریں۔

(۶۹۔۱۷۱) نماز میں قرأت قرآن فرض ہے تو قرآن کی سات متواتر قرأتیں ہیں تو ہر ہر قرأت سیکھنا فرض ہے اور ہر قرأت پر نماز میں قرآن پڑھنا فرض ہے۔ اگر کوئی ساری عمر نماز کی یہ فرض قرأت ایک ہی قرأت میں ادا کرے تو وہ کافر مشرک حرام کار ہو گا یا نہیں۔

(۷۰۔۱۷۲) جب متواتر قرأتیں سات ہیں تو ایک قرأت پر فرض نماز ادا کرنے والے کا پورا فرض ادا ہوا یا ساتواں حصہ فرض ادا ہوا۔

(۷۱۔۱۷۳) اگر کوئی عورت یہ کہے کہ مطلق نکاح سنت ہے مگر ساری عمر ایک ہی کے نکاح میں رہنا حرام ہے۔ کیونکہ یہ تقلید شخصی کی مانند ہے۔

(۷۲۔۱۷۴) جب غیر مقلدوں کے ہاں نکاح بھی جائز ہے اور متعہ بھی جائز ہے۔ اگر کوئی عورت صرف نکاح میں زندگی گزارے۔ متعہ والی آیت اور احادیث پر ساری عمر عمل نہ کرے تو وہ گنہگار ہو گی یا نہ۔ اور جو عورت ایک ماہ نکاح میں رہے دوسرے ماہ متعہ کرائے اس طرح ہر ہر ماہ باری باری دونوں نصوص پر عمل کرتی رہے اس کو پہلی عورت سے کتنے گنا زیادہ ثواب ملے گا۔

(۷۳۔۱۷۵) قرآن پاک میں ہے ﴿وَاتَّبَعَ مِلَّةَ اِبْرَاهِيْمَ حَنِيْفًا﴾ حنیف کو صفات حسنہ میں شمار کیا ہے جس طرح حنیف یک رخا ہوتا ہے ایسے ہی تقلید شخصی کرنے والا بھی یک رخا ہوتا ہے اور خدا کی عبادت واطاعت میں یک رخا ہونا خدا کو پیارا ہے حرام نہیں۔

(۷۴۔۱۷۶) حنیف کے مقابلہ میں آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں۔ ان شر الناس عند اللہ یوم القیامۃ ذو الوجھین ۔تقلید شخصی انسان کو ذاالوجھین بننے سے روکتی ہے اور تقلید غیر شخصی میں جب نفس پرستی اور سہل انگاری شامل ہو جائے تو انسان کو ذُو وجھین بنا دیتی ہے۔

(۷۵۔۱۷۷) قرآن پاک نے کافروں کا طریقہ بتایا ہے ﴿يُحِلُّوْنَهٗ عَامًا

وَّیُحَرِّمُوْنَهٗ عَامًا﴾ وہ ایک سال اس کو حلال سمجھتے دوسرے سال حرام سمجھتے۔ تقلید شخصی انسان کو اس بدعادت سے بچاتی ہے اور غیر شخصی میں جب نفسانیت شامل ہو جائے تو انسان کو اس بدعادت کا عادی بنا دیتی ہے۔

(۱۷۸-۷۶) آنحضرت ﷺ نے منافق کے بیان میں اس کی ایک بدعادت یہ بیان فرمائی ﴿لا اِلیٰ هٰؤُلاءِ وَلا اِلیٰ هٰؤُ لاءِ﴾ اور فرمایا کہ کا الشاۃ العائرۃ بین الغنمین. تقلید شخصی اس منافقانہ عادت سے بچاتی ہے اور تقلید غیر شخصی انسان کو اس بدعادت کا خوگر بنا دیتی ہے۔

(۱۷۹-۷۷) مجتہد کی تقلید شخصی کی بنیاد حسن ظن پر ہے۔ جب کہ غیر مجتہدین کی تقلید شخصی سلف سے بدگمانی اور بدزبانی پر ہے۔ اول مطلوب ثانی معیوب۔

(۱۸۰-۷۸) عام طور پر غیر مقلد مقلدین کو پٹے والا کتا کہتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ غیر مقلد بے پٹہ کتا ہوتا ہے۔ جو کتا کسی گھر کا رکھوالا ہوتا ہے گھر والے اس کی ساری ضروریات کا خیال رکھتے ہیں۔ روٹی۔ دودھ۔ گھی تک کھلاتے ہیں اور جو بے پٹہ کتا ہوتا ہے۔ کوئی گھر والا اس کا خیال نہیں رکھتا۔ آخر بھوک سے بے تاب ہو کر چوری کسی کی روٹی اٹھائی وہاں سے ڈنڈے کھائے۔ کسی کے دودھ کو منہ لگایا وہاں سے پٹائی ہوئی۔ ایسے کتے کو کوئی دروازے کے قریب بھی نہیں پھٹکنے دیتا ہر طرف مارو دوڑاؤ کا شور ہوتا ہے آخر مار کھا کر ہر دروازے سے دُر دُر کی آواز سن کر گندی روڑی سے نجاست چاٹ کر پیٹ بھرتا ہے۔

(۱۸۱-۷۹) جس طرح منکرین حدیث کہتے ہیں کہ حدیث تو حجت ہے مگر خبر واحد حجت نہیں اسی طرح غیر مقلدین کہتے ہیں کہ تقلید مطلق تو حجت ہے مگر تقلید شخصی حجت نہیں دونوں کا ایک ہی طریق کار ہے ورنہ وجہ فرق بیان کریں۔

(۱۸۲-۸۰) اگر تقلید شخصی حرام ہے تو کسی لا مذہب کو (یعنی غیر مقلد کو) کتاب لکھنے کا

کوئی حق نہیں کیونکہ وہ کتاب اس کی تحقیق شخصی ہے اپنی تحقیق شخصی پر لوگوں کو لگانا اور اپنی تحقیق شخصی ان پر مسلط کرنا لوگوں کو حرام پر لگانا ہے اور غیر مقلد عوام کا اسے قبول کر لینا بھی حرام ہے۔

(۸۱۔۱۸۳) اگر تقلید شخصی حرام ہے تو لامذہب غیر مقلد کو درس دینا۔ تقریر کرنا خواہ مجمع میں ہو یا سبق پڑھاتے وقت طلباء کے سامنے ہو یہ بھی حرام ہے اور اس کو تسلیم کرنا بھی حرام کیونکہ یہ تحقیق شخصی پیش کر رہا ہے اور وہ قبول کر رہے ہیں۔

(۸۲۔۱۸۴) اگر تقلید شخصی اس لئے شرک و حرام کہ مجتہد معصوم نہیں تو چار غیر معصوموں کی تقلید باری باری کیوں جائز ہے۔ جب کہ کوئی امام بھی کسی مسئلہ میں معصوم نہیں (ہر ایک کی انفرادی رائے ہے)۔

(۸۳۔۱۸۵) اگر مجتہد کی تقلید شخصی اس لئے حرام ہے کہ مجتہد معصوم نہیں تو راویان حدیث بھی تو معصوم نہیں ان کی روایات کیسے حجت بن جائیں گی آپ کا اور منکرین فقہ و منکرین حدیث کا ایک ہی طریقہ ہے ایک چال۔ (ایک ڈھال)

(۸۴۔۱۸۶) اگر مجتہد کی تقلید شخصی اس لئے حرام ہے کہ وہ معصوم نہیں تو محدثین کی تصحیح و تضعیف احادیث بھی ان کی رائے پر مبنی ہے اس رائے میں بھی وہ معصوم نہیں کیا اس کو حجت ماننا بھی شرک اور حرام ہے یا نہیں؟۔

(۸۵۔۱۸۷) اگر فقہ اس لئے چھوڑی جاتی ہے کہ ظنی ہے تو گزارش ہے کہ فقہ کے اجماعی مسائل تو ظنی نہیں کیونکہ اجماع معصوم عن الخطاء ہے تو اجماعی مسائل کو چھوڑنے والے کا کیا حکم ہے۔ احادیث میں بھی تو متواترات بہت کم ہیں اکثر احادیث صحیح بھی اخبار آحاد اور ظنی ہیں وہاں اس ظن کو کیوں تسلیم کیا جاتا ہے۔ جواب غیر مقلدین کے سر قرض ہے۔

حصہ پنجم

حضرات علماء کرام ذیل میں دیئے گئے سوالات کا جواب قرآن پاک کی صریح آیۃ یا صحیح صریح غیر معارض احادیث سے عنایت فرمائیں کیونکہ غیر مقلدین کا دعویٰ ہے کہ ہر ہر مسئلہ صراحۃً قرآن و حدیث میں موجود ہے اگر جواب قرآن و حدیث کے علاوہ ہوگا تو قبول نہیں ہوگا۔

(۱۔۱۸۸) کیا قرآن وحدیث میں گناہ کی دو قسمیں گناہ کبیرہ۔ گناہ صغیرہ بیان کی گئی ہیں اور کہاں۔

(۲۔۱۸۹) گناہ کبیرہ اور گناہ صغیرہ کی تعریف جامع مانع قرآن پاک کی آیۃ یا حدیث صحیح سے پیش کریں کسی امتی کا قول پیش نہ کریں۔

(۳۔۱۹۰) گناہ کبیرہ کی دنیوی سزا کی ایک ہی قسم (یعنی حد) ہے یا دو قسمیں (حد اور تعزیر) یہ جواب بشرائط بالا قرآن حدیث سے دیں۔

(۴۔۱۹۱) حد اور تعزیر کی تعریف جامع مانع قرآن وحدیث سے بیان فرمائیں کسی امتی غیر معصوم کا قول پیش نہ کریں۔

(۵۔۱۹۲) کیا شبہات سے حدود ساقط ہو جاتی ہیں جواب قرآن حدیث سے پیش کریں۔

(۶۔۱۹۳) شبہ کی کتنی قسمیں ہیں اور ہر قسم کی جامع مانع تعریف قرآن حدیث سے بیان فرمائیں۔

(۷۔۱۹۴) ترمذی ج ۱ ص ۲۲۹ ابن ماجہ ص ۱۸۷ پر یہ حدیث ہے من اتی بھیمۃ فلا حد علیہ یعنی جس شخص نے کسی جانور (گائے، بھینس، بکری، بھیڑ، ہرنی گدھی وغیرہ سے بدفعلی کی یا (بیل۔ بھینسے۔ بکرے۔ چھترے۔ گدھے وغیرہ) سے بدفعلی کروائی اس پر کوئی حد نہیں۔ کیا اس کا یہ مطلب ہے کہ حضرت ابن عباسؓ امام ترمذی۔ امام ابن ماجہ اور جتنے محدثین اس پر خاموش

ہیں ان سب کے نزدیک یہ کام حلال اور جائز ہیں۔

(۸_۱۹۵) بیوی نے فرض روزہ رکھا ہوا تھا کہ خاوند نے اس سے صحبت کر لی۔ یہ صحبت حرام یا حلال۔ دونوں کو سنگسار کیا جائے گا یا نہیں یا کیا حد ہے۔

(۹_۱۹۶) بیوی حیض سے تھی اس سے صحبت حلال ہے یا حرام اور صحبت کرنے پر دونوں پر کیا حد لگے گی۔ حد ہے یا نہیں۔

(۱۰_۱۹۷) بیوی نفاس میں تھی اس سے صحبت حلال ہے یا حرام۔ اگر اسی حال میں دونوں صحبت کر لیں تو ان پر حد ہے یا نہیں۔

(۱۱_۱۹۸) بیوی فرض حج کر رہی تھی حالت احرام میں خاوند سے صحبت کر لی دونوں پر رجم یا جلد میں سے کون سی حد جاری ہو گی۔

(۱۲_۱۹۹) ایک آدمی نے فقہ محمدیہ میں پڑھا کہ منی کھانا جائز ہے اس نے منی کھا لی۔ اس پر کتنے کوڑے حد جاری کی جائے گی۔

(۱۳_۲۰۰) ایک شخص نے سود کا پیسہ کھایا جو یقیناً قطعی حرام ہے۔ اس پر کتنے کوڑے حد ہے۔

(۱۴_۲۰۱) ایک شخص نے بلا اضطرار خنزیر کا گوشت کھا لیا قرآن وحدیث میں اس پر کتنے کوڑے حد ہے۔

(۱۵_۲۰۲) ایک آدمی خون پی جاتا ہے۔

(۱۶_۲۰۳) دوسرا پیشاب پی لیتا ہے۔

(۱۷_۲۰۴) تیسرا پاخانہ کھا لیتا ہے۔ ان سب پر قرآن وحدیث میں کیا حد ہے۔

(۱۸_۲۰۵) زنا موجب حد اور زنا موجب تعزیر کی جامع مانع تعریف قرآن وحدیث سے بیان کریں۔

(۱۹_۲۰۶) نواب صاحب عرف الجادی ص ۱۰۹ پر لکھتے ہیں کہ ایک شخص نے زنا کیا اور اسی نطفہ سے لڑکی پیدا ہوئی وہ لڑکی جوان ہو گئی تو زانی باپ کا نکاح اس

اپنے نطفہ کی بیٹی سے جائز ہے اس مسئلہ کا ثبوت کسی صحیح صریح غیر معارض حدیث سے پیش کریں۔

(۲۰۔۲۰۷) نواب صاحب فرماتے ہیں کہ اپنی عورت یا لونڈی کی دبر زنی کرنے والے پر انکار بھی جائز نہیں۔ (ہدیۃ المہدی ج ۱ ص ۱۲۲)

(۲۱۔۲۰۸) نواب وحید الزمان صاحب فرماتے ہیں کہ متعہ پر انکار بھی جائز نہیں۔ یعنی کوئی غیر مقلد عورت متعہ کراتی پھرے تو حد یا تعزیر تو کجا اس پر انکار تک جائز نہیں۔

(۲۲۔۲۰۹) کسی عورت نے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کیا حدیث میں اس نکاح کو باطل کہا گیا ہے۔ ترمذی ص ۱۷۶ ابن ماجہ ص ۱۳۶۔ اس کے بعد صحبت کی تو ان دونوں پر کونسی حد واجب ہے۔ رجم یا ۱۰۰۔ ۱۰۰ کوڑے۔ جواب حدیث صحیح صریح غیر معارض سے دیں۔

(۲۳۔۲۱۰) احناف کی فقہ کی کتاب فتح القدیر ج ۵ ص ۴۲ اور حدیث کی کتاب طحاوی ج ۲ ص ۹۶ پر ہے کہ اگر کوئی شخص ماں۔ بہن وغیرہ محرمات سے نکاح حلال سمجھے تو وہ مرتد اور واجب القتل ہے۔ پھر غیر مقلد علماء کیوں بہتان باندھتے ہیں کہ فقہ حنفی میں ماں سے نکاح جائز لکھا ہے۔

(۲۴۔۲۱۱) کیا قرآن وحدیث میں مندرجہ بالا مسئلہ صراحۃً ہے تو وہ آیت یا حدیث لکھیں اور اپنا مسلک اس میں بحوالہ کتاب لکھیں۔

(۲۵۔۲۱۲) حدیث من وقع علیٰ ذات محرم فاقتلوہ صحیح ہے یا ضعیف۔ اس کی سند کے راوی عباد بن منصور۔ اسماعیل بن ابی حبیبہ۔ اور داؤد بن الحصین عن عکرمہ کے بارہ میں توثیق ثابت فرمائیں۔

(۲۶۔۲۱۳) اس حدیث میں ذات محرم سے نکاح کا ذکر ہے یا بلا نکاح وطی کا اور یہ قتل حد ہے یا تعزیر۔ یہ صراحت حدیث صحیح سے لائیں۔

(۲۷_۲۱۴) جس حدیث میں باپ کی زوجہ سے نکاح کرنے والے کے قتل اور اس کا مال لوٹنے کا ذکر ہے۔ یہ حد ارتداد کی ہے یا صرف نکاح کی۔

(۲۸_۲۱۵) کیا اس نے نکاح کے بعد صحبت بھی کی تھی یا نہیں۔ یہ جواب حدیث صحیح صریح غیر معارض سے پیش کریں۔

(۲۹_۲۱۶) اگر کوئی شخص اپنی محرم سے نکاح کر کے صحبت کرے تو اس کے بارے میں حد کے واجب ہونے کی کوئی صحیح غیر معارض حدیث ہو تو لائیں۔

(۳۰_۲۱۷) اگر اس کو تعزیراً قتل کر دیا جائے جیسا کہ درمختار ج ۳ ص ۱۷۹ پر ہے تو یہ تعزیر کس حدیث صحیح صریح غیر معارض کے خلاف ہے۔

(۳۱_۲۱۸) جب کہ غیر مقلدین کی کتاب عرف الجادی کے موافق زنا کے نطفہ سے پیدا شدہ لڑکی سے (جو بیٹی ہے) نکاح کر کے ساری عمر صحبت کرے تو حلال ہے نہ حد نہ تعزیر۔ اور احناف کے نزدیک ایک قول میں حد اور ایک قول میں تعزیر ہے جو قتل تک ہے تو آپ کس منہ سے احناف پر اعتراض کرتے ہیں۔

(۳۲_۲۱۹) جب آپ کی کتاب نزل الابرار ج ۲ ص ۳ پر ہے کہ متعہ کا جواز قرآن کی قطعی آیت سے ثابت ہے اور ہدیۃ المھدی ج ۱ ص ۱۱۸ پر ہے کہ متعہ کرنے کرانے پر انکار بھی جائز نہیں چہ جائیکہ حد یا تعزیر ہو اور احناف کے نزدیک اجرت دے کر زنا کرنا گناہ کبیرہ ہے جس کی سزا ایک قول میں حد ہے والحق وجوب الحد کالمستاجرة للخدمة۔ درمختار ج ۳ ص ۱۵۷ اور ایک قول میں تعزیر ہے پھر آپ احناف پر کیوں اعتراض کرتے ہیں آپ کو خطرہ ہے کہ آپ کی عورتیں حد یا تعزیر کے خوف سے متعہ کرانا نہ چھوڑ دیں اور کاروبار میں کمی نہ آئے۔

(۳۳_۲۲۰) عرف الجادی ص ۲۰۷ پر لکھا ہے کہ اگر نظر بازی کا خوف ہو تو مرد کو ہاتھ سے اور عورت کو پتھر وغیرہ سے منی نکالنا واجب ہے۔ یہ مسئلہ کس حدیث صحیح

صریح غیر معارض سے ثابت ہے۔

(۳۴_۲۲۱) عرف الجادی ص ۲۰۷ پر ہے کہ بعض صحابہ بھی مشت زنی کیا کرتے تھے ان صحابہ کے اسماء گرامی حدیث صحیح غیر معارض سے پیش کریں۔

(۳۵_۲۲۲) عرف الجادی ص ۲۰۸ پر ہے کہ جو مرد یا عورت اپنے ہاتھ سے منی خارج کرے نہ ان پر حد ہے نہ تعزیر بلکہ ایسے باعصمت مسلمان کو ایذا پہنچانا حرام ہے۔ اس کا ثبوت کسی آیت یا حدیث صحیح صریح غیر معارض سے پیش کریں۔

(۳۶_۲۲۳) عرف الجادی ص ۵۲ پر ہے کہ ماں بہن بیٹی کے صرف قُبل دُبر کے دو سوراخ چھوڑ کر باقی سارا جسم دیکھنا بھی جائز ہے اور ہاتھ پھیرنا بھی جائز ہے اس مسئلہ کا ثبوت کسی آیت قرآنی یا حدیث صحیح صریح غیر معارض سے پیش فرمائیں۔

(۳۷_۲۲۴) جب آپ کے مذہب میں دبر زنی جائز۔ متعہ جائز اس پر اعتراض نہ کرنا۔ مگر احناف کے نزدیک حلالہ کی شرط مکروہ تحریمی پھر بھی ان پر اعتراض یہ کیوں۔

(۳۸_۲۲۵) ایک شخص نذر لغیر اللہ کا کھانا کھالیتا ہے اس شخص پر قرآن حدیث میں کتنے کوڑے حد مقرر ہے۔

نوٹ: مندرجہ بالا ۳۸ سوالات کے جوابات اپنے دعویٰ کے موافق قرآن پاک کی صحیح صریح آیت یا احادیث صحیحہ صریح غیر متعارضہ سے پیش کریں۔ اور غیر مقلدین کی کتابوں سے جو مسائل لکھے ہیں اگر آپ کے نزدیک وہ غلط ہیں تو ان کو غلط ثابت کرنے کیلئے احادیث صحیحہ پیش کریں ورنہ یہ حقیقت واضح ہو چکی ہے کہ غیر مقلدین کی سب کتابیں قرآن وحدیث کے خلاف ہیں اور یہ مسائل کے صحیح ہونے یا غلط ہونے پر قرآن وحدیث پیش نہیں کر سکتے۔

حصہ ششم

(۱_۲۲۶) کیا بخاری مسلم کو صحیحین اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے یا آنحضرت ﷺ نے۔ کیا ان دونوں کتابوں کو صحیحین نہ ماننے والا قرآن کا منکر ہے یا حدیث رسول اللہ ﷺ کا۔

(۲_۲۲۷) یہ قول کہ اصح الکتب بعد کتاب اللہ الباری صحیح البخاری یہ قرآن کی آیت ہے یا صحاح ستہ کی حدیث۔ کیا اس کا منکر خدا اور رسول کا منکر ہے۔

(۳_۲۲۸) متفق علیہ احادیث کو ابن صلاحؒ شافعی موجب علم نظری کہتے ہیں اور علامہ نوویؒ شافعی فرماتے ہیں کہ موجب علم نہیں ہیں علامہ قرشی الجواہر المضیہ میں علامہ ذہبیؒ اور ابن العربی سے نقل کرتے ہیں کہ نودی شافعی۔ علم فقہ۔ علم حدیث۔ علم لغت اور ملکہ تحریر میں ابن صلاح سے بہت بلند ہیں ج ۲ ص ۴۰۲ بحوالہ ذبابات ج ۲ ص ۲۱۸ حاشیہ۔ اور یہی قول اکثر محققین کا ہے آپ لوگ قرآن وحدیث کی روشنی میں کس کو راجح قرار دیتے ہیں۔

(۴_۲۲۹) بخاری اور مسلم کی عظمت کی دلیل یہ بیان کی جاتی ہے کہ امت میں ان کو تلقی بالقبول حاصل ہے اور یہ مشاہدہ ہے کہ ان دونوں کتابوں میں تلقی بالقبول صرف علماء میں حاصل ہے جو اہل السنّت والجماعت کا ۲ فیصد ہیں بمشکل۔ اور آئمہ اربعہ کے مذاہب کو تلقی بالقبول سو فیصد اہل السنّت والجماعت میں حاصل ہے۔ جن میں سے ۹۸ فیصد اہل السنّت والجماعت میں صرف امام اعظمؒ کے مذہب کو حاصل ہے۔ تو کیا یہ تلقی بالقبول مذاہب اربعہ خصوصاً مذہب حنفی کی عظمت وحقانیت کی دلیل ہے یا نہیں۔

(۵_۲۳۰) ۳۲ متفق علیہ احادیث پر تنقید خود اہلسنت نے کی ہے۔ امعان النظر شرح نخبۃ الفکر ص ۵۷۔ لیکن ائمہ اربعہ کے اجماعی مسائل پر تنقید نہیں ہو سکی کیا اس سے مذاہب اربعہ کے اجماع کی عظمت صحیحین پر ثابت نہیں ہوتی۔

(۶۔۲۳۱) امام بخاریؒ کی...... احادیث میں سے ۱۱۲۔ احادیث پر تنقید ہوئی ہے۔ امام مسلمؒ کی...... احادیث میں سے ۱۳۰۔ احادیث پر تنقید ہوئی ہے۔ اور امام بخاریؒ نے ۴۳۵ ان راویوں سے حدیث لی ہے جن سے امام مسلمؒ نے حدیث نہیں لی۔ اور ان میں سے ۸۰ راوی متکلم فیہ ہیں۔ امام مسلمؒ نے ۶۲۰ ایسے راویوں سے حدیث لی ہے جن سے امام بخاریؒ نے حدیث نہیں لی اور ان میں سے ۱۶۰ راوی متکلم فیہ ہیں۔ امعان النظر ص ۷ ۵ اس کے برعکس امام اعظمؒ کے بارہ لاکھ نوے ہزار مسائل میں سے پانچ یا سات مسائل پر تنقید ہوئی یہ امام صاحب کی عظمت وجلالت کی دلیل ہوئی یا نہیں۔

(۷۔۲۳۲) امام ابو حنیفہؒ تابعین میں سے ہیں اور امام بخاریؒ اور مسلمؒ تبع تابعین میں سے بھی نہیں ہیں اور امام صاحبؒ ﴿وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ﴾ کی بشارت میں شامل خیر القرون کی احادیث کے مصداق ہیں۔ تو بخاریؒ و مسلمؒ سے افضل ہوئے یا نہ۔

(۸۔۲۳۳) حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا تمام امت سے افضل ہونا منصوص۔ امام اعظمؒ کا مابعد کے مجتہدین سے افضل ہونے پر ائمہ کا اجماع۔ اور بخاری کا مابعد کے محدثین سے افضل ہونا مقلدین کا قول ہے۔ ابن صلاح وغیرہ کا۔ لیکن حضرت ابو بکر صدیقؓ کی افضلیت کا یہ مطلب نہیں لیا جاتا کہ حضرت ابو بکرؓ کی روایت کردہ حدیث کے مقابل کسی کی حدیث نہیں لی جائے گی۔ امام ابو حنیفہؒ کی افضلیت کا یہ مطلب نہیں لیا جاتا کہ مسائل اجتہادیہ میں امام صاحب کا اجتہاد مل جائے تو ان کے مقابلہ میں کسی کا اجتہاد قبول نہیں کیا جائے گا۔ لیکن امام بخاریؒ کے بارہ میں غیر مقلدین یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ ان کی روایت کے مقابلہ میں نہ ان سے پہلے کسی مجتہد کی روایت مانی جائے گی نہ ان کے ہمعصر کی نہ ان کے بعد والوں کی۔ آخر اس

کی آپ کے پاس قرآن وحدیث سے کیا دلیل ہے۔

(۹_۲۳۴) امام اعظم ابو حنیفہؒ کی فقہ پر عمل کر کے ۹۸ فیصد اہل السنّت والجماعت مکمل نماز ادا کر رہے ہیں۔ کیا دنیا میں صرف ایک آدمی کا نام پیش کیا جا سکتا ہے۔ جو صرف بخاری کو سامنے رکھ کر صرف ایک رکعت نماز پڑھ کر دکھا دے۔

(۱۰_۲۳۵) سیدنا امام اعظمؒ کے مذہب کو تلقی بالقبول کا شرف حاصل ہے لیکن اس کا کوئی یہ معنی نہیں لیتا کہ ہر ہر جزئی مسئلہ کو تلقی بالقبول کا شرف حاصل ہے لیکن بخاری مسلم کے بارے میں یہ کہنا کہ ہر حدیث کو تلقی بالقبول کا شرف حاصل ہے۔ بالکل غلط اور باطل ہے یا نہیں۔

(۱۱_۲۳۶) کیا صحیح نظریہ یہ نہیں کہ امام صاحبؒ کے مذہب میں جو مسائل اجماعی ہیں ان پر عمل کرنا بالاجماع واجب ہے اور ان کا مخالف اجماع کا مخالف اور جن مسائل پر اجماع نہیں ان پر التزام مذہب حنفی والے کو عمل کرنا واجب ہے نہ کہ غیر حنفی کو۔ اسی طرح صحیحین کی جن احادیث پر مذاہب اربعہ کا اتفاق عمل ہے۔ ان پر بلا نقد وتبصرہ عمل واجب ہے اور جن احادیث پر بعض مذاہب کا عمل ہے بعض کا نہیں ان پر ان احادیث کو ترجیح ہوگی جن کو صاحب مذہب نے اختیار فرمایا کیونکہ صاحب مذہب کا اجتہاد ان کے اجتہاد سے اعلیٰ وارفع ہے۔

(۱۲_۲۳۷) کیا یہ صحیح بات نہیں کہ علامہ ذہبیؒ نے میزان الاعتدال میں اور حافظ ابن حجرؒ نے تہذیب التہذیب میں بہت سے راویوں کے بارہ میں امام بخاریؒ کے مقابلہ میں دوسرے ائمہ کے اقوال کو ترجیح دی ہے۔

(۱۳_۲۳۸) صحیح بخاری کے اصح ہونے پر شوافع مقلدین نے خوب زور دیا ہے۔ شیخ ابن الھمام حنفی۔ علامہ جلی حنفی۔ علامہ بحرالعلوم حنفی اس کی پرزور تردید کرتے ہیں، ماتمس الیہ الحاجہ مگر غیر مقلدین اس کا انکار کرنے والوں کو

بدعتی اور گمراہ سمجھتے ہیں۔ لیکن خود تقلید شخصی کو شرک و بدعت قرار دیتے ہیں۔
جس پر امت کا اجماع ہے اور بیس رکعت تراویح اور ایک مجلس کی تین طلاقوں کے تین ہونے پر صحابہ کا اجماع ہے۔ غیر مقلدین ان اجماعوں کے منکر ہیں تو وہ بدعتی اور گمراہ کیوں نہیں۔ کیا کسی حدیث صحیح صریح غیر معارض میں یہ آیا ہے کہ صحابہ کے اجماع کو ماننا گمراہی ہے اور چوتھی صدی کے ایک اجماع کو ایمان سمجھنا اور دوسرے کو کفر قرار دینا۔

(۱۴_۲۳۹) جس طرح امام بخاریؒ کا محدث ہونا مابعد خیر القرون سے ثابت ہے۔ اب کسی شخص کو جس میں محدث کے شرائط بھی پائے جائیں، ان پر نکتہ چینی کا حق نہیں چہ جائیکہ امت کی تلقی بالقبول کے مقابلہ میں کوئی ایسا شخص جس میں محدث کے شرائط بھی نہ ہوں۔ وہ کہے کہ بخاری کی اکثر احادیث ضعیف ہیں تو ایسا جمہور امت کی تغلیط کرنے والا خود گمراہ ہے۔ ایسے ہی سیدنا امام اعظمؒ جن کے مذہب کو تلقی بالقبول کا شرف حاصل ہے۔ کوئی ایسا شخص جس میں مجتہد کے شرائط بھی نہ ہوں یہ کہے کہ ان کا اکثر مذہب غلط ہے یہ خود اس کی گمراہی پر دلیل ہے یا نہیں۔

(۱۵_۲۴۰) کیا وجہ ہے کہ غیر مقلدین بخاری کی تعلیقات کو حجت مانتے ہیں لیکن مرسلات تابعین اور بلاغات محمدؒ کو حجت نہیں مانتے حالانکہ مرسل کے حجت ہونے پر دو سو سال تک اجماع رہا ہے آخر یہ فرق کس حدیث صحیح صریح سے ثابت ہے۔

(۱۶_۲۴۱) کیا وجہ ہے کہ غیر مقلدین بخاری مسلم کے راویوں پر جب وہ احناف کے دلائل میں آئیں رات دن نہایت غلط انداز میں جرح کرتے ہیں لیکن اگر کوئی حنفی بخاری مسلم کے راوی پر جرح کرے تو ان کے تن بدن کو آگ لگ جاتی ہے۔

(۱۷۔۲۴۲) کیا وجہ ہے کہ امام مسلم۔ امام ابوداؤد۔ امام ابن ماجہ نے اپنی صحیح کتابوں میں امام بخاری کی سند سے ایک حدیث بھی روایت نہیں کی اور امام نسائی نے صرف ایک حدیث ان سے روایت کی ہے۔

(۱۸۔۲۴۳) کیا وجہ ہے کہ امام ترمذی نے فقہاء کے مذاہب نقل فرمائے ہیں مگر امام بخاریؒ کے مذہب کو نقل نہیں کرتے جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ امام ترمذیؒ امام بخاریؒ کو فقیہ نہیں سمجھتے تھے۔

(۱۹۔۲۴۴) امام ترمذی اپنی کتاب میں دیگر آئمہ سے جرح وتعدیل کے اقوال بکثرت نقل کرتے ہیں مگر امام بخاری سے صرف دو تین جگہ نقل کیا۔ یہ کیوں۔

(۲۰۔۲۴۵) کیا وجہ ہے کہ بخاری معتزلہ قدریہ جہمیہ۔ خوارج روافض وغیرہ بدعتی راویوں کی روایات کا ملغوبہ ہے۔

حصہ ہفتم

حضرات علماء کرام۔ درج ذیل مسائل اگر صحیح ہیں تو براہ نوازش ایک ایک صحیح صریح غیر معارض حدیث پیش فرمائیں جس سے ان مسائل کا صحیح ہونا ثابت ہو اور اگر غلط ہیں تو پھر ایک ایک آیت یا ایک صحیح صریح غیر معارض حدیث سے ان کا غلط ہونا ثابت ہو۔ نیز ان مسائل کے صحیح احکام مسلک اہل حدیث کی کسی معتبر کتاب سے باحوالہ نقل فرمائیں ورنہ اگر احادیث پیش نہ کر سکے تو سب لوگ یقین کر لیں گے کہ آپ کا دعویٰ عمل بالحدیث ایسا ہی غلط ہے جیسے منکرین حدیث کا دعویٰ عمل بالقرآن غلط ہے اور اگر آپ ان مسائل کے صحیح احکام اپنی جماعت کی معتبر اور مستند کتاب سے نہ دکھا سکے تو سب لوگ یقین کر لیں گے کہ آپ کی جماعت واقعی علمی طور پر قلاش اور یتیم ہے کہ ان کی اپنی کوئی جامع کتاب نہیں ہے۔

(۱۔۲۴۶) شراب جسے عربی زبان میں خمر کہتے ہیں اس خمر حقیقی کی جامع مانع تعریف کسی آیت یا حدیث سے بیان فرمائیں۔

(۲۔۲۴۷) خمر کا لفظ مجازی معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے یا نہیں۔ اگر ہوتا ہے تو کن معنوں میں۔

(۳۔۲۴۸) کیا احادیث میں غیر محرم کو شہوت سے دیکھنے۔ بات کرنے۔ ہاتھ لگانے وغیرہ کو زنا کہا گیا ہے ان احادیث میں زنا حقیقی معنوں میں ہے یا مجازی معنوں میں۔ اسی طرح کیا خمر بھی مجازی معنوں میں آیا ہے یا نہیں۔

(۴۔۲۴۹) ہدایہ فقہ حنفی میں ہے کہ خمر کے ایک قطرہ پینے پر حد ہے لیکن بخاری ج ۲ ص ۱۰۰۲ پر حضرت سائب بن یزید اور حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں الخمر پر کوئی حد مقرر نہ تھی

(۵۔۲۵۰) تمام اہل السنّت والجماعت کا اجماع ہے کہ الخمر پینے کی حد (۸۰) کوڑے ہے اس حد کی بنیاد کوئی آیت قرآنی ہے یا حدیث مرفوع یا رائے اور قیاس جواب کسی صحیح صریح غیر معارض حدیث سے پیش کریں۔

(۶۔۲۵۱) فقہ حنفی ہدایہ عالمگیری وغیرہ میں ہے کہ الخمر کے ایک قطرے کو حلال سمجھنے والا کافر ہے آپ کے نزدیک بھی کافر ہے یا نہیں۔ کسی معتبر کتاب کا حوالہ دیں نیز حنفی مسئلہ کا صحیح یا غلط ہونا حدیث صحیح صریح غیر معارض سے ثابت کریں۔

(۷۔۲۵۲) کیا صحیح بخاری میں ہے کہ شراب پینے والے پر لعن طعن کرنا بھی مکروہ ہے۔

(۸۔۲۵۳) ہدایہ عالمگیری وغیرہ میں ہے کہ عین خمر حرام ہے یعنی خواہ ایک قطرہ پیئے نشہ آئے یا نہ آئے۔ اس کا صحیح یا غلط ہونا حدیث سے دکھائیں نیز اپنی کتاب کے حوالہ سے صحیح حکم لکھیں۔

(۹۔۲۵۴) کیا قرآن پاک سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شراب کے حرام ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہ اللہ کے ذکر سے روکتی ہے آپس میں دشمنی ڈالتی ہے اور یہ آثار نشہ کے ہیں تو کیا اس آیت سے یہ سمجھنا کہ جب تک نشہ نہ آئے شراب حرام نہیں غلط یا صحیح اس کی تفسیر حدیث مرفوع سے بتائیں۔

(۲۵۵۔۱۰) ہدایہ عالمگیری میں لکھا ہے کہ الخمر ایسی ہی نجاست غلیظہ ہے جیسے پیشاب۔ لیکن آپ کی کتابوں بدور الاہلہ۔ عرف الجادی۔ کنز الحقائق۔ نزل الابرار میں لکھا ہے الخمر طاھر خمر پاک ہے۔ حنفی فقہ کا مسئلہ کس حدیث صحیح صریح غیر معارض کے خلاف ہے اور آپ کی کتابوں کا مسئلہ کس حدیث صحیح صریح غیر معارض سے ثابت ہے۔

(۲۵۶۔۱۱) فقہ حنفی کی کتابوں ہدایہ عالمگیری وغیرہ میں لکھا ہے کہ الخمر کی کوئی قیمت نہیں اگر کوئی شخص کسی کی خمر انڈیل دے تو اس پر کوئی ضمان نہیں آئے گا۔ اس مسئلہ کا غلط یا صحیح ہونا کسی حدیث صحیح صریح غیر معارض سے ثابت فرمائیں اور اپنا مسلک اپنی مستند و معتبر کتاب کے حوالہ سے تحریر فرمائیں۔

(۲۵۷۔۱۲) فقہ حنفی کی کتابوں میں لکھا ہے کہ خمر سے کسی طرح کا فائدہ حاصل کرنا حرام ہے آپ اپنا مسلک کسی معتبر کتاب سے لکھیں۔

(۲۵۸۔۱۳) ہدایہ میں لکھا ہے کہ اگر کنگھی میں خمر کی تلچھٹ لگ جائے تو اس سے بالوں کو کنگھی کرنا حرام ہے اس بارہ میں آپ اپنا صحیح مسئلہ اپنی مستند کتاب کے حوالہ سے لکھیں اور فقہ کے اس مسئلہ کا صحیح یا غلط ہونا کسی صحیح صریح حدیث سے ثابت کریں۔

(۲۵۹۔۱۴) ہدایہ میں لکھا ہے کہ شراب پینا تو کجا کسی زخم بیرونی پر بھی خمر لگانا حرام ہے۔ آپ کا فتویٰ اس بارہ میں کیا ہے کسی مستند کتاب کے حوالہ سے لکھیں اور فقہ حنفی کے اس مسئلہ کا غلط یا صحیح ہونا کسی صحیح صریح غیر معارض حدیث سے ثابت کریں۔

(۲۶۰۔۱۵) حنفی مذہب کو خمر سے اتنا بیر ہے کہ خمر کے ساتھ انیمہ کرنا بھی جائز نہیں۔ ہدایہ۔ آپ اس مسئلہ کا حکم اپنی جماعت کی مستند اور معتبر کتاب کے حوالہ سے لکھیں اور فقہ حنفی کے اس مسئلہ کا غلط یا صحیح ہونا صحیح صریح غیر معارض سے

ثابت کریں۔

(۱۶۔۲۶۱) حنفی فقہ کے مطابق مسلمان کو تو دوا کے طور پر خمر پینا حرام ہے ہی۔ مسلمان کو اتنی بھی اجازت نہیں کہ کسی ذمی کافر یا کسی جانور (گائے۔ بھینس۔ بیل بکری) کو ہی دوا کے طور پر خمر پلا دے یہ حرام ہے آپ اپنا مسئلہ کسی مستند کتاب سے لکھیں۔

(۱۷۔۲۶۲) حنفی مذہب کے موافق شراب کی نیت سے انگور کاشت کرنا بھی مکروہ ہے (قاضی خاں) آپ اپنا مسئلہ کسی مستند کتاب سے لکھیں۔

(۱۸۔۲۶۳) اگر شراب میں آٹا گوندھ کر روٹی پکائی جائے تو حنفی مذہب کے موافق اس کا کھانا ناجائز ہے۔ (ہدایہ) لیکن آپ کی کتاب نزل الابرار میں لکھا ہے کہ وہ روٹی کھانا حلال ہے آپ حنفی مسئلہ کا غلط ہونا اور اپنے مسئلہ کا صحیح ہونا حدیث سے ثابت کریں۔

(۱۹۔۲۶۴) فقہ حنفی کے موافق لہو ولعب کی نیت سے صرف خمر کو دیکھتے رہنا بھی حلال نہیں (الوجیز) آپ اپنا مسئلہ کسی مستند کتاب کے حوالہ سے لکھیں اور فقہ حنفی کے اس مسئلہ کا صحیح یا غلط ہونا کسی صحیح صریح غیر معارض حدیث سے ثابت کریں۔

(۲۰۔۲۶۵) تمام اہلحدیث علماء جو اپنی تقریروں۔ تحریروں میں یہ جھوٹ لاتے ہیں کہ ہدایہ میں چار قسم کی شرابوں کا پینا حلال لکھا ہے یہ کہاں ہے۔ جو عبارت پیش کرتے ہیں اس میں سرے سے خمر کا لفظ ہی نہیں تو شراب کس لفظ کا ترجمہ کرتے ہیں اس عبارت سے ایک سطر پہلے یہ ذکر ہے کہ الخمر کے احکام، ختم ہو چکے۔ اب ماسویٰ ذلک من الاشربۃ خمر کے سوا باقی مشروبات کے احکام شروع ہوتے ہیں۔ اب ماسویٰ الخمر کا ترجمہ شراب کرنا کیا دجل و فریب نہیں پھر اگلے صفحہ پر متن میں نبیذ کا لفظ موجود ہے۔ خود وحید الزمان خاں نے بھی ہدیۃ المہدی ص ۱۲۰ پر اس کو نبیذ کا مسئلہ ہی بتایا

ہے اور حضرت پیران پیرؒ نے بھی غنیۃ الطالبین باب التبلیغ میں اس کو نبیذ کا مسئلہ ہی قرار دیا ہے۔ اب فقہ کی کتاب میں اگر نبیذ کا ترجمہ شراب آپ لوگ کرتے ہیں تو کیا حدیث کی کتابوں میں بھی نبیذ کا ترجمہ شراب کریں گے اور جن احادیث میں آنحضرت ﷺ اور صحابہ کا نبیذ پینا ثابت ہے تو کیا معاذ اللہ ان احادیث کی بناء پر آنحضرت ﷺ اور صحابہ کو شراب خور کہنا جائز ہوگا۔ پھر صاحب ہدایہ نے جو روایت دلیل میں بیان فرمائی ہے۔ حرمت الخمر لعینها والسکر من کل شراب اس سے بھی ماسوی الخمر کا حکم ثابت فرما رہے ہیں اب بھی مرزا قادیانی کی طرح گڑ کا معنی گندم کرنا اور فقہ حنفی پر شراب نوشی کی اجازت کا بہتان باندھنا ایسا جھوٹ ہے جس کی مثال سوامی دیانند کی کتاب میں بھی نہیں ملتی۔

(۲۱۔۲۶۶) اکثر غیر مقلدین رات دن یہ جھوٹ بولتے ہیں کہ فقہ حنفی میں لکھا ہے کہ اگر ۹ پیالے شراب پی لی جائے اور نشہ نہ آئے تو حد نہیں۔ وہ شراب کس لفظ کا ترجمہ کرتے ہیں کیا فقہ حنفی کی کسی عبارت میں لفظ خمر ہے۔

(۲۲۔۲۶۷) صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۲۶ پر لفظ خمر ہے کہ خمر میں مچھلی ڈال کر دھوپ میں رکھ دو پھر اس کا استعمال جائز ہے۔ اس کا کیا حکم ہے۔

(۲۳۔۲۶۸) صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۳۷ پر خمر کے لفظ سے ہے کہ شہد کی خمر اگر نشہ نہ دے تو کوئی حرج نہیں۔ فرمائیے امام بخاریؒ امام مالکؒ دراوردی پر کیا فتویٰ ہے۔

(۲۴۔۲۶۹) حضرت عمرؓ۔ حضرت ابو عبیدہؓ۔ حضرت معاذؓ طلاء مثلث اور حضرت ابو جحیفہ طلائے نصف کا پینا جائز قرار دیتے ہیں۔ صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۳۸۔ بتائیے امام بخاریؒ اور ان چاروں حضرات کا شرعی حکم کیا ہے۔

حصہ ہشتم

حضرات علماء کرام۔ یہ تو ایک حقیقت ہے کہ پاک و ہند میں انگریزی دور سے پہلے سب اہل السنّت والجماعت مسلک حنفی کے پابند تھے۔ ان کی مساجد اختلاف و افتراق سے بالکل نا آشنا تھیں ان مساجد میں درس جہاد بند کر کے جھگڑا فساد پیدا کرنے کے لئے ایک لامذہب فرقہ پیدا کیا گیا۔ اس فرقہ کے وکیل مولوی محمد حسین بٹالوی نے مرزا قادیانی کی خوب تعریفیں کیں۔ اور جہاد کو انگریز کے خلاف حرام قرار دینے کے لئے مستقل رسالہ **الاقتصاد فی مسائل الجہاد** لکھا اور پشاور سے کلکتہ تک حرمت جہاد کے لئے محنت کی اور محنت میں وہ مرزا قادیانی سے بھی بازی لے گیا اور حکومت برطانیہ کی طرف سے اسے جاگیر بھی ملی۔ پھر اس نے مسلمانوں میں فساد ڈالنے کے لئے دس سوالات کا اشتہار دیا اور وہ مسائل جو خیر القرون سے امت میں متواتراً معمول بہا تھے ان کو عوام میں مشکوک کرنے کے لئے اور اپنے آپ کو بارہ سو سال کے تمام علماء و محدثین سے بڑا ثابت کرنے کے لئے اپنی خود ساختہ شرائط سے سوالات مرتب کئے اور یہ خود ساختہ شرائط لگا کر سوال کرنے کا طریقہ اس نے مرزا قادیانی کی تقلید شخصی میں اختیار کیا وہ شرط یہ تھی کہ ان مسائل کے لئے کوئی آیت یا حدیث صحیح جس کی صحت میں کسی کو کلام نہ ہو اور وہ اس مسئلے میں جس کے لئے پیش کی جاوے نص صریح **قطعی الدلالت** ہو۔ حاکم نے صحیح حدیث کی دس قسمیں بیان کی تھیں (مقدمہ نووی شرح مسلم) اس شرط نے نو قسم کی صحیح حدیثوں کو ماننے سے انکار کر دیا۔ حدیث حسن لذاتہ اور حسن لغیرہ جو بالاتفاق حجت تھیں ان کے قبول کرنے سے انکار کر دیا اور قطعی اور صحیح دلالت کے علاوہ ہر قسم کی دلالتوں کو ماننے سے انکار کر دیا۔ اس طرح اسلام کے علمی سرمایہ یعنی حدیث کا ۹۸ فیصد انکار کر دیا۔ اس لئے علماء پر تو اس کی اس حرکت سے اس کا جاہل مرکب ہونا ظاہر ہو گیا اور پتہ چلا کہ یہ دین کا چھپا ہوا دشمن ہے مگر بعض جاہل لوگ اس کے دام فریب میں آ گئے اور وہ خیر القرون کے مسلک سے

منحرف ہو کر اس کی تقلید کا دم بھرنے لگے لیکن وہ دین کے مسائل سے واقف نہ تھا اس لئے ان کی تشفی نہ کر سکا تو وہ سلف سے بیزار لوگ قادیانیت اور نیچریت کی گود میں چلے گئے اس طرح اس شخص نے ہزاروں آدمیوں کو خیر القرون کے مسلک سے بدظن کر کے دین حق سے بیزار کیا اور وہ بآلاخر کفر وارتداد کی دلدل میں جا گرے۔ علما نے طبقہ علماء میں اس کی جہالت ثابت کرنے کے لئے اس کی شرط کو سامنے رکھ کر اس سے یہ سوال کیا کہ (۱) تم اپنی شرط کے موافق کوئی آیت یا صحیح حدیث (جس کی صحت میں کسی کو کلام نہ ہو اور وہ اس مسئلے میں جس کے لئے پیش کی جائے نص قطعی صریح الدلالت بھی ہو) پیش کرو کہ دلیل شرعی صرف اور صرف دلیل کی اسی ایک قسم میں ہی منحصر ہے۔ لیکن وہ شخص اور اس کی ساری جماعت آج تک عاجز اور ذلیل ہو رہی ہے اور اپنی جہالت کو تسلیم کر رہی ہے اور علماء نے عوام میں اس کی جہالت ثابت کرنے کے لئے بھی اس سے مندرجہ ذیل سوالات کئے تھے ان سوالات پر ایک سو سال کا عرصہ گزر رہا ہے مگر تمام لامذہب غیر مقلد مولوی یہ قرض سر پر لے کر ہی مرتے جا رہے ہیں اب جو زندہ ہیں ان کی یاددہانی کے لئے پھر ہم گزارش کر رہے ہیں کہ خدا کے لئے ان سوالات کا جواب دے کر اپنی جماعت کو مطمئن کریں ورنہ آپ کی جماعت کے جس آدمی کو یہ پتہ چل جاتا ہے کہ سو سال سے ہماری جماعت ان سوالات کے جواب سے عاجز ولاچار اور بے بس ہے تو وہ قادیانی نیچری منکرین حدیث کی صف میں جا کھڑا ہوتا ہے اس لئے خدارا ان سوالات کا جواب اپنی شرط بالا یاد کر کے دیں مندرجہ ذیل مسائل میں کوئی صاحب کوئی آیت یا حدیث صحیح جس کی صحت میں کسی کو کلام نہ ہو اور وہ اس مسئلے میں جس کے لئے پیش کی جائے نص صریح قطعی الدلالت بھی ہو۔

(۱۔۲۷۰) آنحضرت ﷺ کا رکوع جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت ہمیشہ رفع یدین کرنا۔

(۲۔۲۷۱) آنحضرت ﷺ کا ہمیشہ ہمیشہ سینے پر ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنا۔

(۳۔۲۷۲) آنحضرت ﷺ کا ہمیشہ ہمیشہ ہر ہر نماز میں آمین بالجہر کرنا۔

(۴۔۲۷۳) حدیث قرأت خلف الامام کا آیت ﴿وَاِذَاقُرِئَ الْقُرْآنُ﴾ کے بعد مروی ہونا۔

(۵۔۲۷۴) اللہ تعالیٰ یا آنحضرت ﷺ کا ائمہ اربعہ میں سے کسی کی تقلید شرعی کو منع کرنا۔

(۶۔۲۷۵) کتاب وسنت سے اجماع وقیاس کا حرام ہونا۔

(۷۔۲۷۶) تین طلاق دے کر بدوں حلالہ کرنے کے عورت کا نکاح شوہر اول سے کرا دینا۔

(۸۔۲۷۷) اپنے ائمہ اربعہ ابن تیمیہ۔ داؤد ظاہری۔ ابن حزم۔ شوکانی زیدی کی تقلید کا فرض ہونا۔

(۹۔۲۷۸) احادیث صحاح ستہ میں منحصر سمجھنا اور سوائے ان کے دوسری حدیث کی کتابوں کا اعتبار نہ کرنا ان حدیثوں کو نہ ماننا۔

(۱۰۔۲۷۹) اس پرفتن دور میں ہر شخص عامی کا قرآن وحدیث پر بلا تحقیق عمل کرنا اور اسی کا لوگوں کو حکم دینا۔

(۱۱۔۲۸۰) بغیر کسی عذر شرعی کے جمع بین الصلوٰتین کرنا یعنی ظہر عصر ایک وقت میں اور مغرب عشاء ایک وقت میں پڑھنا۔

(۱۲۔۲۸۱) جو حدیثیں امام اعظمؒ کو بسند شیوخ صحابہؓ یا ثقات تابعین پہنچی ہیں۔ ان کو مابعد خیر القرون والوں کے اقوال سے ضعیف یا مخدوش سمجھنا۔

(۱۳۔۲۸۲) حاجیوں کا زیارت قبر شریف نبوی کی نیت سے زیارت کرنے جانے کو شرک۔ رسم جاہلیت۔ حرام ومکروہ قرار دینا۔

(۱۴۔۲۸۳) حرمین شریفین کے تمام مقلدین کو مشرک اور بدعتی سمجھنا۔

(۱۵۔۲۸۴) قرأت انجیل کا حالت جنابت میں کیا حکم ہے۔

(۱۶۔۲۸۵) وضو کے بعد سر منڈوایا اب تجدید وضو یا سر پر دوبارہ مسح کرنا فرض ہے یا نہیں۔

(۱۷_۲۸۶) دباغت سے خنزیر کی کھال سانپ اور چوہے کی کھال پاک ہو جاتی ہے یا نہیں۔

(۱۸_۲۸۷) پانی کتنا دور ہو تو تیمم کرنا جائز ہے۔

(۱۹_۲۸۸) جس شخص کو پانی اور مٹی میسر نہ ہو وہ نماز کیسے پڑھے (مسئلہ فاقد الطہورین)

(۲۰_۲۸۹) مقطوع الیدین والرجلین و مجروح الوجہ کا کیا حکم ہے وہ بلا وضو نماز پڑھے یا مسح کرے یا تیمم کر کے نماز پڑھے۔

نوٹ: ان سوالات کے جوابات اب سو سال بعد اگر کوئی صاحب دیں تو اپنی شرط کو ضرور ملحوظ رکھیں نیز لامذہبوں کو چاہیئے کہ اپنے کسی ایسے عالم سے جواب لکھوائیں جس کے جواب کو ساری جماعت آپ کی تسلیم کرتی ہو۔ کیونکہ جس طرح منکرین حدیث اپنے علماء کی سب کتابوں کو بوقت بحث قرآن کے مخالف قرار دے دیتے ہیں اسی طرح آپ کی جماعت کا ہر فرد اپنے بڑے سے بڑے عالم کو قرآن وحدیث کا مخالف جانتا ہے اور اپنی کتابوں کا انکار کر دیتا ہے کہ یہ سب کتابیں قرآن وحدیث کے خلاف ہیں۔

حصہ نہم

پاک و ہند میں صدیوں سے اسلام آیا اور پھیلا ہے مگر انگریز کے دور سے پہلے غیر مقلد نامی کوئی فرقہ مسلمانوں میں موجود نہ تھا۔ چنانچہ نواب صدیق حسن غیر مقلد لکھتے ہیں۔ خلاصہ حال ہندوستان کے مسلمانوں کا یہ ہے کہ جب سے یہاں اسلام آیا ہے چونکہ اکثر لوگ بادشاہوں کے طریقہ اور مذہب پر ہوتے ہیں اس کو پسند کرتے ہیں اس وقت سے (صدی اول سے) آج تک (انگریز کی آمد تک) یہ لوگ مذہب حنفی پر قائم رہے اور ہیں اور اسی مذہب کے عالم وفاضل اور قاضی ومفتی اور حاکم ہوتے رہے یہاں تک کہ ایک جم غفیر نے مل کر فتاویٰ ہندیہ جمع کیا اور ان میں شاہ عبدالرحیمؒ صاحب والد بزرگوار شاہ ولی اللہ صاحبؒ دہلوی بھی شریک تھے۔ (ترجمان وہابیہ ص ۱۰)

نیز نواب صاحب ہی فرماتے ہیں ہندوستان کے مسلمان ہمیشہ سے مذہب شیعی اور حنفی رکھتے ہیں۔ (ترجمان وہابیہ ص ۱۲)

اس سے معلوم ہوا کہ ہندوستان میں جب سے اسلام آیا ہے سب مسلمان حنفی مذہب پر عامل تھے۔ عوام۔ علماء۔ اولیاء اللہ۔ قاضی۔ بادشاہ سب کے سب حنفی ہوتے رہے ہیں۔ اس کے برعکس نواب صاحب غیر مقلد نے اپنے فرقہ کے بارہ میں صاف لکھا ہے کہ اس دور (انگریز) کے زمانہ میں ایک شہرت پسند ریا کار فرقے نے جنم لیا ہے جو باوجود جاہل ہونے کے براہ راست قرآن وحدیث پر علم وعمل کا دعویٰ کرتا ہے۔ یہ فرقہ اسلام کی مٹھاس سے محروم۔ بڑا متعصب۔ غالی سنگدل اور فتنہ پرور ہے اور اتباع سنت کی آڑ میں شیطانی تسویلات پر عامل ہے (ص ۱۵۳ تا ص ۱۵۸ ملخصاً) نواب صاحب کی یہ بات کلام الملوک ملوک الکلام کی مصداق ہے اگر کوئی لامذہب غیر مقلد اس کا انکار کرے تو اس پر لازم ہے کہ مندرجہ ذیل سوالات کا جواب معتبر اور مستند تاریخ کے حوالہ سے دے۔

(۱۔۲۹۰) پاک و ہند میں انگریز کے دور سے پہلے حنفی تراجم قرآن مثلاً شاہ ولی اللہؒ کا فارسی ترجمہ۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کی فارسی تفسیر۔ شاہ عبدالقادرؒ صاحب اور شاہ رفیع الدینؒ صاحب کے اردو تراجم ہر مسلمان گھر کی زینت تھے اور ہیں۔ لیکن جس طرح مرزائیوں اور منکرین حدیث کا کوئی ترجمہ قرآن انگریز کے دور سے پہلے کا نہیں ملتا اسی طرح ان لامذہبوں (غیر مقلدوں) کا بھی ترجمہ قرآن نہیں ملتا اگر آپ کا کوئی ترجمہ قرآن انگریز سے پہلے متداول تھا تو اس کا نام اور ملنے کا پتہ دیں۔

(۲۔۲۹۱) انگریز کے دور سے پہلے پاک و ہند میں احناف کی حدیث کی معروف کتابیں مشارق الانوار شیخ رضی الدین حسن صنعانی اور کنز العمال شیخ علی حنفی کی تھیں اور اب بھی متداول ہیں لیکن مرزائیوں۔ منکرین حدیث اور لا

مذہب غیر مقلدین کا کچی جماعت کا حدیث کا قاعدہ بھی متداول نہ تھا اگر کوئی تھا تو اس کا نام اور ملنے کا پتہ ضرور بتائیں۔

(۳۔۲۹۲) انگریز کے دور سے پہلے پاک و ہند میں احناف نے لغات حدیث کی وہ کتاب مرتب فرمائی جو آج بھی عرب و عجم میں متداول ہے یعنی مجمع بحار الانوار لیکن کسی مرزائی منکر حدیث یا غیر مقلد نے اس موضوع پر کچی جماعت کا قاعدہ بھی نہیں لکھا۔

(۴۔۲۹۳) انگریز کے دور سے پہلے احناف نے حدیث شریف کے راویوں کے سلسلہ میں المغنی جیسی کتاب لکھی جو آج بھی عرب و عجم میں متداول ہے لیکن کسی مرزائی۔ منکر حدیث یا غیر مقلد نے ایسی کتاب نہیں لکھی۔ اگر ہے تو ہر دو کتابوں جو لغات و رواۃ پر ہوں کا نام و پتہ بتائیں۔

(۵۔۲۹۴) انگریز کے دور سے پہلے پاک و ہند میں مشکوٰۃ کی شرح لمعات التنقیح۔ مشکوٰۃ کا فارسی ترجمہ اشعۃ اللمعات بخاری کی شرح تیسیر القاری۔ مؤطا امام مالک کی شرح مصفیٰ اور مسوّی۔ مشکوٰۃ کا اردو ترجمہ مظاہر حق لکھے گئے جو آج تک عرب و عجم میں متداول ہیں لیکن کسی مرزائی۔ منکر حدیث یا غیر مقلد کی کوئی ایسی حدیث پاک کی خدمت ثابت نہیں۔ کیا کوئی غیر مقلد انگریز کے دور سے پہلے اپنی بخاری کی شرح۔ مؤطا کی شرح۔ مشکوٰۃ کی شرح یا ترجمہ دکھا سکتا ہے جو پاک و ہند میں مکتوب ہو کر عرب و عجم میں متداول ہو۔

(۶۔۲۹۵) انگریز کے دور سے پہلے کا مرتب کردہ فتاویٰ عالمگیری آج بھی عرب و عجم میں متداول ہے لیکن کوئی مرزائی۔ منکر حدیث یا غیر مقلد انگریز کے دور سے پہلے کا کوئی ایسا مفصل فتاویٰ پیش نہیں کر سکتے۔ جو عرب و عجم میں متداول ہو۔ دیدہ باید۔

(۷۔۲۹۶) آنحضرت ﷺ کی سیرت پاک پر مدارج النبوت جیسی مبسوط کتاب احناف نے لکھی جو آج بھی عرب وعجم میں متداول ہے لیکن کوئی مرزائی۔ منکر حدیث یا غیر مقلد انگریزی دور سے پہلے کی سیرت پر لکھی گئی اپنی کتاب پیش نہیں کرسکتا۔

(۸۔۲۹۷) کیا کوئی غیر مقلد بنارس میں عبدالحق سے پہلے۔ بھوپال میں صدیق حسن خان سے پہلے دہلی میں نذیر حسین سے پہلے۔ مدراس میں نظام الدین سے پہلے۔ لاہور میں غلام نبی چکڑالوی سے پہلے کسی غیر مقلد کا وجود ثابت کرسکتا ہے۔

(۹۔۲۹۸) کیا کوئی غزنوی غیر مقلد مولانا عبداللہ غزنوی سے پہلے۔ کوئی لکھوی غیر مقلد حافظ محمد صاحب لکھوی سے پہلے۔ کوئی روپڑی غیر مقلد مولوی قطب الدین سے پہلے اپنے خاندان میں کسی غیر مقلد کا نام پیش کرسکتا ہے۔

(۱۰۔۲۹۹) کوئی قادیانی یا کوئی غیر مقلد انگریز کے اس ملک میں آنے سے پانچ منٹ پہلے کی اپنی نماز کی کتاب ثابت نہیں کرسکتا اگر ہو تو اس مکمل نماز کی کتاب کا نام اور پتہ دیں۔

(۱۱۔۳۰۰) غیر مقلد شیخ الحدیث اصحاب صحاح تک جو اپنی حدیث کی سند پیش کرتا ہے اس میں دور برطانیہ سے پہلی کڑیوں کا مسلمہ تاریخی شہادتوں سے غیر مقلد ہونا ثابت نہیں کرسکتا۔

(۱۲۔۳۰۱) جس طرح پاک و ہند میں انگریز کے دور سے پہلے کی مساجد بھی موجود ہیں مثلاً شاہی مسجد لاہور۔ شاہی مسجد دیپال پور۔ شاہی مسجد چنیوٹ۔ شاہی مسجد دہلی۔ شاہی مسجد آگرہ۔ مسجد وزیر خان لاہور۔ اور یہ مسلمہ تاریخی بات ہے کہ یہ سب مساجد احناف کی بنائی ہوئی ہیں کیا کوئی غیر مقلد انگریز کے دور سے پہلے کی کوئی مشہور مسجد بتا سکتا ہے۔ جس کا بانی تاریخی شہادت سے غیر مقلد ہو لیکن کوئی غیر مقلد یہ ثابت نہیں کرسکتا۔

(۱۳۔۳۰۲) انگریز کے دور سے بارہ سو سال پہلے سے اس ملک میں مسلمان آباد تھے ان بارہ سو سال میں غیر مقلدین کی کوئی نماز کی کتاب بھی نہیں ملتی مگر انگریز کے دور میں صرف ساٹھ سالوں میں ایک ہزار کے قریب کتابیں لکھ کر چھپوائیں۔ آخر (ا) اتنی کتابوں کے لئے اس نومولود فرقے کے پاس رقم کہاں سے آئی تھی۔ (ب) ان ہزار کتابوں میں سے ایک کتاب بھی ایسی نہیں جسے غیر مقلدین نے ہی اپنے نصاب میں شامل کیا ہو ان کا موضوع صرف تفریق بین المسلمین تھا اور بس۔ (ج) یہ لامذہب ان ہی کتابوں سے پاک و ہند کے ہر شہر میں دنگا فساد کرتے ہیں لیکن جب مناظرہ کا وقت آئے تو ان سب کتابوں کا انکار کر جاتے ہیں جیسے مناظرہ کے وقت منکرین حدیث اور قادیانی بھی اپنی کتابوں کا انکار کر جاتے ہیں۔ یہ تینوں فرقے اپنی ہر کتاب اپنے ہر مولوی کو جھوٹا مان کر اپنے مذہب کا جھوٹا ہونا مان لیتے ہیں۔

(۱۴۔۳۰۳) انگریز کے دور سے پہلے پورے بارہ سو سال تک غیر مقلدین کا کوئی اخبار یا رسالہ نہ تھا لیکن انگریز کے دور میں ان کے ۲۸ اخبار اور رسالے جاری تھے جن کی فہرست ان کی کتاب ہندوستان میں علماء حدیث کی علمی خدمات میں ہے ان رسالوں میں انگریز کی چاپلوسی اور فقہاء و مجتہدین کو گالیوں سے یاد کیا جاتا تھا۔ آخر اتنے رسائل کا خرچ کہاں سے ملتا تھا۔ (ملکہ وکٹوریہ نے جو مرزا قادیانی کو پچاس جلدیں لکھنے کا کہا تھا ان میں پانچ تو مرزے نے لکھ دیں باقیوں کا خرچہ شاید ان کو دیا ہو۔ H-A)

(۱۵۔۳۰۴) انگریز کے دور سے بارہ سو سال پہلے تک اس فرقہ کی ایک ربڑ کی مہر کا نشان بھی نہ تھا مگر انگریز کے دور میں ان کی نو پریسیں تھیں جو رات دن انگریزی حکومت کو خدا کی رحمت بتاتیں اور فقہ کو عجمی سازش اور تصوف کو ہندوانہ جوگ قرار دیتیں۔ آخر اس نومولود فرقہ کو نو پریس کہاں سے ملے تھے۔

(۱۶_۳۰۵)انگریز کے دور سے پہلے پورے بارہ سو سال میں غیر مقلدین کے ایک وعظ کا بھی پتہ نہیں چلتا۔صرف ۲۶ سالوں میں ان کی ۲۰ آل انڈیا کانفرنسیں ہوئی ہیں جن کی فہرست کتاب مذکور میں درج ہے آخر ایک نو مولود فرقے کو ان آل انڈیا کانفرنسوں کے لئے قارون کا خزانہ کہاں سے مل گیا تھا۔

(۱۷_۳۰۶)اسی کتاب میں یہ بھی درج ہے کہ ان بیس آل انڈیا کانفرنسوں میں چھیاسٹھ ہزار پانچ سو کتابیں مفت تقسیم کی گئیں آخر ان کے لئے رقم کہاں سے ملتی تھی۔

(۱۸_۳۰۷)ان ۶۶۵۰۰ کتابوں میں سے نہ کوئی کتاب انگریز کے خلاف تھی نہ عیسائیوں کے خلاف بلکہ یہ سب کی سب کتابیں حنفیوں کے خلاف تھیں۔ آخر حنفیوں کے خلاف اس منظم سازش کی قیادت اور خرچ کے بارے میں ذرا وضاحت فرمائیں۔

(۱۹_۳۰۸)انگریز کے دور سے پہلے پورے بارہ سو سال تک پاک و ہند میں غیر مقلدین کا ایک بھی مدرسہ نہ تھا مگر انگریز کے دور میں ان کے دو سو بائیس مدرسے بن گئے آخر ساٹھ سال میں اتنے مدارس کے لئے خرچہ کہاں سے آتا تھا۔

(۲۰_۳۰۹)۱۹ستمبر ۱۸۵۷ء کو جب انگریز دہلی پر قابض ہوا تو دال پول کے کہنے کے مطابق تین ہزار آدمیوں کو پھانسی دی گئی جن میں سے انتیس شاہی خاندان سے تعلق رکھتے تھے اور بقول تبصرۃ التواریخ ستائیس ہزار مسلمان قتل ہوئے سات دن تک برابر قتل عام جاری رہا۔(شاندار ماضی ص ۶۹)اس وقت میاں نذیر حسین غیر مقلد ان غازیوں اور شہداء کو باغی قرار دے رہے تھے اور ان کے مدرسہ سے یہ فتویٰ جاری ہو رہا تھا یہ لوگ حنفی المذہب مستحل

الدم ہیں یعنی بلاوجہ ان کا قتل جائز ہے ان کا مال مال غنیمت ہے اور ان کی بیویاں ہمارے لئے جائز ہیں (دہلی اور اس کے اطراف ص ۶۸، ۶۹)
اب سوال یہ ہے کہ جب ساری دہلی میں قتل عام ہو رہا تھا تو نذیر حسین کا محلہ کیوں محفوظ رہا۔ (الحیات بعد الممات ص ۲۷۶۔ سوانح عمری نذیر حسین غیر مقلد) ب۔ جب انگریز مسلمانوں کا مال لوٹ رہا تھا تو نذیر حسین غیر مقلد انگریز سے پیسے وصول کر رہے تھے کبھی چار صد روپیہ کبھی سات صد (الحیات بعد الممات ص ۱۴۰۔ ج) جب ان غازی اور شہداء کی بیویوں پر قتل وظلم کر رہا تھا تو نذیر حسین انگریز لیڈی مسز لینس کی حفاظت کر کے برطانیہ سے وظیفہ اور خطابات حاصل کر رہے تھے ص ۲۷۶۔

(۳۱۰۔۲۱) انگریز نے قتل عام کے بعد مسلمانوں پر مقدمات کا سلسلہ جاری کیا۔ چنانچہ مقدمہ سازش انبالہ ۱۸۶۴ء۔ مقدمہ سازش پٹنہ ۱۸۶۵ء مقدمہ سازش مالدہ ۱۸۷۰ء مقدمہ سازش مراج محل ۱۸۷۰ء مقدمہ سازش سرحد ۱۸۷۱ء اور ان مقدمات میں احناف کو جانی مالی پریشانیوں میں مبتلا کیا گیا۔ عین اسی دور میں غیر مقلدین نے احناف کی مساجد میں رفع یدین، آمین بالجہر پر دنگا فساد کر کے مساجد کو میدان جنگ بنایا اور احناف کو مقدمات میں گھسیٹا چنانچہ امرتسر کا مقدمہ ۲۷ اگست ۱۸۶۸ء تک چلا۔ دہلی کے مقدمات ۵ جنوری ۱۸۸۳ء اور ۷ ستمبر ۱۸۸۳ء تک چلے۔ نصیر آباد کا مقدمہ ۳۱ اکتوبر ۱۸۸۴ء تک چلا۔ الہ آباد ہائی کورٹ میں مقدمہ ۵ نومبر ۱۸۸۹ تک چلا۔ پریوی کونسل لندن میں ۳۰ جنوری ۱۸۹۱ء اور ۲۱ فروری ۱۸۹۱ء تک مقدمات چلے۔ اور غازی پور میں بابو سریش چندر بوس کی عدالت میں ۲۴ فروری ۱۸۹۴ء ۵ نومبر ۱۸۹۴ء تک مقدمات چلے (الارشاد ص ۲۲) آخر کیا وجہ تھی کہ مساجد میں فساد کی ابتدا بھی غیر مقلدین کریں اور فیصلہ بھی ان کے حق

میں ہی ہو۔ اس نومولود فرقہ کو لندن تک مقدمات لڑنے کے لئے پیسہ کہاں سے ملتا تھا۔ (فتوحات اہل حدیث)

(۲۲۔۳۱۱) کیا انگریز کے دور سے پہلے بارہ سو سال کی تاریخ میں صرف ایک ہی مثال پیش کی جاسکتی ہے کہ کسی اسلامی حکومت کی عدالت میں مقلد غیر مقلد کا مقدمہ دائر ہوا ہو اور غیر مقلد کامیاب رہا ہو۔

حصہ دہم

نجاست کا بیان

غیر مقلد۔ بہشتی زیور میں لکھا ہے کہ ہاتھ پر نجاست لگی ہو تو چاٹنا جائز ہے۔

حنفی۔ یہ بالکل جھوٹ ہے لعنة الله على الكاذبين۔ نہ بہشتی زیور اور نہ کسی دوسری فقہ کی کتاب میں یہ مسئلہ موجود ہے کہ نجاست چاٹنا جائز ہے۔ بہشتی زیور اور دوسری کتب فقہ میں یہ مسئلہ لکھا ہے کہ اگر پاک پانی میں نجاست پڑ جائے تو اس سے نہ وضو نہ غسل کچھ بھی درست نہیں۔ وہ نجاست تھوڑی ہو یا بہت (بہشتی زیور ج ا ص ۵۷ ہدایہ ج ا ص ۱۸) جبکہ غیر مقلدین کے نزدیک اگر پانی میں نجاست پڑ جائے تو جب تک نجاست سے اس کا رنگ بو مزہ نہ بدلے وہ پاک ہے۔

(عرف الجادی ص ۹، صلوٰۃ رسول ص ۵۳، بدور الاہلہ ص ۹، نزل الابرار ج ا ص ۱۰)

(۱۔۳۱۲) ایک بالٹی دودھ میں اگر ایک قطرہ پیشاب کا پڑ جائے جس سے دودھ کا نہ رنگ بدلا نہ مزہ نہ بو پیدا ہوئی تو ہمارے مذہب میں اس کا پینا حرام بلکہ وہ جسم پر یا کپڑے پر لگ جائے تو بلا دھوئے نماز ناجائز۔ جب کہ غیر مقلد کے ہاں اس کا پینا ہرگز منع نہیں اگر جرأت ہے تو کوئی ماں کا لعل غیر مقلد اپنی کسی معتبر کتاب سے اس کا نہ پینا ثابت کرے دیدہ باید۔ کیا غیر مقلد کو یہ مسئلہ نظر نہیں آیا۔

(۲۔۳۱۳) بہشتی گوہر ج ۱۱ ص ۵ پر یہ مسئلہ لکھا ہے۔ایسے ناپاک پانی کا استعمال جس کے تینوں وصف یعنی مزہ۔ بو۔ رنگ نجاست کی وجہ سے بدل گئے ہوں کسی طرح درست نہیں نہ جانوروں کو پلانا درست ہے نہ مٹی وغیرہ میں ڈال کر گارا بنانا جائز ہے۔ بحوالہ درمختار ج ۱ ص ۲۰۷۔ دیکھئے ہمارے مذہب میں تو ایسے پانی کا جانوروں کو پلانا درست نہیں اور مٹی میں ملا کر گارا بنانا تک درست نہیں چہ جائیکہ کسی انسان کو چاٹنے کی اجازت دی جائے۔اب آپ میں اگر ہمت ہے تو اپنی کسی معتبر کتاب سے ایسے پانی کا جانوروں کو پلانا یا مٹی میں ملانا ناجائز ثابت کر دیں۔

(۳۔۳۱۴) بہشتی زیور ج ۲ ص ۵ ہاتھ میں کوئی نجس چیز لگی تھی اس کو کسی نے زبان سے چاٹ لیا تین دفعہ۔تو بھی پاک ہو جائے گا مگر چاٹنا منع ہے یا چھاتی پر بچہ کی قے کا دودھ لگ گیا پھر بچہ نے تین دفعہ چوس کر پی لیا تو پاک ہو گیا۔ چاٹنے کی ممانعت صاف لکھی ہے۔

(۴۔۳۱۵) ایک عورت کی انگلی میں سوئی لگ گئی خون نکل آیا اور انگلی ناپاک ہو گئی اس عورت نے دو تین مرتبہ اسے چاٹ کر تھوک دیا۔حنفی مذہب میں اس کو چاٹنا منع تھا اسے چاٹنے کا گناہ ہوا مگر جب خون کا نشان تک نہ رہا تو انگلی پاک ہو گئی۔اگر آپ کسی صحیح صریح غیر معارض حدیث میں انگلی سے نکلے ہوئے اس خون کا حکم اس کے خلاف دکھا دیں یعنی چاٹنا جائز دکھا دیں یا خون کا اثر ختم ہو جانے کے بعد بھی ناپاک رہنا ثابت کر دیں تو ہم ضد نہیں کریں گے بلکہ صاف تسلیم کر لیں گے کہ یہ مسئلہ واقعی صحیح حدیث کے خلاف ہے۔

(۵۔۳۱۶) آپ کے مذہب میں تو خون ویسے ہی پاک ہے سرے سے انگلی ناپاک ہی نہیں ہوئی۔ کسی صحیح حدیث سے خون کا پاک ہونا ثابت کرو۔

(۶۔۳۱۷) ایک شخص راستے میں گنا چوستا چلا جا رہا تھا کہ اس کے دانتوں سے خون

نکل آیا پانی وغیرہ قریب نہیں تھا آپ کے مذہب میں تو خون پاک ہے اس لئے اس کا خون آلود منہ پاک ہی ہے لیکن حنفی مذہب کے موافق اس کا منہ ناپاک ہو گیا ہے۔ اب وہ شخص بار بار تھوکتا رہا یہاں تک کہ خون بند ہو گیا اور منہ میں خون کا نشان بھی باقی نہ رہا تو اب اس کا منہ پاک سمجھا جائے گا۔ اگر یہ مسئلہ حدیث کے خلاف ہے تو ایک ہی حدیث صحیح صریح غیر معارض پیش فرمائیں کہ خون آلودہ منہ بھی پاک ہے یا ایسی حدیث پیش کرو کہ بار بار تھوکنے سے خون کا اثر مٹ جانے کے بعد بھی منہ ناپاک ہی رہتا ہے۔

(۳۱۸۔۷) ایک بلی نے چوہے کا شکار کیا اور بلی کا منہ خون آلود ہو گیا تو وہ نجس ہے۔ اگر اسی وقت وہ بلی کسی برتن سے دودھ یا پانی پی لے تو باقی بچا ہوا دودھ و پانی ناپاک ہوگا اگرچہ خون سے اس کا رنگ یا مزہ اور بو کچھ بھی نہیں بدلا۔ لیکن غیر مقلدین کے مذہب میں وہ دودھ و پانی پاک ہی رہے گا اگرچہ اس کا رنگ و بو اور مزہ بدل جائے۔ اگر وہ بلی چوہا کھانے کے بعد اپنا منہ چاٹ چاٹ کر صاف کر لے کہ خون کا نشان تک باقی نہ رہا ہو اور پھر دودھ یا پانی پی لے تو باقی بچا ہوا دودھ یا پانی مکروہ ہوگا۔

(۳۱۹۔۸) اگر آپ کسی صحیح صریح غیر معارض حدیث سے اس مسئلہ کا حکم اس کے خلاف دکھا دیں کہ بلی خون آلود منہ سے دودھ پیئے یا چاٹ کر خون صاف کرنے کے بعد پیئے ہر حال میں بچا ہوا دودھ یا پانی پاک ہے تو ہم ضد نہیں کریں گے۔ ضرور تسلیم کر لیں گے اور آپ کی حدیث دانی کی داد بھی دیں گے۔

(۳۲۰۔۹) ایک شرابی نے شراب پی۔ حنفی مذہب میں شراب ایسی ہی نجاست غلیظہ ہے جیسے پیشاب۔ اب اگر فوراً اس شرابی نے دودھ پیا۔ جب اس کے منہ کو شراب لگی ہوئی تھی تو بچا ہوا دودھ نجس ہے۔ لیکن اگر اتنی دیر ٹھہرا رہا کہ تھوکنے سے شراب کا اثر زائل ہو گیا تو اب شراب کا اثر زائل ہونے سے

اس کا منہ پاک سمجھا جائے گا۔ ہاں آپ کے نزدیک شراب ہی پاک ہے تو نہ منہ ناپاک ہوا نہ اس کا جھوٹا۔ اگر آپ اپنے دعوی عمل بالحدیث میں ذرہ بھی سچے ہیں تو ایک ہی صحیح صریح غیر معارض حدیث ایسی پیش کریں جو فقہ کے اس مسئلہ کو غلط ثابت کر دے۔ اور آپ اپنے مسئلے کی صحت پر بھی ایک ہی صحیح صریح غیر معارض حدیث پیش کریں۔

(۱۰۔۳۲۱) آپ کے نزدیک ہر حلال جانور کا پیشاب پاخانہ پاک ہے اور بوقت ضرورت کھانا پینا بھی جائز ہے۔ (فتاوی ستاریہ ج۱ ص ۶۳)

یعنی شربت بنفشہ نہ پیا گائے کا پیشاب پی لیا۔ معجون فلاسفہ کی جگہ بھینس کا گوبر چاٹ لیا۔ نوالجین کی گولی کی جگہ اونٹ کی اور بکری کی مینگنی چبالی۔ فرنی کی بجائے منی کی قلفی کھالی۔ دودھ میں اتنا پاخانہ حل کر کے جس سے رنگ بو مزہ نہ بدلے ناشتہ کر لیا۔ نماز عبادت ہے اگر نماز پڑھتے ہوئے کوئی ایسا کام کیا جو افعال نماز میں سے نہ ہو تو دیکھا جائے گا کہ اگر وہ عمل کثیر ہے تو نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر عمل قلیل ہو تو نماز مکروہ ہوگی۔ قرآن پاک نماز میں پڑھنا فرض ہے۔ ﴿فَاقْرَؤُا مَاتَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآن﴾ لیکن اگر کسی شخص کو قرآن بالکل یاد نہ ہو تو اسے تسبیح وتحمید پڑھ لینا چاہیئے چنانچہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جسے قرآن یاد نہ ہو وہ حمد وثنا پڑھ لے۔ ترمذی عن رفاع بن رافع۔ ابوداؤد ونسائی عن عبداللہ بن ابی اوفی۔ اعلاء السنن ج ۵ ص ۳۴۔۳۵ ان روایات سے معلوم ہوا کہ نماز میں قرآن پاک دیکھ کر پڑھنا جائز نہیں کیونکہ اگر جائز ہوتا تو آنحضرت ﷺ فرماتے دیکھ کر پڑھ لیا کرو۔ تائید عن ابن عباسؓ قال نهانا امير المومنين عمرؓ ان نؤم الناس فى المصحف . (رواہ ابن ابی داؤد) کنز العمال ج ۴ ص ۲۴۶۔

(۱) اگر قرآن نمازی کے سامنے لٹک رہا ہو تو نماز میں کوئی مضائقہ نہیں۔ (ہدایہ ج ا ص ۱۳۸)

(۲) اگر قرآن پاک کو دیکھا اور اس تحریر کو دل میں سمجھ بھی لیا تو نماز فاسد نہیں۔ (ہدایہ ص ۱۳۸، عالمگیری ص ۵۳، ط ہند)

(۳) اگر قرآن پاک کو دیکھا اور زبان سے پڑھا بھی مگر ایک آیت سے کم پڑھا تو بھی نماز فاسد نہیں۔ (عالمگیری ص ۵۳) کیونکہ ان سب صورتوں میں نمازی کا عمل عمل قلیل ہے نہ کہ کثیر۔

(۴) اگر ایک شخص کو قرآن بالکل یاد نہیں اس نے قرآن نماز میں اٹھایا اور پڑھا اور بدلتا رہا تو اس اٹھانے اور اوراق الٹنے کے عمل کثیر کی وجہ سے نماز فاسد ہو جائے گی۔ (ہدایہ ج ا ص ۵۰۲، ۱۳۷)

(۵) اگر قرآن سے دیکھ کر پڑھا اور تعلیم حاصل کی تو یہ تعلیم و تعلم عمل کثیر ہو کر مفسد نماز ہے۔ (ہدایہ ص ۱۳۷، عالمگیری ص ۵۳) اس کو یوں سمجھئے کہ عام تلاوت اور تعلیم و تعلم میں یہ فرق ہوتا ہے کہ تعلیم و تعلم میں ہجے ہوتے ہیں متواتر پڑھنا نہیں ہوتا اَلْ حَ مْ دُ اور یہ تعلیم و تعلم مفسد نماز ہے نہ قرآن کی طرف نظر مفسد ہے نہ تلاوت قرآن مفسد ہے بلکہ وہ فرض ہے۔ ہاں اگر کوئی شخص حافظ قرآن ہو اور عمل قلیل سے استعانت حاصل کرے تو مفسد نہیں۔

عورت کے بارہ میں احادیث میں اختلاف ہے۔ صحیح مسلم ج ا ص ۱۹۷ حدیث ابو ہریرہؓ مرفوع میں ہے کہ عورت نمازی کے سامنے آئے تو نمازی کی نماز ٹوٹ جاتی ہے ابو داؤد ابن ماجہ باب ما یقطع الصلوٰۃ میں ابن عباسؓ کی مرفوع حدیث ہے کہ حائضہ عورت سامنے آئے تو نماز ٹوٹ جاتی ہے اور مسند احمد میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرفوع روایت ہے کہ عورت آگے آئے تو نماز ٹوٹ جاتی ہے رجالہ ثقات مجمع الزوائد ج ا ص ۱۶۶ اعلاء ج ۵ ص

۳۷ زیلعی ج ۲ص ۷۸اس کے برخلاف بخاری ج اص ۵۶ مسلم ج اص ۱۹۷حضرت عائشہؓ کا آگے لیٹنا اور بخاری ج اص ۷۴ مسلم ج اص ۱۹۸ پر حضرت میمونہ کا حائضہ ہونے کی حالت میں آگے لیٹنا ثابت ہے۔ یہ دونوں قسم کی احادیث متعارض ہیں۔اس لئے علماء ان میں یہ تطبیق دیتے ہیں کہ اصل نماز تو نہیں ٹوٹتی البتہ نماز کا خشوع ختم ہو جاتا ہے کیونکہ التفات عن اللہ قاطع خشوع ہے۔زیلعی ج ۲ص ۸۸۔۸۹یعنی نصب الرایہ۔ اب کوئی منکر حدیث احادیث کا یوں مذاق اڑائے کہ مسلمان خدا کی عبادت یوں کرتے ہیں کہ اپنی حیض کے خون سے آلودہ بیوی کو آگے لٹاتے ہیں۔ اس کے پاؤں کو سجدہ سے پہلے ہاتھ لگاتے ہیں۔اس کو سجدہ بھی کرتے ہیں۔اور اس کو مٹھی چاپی بھی کرتے ہیں تو یہ ایک خبث باطن کی دلیل ہے۔

پہلا جھوٹ

کہ فقہ حنفی میں نماز کے وقت عورت ننگی کر کے سامنے بٹھانا ضروری ہے یہ بالکل جھوٹ ہے مسئلہ تو اچانک نظر کا ہے آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں عورت ساری پردے کا مقام ہے جب اس کو ہاتھ لگانے سے نماز نہیں ٹوٹتی تو نظر سے کیسے ٹوٹ جائے گی یہ عمل قلیل ہے مفسد نماز نہیں۔مثال سے سمجھیئے روزہ کی حالت میں کھانا پینا حرام ہے کھانے پینے سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے اور قضاء کے ساتھ کفارہ بھی لازم آتا ہے لیکن کھانا پینا سامنے رکھا ہو۔روزے دار کی نظر بھی پڑے اور دل میں کھانے کی خواہش بھی آجائے تو بھی اتنی بات سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔مذہب حنفی میں تو اگر عورت مرد کے برابر جماعت میں کھڑی ہو جائے تو نماز فاسد ہو جاتی ہے۔

اخبرنا ابو حنیفة عن حماد عن ابراهیم قال اذا صلت المرأة الیٰ جانب الرجل وکانا فی صلوٰة واحدة فسدت صلوته . کتاب الآثار امام محمدؒ ص ۲۷

وقال به نأخذ وهو قول ابي حنيفة۔

آپ حضرات سے گزارش ہے کہ مندرجہ ذیل مسائل کا جواب حدیث صحیح صریح غیر معارض سے پیش فرمائیں۔

(۱۔۳۲۴) ایک شخص نماز پڑھ رہا تھا اچانک سامنے کتا کتیا حالت جفتی میں آگئے۔ نمازی کی نماز ٹوٹ گئی یا نہیں۔

(۲۔۳۲۵) ایک شخص نماز پڑھ رہا تھا اچانک سامنے نظر پڑی تو ایک جوڑا زنا میں مصروف تھا نماز ٹوٹ گئی یا نہیں۔

(۳۔۳۲۵) نماز پڑھتے ہوئے اپنی یا کسی غیر کی شرمگاہ پر نظر پڑ جائے تو نماز ٹوٹ جاتی ہے یا نہیں۔

(۴۔۳۲۶) مرد نماز پڑھ رہا تھا کہ بیوی نے اس کا بوسہ لے لیا تو نماز ٹوٹ گئی یا نہیں۔

(۵۔۳۲۷) بیوی نماز پڑھ رہی تھی مرد نے بوسہ لے لیا۔ نماز ٹوٹ گئی یا نہیں۔

(۶۔۳۲۸) ماں نماز پڑھ رہی تھی بچے نے گود میں پیشاب کر دیا نماز ٹوٹ گئی یا نہیں۔

(۷۔۳۲۹) ماں نماز پڑھ رہی تھی بچے نے آ کر چھاتی سے دودھ پینا شروع کر دیا۔ نماز ٹوٹ گئی یا نہیں۔

(۸۔۳۳۰) عورت نماز پڑھ رہی تھی ہنڈیا ابل گئی اور خراب ہونے لگی وہ نماز توڑ کر ہنڈیا کو درست کر لے یا نہیں۔

(۹۔۳۳۱) عورت نماز پڑھ رہی تھی کتا دودھ کے برتن سے ڈھکنا اتارنے لگا وہ نماز توڑ کر دودھ سنبھال لے یا نہیں۔

(۱۰۔۳۳۲) ایک آدمی نماز پڑھ رہا تھا دوسرا اس کی جوتی لے بھاگا یہ نماز توڑ کر جوتی حاصل کر لے یا نہ۔

(۱۱۔۳۳۳) ایک شخص نماز پڑھ رہا تھا غیر محرم عورت کے گانے کی آواز کان میں آ رہی ہے اور گانا سمجھ بھی آ رہا ہے نماز ٹوٹی یا نہ۔

(۱۲۔۳۳۴)ایک عورت نماز پڑھ رہی تھی بچے نے اس کی اوڑھنی کھینچ کر پھینک دی اب عورت کی نماز ٹوٹ گئی یا نہیں۔

(۱۳۔۳۳۵)عورت نماز پڑھ رہی ہے اور جوئیں بھی مار مار کر پھینک رہی ہے۔اس کی نماز ٹوٹ گئی یا نہیں۔

نوٹ: مندرجہ بالا مسائل کا جواب حدیث صحیح صریح غیر معارض سے دیا جائے ورنہ قابل قبول نہیں ہوگا۔

حصہ یازدہم

(۱۔۳۳۶)اس ملک میں بارہ سو سال سے اسلام آیا ہوا ہے مگر سب لوگ زیر ناف ہاتھ باندھ کر نماز پڑھا کرتے تھے انگریز کے دور میں جہاد کو حرام قرار دینے کے لئے الاقتصاد رسالہ لکھ کر جاگیر حاصل کرنے والے نے مساجد میں فساد کے لئے اشتہار دیا کہ زیر ناف ہاتھ باندھنے کی آیت یا حدیث صحیح متفق علیہ قطعی الدلالتہ پیش کرو فی حدیث دس روپے انعام۔ جب خود ان سے ثبوت مانگا گیا اور فی حدیث وآیۃ بیس روپے انعام کا اشتہار دیا گیا تو کہا گیا۔ قرآن حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ آیت ﴿فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ﴾ کا معنی کرتے ہیں کہ نماز پڑھو اور سینہ پر ہاتھ باندھو۔

(فتاویٰ علماء حدیث ج ۳ص ۹۵ فتاویٰ ثنائیہ ج اص ۴۴۳)

(۲۔۳۳۷) سینے پر ہاتھ باندھنے کی (تا وفات نماز میں) روایات بخاری مسلم اور ان کی شروح میں بکثرت ہیں (فتاویٰ علماء حدیث ج ۳ص ۹۱) حالانکہ نہ بخاری میں حدیث نہ مسلم میں۔اور نہ ہی تا وفات کا لفظ کسی شرح میں ہے یہ ایسا جھوٹ ہے جیسا مرزا نے کہا کہ صحیح بخاری میں ہے کہ آسمان سے آواز آئے گی هذا خليفة الله المهدى۔

(۳۔۳۳۸) صحیح بخاری میں بھی ایک ایسی حدیث آئی ہے (کہ حضورؐ ہاتھ سینے پر

باندھتے تھے) فتاویٰ اہل حدیث ج ۱ ص ۹۳۔

(۳۳۹-۴) صحیح ابن خزیمہ میں سینہ پر ہاتھ باندھنے کی حدیث اس سند سے ہے۔
عن عفان عن همام عن محمد بن حجاده عن عبدالجبار بن وائل عن علقمه بن وائل ومولیٰ لهم عن ابيه ۔فتاویٰ علماء حدیث ج ۱ ص ۱۹۱ اس جھوٹ کی مثال نہ مرزا قادیانی کی کتابوں میں ملتی ہے اور نہ سوامی دیانند کی کتابوں میں۔

(۳۴۰-۵) ابن خذیمہ نے مندرجہ بالا حدیث کو صحیح کہا ہے۔
(فتاویٰ علماء حدیث ج ۳ ص ۹۳)

(۳۴۱-۶) سینے پر ہاتھ باندھنے کی (مذکورہ بالا) حدیث صحیح ہے۔
(بلوغ المرام ص فتاویٰ علماء حدیث ج ۳ ص ۹۵ ثنائیہ ص ۹۵)

(۳۴۲-۷) ہدایہ میں اس کو صحیح کہا ہے اختلاف امت کا المیہ ص ۹۶)

(۳۴۳-۸) یہ سینہ پر ہاتھ باندھنے والی حدیث صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۷۳ ابن ماجہ ص ۶۲ دارمی ص ۱۰۷ دار قطنی ج ۱ ص ۱۱۸ ابوداؤد ج ۱ ص ۱۹۳ جز بخاری ص ۱۴ مسند احمد ج ۳ ص ۱۴۷ کتاب الام ج ۸ ص ۱۸۶ جز سبکی ص ۳ مشکوۃ پر ہے۔ اثبات رفع یدین ص ۲۰ یہ دس کتابوں پر جھوٹ ہے۔

(۳۴۴-۹) مسند احمد میں ہے۔یضع یده علیٰ صدره (مسند احمد ص)
(فتاویٰ علماء حدیث ج ۳ ص ۹۳)

(۳۴۵-۱۰) زیرناف ہاتھ باندھنے کی حدیث ضعیف ہے (شرح وقایہ)
(اختلاف امت کا المیہ ص ۹۶)

(۳۴۶-۱۱) زیرناف ہاتھ باندھنے کی حدیث ضعیف ہے۔
(ہدایہ ص ۳۵۰ اختلاف امت کا المیہ ص ۹۶)

(۳۴۷-۱۲) ہارون رشید کا ازار بند کھل گیا تھا اس نے ازار بند باندھا تو امام ابو

یوسف نے فتویٰ دیا کہ آئندہ نماز میں ہاتھ ناف کے نیچے باندھا کرو۔

(۱۳۔۳۴۸) حنفی نماز میں ہاتھ آلہ تناسل پر باندھتے ہیں۔ (قول حق ص ۵۴)۔

(۱۴۔۳۴۹) مقام ستر پر ہاتھ باندھنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ قیاس ابلیس تشہد میں ہاتھ رانوں پر۔ ان سب جھوٹوں پر پردہ ڈالنے کے لئے تم فرق سینہ و ناف کا حدیث میں دکھاؤ۔

قاضی عبدالاحد خانپوری کی شہادت

اس زمانہ کے جھوٹے اہلحدیث مبتدعین مخالفین سلف صالحین جو درحقیقت ماجآء به الرسول سے جاہل ہیں۔ وہ الرسول اس صفت میں وارث اور خلیفہ ہوئے ہیں شیعہ اور روافض کے جس طرح شیعہ پہلے زمانوں میں باب اور دہلیز کفر و نفاق کے تھے اور ملاحدہ اور زنادقہ کا مدخل تھے اسلام کی طرف اسی طرح یہ جاہل بدعتی اہلحدیث اس زمانہ میں باب اور دہلیز اور مدخل ہیں۔ ملاحدہ اور زنادقہ منافقین کے۔ بعینہ مثل اہل تشیع کے۔ دیکھو ملاحدہ نیچریہ جو کفار ہیں اور منافقین ہیں وہ بھی انہیں کے باب و دہلیز اور مدخل سے داخل ہوئے اور انہیں کو گمراہ کر کے ان سے اپنا حصہ مفروض کامل اور وافی مثل شیطان کے لے گئے۔ پھر ملاحدہ مرزائیہ قادیانیہ نکلے تو انہوں نے بھی انہیں کے باب اور دہلیز اور مدخل سے داخل ہونا اختیار کیا اور جماعت کثیرہ کو ان میں سے مرتد اور منافق بنا دیا۔ اور جب ملاحدہ زنادقہ چکڑالویہ نکلے تو وہ بھی انہیں کے دہلیز اور دروازہ سے داخل ہوئے اور ایک خلق کو انہوں نے مرتد بنا دیا۔ اور جب یہ مولوی ثناء اللہ خاتمۃ الملحدین نکلا تو وہ بھی انہیں جہال اہلحدیث کے باب اور دہلیز میں داخل ہو کر کیا جو کیا۔ مقصود یہ ہے کہ رافضیوں میں ملاحدہ تشیع ظاہر کر کے حضرت علیؓ اور حضرت حسینؓ کی غلو کے ساتھ تعریف کر کے سلف کو ظالم کہہ کر گالی دیں اور پھر جس قدر الحاد و زندقہ پھیلا دیں کوئی پرواہ نہیں۔ اسی طرح ان جہال بدعتی کاذب اہل حدیثوں میں کوئی ایک دفعہ رفع یدین کرے اور تقلید کا رد کرے اور سلف کی ہتک کرے

مثل امام ابو حنیفہؒ کے جنکی امامت فی الفقہ اجماع کے ساتھ ثابت ہے اور پھر جس قدر کفر بد اعتقادی اور الحاد و زندیقیت ان میں پھیلاوے بڑی خوشی سے قبول کرتے ہیں اور ایک ذرہ چیں بچیں بھی نہیں ہوتے اگر چہ علماء اور فقہاء اہل سنت ہزار دفعہ ان کو متنبہ کریں ہرگز نہیں سنتے۔ سبحان اللہ ما اشبہ اللیلۃ بالبارحۃ اور سر اس کا یہ ہے کہ وہ مذہب وعقائد اہل السنّت والجماعت سے نکل کر اتباع سلف سے مستنکف و مستکبر ہو گئے ہی فافھم و تدبرّ۔ کتاب التوحید والسنۃ ج ا ص ۲۶۲ غیر مقلد۔

نمبر ۲: مولانا محمد حسین بٹالوی فرماتے ہیں پچیس برس کے تجربہ سے ہم کو یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ جو لوگ بے علمی کے مجتہد اور مطلق تقلید کے تارک بن جاتے ہیں وہ بالآخر اسلام کو ہی سلام کر بیٹھتے ہیں ان میں سے بعض عیسائی ہو جاتے ہیں۔ بعض لا مذہب جو کسی دین و مذہب کے پابند نہیں رہتے اور احکام شریعت سے فسق وخروج تو آزادی کا ایک ادنیٰ کرشمہ ہے۔ ان فاسقوں میں بعض تو کھلم کھلا جمعہ جماعت اور نماز روزہ چھوڑ بیٹھتے سود و شراب سے پرہیز نہیں کر سکتے اور بعض جو کسی مصلحت دنیوی کی وجہ سے فسق ظاہری سے بچتے ہیں وہ فسق خفی میں سرگرم رہتے ہیں۔ ناجائز طور پر عورتوں کو نکاح میں پھنسا لیتے ہیں۔ کفر و ارتداد اور فسق کے اسباب دنیا میں اور بھی بکثرت ہیں مگر دین داروں کے بے دین ہو جانے کے لئے بے علمی کے ساتھ ترک تقلید بڑا بھاری سبب ہے۔ گروہ اہل حدیث میں جو بے علم یا کم علم ہو کر ترک مطلق تقلید کے مدعی ہیں وہ ان نتائج سے ڈریں اس گروہ کے عوام آزاد اور خود مختار ہو جاتے ہیں۔ اشاعۃ السنۃ ۱۸۸۸ء۔

نمبر ۳: مولانا محبوب احمد صاحب امرتسری لکھتے ہیں جہاں تک مجھے علم ہے وہ یہ ہے کہ امرتسر و گردونواح میں جس قدر مرتد عیسائی ہیں یہ پہلے غیر مقلد ہی تھے۔ الکتاب المجید ص ۸

نمبر۴: مولانا محمد لکھوی صاحب اپنی کتاب رد نیچری ص ۱۱ میں فرماتے ہیں۔

ابلیس ہزاراں سالاں کوشش کر کے خلق پھٹائی
انہاں چھ ست سالاں دیو چہ کیتی اس تھیں ودھ کمائی
ابلیس نادان بے علماں نوں وچ گمراہی پایا
اینہاں اہل علم دا کر ختاس دین ایمان گوایا
اکثر غیر مقلد خالی مگر انہاں دے لگے
جنہاں اندر دین غلویا سستی عادت پکڑی اگے
گھر بیٹھے جمع نمازاں کر دے سفر تے عذر ورائیں
چھ ست کوہاں تے پڑھن دوگانہ سستی جنہاں ادائیں
تقلید مذاہب اہل سنت چھڈ لگے مگر انہاں دے
اس مذہب تھیں بہتر ہین مقلد سے درجیاندے
ایہہ مالیخولیا گنوں یا خبطی کردا مذہب بازی
نہ ہک مذہب تے ٹھہرے نت تلبیس کماوے تازی

نوٹ: انگریز کے دور سے پہلے کا کسی غیر مقلد کا نہ ترجمہ قرآن ہے نہ ترجمہ حدیث۔ اور نہ ہی ان کی کوئی نماز کی کتاب ہے۔

حصہ دوازدہم

ابھی ابھی ایک فوٹو سٹیٹ کاغذ پر نظر پڑی جس کا عنوان ہے۔ اپنے علماء کرام سے وضاحت اور دلی اطمینان کے لئے دس سوال منجانب ادارہ تحفظ حقوق اہل السنّت والجماعت پاکستان۔ سوال پڑھنے سے پتہ چلتا ہے کہ کسی بزدل منافق لامذہب نے اہل السنّت والجماعت میں فتنہ ڈالنے کے لئے اپنے آپ کو اہل السنّت والجماعت ظاہر کر کے یہ دجل فریب کیا ہے کیونکہ یہ فوٹو سٹیٹ پھیلانے والا اہل السنّت والجماعت کے مذہب سے اتنا ہی جاہل ہے جتنا سوامی دیانند قرآن سے اور

پادری فانڈر اسلام سے جاہل تھا۔ کیونکہ پوری دنیا کے اہل السنّت والجماعت اس کے قائل ہیں کہ فقہی مسائل کا ثبوت (اصول اربعہ) چار دلیلوں سے ہوتا ہے۔

نمبر۱: کتاب اللہ۔　نمبر۲: سنت رسول اللہ۔

نمبر۳: اجماع امت۔　نمبر۴: قیاس شرعی

یہ بات اہل سنت والجماعت کی اصول فقہ کی ہر کتاب میں موجود ہے۔ بلکہ نواب صدیق حسن نے السحاب المرکوم ص ۳۲۴ وص ۶۰ ۷ اور ثناء اللہ امرتسری نے اہل حدیث کا مذہب ص ۴۳ پر بھی یہی لکھا ہے اس لئے سائل کا اپنے آپ کو اہل السنّت والجماعت کہنا ایسا ہی جھوٹ ہے جیسا مرزا قادیانی کا اپنے کو مسلمان۔ جس طرح ختم نبوت کا منکر مسلمان نہیں کہلا سکتا اسی طرح اجماع امت اور قیاس شرعی کا منکر ہرگز ہرگز اہل السنّت والجماعت نہیں۔ اگر سائل میں ذرہ بھر بھی حیا و شرم ہے تو اہل السنّت والجماعت کی اصول فقہ کی کسی معتبر کتاب سے اجماع اور قیاس شرعی کے منکر کا اہل السنّت والجماعت ہونا ثابت کرے لیکن یہ منافق قیامت تک اپنا اہل السنّت والجماعت ہونا ثابت نہیں کر سکتا۔ جس طرح یہ جاہل اہل السنّت والجماعت کے معنی سے جاہل ہے اسی طرح یہ سوال کے معنے بھی جاہل۔ کیونکہ سوال ہمیشہ مدعی کے دعوی پر کیا جاتا ہے جس طرح کوئی جاہل یہ سوال کرے گا کہ ظہر کی رکعتوں کی تفصیل صرف قرآن پاک سے دکھاؤ تو یہ سوال غلط ہے کیونکہ سوال کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ اہل سنت والجماعت علماء فلاں مسئلہ کا ثبوت اپنے دعویٰ کے موافق چاروں شرعی دلیلوں میں سے کسی دلیل سے پیش کریں۔ تو اہل السنّت والجماعت عالم کا فرض ہے کہ کتاب اللہ یا سنت رسول اللہ یا اجماع امت یا قیاس شرعی سے اس مسئلہ کا ثبوت پیش کرے۔

(۱۔۳۵۰) نماز میں عورتوں کا سینے پر ہاتھ باندھنا اجماع امت سے ثابت ہے (الفقہ علیٰ مذاہب اربعہ) اور مرد کا ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا حدیث علیؓ

کے مطابق سنت ہے۔ (مسند احمد۔ ب۔ اب لامذہب کوئی ایک آیۃ یا حدیث صحیح صریح پیش کرے کہ عورت و مرد کی نماز میں کوئی فرق نہیں۔ ج۔ کوئی لامذہب ناف کے علاوہ کسی جگہ ہاتھ باندھنے کی حدیث میں سنت کا لفظ دکھادے۔

(۲۔۳۵۱) دعائے قنوت سے پہلے رفع یدین کرنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے (جزر فع یدین بخاری) اور ابراہیم نخعی کا فتویٰ ہے۔ (طحاوی) اور عہد صحابہ تابعین تبع تابعین میں کسی نے اس پر انکار نہیں کیا تو گویا اجماع ہے۔ اور نسائی شریف میں حدیث ہے کہ نماز میں حالت قیام میں آنحضرت ہاتھ باندھا کرتے تھے قنوت بھی حالت قیام میں ہے اس لئے اس حدیث کے موافق حنفی ہاتھ باندھتے ہیں ب۔ اب اس لامذہب میں اگر جرأت ہے تو قرآن حدیث سے قنوت سے پہلے رفع یدین کا منع ہونا ثابت کردے۔ ج ۔اب یہ لامذہب رکوع کے بعد کی دعا کی طرح ہاتھ اٹھا کر قنوت پڑھنا اور منہ پر ہاتھ پھیر کر سجدہ میں جانا کسی آیت یا حدیث سے ثابت کردے۔

(۳۔۳۵۲) جس طرح قرآن پاک میں ﴿فَاقْرَؤُا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ﴾ کا حکم ہے۔ اب سات قرأتوں میں سے جس ایک قرأت پر بھی ساری عمر کوئی قرآن کی تلاوت کرے وہ اسی آیت پر عمل ہے۔ اسی طرح عامی کو حکم ہے ﴿فَاسْئَلُوا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ اب وہ ائمہ اربعہ میں سے جس کی بھی تقلید کرے گا وہ قرآن کی اسی آیت پر عمل ہے۔ اسی پر اجماع ہے۔

ب۔ اب یہ لامذہب بتائے کہ ساری عمر ایک قرأت پر قرآن پڑھنا کفر و شرک ہے یا حرام۔ قرآن و حدیث سے ثابت کرے۔

ج۔ عامی پر مجتہد کی تقلید شخصی کا کفر، شرک یا حرام ہونا کسی ایک آیت قرآنی یا

ایک ہی صحیح صریح غیر معارض حدیث سے ثابت کرو۔

(۴۔۳۵۳) تقلید ایک اصطلاحی لفظ ہے صرف نحو۔ اصول حدیث۔ اصول تفسیر۔ اصول فقہ کی جتنی بھی اصطلاحیں ہیں ان میں سے کوئی بھی ان خاص معنوں میں قرآن و حدیث میں استعمال نہیں ہوئیں۔ ہاں ان کا استعمال اجماع سے ثابت ہے۔

ب۔ اب لامذہب قرآن و حدیث سے اپنے فرقہ کا نام ''اہل حدیث'' دکھائے یا یہ نام چھوڑ دے۔

ج۔ قرآن و حدیث سے انسان کے لئے لفظ تقلید کا منع ہونا ثابت کرے ورنہ اپنی طرف سے منع کر کے بے دین نہ بنے۔

د۔ یہ لامذہب اصول حدیث کے تمام اصطلاحی الفاظ قرآن و حدیث سے دکھائے ورنہ تمام اصول حدیث کو چھوڑ دے۔ ورنہ اس قسم کے دجل و فریب سے باز رہے۔

(۵۔۳۵۴) جی ہاں عورت کو سمٹ کر سجدہ کرنے کا حکم ہے اور یہ حدیث شریف میں ہے۔ دیکھو مسند امام اعظمؒ۔ مراسیل ابوداؤد۔ بیہقی۔ ابن ابی شیبہ۔ یہ لامذہب ان احادیث کا بھی منکر ہے۔

ب۔ اب لامذہب کو چاہیئے کہ وہ صرف ایک آیت یا حدیث صحیح صریح پیش کرے کہ مرد اور عورت کی نماز میں کوئی فرق نہیں خصوصاً سجدہ کے بارے میں۔

(۶۔۳۵۵) مسئلہ یہ ہے کہ جب تک نفاس کا خون جاری نہ ہو یا پیدائش نہ ہو جائے نماز فرض ہے یہ مسئلہ حدیث کا ہے۔

ب۔ اب یہ لامذہب ایک آیت یا حدیث پیش کرے کہ نفاس کا خون آنے سے قبل ہی نماز کی فرضیت ساقط ہو جاتی ہے۔

(۷۔۳۵۶) حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ گاؤں میں جمعہ فرض نہیں (عبدالرزاق ابن ابی شیبہ)

ب۔اب یہ لامذہب صرف ایک آیت یا ایک حدیث صحیح صریح پیش کریں کہ فلاں گاؤں میں حضور علیہ السلام کے حکم سے جمعہ جاری ہوا تھا۔

(۸۔۳۵۷)امام صاحبؒ کو پانچ لاکھ احادیث یاد تھیں۔ کتاب الوصیہ۔احکام کی چالیس ہزار احادیث آپ کو یاد تھیں۔ ذیل الجواہر ص ۴۷۴ ان میں سے چار ہزار متون آپ کو حفظ تھے۔مناقب موفق۔

ب۔اب یہ لامذہب اپنے کسی لامذہب کا اتنا حافظ ہونا ثابت کرے۔

(۹۔۳۵۸) کتاب وسنت میں عامی کو مجتہد کی طرف رجوع کا حکم موجود ہے مگر سوائے ائمہ اربعہ کے کسی کا مذہب مکمل مدون ہی نہیں ہوسکا اس لئے عامی کے لئے ان چار کے سوا کسی اور مجتہد کی طرف تمام مسائل میں رجوع ممکن ہی نہیں۔ اسی پر تمام اہل السنّت والجماعت کا اجماع ہے۔یہ خدا کا امر تکوینی ہے۔

ب۔اب یہ لامذہب بتائے کہ سات قرأتیں جو متواتر ہیں ان سات قاریوں کے نام بنام حکم کس حدیث میں ہے کہ ان کی قرأت پر قرآن پڑھنا۔

ج۔لامذہب یہ بھی بتائے کہ صحاح ستہ سے پہلے اسلام مکمل تھا یا نہیں۔کیا حضور علیہ السلام نے ان اماموں کا نام لے کر حکم دیا کہ ان کی کتابوں کو صحاح ستہ کہنا۔ان کو چھوڑنے والا اسلام کو چھوڑنے والا ہوگا۔یہ حدیث لاؤ ورنہ دجل وفریب سے باز آؤ۔

مناظرہ طے کرنے کے لئے ضروری باتیں

(۱) مناظرہ کی تحریر جماعت کے ذمہ دار افراد صدر وغیرہ کے پیڈ یا فل سکیپ کاغذ پر ہوگی۔

(۲) چیلنج دہندہ۔مناظر کا چیلنج قبول کرنے والوں کے عہدے مع مکمل پتے و دستخط جو شناختی کارڈ پر ہوں صاف صاف ہوں گے۔

(۳) نام مناظرہ مابین اہل السنّت والجماعت حنفی (حدیث+اجماع) سے یہ نام

ثابت کریں۔

(۴) دعویٰ۔ مدعی اپنا دعویٰ ایسی کتاب کے حوالہ سے لکھے جوان کی جماعت میں مسلم ہو۔

(۵) دعویٰ میں حکم کی صراحت ہو کہ یہ فرض۔ واجب۔ سنت۔ نفل۔ مباح۔ مکروہ حرام کیا ہے۔ بحوالہ کتاب معتبر۔

(۶) اس حکم کی جامع مانع تعریف اپنے مذہب کی کتاب سے۔

(۷) اس حکم کے منکر اور تارک کا حکم بحوالہ کتاب۔

(۸) دلائل اہل سنت۔ کتاب اللہ۔ سنت رسول اللہ۔ اجماع امت۔ قیاس شرعی۔ تحقیقی دلائل اور غیر مقلدین کی کتاب بطور الزامی دلیل۔

(۹) دلائل لامذہب۔ قرآن۔ حدیث لامذہب کی مرتب کردہ کتاب سے۔ کسی امتی کا قول پیش نہیں کرے گا۔ تحقیقی دلائل اور فقہ حنفی کا مفتیٰ بہ قول بطور الزامی دلیل۔

(۱۰) سوال کی تین قسمیں جائز ہوں گی۔ منع۔ نقض۔ معارضہ۔

(۱۱) جگہ غیر جانبدار ہو گی۔

(۱۲) مناظرہ دو گھنٹے۔

مسائل قربانی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مندرجہ ذیل مسائل میں۔ نوٹ۔ ہر سوال کا جواب قرآن پاک کی صحیح صریح آیت یا حدیث صحیح صریح غیر معارض سے دیا جائے۔ ورنہ جواب قابل قبول نہیں ہو گا۔

(۱۔۳۵۹) قربانی فرض ہے یا واجب یا سنت یا نفل۔ صریح حکم قرآن و حدیث سے دکھائیں۔

(۲۔۳۶۰) اگر قربانی نہ فرض ہے نہ واجب نہ سنت نہ نفل۔ تو جن محدثین نے اس کا

حکم لکھا ہے (فرض یا واجب) وہ بدعتی ہیں یا کیا۔

(۳۔۳۶۱) قربانی کرنے والے میں کون کون سی شرائط ہونی چاہئیں۔ صاف قرآن حدیث سے دکھائیں۔

(۴۔۳۶۲) ضروریات سے کتنے پیسے زائد ہوں تو قربانی کرنا ضروری ہوتا ہے۔ صاف قرآن وحدیث سے دکھائیں۔

(۵۔۳۶۳) وہ کون کون سی ضروریات ہیں جن کی قیمت کا حساب نہیں لگایا جائے گا۔ جواب قرآن وحدیث سے دیں۔

(۶۔۳۶۴) زمین۔ مکان۔ دوکان۔ بس۔ ٹرک کی قیمت کا حساب ہوگا یا آمدنی کا۔ جواب بالا شرائط کے ساتھ۔

(۷۔۳۶۵) جو مسلمان وسعت کے باوجود قربانی نہ کرے اس کو شرعی عدالت کتنے کوڑے حد لگائے گی۔

(۸۔۳۶۶) جو بکری۔ اونٹ۔ گائے چار۔ چھ۔ آٹھ دانت والا ہو اس کی قربانی کس حدیث سے جائز ہے۔

(۹۔۳۶۷) بھینس کا دودھ پینا۔ دہی۔ مکھن۔ گھی کھانا۔ لسی پینا۔ گوشت کھانا کسی صحیح صریح حدیث سے ثابت کریں۔

(۱۰۔۳۶۸) بھینس کی قربانی کا جائز یا ناجائز ہونا قرآن وحدیث سے بالوضاحت بیان فرمائیں۔

(۱۱۔۳۶۹) گائے۔ بھینس اونٹ وغیرہ کے حصوں میں کسی حنفی دیوبندی یا بریلوی کا حصہ شامل کرنا جائز ہے یا ناجائز۔

(۱۲۔۳۷۰) کیا عید قربان کے دن مرغے کی قربانی جائز ہے تو اس کی کتنی عمر ہونی چاہیئے جواب حدیث سے دیں۔

(۱۳۔۳۷۱) مرغی۔ بطخ۔ چڑیا کے انڈے کی قربانی جائز ہے یا نہیں۔ جواب صریح

حدیث سے دیں۔

(۱۴_۳۷۲) گھوڑے کی قربانی جائز ہے تو اس میں کتنے حصے دار شریک ہو سکتے ہیں (گھوڑے کا کتنا اور کیا ضروری ہے)

(۱۵_۳۷۳) بجو کی قربانی جائز ہے تو کتنے حصہ دار شریک ہو سکتے ہیں اس میں۔

(۱۶_۳۷۴) زید فوت ہو گیا اُس نے (بیوی۔ بیٹا۔ گائے) بیوی۔ بیٹا۔ گائے چھوڑی۔ ماں بیٹے نے گائے کی قربانی دے دی جائز ہے یا نہیں۔

(۱۷_۳۷۵) حصے داروں کا گوشت تول کر تقسیم کرنا چاہئے یا اندازے سے حدیث شریف میں کیا حکم ہے۔۔۔۔۔

(۱۸_۳۷۶) کیا قربانی کا گوشت کسی حنفی دیوبندی یا بریلوی کو دینا جائز ہے۔ جواب صریح حدیث سے دیں۔

(۱۹_۳۷۷) عید الاضحیٰ کے دن حنفیوں نے عید پڑھ لی تھی ابھی اہلحدیثوں نے نماز نہیں پڑھی تھی کسی اہلحدیث نے یہ سن کر کہ عید کی نماز ہو چکی ہے اپنی قربانی ذبح کر لی تو اس کی قربانی ہو گئی یا نہیں۔ جواب حدیث سے دیں۔

(۲۰_۳۷۸) نماز عید پڑھ لی تھی اور قربانیاں ذبح کر لیں بعد میں پتہ چلا کہ امام نے بے وضو عید پڑھائی تھی۔ قربانیاں دوبارہ کرنا پڑیں گی یا نہیں۔

(۲۱_۳۷۹) قربانی کا جانور کسی حنفی دیوبندی یا بریلوی نے ذبح کر دیا قربانی جائز ہے یا نہیں۔

(۲۲_۳۸۰) قربانی کے جانور میں کسی بے نمازی کا حصہ شامل کر لیا قربانی سب کی ہو گئی یا نہیں۔

(۲۳_۳۸۱) اگر کسی جانور کے تیسرا حصہ کان کٹے ہوئے ہوں تو اس کی قربانی جائز ہے یا نہیں۔

(۲۴_۳۸۲) جس جانور کے پیدائشی کان نہ ہوں اس کی قربانی جائز ہے یا نہیں۔

(۲۵۔۳۸۳) حضرت عمرؓ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ۔ حضرت علیؓ۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ۔ حضرت انسؓ۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ قربانی کے تین دن ہیں جبکہ اہلحدیث چار دن کے قائل ہیں تو کیا مندرجہ بالا صحابہ کرام حدیث کو نہیں مانتے تھے انہوں نے یہ فتویٰ اپنی رائے سے دیا یا کیا۔ اور جن کو چار دن والی حدیث یاد تھی انہوں نے یہ حدیث (چار دن والی) ان صحابہؓ (قائلین ۳ دن) کو کیوں نہ سنائی کیا صحابہ کرام حدیث کے مقابلہ میں اپنی رائے پر عمل کرتے تھے۔

(۲۶۔۳۸۴) ایک قربانی کے جانور کی دم کٹی ہوئی ہے اس کی قربانی جائز ہے یا نہیں جواب صحیح حدیث سے دیں۔

(۲۷۔۳۸۵) جو جانور خصی نہ ہو اس کی قربانی جائز ہے یا ناجائز۔ جواب حدیث صحیح سے دیں۔

(۲۸۔۳۸۶) جس جانور کے پیدائشی دانت نہ ہوں اس کی قربانی جائز ہے یا ناجائز۔

(۲۹۔۳۸۷) گائے کو ذبح کرنے کے لئے لٹایا۔ گائے قابو نہیں آرہی تھی۔ اتفاقاً ذبح سے پہلے چھری گائے کی آنکھ میں لگ گئی اور وہ کانی ہوگئی تو اب اس کی قربانی جائز ہے یا نہیں۔

(۳۰۔۳۸۸) گائے کو قربانی کے لئے لٹایا گرنے میں اس کی ٹانگ پر چوٹ لگی اور وہ لنگڑی ہوگئی اب قربانی جائز ہے یا نہیں۔

(۳۱۔۳۸۹) عید کی نماز ہوگئی اور ایک آدمی عید نہیں پڑھ سکا اب وہ قربانی کرے یا نہ کرے۔

(۳۲۔۳۹۰) ایک اہل حدیث نے حنفیوں کے پیچھے چھ تکبیروں کے ساتھ عید پڑھی اس عید کے بعد وہ قربانی کرے تو جائز ہے یا نہیں۔

(۳۳۔۳۹۱) ذبح میں کتنی رگیں کاٹنا شرعاً ضروری ہیں ان کی تعداد اور نام حدیث صحیح

صریح سے دیں۔

(۳۴_۳۹۲) قصاب کو اجرت میں گوشت دینا جائز ہے یا نہیں۔

(۳۵_۳۹۳) قربانی کا گوشت مقلدین خصوصاً حنفیوں کو دینا جائز ہے یا نہیں۔
جواب حدیث سے دیں۔

(۳۶_۳۹۴) قربانی کی کھال کے کون کون مستحق ہیں۔ کیا حنفی مدارس میں کھال دینا جائز ہے۔ جواب صحیح حدیث سے دیں۔

(۳۷_۳۹۵) کیا قربانی کی کھال امام مسجد کو تنخواہ میں دینا جائز ہے اگر کسی نے دے دی تو اس کی تلافی کا حدیث میں کیا طریقہ ہے۔

(۳۸_۳۹۶) ایک شخص نے دوسرے کی بکری بغیر اجازت قربانی کر دی بعد میں قیمت ادا کر دی۔ یہ قربانی جائز ہے یا نہیں۔

(۳۹_۳۹۷) ایک دنبہ قربانی کے لئے تھا اس کی چکی ٹوٹ گئی اس کی قربانی جائز ہے یا نہیں۔

(۴۰_۳۹۸) جذعة من ا لضأن میں جذعہ کا اطلاق دو تین ماہ کے بچے پر بھی ہوتا ہے یا نہیں۔ اس کی تفسیر حدیث مرفوع سے بیان فرمائیں۔ بھیڑ کا ایک دو ماہ کا بچہ ذبح کیا تو قربانی ہو جائے گی یا نہیں۔

یاد رکھیے ہر مسئلے کا جواب صرف آیت قرآنی یا حدیث صحیح، صریح غیر معارض سے دیں، اگر بخاری سے دکھا سکو تو زیادہ بہتر ہوگا۔

بینوا توجروا

غلط اور صحیح سوالات کا معیار

تالیف

مناظر اسلام حضرت مولانا

محمد امین صفدر

اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

غلط اور صحیح سوالات کا معیار

ہر مناظرہ میں دو مناظر ہوتے ہیں جن میں سے ایک مدعی ہوتا ہے اور دوسرا سائل جب تک یہ دونوں مناظر اپنے اپنے دائرہ میں رہیں گے تو بحث انشاء اللہ العزیز نتیجہ خیز رہے گی لیکن اگر کوئی مناظر اپنا دائرہ چھوڑ دے مثلاً مدعی بجائے دلیل یا تنبیہ کے سوالات شروع کر دے یا سائل بجائے منع نقض یا معارضہ کے نئے نئے دعوے کرنا شروع کر دے تو بحث خلط مبحث کا شکار ہو جائے گی اور نتیجہ صفر رہے گا۔

المدعی:

مدعی کی تعریف یہ ہے من نصب نفسه لا ثباتِ الحکم بالدلیل أو التنبیه (رشیدیہ ص ۱۴، ۱۵)

یعنی مدعی وہ ہے جو کسی حکم کو ثابت کرنے کے لئے دلیل یا تنبیہ سے کوشش کرے۔

السائل: دوسرا مناظر سائل ہوتا ہے اس کی تعریف یہ ہے۔ من نصب نفسه لنفیه (رشیدیہ ص ۱۶)

یعنی سائل وہ ہے جو مدعی مناظر کے دعویٰ کی نفی کے لئے کوشش کرتا ہے۔

جس طرح مدعی مناظر کا دائرہ کار صرف دو کام ہیں۔ دلیل یا تنبیہ اسی طرح سائل مناظر کے تین ہی کام ہیں۔ منع۔ نقض یا معارضہ اور صحیح سوال کی یہی تین قسمیں ہیں۔

نوٹ: اہل السنّت والجماعت کے مخالف جتنے فرقے ہیں۔ وہ اہل سنت والجماعت مناظرین سے اتنے خائف ہو چکے ہیں کہ وہ اب مدعی مناظر بننے کا حوصلہ نہیں رکھتے اور وہ اپنے غلط دعوؤں کو ثابت کرنے سے بالکل عاجز آ گئے ہیں۔ اس

لئے مناظرے کا یہ میدان بالکل چھوڑ گئے ہیں فللّٰہِ الحمد۔

مسلمانوں کے مقابلہ میں جب یہودی اور عیسائی بار بار شکست کھانے کے بعد میدان مناظرہ چھوڑ بیٹھے تو اپنے جھوٹ پر پردہ ڈالنے کے لئے انہوں نے یہ طریقہ نکالا کہ یہود و نصاریٰ کا کوئی عالم مسلمانوں کا مقابلہ نہ کرے بلکہ سکول کالج کے لڑکوں کو غلط سلط سوالات دے کر مسلمان علماء کے پاس بھیجو تاکہ وہ تو غلط سلط سوالات پوچھتے رہیں اور مسلمان عالم اگر کوئی ان کے مذہب کی بات بتائے یا پوچھے تو صرف یہ کہہ دیں کہ ہم تو ان پڑھ ہیں اور صرف تحقیق کے لئے چند سوالات پوچھنے آئے ہیں مناظرہ کرنا ہمارا مقصد نہیں ہے حالانکہ یہ جواب محض دھوکا اور فریب ہے۔ ہر شخص پر اپنے مذہب کی واقفیت پہلے فرض ہے دوسرے مذہب کی واقفیت ضروری نہیں۔ تو جب آپ اپنے مذہب سے جاہل ہیں تو پہلے اپنے مذہب کی واقفیت حاصل کرو دوسرے مذہب سے بعد میں بات کرنا۔ پھر یہ کہنا کہ ہم تو سوال کرنے آئے ہیں مناظرہ کرنے نہیں آئے یہ بھی فریب ہے جن سوالات کا مقصد کسی کے دعویٰ کا ابطال ہو وہ سوالات مناظرہ کے سوالات ہیں اور وہ سوال کرنے والا مناظر ہے وہ جان بوجھ کر اس لئے جاہل بن رہا ہے کہ کہیں شرائط مناظرہ کی پابندی نہ کرنا پڑے وہ بھی جانتا ہے کہ میں مناظرہ ہی کر رہا ہوں اور میرے سوالات مناظرانہ ہیں۔ لیکن اس مجلس میں بیٹھ کر تو کہتا ہے کہ میں مناظرہ کرنے نہیں آیا وہاں سے باہر نکل کر وہ اپنے فرقہ کو یہی بتاتا ہے کہ میں فلاں شخص کو مناظرہ میں شکست دے کر آیا ہوں یہی دوغلی پالیسی اور منافقت ان کے پروپیگنڈے کی ہے۔

یہود و نصاریٰ کی اس پالیسی کو آج اہل سنت والجماعت کے مخالفین نے اپنا رکھا ہے ان کے علماء اور مناظرین تو اہل سنت والجماعت مناظرین کا نام سن کر بھاگ جاتے ہیں مگر چند لونڈوں کو غلط سلط سوالات دے کر اہل سنت والجماعت کے پاس بھیجتے ہیں قادیانی۔ رافضی۔ منکرین حدیث اور لامذہب غیر مقلدین صرف اسی

سہارے پر زندگی کے دن پورے کر رہے ہیں۔

ان کے وہ سوالات سو فیصد غلط ہوتے ہیں کیونکہ صحیح سوال وہ ہوتا ہے کہ مدعی پہلے دعویٰ کرے پھر سائل ایسے سوالات کرے جو اس دعویٰ کی نفی کرتے ہوں۔ اور دعویٰ کو غلط ثابت کر دیں۔

مثال: میں صرف قرآن پاک کو مانتا ہوں۔ سنت یا اجماع واجتہاد وغیرہ کو بالکل نہیں مانتا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جو کہے مجھے قرآن کافی ہے اس سے پوچھو گدھا حلال ہے یا حرام۔ حضرت عمران بن حصینؓ نے ایسے آدمی سے کہا کہ نماز ظہر کی رکعتیں قرآن پاک سے دکھاؤ۔ امام ابو حنیفہؒ نے ایسے آدمی سے کہا بندر کا حلال یا حرام ہونا قرآن سے دکھاؤ۔ یہ سوالات اس شخص کے دعویٰ کو غلط اور جھوٹا ثابت کر دیں گے۔ اس لئے منکر حدیث سے ہم جو سوال بھی کریں گے۔ اس میں یہ کہیں گے کہ صرف قرآن پاک سے مکمل نماز دکھاؤ۔ روزہ، زکوٰۃ، حج، نکاح۔ طلاق کے مکمل مسائل دکھاؤ اور یہ سوالات صحیح ہوں گے کیونکہ خود اس کے دعویٰ کے موافق ہیں۔

ہاں اگر منکر حدیث کسی اہل حدیث سے یہی سوال کرے کہ تم صرف قرآن پاک سے نماز کے مکمل مسائل دکھاؤ تو اس کا یہ سوال غلط ہوگا کیونکہ اہل حدیث کا دعویٰ یہ نہیں کہ صرف قرآن کافی ہے بلکہ اس کا دعویٰ یہ ہے کہ قرآن وحدیث میں تمام مسائل ہیں اس لئے اہل حدیث سے سوال یوں کیا جائے گا کہ قرآن پاک یا صحیح صریح غیر معارض حدیث سے نماز کی مکمل شرائط، ارکان، واجبات، سنن، مستحبات، مکروہات، مفسدات رکعات اور مسائل سہو وغیرہ دکھاؤ۔ یہ سوالات اس سے صحیح ہوں گے۔

اگر کوئی منکر حدیث ضد کرے کہ جب میں حدیث کو نہیں مانتا تو مجھے سب مسائل صرف قرآن سے دکھاؤ۔ تو ہم اس کی اس غلط بات کو ہرگز تسلیم نہیں کریں گے بلکہ یہ کہیں گے کہ جزئی مسائل کی بجائے پہلے حجیت حدیث پر بحث کر لو۔ اور ہم اس کے سامنے حدیث کا حجت ہونا ثابت کریں گے۔

اسی طرح جب اہل سنت والجماعت اور لا مذہب غیر مقلدین میں سوال و جواب ہوگا تو ہم اہل سنت والجماعت ان سے سوال اس طرح کریں گے کہ صرف قرآن پاک یا حدیث صحیح صریح غیر معارض سے تمام جزئی مسائل ثابت کرو۔ اور ہمارے یہ سوالات صحیح ہوں گے کیونکہ ان کے دعویٰ کے موافق ہیں لیکن اگر وہ ہمارے فقہی مسائل میں اس طرح سوال کریں تو یہ سوالات غلط ہوں گے۔ کیونکہ جس شخص نے ہماری اصول فقہ کی چھوٹی کتاب اصول شاشی بھی پڑھی ہو وہ بھی جانتا ہے کہ ہمارا دعویٰ یہ ہے کہ مسائل فقہ چار دلیلوں سے ثابت ہیں۔ کتاب اللہ۔ سنت رسول اللہ۔ اجماع امت۔ قیاس شرعی۔ اس لئے کوئی بھی باطل فرقہ ہم سے سوال کرے گا تو یوں کرے گا کہ اپنی چاروں دلیلوں میں سے کسی دلیل سے فلاں مسئلہ ثابت کرو۔ فقہی مسائل میں اس طرح سوال کرنا کہ صرف قرآن و حدیث سے ثابت کرو ایسا ہی غلط سوال ہے جیسے منکرین حدیث کا غیر مقلدین سے اس طرح سوال کرنا کہ صرف قرآن سے مسائل ثابت کرو غلط سوال ہے۔ اگر کوئی لا مذہب غیر مقلد ضد کرے کہ میں جب اجماع اور قیاس شرعی کو نہیں مانتا تو میرے ہر سوال کا جواب صرف قرآن و حدیث سے دو تو ہم اس سے پوچھیں گے کہ تیرا بڑا بھائی منکر حدیث جب حدیث کو نہیں مانتا تو کیا تو اس کے ہر سوال کا جواب صرف قرآن پاک سے دینے کی پابندی کرے گا۔ جب تو اس کے غلط سوال کو پسند نہیں کرتا تو ہم پر غلط سوال کیوں کرتا ہے۔ کیا یہ حدیث یاد نہیں کہ سچا مومن وہ ہے جو اپنے بھائی کے لئے وہی پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

اگر لا مذہب اجماع اور قیاس شرعی کو نہیں مانتا تو ہم پہلے اس سے یہ بحث کریں گے کہ اجماع امت اور قیاس شرعی دلائل شرعیہ میں سے ہیں۔

ظاہر ہے کہ جب حضرات خلفائے راشدین۔ حضرت ابن عباسؓ۔ حضرت ابن مسعودؓ، حضرت معاذؓ، حضرت زید بن ثابتؓ جیسے جلیل القدر صحابہ ہر سوال کا جواب صرف قرآن یا صرف قرآن و حدیث سے نہیں دے سکے کتب حدیث میں ان حضرات

کے بیسیوں فتاویٰ ایسے موجود ہیں جو محض قیاس شرعی سے دیئے گئے تو ہم لوگ تو ان کے برابر بھی قرآن وحدیث نہیں سمجھتے ہم کیسے ہر سوال کا جواب صرف قرآن یا صرف حدیث سے دے سکتے ہیں اس لئے اہل سنت والجماعت سے سوال کرنے کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ ادلہ اربعہ سے فلاں بات کا جواب دو۔

نوٹ ضروری: سوالات کا یہ غلط طریقہ خیر القرون میں ہرگز نہیں تھا کتب حدیث مثل مصنف عبدالرزاق مصنف ابن ابی شیبہ میں صحابہ تابعین اور تبع تابعین کے ہزاروں فتاویٰ درج ہیں مگر نہ سائل نے یہ پابندی لگائی کہ صرف قرآن سے جواب دو یا صرف قرآن حدیث سے جواب دو اور نہ ہی کسی مجیب نے ایسی غلط پابندیوں کو قبول کیا۔ اس طرح دلیل کو خاص شرائط سے جکڑ کر سوال کرنا خالص دور برطانیہ کی بدعت ہے اور خصوصاً مرزا قادیانی کی تقلید شخصی ہے۔

ورنہ ہمارا کھلا چیلنج ہے کہ دور برطانیہ سے پہلے تمام مسائل میں سوالات میں اس قسم کی شرائط لگا کر سوال کرنا کسی اہل سنت والجماعت محدث یا مفسر یا فقیہ کی کتاب سے دکھا دے۔

موضوع

مکمل نماز

تالیف

مناظر اسلام حضرت مولانا

محمد امین صفدر

اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

موضوع مکمل نماز

ہم اہل سنت والجماعت چار دلائل شرعیہ مانتے ہیں جو بالترتیب یہ ہیں
ا۔کتاب اللہ۔۲۔سنت رسول اللہ۔۳۔اجماع امت۔۴۔اجتہاد مجتہد۔ اور ہم حنفی اجتہادی مسائل میں فقہ حنفی کے مفتیٰ بہا اقوال کے پابند ہیں۔ ہمارے ملک میں ایک فرقہ اہل قرآن کہلاتا ہے جس کا دعویٰ یہ ہے کہ زندگی کے تمام مسائل قرآن پاک کی صریح نصوص سے ثابت ہیں اس لئے نہ سنت رسول ﷺ کی ضرورت ہے نہ اجماع امت اور اجتہاد کی۔ ہم ان سے یہ کہتے ہیں کہ نماز جو ارکان اسلام میں سب سے اہم ہے اس کی تمام شرائط، ارکان، واجبات، سنن، مستحبات، مباحات، مکروہات، مفسدات وغیرہ کے ہر ہر جزئی مسئلہ کو قرآن پاک کی نصوص صریحہ سے ثابت کردیں۔ لیکن وہ ہرگز ہرگز ایسا نہیں کرسکتے۔ جس سے ان کے دعویٰ کا جھوٹا ہونا آفتاب نیمروز کی طرح ظاہر ہو جاتا ہے۔ اسی طرح ایک دوسرا فرقہ ہے جو اپنے آپ کو اہلحدیث کہلاتا ہے جس کا دعویٰ ہے کہ ہم صرف قرآن وحدیث کو مانتے ہیں اس لئے امت کا اجماع یا امتی مجتہد کا اجتہاد نہیں مانتے پس فقہ کی کوئی ضرورت نہیں۔ اس لئے ہم ان سے بھی یہی مطالبہ کر کے کہتے ہیں کہ مکمل نماز کی شرائط، ارکان، واجبات، سنن مؤکدہ، مستحبات، مباحات، مکروہات، مفسدات، تعداد رکعات اور احکام تمام کامل جزئی جزئی قرآن پاک اور احادیث صحیحہ صریحہ سے ثابت کردیں اور ایسی احادیث پیش فرمائیں جن کے معارض کوئی دلیل شرعی نہ ہو۔ اگر وہ یہ ثابت نہیں کرسکے تو ان کا دعویٰ عمل بالحدیث ایسے ہی باطل ہوگا جیسے فرقہ اہل قرآن کا دعویٰ عمل بالقرآن غلط ہے۔ ان ہر دو فریق کے دعوؤں کے غلط ثابت ہونے کے بعد ہم انشاء اللہ العزیز ادلہ اربعہ سے اپنی مکمل نماز ثابت کریں گے۔

نوٹ: چونکہ غیر مقلدین آئمہ اربعہ کو ﴿اَرْبَاباً مِنْ دُوْنِ اللہِ...﴾ میں شامل سمجھ کران کو مصداق ان احبار ورھبان کا قرار دیتے ہیں جن کے بارہ میں قرآن پاک نے ﴿اَکّٰالُوْنَ لِلسُّحْتَ﴾ (حرام خور) ﴿سَمّٰاعُوْنَ لِلْکَذِبِ﴾ (جھوٹے) فرمایا ہے اوران کی فقہ کو مصداق ﴿یَکْتُبُوْنَ الْکِتَابَ بِاَیْدِیْھِمْ ثُمَّ یَقُوْلُوْنَ ھٰذَا مِنْ عِنْدِ اللہِ...﴾ کا بتاتے ہیں اوران کے مقلدین کومثل ابوجہل کے مشرک اور مثل یہود و نصاریٰ کے گمراہ قرار دیتے ہیں کیونکہ جو آیات ان کی تقلید کے رد میں نازل ہوئیں وہ ان پر چسپاں کرتے ہیں۔ اس لئے وہ آئمہ اربعہ یا ان کے مقلدین کی کتابوں سے استدلال کے مجاز نہیں ہوں گے بلکہ ایسی کتاب سے احادیث پیش کریں گے جس کے مؤلف نے اس اپنی کتاب میں صراحۃً اپنا عقیدہ یوں بیان کیا ہو کہ میں آئمہ اربعہ کومثل آباء مشرکین اور مثل احبار ورھبان یہود و نصاریٰ اور ان کے مقلدین کومثل ابوجہل و یہود و نصاریٰ سمجھتا ہوں۔

شرائط

حضرات غیر مقلدین اپنے مسلک کا سب سے بڑا امتیاز یہ بیان کرتے ہیں کہ ہم دین کے بارہ میں خدا اور رسول خدا ﷺ کے بغیر کسی غیر معصوم امتی کی بات تسلیم نہیں کرتے۔ اس لئے ان حضرات کا یہ فرض ہے کہ وہ ہر ہر مسئلہ:

(۳۹۹/۱) کا جو حکم ہے مع تعریف فرض، واجب، سنت، مستحب، مباح، مکروہ، حرام بیان کریں۔ وہ کسی غیر معصوم امتی کی بجائے حدیث صحیح صریح سے بیان کریں۔

(۴۰۰/۲) کتب حدیث میں درجہ بندی بھی کسی امتی کے قول کی بجائے نبی اقدس کی حدیث صحیح صریح غیر معارض سے ثابت کریں۔

(۴۰۱/۳) جو احادیث پیش ہوں ان کا صحیح یا ضعیف ہونا بھی امتی کے قول کی بجائے نبی معصوم ﷺ کی حدیث صحیح صریح غیر معارض سے دکھائیں۔

(۴۰۲/۴) دوران بحث، اصولِ حدیث، اصول تفسیر، اصول فقہ یا صرف ونحو کا کوئی قاعدہ

یا جرح وتعدیل کا کوئی اصول بیان کریں تو کسی غیر معصوم امتی کے قول کی بجائے رسول معصوم ﷺ کی صحیح صریح غیر معارض مرفوع غیر مجروح حدیث سے ثابت کریں۔

(۵/۴۰۳) کسی راوی کا ثقہ یا ضعیف ہونا یا احادیث میں تطبیق وترجیح کے سلسلہ میں بھی قول امتی کی بجائے نبی معصوم کی صریح حدیث پیش کریں۔

(۶/۴۰۴) حضرات غیر مقلدین اپنا دوسرا امتیاز سند بتایا کرتے ہیں۔ اس لئے لغت، اصولِ حدیث، اصول فقہ، صرف ونحو، اسماء الرجال اور آیات قرآنی جو بھی پیش کریں گے پوری سند اور توثیق روایت کے ساتھ پیش کریں گے۔

(۷/۴۰۵) اگر کسی موقع پر بھی دوران بحث غیر مقلد مناظر نے کسی امتی کی طرف رجوع کیا یا کوئی چیز بغیر سند کے پیش کی تو پہلی دفعہ اسے تحریری معافی نامہ لکھنا ہوگا اور دوسری دفعہ اس کی شکست کا اعلان کر دیا جائے گا کیونکہ اس نے اپنا مسلک چھوڑ کر غیر معصوم امتیوں کے اقوال اور بے سند کتابوں کی پناہ لی ہے۔

(۸)　اگر کوئی غیر مقلد عالم مندرجہ بالا شرائط میں سے کسی شرط کا غلط ہونا قرآن پاک کی آیۃ یا حدیث صحیح صریح سے ثابت کر دے گا تو ہم اس شرط کو غلط مان کر کاٹ دیں گے۔

(۹)　ہم اہل سنت والجماعت چونکہ ہر فن میں اس فن کے ماہر کی بات تسلیم کرتے ہیں۔ اس لئے غیر مقلدین کے بعد ہم اپنی باری میں ان ماہرین کے ارشادات بھی پیش کریں گے یعنی کر سکیں گے۔

(۱۰)　غیر مقلد مناظر زیر بحث مسئلہ کے متعلق تمام احادیث پیش کرنے کا پابند ہو گا۔ یہ نہیں ہوگا کہ بعض احادث بیان کرے اور بعض کو چھپائے۔

(۱۱)　مسئلہ پر مناظرہ کا کل وقت دو گھنٹے ہوگا۔

(۱۲)　ہر تقریر پانچ پانچ منٹ کی ہوگی۔

(۱۳)　ہر فریق کی تقریریں برابر ہوں گی۔

(۱۴) مقام مناظرہ بالکل غیر جانبدار ہوگا۔ جو مقامی کمیٹی طے کرے گی۔

(۱۵) صاحب مکان فریقین کو مناظرہ کا تحریری اجازت نامہ دے گا۔

(۱۶) فریقین کے آدمی برابر شریک ہوں گے جن کا مکمل پتہ تحریر کیا جائے گا۔ اور ہر فریق کا ایک صدر ان کی ذمہ داری لے گا۔

(۱۷) منصف، فریقین کے مُسلّمہ ہوں گے۔ اور وہ فیصلہ تفصیلی لکھیں گے کہ مدعی کے کل اتنے دلائل تھے۔ اتنے منع، اتنے نقض، اتنے معارضہ کی نذر ہو گئے اور اتنے دلائل منع نقض اور معارضہ سے سالم رہے اور اتنے موضوع سے متعلق سوالات کا جواب نہیں دے سکے۔

اہل السنّت والجماعت ایک ایسی جماعت ہے جس کے پاس تعمیری پروگرام ہے اس کے برعکس ہمارے ملک میں دور برطانیہ کی باقیات سے دو فرقے ہیں جن کا مقصد اہل سنت والجماعت عوام کے دل میں وسوسے پیدا کر کے ان کو دین حق سے بیزار کرنا ہے ان میں سے ایک فرقہ نے اپنا نام اہل قرآن رکھا ہوا ہے ان کا پروپیگنڈہ یہ ہے کہ احادیث نبویہ ﷺ سراسر خلافِ قرآن ہیں۔ ہم ان سے یہ کہتے ہیں کہ ہم حدیث شریف کی کتاب سے ترتیب وار ایک ایک حدیث پڑھتے ہیں آپ ہر ہر حدیث صحیح کیخلاف ایک ایک آیۃ قرآنی پیش کرتے جائیں جس کا معنی صراحۃً اس حدیث کے خلاف ہو۔ تو وہ حدیث شریف کی کتاب کا ایک صفحہ بھی اس طرح خلاف قرآن ثابت کرنے پر تیار نہیں ہوتے۔ پھر یہ کہنا شروع کرتے ہیں کہ سب احادیث تو نہیں ہاں اکثر احادیث قرآن کے خلاف ہیں تو ہم کہتے ہیں کہ آیئے اسی دعویٰ کو ثابت فرمائیں ہم دس صفحات حدیث کی کتاب کے پڑھتے ہیں آپ ہر ہر حدیث پر جو حدیث قرآن کے موافق ہو اس کے موافق ایک ایک آیت پیش کرتے جائیں اور جو جو حدیث قرآن پاک کے خلاف ہو اس کے خلاف ایک ایک آیت پیش کرتے جائیں تو وہ ہرگز ہرگز اس پر تیار نہیں ہوتے۔ محض اپنی کج فہمی کی بناء پر لوگوں

کے دلوں میں وسوسہ اندازی کرتے ہیں اور دوسرے فرقہ نے اپنا نام اہل حدیث رکھا ہوا ہے یہ فرقہ ایسا بزدل فرقہ ہے کہ ان کے اصل مدمقابل منکرین حدیث ہیں لیکن یہ فرقہ ان سے بحث کرنے سے (دم دبا کر) ہمیشہ فرار کی راہ اختیار کرجاتا ہے ایک منکر حدیث نے مدت سے یہ اشتہار شائع کررکھا ہے کہ اہل حدیث کا یہ دعویٰ ہے کہ تمام احادیث قرآن پاک کی تفسیر ہیں تو کوئی اہل حدیث عالم اس پر تیار ہو جائے ہم حدیث کی کتاب سے بالترتیب احادیث پڑھیں گے اور اہل حدیث عالم ہر ہر حدیث پر ایک ایک آیت قرآنی پیش کرتا جائے گا جس سے وہ حدیث ماخوذ ہو۔ مگر ان کا کہنا ہے کہ کوئی اہل حدیث عالم اس کے لئے تیار نہیں ہوا یہ اس فرقہ (اہلحدیث) کی بزدلی ہے کہ منکرین حدیث کا سامنا نہیں کرتے۔ ہاں عوام میں یہ پروپیگنڈہ تقریر وتحریر سے کرتے رہتے ہیں کہ فقہ سراپا حدیث کے خلاف ہے ہم یہ کہتے ہیں کہ کوئی غیر مقلد مرد میدان بنے ہم فقہ کی کتاب سے بالترتیب مسائل پڑھیں گے وہ ہر ہر مسئلہ پر اس کے خلاف ایک ایک صحیح صریح غیر معارض حدیث پیش کرتے جائیں۔ لیکن تقریر وتحریر میں رات دن یہ پروپیگنڈہ کرنے والے اس طریق فیصلہ پر ہرگز تیار نہیں ہوتے۔ ہاں پھر یہ کہنا شروع کردیتے ہیں کہ فقہ کے سب مسائل تو حدیث کے خلاف نہیں ہیں اکثر مسائل حدیث کے خلاف ہیں۔ ہم پھر بھی یہی کہتے ہیں کہ ہم بالترتیب فقہ کی کتاب سے مسائل پڑھتے ہیں فقہ کا جو مسئلہ حدیث کے موافق ہو اس کے موافق صحیح صریح غیر معارض حدیث پیش کرتے جائیں اور جو مسئلہ فقہ کا حدیث کے خلاف ہو اس کے خلاف صحیح صریح غیر معارض حدیث پیش کرتے جائیں۔ مگر جس طرح منکرین حدیث اس طریق فیصلہ سے عاجز ہیں اسی طرح منکرین فقہ بھی اس طریق فیصلہ پر ہرگز ہرگز تیار نہیں ہوتے۔ ہم نے بارہا غیر مقلدین کو کہا کہ اپنے علماء کو اس طریق فیصلہ پر تیار کرو آپ کو اللہ تعالیٰ بہت اجر دیں گے پوری فقہ احادیث کے خلاف ہے لیکن ان کے فرار سے دنیا جان گئی ہے کہ وہ اپنے دعویٰ میں جھوٹے ہیں۔ غیر مقلد علماء

جب فقہ کے مسائل پر عمل بھی کرتے ہیں اور فتوے بھی دیتے ہیں جیسا کہ فتاویٰ نذیریہ فتاویٰ ثنائیہ سے پتہ چلتا ہے تو اپنے عوام کو یہ دھوکہ دیتے ہیں کہ ہم چاروں اماموں کی فقہ سے وہ مسئلہ قبول کرتے ہیں جو قرآن حدیث کے موافق ہو۔ یہ بھی ایک غلط پروپیگنڈہ ہے۔ ہم نے بار ہا کہا ہے کہ اپنا کوئی عالم پیش کرو اس کے سامنے ہم فقہ کے مختلف ابواب سے صرف ایک سو مسئلے پیش کریں گے وہ ہر ہر مسئلہ پر پہلے آئمہ اربعہ کا مسلک بیان کرے اور پھر ہر امام کے دلائل بیان کرے اور اس کے بعد صریح حدیث سے ایک امام کے قول کو قابل عمل اور باقی تین اماموں کے اقوال کو حدیث صریح ہی سے نا قابل عمل ہونا ثابت کرے مگر آج تک ان کا کوئی عالم صرف ایک سو مسائل پر بھی اپنے اس دعویٰ کے موافق بات پر آمادہ نہیں ہوا تو پھر فقہ کے ہزاروں مسائل پر ہم ان کے اس جھوٹے دعویٰ کو کیسے اور کیونکر تسلیم کر سکتے ہیں۔

تصویر کے دو رخ

پہلا رُخ اور مثال اوّل

ہم اہل سنت والجماعت یہ کہتے ہیں کہ اسلام دین حق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نبوت کا سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام سے شروع فرمایا اور آنحضرت ﷺ پر یہ سلسلہ ختم فرما کر دین کو کامل فرما دیا۔ پہلے انبیاء علیہم السلام کی شریعت کی مثال موسمی پھولوں جیسی تھی جیسے ہر موسم کا پھول اپنے موسم میں بہار دکھاتا ہے۔ مگر موسم کے ختم ہونے پر اس کا نام تو زبانوں پر باقی رہ جاتا ہے مگر وہ باغ میں نظر نہیں آتا بالکل اسی طرح پہلے انبیاء کی شریعتوں نے اپنے اپنے موسم میں دنیا کو تازگی بخشی مگر آج ان کتابوں کا نام ہی زبان وقلم پر رہ گیا ہے وہ کتابیں اپنی اصلی صورت میں کہیں نظر نہیں آتیں۔ اس کے برعکس آنحضرت ﷺ کی کامل شریعت کی مثال اس سدابہار پھول کی ہے جو موسم کی قید سے آزاد ہے۔ ہر موسم میں باغ کی رونق بنتا ہے۔ چنانچہ آپ علیہ السلام کی شریعت آج بھی اسی طرح محفوظ ہے۔ جس طرح آج سے چودہ سو سال پہلے محفوظ تھی

اب دیکھنا یہ ہے کہ آپ کی اس کامل اور جامع شریعت کو کن لوگوں نے محفوظ کیا ہے تو جس طرح خدا کی کتاب قرآن پاک کی ساتوں متواتر قرأتوں کو اہل السنّت والجماعت کے سات قاریوں نے اس طرح محفوظ کرلیا کہ آج سب اہل اسلام ساری دنیا کے سامنے فخر سے کہتے ہیں کہ قرآن کا کوئی حکم تو کیا ایک نقطہ بھی گم نہیں ہوا اور سب مسلمان ان قاریوں کے احسان مند ہیں اور ان کی قرأت پر قرآن پڑھنے کو خدا کی کتاب کی تلاوت ہی سمجھتے ہیں بالکل اسی طرح آنحضرت ﷺ کی پاک سنت کے اجماعی اور اختلافی سب پہلوؤں کو اہل سنت والجماعت کے چار مجتہدین نے محفوظ فرمایا ہے اور پوری امت کے لئے سنت پر عمل کرنے کا طریقہ آسان فرما دیا تمام محدثین، مفسرین، فقہاء، متکلمین، اولیاء اللہ، سلاطین اور عوام ان میں سے ہی کسی ایک کی تقلید میں آنحضرت ﷺ کی شریعت پر عمل کرتے رہے اور کر رہے ہیں اور انشاء اللہ العزیز قیامت تک کرتے رہیں گے اور پوری امت ان آئمہ اربعہ کی احسان مند ہے۔ الغرض آنحضرت ﷺ کی شریعت مطہرہ کے محفوظ رہنے کا جو وعدۂ الٰہی تھا وہ آئمہ اربعہ کے ہاتھ پر پورا ہوا۔ ان آئمہ اربعہ میں اوّلیت کا شرف سیدنا امام اعظم ابو حنیفہؒ کو حاصل ہوا۔ اور بعد میں آنے والے تینوں امام ان کی فقہ کی خوشہ چینی فرماتے رہے۔ ان آئمہ اربعہ میں سے تابعیت کا شرف بھی صرف امام صاحبؒ کو نصیب ہوا۔ ﴿وَاتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ...﴾ کی بشارت میں شامل ہوئے۔ ان آئمہ اربعہ میں سے فارسی النسل بھی صرف امام صاحبؒ ہی ہیں۔ اس لئے آیت و آخرین منهم اور حدیث رجل من أهل فارس کے کامل تر مصداق آپ اور آپ کے تدوین فقہ کے ساتھی ہیں۔ الغرض حفاظت شریعت نبویہ میں کامل ترین حصہ سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔

مثال دوم

پہلے انبیاء کی وحی کی مثال گیس کی سی تھی۔ ایک گیس ایک گلی یا ایک محلّہ کو

روشن کرتا ہے مگر وہ ساری دنیا کو روشن کرنے کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ اسی طرح پہلے انبیاء علیہم السلام ایک ایک قوم اور ایک ایک شہر کے لئے نبی بن کر آتے تھے مگر آنحضرت ﷺ کی نبوت کی مثال آفتاب عالمتاب کی سی ہے۔ جس طرح خدا کا سورج ساری دنیا کو روشن کرتا ہے اسی طرح آپ کی نبوت بھی جغرافیائی حدود تاریخی قیود رنگ و نسل کے امتیاز سے بالا ہے سب کے لئے ہے اور آپ نے بار بار فرمایا کہ میری شریعت دنیا کے ہر ملک میں پھیلے گی الحمدللہ آپ علیہ السلام کی یہ پیش گوئیاں دو پہر کے سورج کی طرح پوری ہو چکیں۔ آپ تاریخی و جغرافیہ کی اٹل حقیقتوں کو سامنے رکھ کر جب یہ سوال پوچھیں گے کہ فلاں ملک میں نبی کا کلمہ۔ نبی کی سنت۔ نبی کی آذان، نبی کی نماز، نبی کے معجزات، نبی کی سیرت کون لایا اور کس نے اس ملک کے رہنے والوں کو نبی کے رنگ میں رنگ دیا، تو دنیا کے ہر ملک اور ہر ملک کے ہر کونے سے ایک ہی آواز آئے گی کہ ہمیں یہ ساری نعمتیں لا کر دینے والے ''اہل سنت والجماعت حنفی'' تھے...... زمین کے باسیوں اور عرش تک کے فرشتوں کی ایک ہی پکار ہے مبارک ہیں وہ جن کے ہاتھوں شریعت محمدیہ کی حفاظت کرائی گئی۔ مبارک ہیں وہ جن کے وسیلے سے سنت محمدیہ چار دانگ عالم میں پھیلی۔ پھولی اور پوری دنیا کو برکتوں سے معمور کر دیا۔ نبی علیہ السلام کا خون۔ صحابہ کی قربانیاں رنگ لائیں اور ساری دنیا سنت کے رنگ میں رنگی گئی۔ ﴿صِبْغَةَ اللهِ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللهِ صِبْغَة...﴾

دوسرا رخ

حضرات غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اپنا اور صحابہ کا خون دے کر قرآن و حدیث لوگوں تک پہنچایا مگر ان قربانیوں کا اثر آنحضرت ﷺ کے وصال تک ہی رہا۔ ابھی آپ کی نماز جنازہ بھی ادا نہ ہوئی تھی کہ حضرت عمرؓ نے قیاس کا دروازہ کھول دیا۔ امامتِ نماز پر خلافت کو قیاس کر لیا اور تمام صحابہ نے اس قیاس کو تسلیم کر کے حضرت ابو بکر صدیقؓ کی بیعت کر لی۔ حضور علیہ السلام نے دلائل شرعیہ قرآن و

حدیث دو ہی بتائے تھے مگر آپ کے خلفاء نے (دوگنا) دو کو چار کر دیا قرآن، حدیث، اجماع، قیاس اور یہی منشور قرار پایا (دارمی) خلافت راشدہ میں مفتی صاحبان برملا اپنے اجتہاد و قیاس سے فتویٰ صادر کرتے نہ مفتی صاحبان اپنے قول کی تائید میں کوئی آیت یا حدیث پیش کرتے اور نہ ہی مستفتی دلائل کا مطالبہ کرتے۔ اس طرح تسلیم قول بلا دلیل یعنی تقلید ان کے رگ و ریشہ میں سما گئی۔ ابھی تین سال بھی وصال پر نہ گزرے تھے کہ۔

خاص مدینہ پاک اور خاص مسجد نبوی میں بیس رکعت تراویح کی بدعت شروع ہوگئی۔ آنحضرت ﷺ نے ایک مجلس کی تین طلاقوں کو ایک قرار دے کر اس بیوی کو اپنے خاوند کے لئے حلال رکھا تھا مگر حضرت عمرؓ نے اسی منبر نبوی اور مسجد نبوی میں اعلان فرما دیا۔ قرآن پاک نے صاف صاف اعلان کیا تھا کہ خدا کے حلال کو حرام کرنا احبار و رہبان کی گمراہی تھی اور خدا کے احکام کے خلاف تقلید آباء ابوجہل کا طریقہ تھا۔ مگر حضرت عمرؓ نے جب حلال کو حرام کر دیا اور بیس رکعت تراویح کی بدعت کو رائج کیا۔ وہاں سینکڑوں مہاجرین و انصار موجود تھے جنہوں نے حضورؐ کے ساتھ مل کر جہاد کئے انسانی قوانین کو مٹانے کے لئے قیصر و کسریٰ سے بھڑ گئے اپنے گھر چھوڑ دیئے یا تقسیم کر دیئے۔ لیکن حیرانی ہے کہ فارس و روم میں تو وہ رسوم باطلہ کو برداشت نہیں کر سکتے مگر مدینہ شریف میں بدعات جاری ہو رہی ہوں۔ حلال کو حرام کیا جا رہا ہے۔ متعہ حج کا برملا انکار کیا جا رہا ہے اور یہ سب خاموش ہیں۔ حضرت عثمانؓ کا دور خلافت آتا ہے تو جمعہ کی ایک آذان کو دو کر دیا گیا ہے۔ سنت کے ساتھ رائے کا پیوند لگا دیا ہے مگر سب مہاجرین و انصار بخوشی اس پیوند کاری کو قبول کر رہے ہیں۔ حضرت علیؓ نے گاؤں والوں پر جمعہ کی فرضیت ختم کر دی ہے اور اس فرض کا برملا انکار کر دیا ہے مگر اس کے خلاف ایک آواز بھی نہیں اٹھتی۔ ایک آنسو بھی کسی آنکھ سے نہیں ٹپکتا۔ حضرت عمرؓ نے ایک شہر بسایا جس کا نام کوفہ رکھا وہاں تقریباً ڈیڑھ ہزار صحابہ آباد ہوئے حضرت عبداللہ

بن مسعودؓ نے اسے علم سے بھر دیا۔ حضرت علیؓ نے اسے دارالخلافہ قرار دیا تابعین کے دور میں وہاں ہزاروں محدثین اور سینکڑوں فقہاء تھے مگر اس دور میں امام ابوحنیفہؒ نے سنت نبوی کے خلاف اپنی ایک نہایت جامع اور کامل فقہ ایجاد کی۔

چاہیئے تو یہ تھا کہ محدثین اور علماء اس کا ڈٹ کر مقابلہ کرتے مگر محدثین اور فقہاء نے خود اسے ہاتھوں ہاتھ قبول کیا اور فقہ کو حدیث کی تفسیر قرار دیا۔ اللہ تعالیٰ کو منظور یہی تھا اب سنت نبوی کی جگہ عدالتوں میں مدارس میں۔ مساجد میں فقہ حنفی آگئی۔ آہ وہ کتنا دلگداز منظر تھا کہ ابھی آنحضرت ﷺ کو وصال فرمائے سواصدی بھی نہ گزری تھی کہ خود حرمین شریفین میں فقہ حنفی کا دخل وعمل ہوگیا امام ابوحنیفہؒ نے پورے چھ سال مستقل حرمین شریفین میں قیام فرمایا۔ اور حرمین شریفین (مکہ۔ مدینہ) میں گھر گھر فقہ حنفی کا چرچا ہوگیا۔ مکے، مدینے والے بڑی خوشی سے اس کو قبول کر رہے تھے۔ مکہ کے کسی آدمی نے نہیں کہا کہ حضرت بلالؓ، حضرت خبابؓ، حضرت سمیہؓ اور دوسرے صحابہ کی قربانیوں کو یاد کرو۔ طائف میں آنحضرت ﷺ کے بہنے والے خون کی قدر کرو۔ احد و بدر اور خندق کی لڑائیوں کو یاد کرو۔ جان و مال، گھر وزر، اقرباء خویش سب کو سنت نبوی کے لئے قربان کر دیا تھا مگر تم تو سب تقلید کی بدعت میں گرفتار ہو رہے ہو حائے مدینہ سے بھی سنت اٹھ گئی۔ امام ابوحنیفہؒ کی دیکھا دیکھی مدینہ میں امام مالکؒ نے۔ پھر مکہ میں امام شافعیؒ نے بھی اپنی فقہ کی بنیاد رکھ دی۔ اور بغداد میں امام احمد نے اپنا مذہب مدون فرمایا مگر یہ سب حضرات قدرے مخالفت کے باوجود امام صاحب کے خوشہ چین تھے۔ امام مالکؒ نے فقہ حنفی کے ۶۰ ہزار مسائل کو مدینہ میں رواج دیا۔ (ترتیب المدارک) امام شافعیؒ نے ایک اونٹ کے بوجھ کے برابر فقہ حنفی کی کتابیں مکہ میں داخل کرلیں امام احمدؒ بھی قاضی ابویوسفؒ کی کتابوں کے خوشہ چین تھے۔ ان چاروں اماموں میں اگرچہ اختلاف آپس میں بھی تھا مگر سب کی مشترکہ کوشش یہ ہی تھی کہ سنت نبوی مٹ کر ہماری فقہ رائج ہو جائے۔ محدثین اگرچہ کوشش

کرتے تو شاید اس تقلید کا توڑ نکل آتا مگر محدثین تو خود ان کی تقلید میں داخل ہو گئے۔
چنانچہ محدثین کے حالات میں جو کتابیں خود محدثین نے مرتب فرمائیں وہ چار طبقات میں منقسم ہیں۔ طبقات حنفیہ۔ طبقات مالکیہ۔ طبقات شافعیہ۔ طبقات حنابلہ

تاریخ کا کتنا بڑا المیہ ہے کہ شیعہ محدثین کے حالات میں تو مستقل کتابیں ملتی ہیں مگر غیر مقلدین محدثین کے حالات میں کوئی مستقل کتاب نہیں ملتی۔ امام عبداللہ بن مبارکؒ جیسے محدثین کے سردار خود فقہ حنفی کو خراسان تک پھیلاتے رہے ہے۔ امام حسن بن زیاد جیسے محدث فقہ حنفی کو لے کر بصرہ پہنچے تو امام حسنؒ بصری اور عثمان تبی کی فقہ رخصت ہو جاتی ہے۔ امام یحییٰ بن معین جیسے محدث جو امام بخاریؒ کے استاد ہیں یہ گواہی دیتے ہیں کہ فقہ حنفی ہر جگہ پہنچ چکی ہے۔ محدث حرم امام سفیان بن عیینہ گواہی دیتے ہیں کہ فقہ حنفی آفاق تک پہنچ چکی ہے۔ تمام محدثین فقہاء، مجاہدین، سلاطین، مفسرین، متکلمین، عوام کلمہ نبی کا پڑھتے ہیں۔ تبرک کے لئے قرآن حدیث بھی پڑھتے ہیں مگر عمل فقہ پر کرتے ہیں اور سب یہی یقین کئے بیٹھے ہیں کہ یہی فقہ سنت نبوی ہے۔ پورے ۱۲ سو سال اس اندھیر نگری میں گزر گئے ہیں آخر انگلستان کی ملکہ وکٹوریہ کی زیر سرپرستی ایک فرقہ جنم لیکر ابھرتا ہے اور اس راز سے پردہ اٹھاتا ہے کہ دنیا میں کہیں نام ونشان بھی سنت نبوی کا نہیں ملتا۔ آئمہ اربعہ کو مشرکین کے آباء کی مثل اور یہود کے احبار و رھبان کی مثل قرار دیتا ہے۔ جنہوں نے نبی اور صحابہ کی سب قربانیوں پر پانی پھیر دیا۔ تمام مقلدین کو ابوجہل جیسے مشرک قرار دیتا ہے۔ طائفہ منصورہ اور فرقہ (مظالم انگریز سے) ناجیہ کا واحد ٹھیکیدار ہے مگر ربع صدی کے اندر اندر اسی فرقہ سے قادیانیت، منکرین حدیث، نیچریت کے فتنے پیدا ہوتے ہیں۔ دین سے بیزار چند لوگ اس فرقہ میں ہیں لیکن روپڑی ثنائیوں کو کافر کہتے ہیں اور ثنائی روپڑیوں کو بے دین کہتے ہیں۔ غرباء اہلحدیث والے جماعت اہلحدیث والوں کو جہنمی کہتے ہیں۔ نہ نبی کی سنت کسی نے محفوظ کی نہ دنیا میں پھیلی۔ ۱۱/۵/۱۴۰۵ھ بیوم السبت

تین رکعات
وتر
کا ثبوت

تالیف

مناظر اسلام حضرت مولانا

محمد امین صفدر

اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تین رکعات وتر کا ثبوت

مع پڑھنے کا طریقہ

ہر مسلمان جانتا ہے کہ فرائض اور سنت مؤکدہ کی رکعتیں مقرر ہوتی ہیں۔ ان میں کسی کو اپنی مرضی سے کمی بیشی کرنے کا کوئی اختیار نہیں ہوتا البتہ نوافل کا حساب ایسا ہے کہ جتنا گڑ ڈالو گے اتنا میٹھا ہو گا جتنے پڑھ لو اتنا ہی ثواب مل جائے گا نماز وتر کے بارہ میں احادیث میں کئی اختلافات ہیں جن میں بعض احکام نفل والے ہیں مثلاً جتنی چاہے رکعتیں پڑھ لینا۔

سواری پر بیٹھ کر وتر پڑھ لینا وغیرہ بعض احکام وجوب کے ہیں کہ تین ہی رکعت پڑھنا سواری پر بیٹھ کر وتر کا جائز نہ ہونا وتروں کی قضا کا ضروری ہونا۔ اب شریعت (کتاب وسنت) میں ایسا کوئی ثبوت نہیں ملتا کہ ایک ہی نماز کو کبھی نفل کی نیت سے ادا کر لیا جائے اور کبھی واجب کی نیت سے پڑھ لیا جائے اور نہ ہی صراحۃً کسی حدیث میں یہ ہے کہ پہلے یہ احکام تھے اب یہ ہیں جب یہ صراحت نہ ملی بنص حدیث معاذؓ یہاں اجتہاد کی گنجائش نکل آئی مجتہدین نے اجتہاد سے کسی ایک پہلو کو ترجیح دے لی اس بارہ میں احناف یہ کہتے ہیں کہ پہلے وتر نفل تھے اور تہجد میں شامل اس لئے تہجد اور وتر کو ملا کر بیان کر دیا جاتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے گیارہ یا تیرہ تک وتر (مع تہجد) پڑھے۔

(۱) اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان اللہ امدکم بصلوۃ ھی خیرلکم من حمر النعم وھی الوتر فجعلھالکم فیما بین صلوۃ العشاء الی صلوۃ الفجر (مستدرک حاکم ج ۱ ص ۳۰۶) حاکم وذہبی نے شرط شیخین پر صحیح کہا ہے اللہ تعالیٰ نے تم کو ایک زائد نماز عطا کی ہے جو کہ تمہارے لئے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے اور وہ نماز وتر ہے پس اس نے تمہارے لئے اسے عشاء اور فجر کی نماز کے درمیان رکھا ہے یہ حدیث حضرت خارجہ[۱] بن حذافہؓ (حاکم) حضرت ابو[۲] سعید خدریؓ

(طبرانی) حضرت عمرو بن العاصؓ۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ (دارقطنی) حضرت عمروؓ بن شعیب عن ابیہ (دارقطنی) حضرت عقبہ بن عامرؓ (طبرانی) حضرت عبداللہ بن ابی اوفیؓ (خلافیات بیہقی) حضرت عبداللہ بن عمرؓ (دارقطنی فی غرائب مالک) سے مروی ہے اس لئے قاضی ابوزید فرماتے ہیں وھو حدیث مشھور (عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری ج ۳ ص ۴۱۳) اس مشہور حدیث سے وتر کا واجب ہونا ثابت ہوتا ہے کیونکہ زیادتی اسی جنس میں ہوتی ہے مثلاً کہا جائے کہ اس سکول میں ایک استاد بڑھا دیا گیا تو وہ استاد ہی شمار ہوگا اسی طرح فرائض میں ایک نماز کا بڑھانا اس کے فرض ہونے کی دلیل ہے لیکن اس کا ثبوت فرائض کی طرح متواتر نہیں اس لئے اس کو واجب کہا گیا۔

(۲) خود آنحضرت ﷺ کا فرمان بھی یہی ہے الوتر حق واجب علیٰ کل مسلم رواہ ابن حبان و صححہ (فتح الباری ج ۲ ص ۴۰۰) وتر لازم اور واجب ہے مسلمان پر۔

(۳) حضرت بریدہؓ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو سنا ہے کہ آپ فرماتے تھے وتر حق (اور ثابت ولازم) ہے جو وتر نہ پڑھے وہ ہمارا نہیں۔ وتر حق (لازم) ہے جو وتر نہ پڑھے وہ ہمارا نہیں وتر حق (لازم) ہے جو وتر نہ پڑھے وہ ہمارا نہیں۔ (اس کو حاکم اور ذہبی نے صحیح کہا ہے ج ۱ ص ۳۰۶)

(۴) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا الوتر واجب علیٰ کل مسلم رواہ البزار یعنی وتر ہر مسلمان پر واجب ہو جانے کے بعد نوافل والے تمام احکام ختم ہو گئے نہ اس کی رکعتوں کی تعداد اپنی مرضی پر رہی نہ ہی اس کا بیٹھ کر پڑھنا خواہ سواری پر ہی ہو جائز رہا۔ اب رہا یہ سوال کہ کتنی رکعتیں واجب ہوئیں تو ظاہر ہے کہ یہ زیادتی پانچ نمازوں پر ہوئی اور پانچ نمازوں میں سے چار نمازیں جفت ہیں یعنی دو یا چار رکعت ہیں اور صرف ایک ہی نماز طاق (وتر) ہے وہ مغرب کی نماز ہے۔

(۵) عن ابن عمرؓ ان النبی ﷺ قال صلوۃ المغرب وتر النھار

فاوتروا صلوۃ اللیل (مصنف عبدالرزاق ج ۳، ص ۲۸، ابن ابی شیبہ۔احمد) علامہ عراقی فرماتے ہیں اس کی سند صحیح ہے (زرقانی شرح موطا ج ۱ ص ۲۳۳) حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ مغرب کی نماز دن کے وتر ہیں اسی طرح تم رات کی نماز کو وتر بنا دو۔

(۶) حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں وتر مغرب کی نماز کی طرح ہیں۔
(موطا امام محمد ص ۱۴۶)

(۷) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ رات کے وتر تین ہیں جیسے دن کے وتر یعنی نماز مغرب اس کو دارقطنی نے حسن سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ (دارقطنی ج ۲، ص ۲۸)

(۸) حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وتر کی تین رکعت ہیں جیسے نماز مغرب کی تین رکعت ہیں۔ (طبرانی فی الکبیر)

(۹) حضرت ابو خالدہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابو العالیہ سے وتر کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ حضرت محمد ﷺ کے صحابہ نے ہمیں تعلیم دی ہے کہ وتر کی نماز مغرب کی نماز کی طرح پڑھی جاتی ہے ماسوا اس کے کہ ہم اس کی تیسری رکعت میں بھی قرأت کرتے ہیں پس یہ رات کا وتر ہے۔ اور مغرب کی نماز دن کا وتر ہیں (طحاوی ج ۱ ص ۱۴۳) ان احادیث سے معلوم ہوا کہ جب وتر واجب ہوئے تو اس کی تین ہی رکعت مقرر ہو گئیں جیسے نماز مغرب کی تین ہی رکعتیں ہیں اور وہ دو التحیات اور ایک سلام سے پڑھی جاتی ہیں اسی پر صحابہ خود عمل کرتے ہیں اور یہی طریقہ اپنے شاگردوں کو بتاتے رہے اور اسی پر بلا تردد وانکار خیر القرون میں عمل جاری رہا۔ اس سے ثابت ہو گیا کہ جن احادیث میں وتر کی تعداد مختلف آئی ہے وہ اس دور کی ہیں جب وتر نفل تھے۔

آنحضرت ﷺ تین رکعت وتر میں تین سورتیں پڑھا کرتے تھے یہ حضرت عائشہؓ حضرت عبداللہ بن عباسؓ حضرت عبدالرحمٰنؓ بن ابزی، حضرت ابی بن کعب

حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت نعمان بن بشیرؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت عمران بن حصینؓ، حضرت معاویہ بن خدیجؓ، حضرت جابرؓ اور حضرت ابوامامہؓ چودہ صحابہ نے روایت کیا ہے ادھر عہد فاروقیؓ سے بیس تراویح اور تین وتر پر صحابہ کا اجماع ہو گیا۔ یہی اجماع حضرت عثمان اور حضرت علیؓ کے زمانہ اور بعد میں بھی قائم رہا۔

لہٰذا تین رکعت کے علاوہ جتنی رکعات کا ذکر احادیث میں آتا ہے وہ اجماعاً متروک العمل ہیں۔

وتر پڑھنے کا طریقہ

ابتدائے اسلام میں نماز میں سلام کلام کی بھی گنجائش تھی اور وتر نفل تھے اس لئے بعض اوقات آنحضرت ﷺ تین وتروں میں دو رکعت کے بعد سلام پھیر دیتے اور ایک وتر علیحدہ پڑھ لیتے۔ دیکھنے والے اس کو دو طرح روایت کر دیتے صرف آخری رکعت کا خیال کر کے اسے ایک رکعت ہی روایت کر دیتے اور بعض یوں بیان کر دیتے کہ تین وتر دو سلاموں سے ادا فرمائے لیکن جیسے باقی نمازوں میں سلام کلام جائز نہیں رہا ایسے ہی وتر کے درمیان بھی سلام کلام جائز نہیں رہا۔

(۱) عن عائشةؓ ان رسول اللہ ﷺ کان لا یسلم فی رکعتی الوتر (موطا امام محمد ص ۱۵۱ نسائی ج ۱ ص ۲۴۸)

حضرت عائشہؓ روایت فرماتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ وتر کی پہلی دو رکعتوں میں سلام نہیں پھیرتے تھے۔

(۲) اور اسی طریقے پر عمل آخر تک جاری رہا چنانچہ حضرت صدیق اکبرؓ کے دفن سے جب فارغ ہوئے تو حضرت عمرؓ نے فرمایا میں نے ابھی وتر نہیں پڑھے پس وہ وتر کی نماز کے لئے کھڑے ہوئے اور حاضرین نے بھی ان کے پیچھے صف باندھ لی تو حضرت مسور بن مخرمہ فرماتے ہیں فصلی بنا ثلاث رکعات لم یسلم الا فی آخرھن یعنی

حضرت عمرؓ نے ہمیں تین رکعتیں وتر پڑھائے جن میں صرف تیسری رکعت پر سلام پھیرا۔
(طحاوی ج ۱ ص ۲۰۲ عبدالرزاق ج ۳ ص ۱۲۰ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۹۳)

(۳) یہ بات پہلے بھی ذکر ہو چکی ہے۔ دور فاروقیؓ، دور عثمانیؓ۔ دور مرتضویؓ میں جیسے بیس رکعت تراویح پر اجماع ہوا اسی طرح تین وتر پر بھی اجماع ہوا حضرت ابی بن کعبؓ امام التراویح **کان یوتر بثلاث لا یسلم الا فی الثالثة مثل المغرب** (عبدالرزاق ج ۳ ص ۲۶) تین رکعت وتر پڑھا کرتے اور دوسری رکعت پر سلام نہیں پھیرتے تھے بلکہ مغرب کی نماز کی طرح صرف تیسری رکعت پر ہی سلام پھیرتے تھے۔ یعنی اجماع اسی بات پر ہوا کہ وتر تین رکعت دو التحیات اور ایک سلام سے مثل مغرب کے ہیں۔

(۴) حضرت ابو اسحاق فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت علیؓ کے (ہزاروں) اصحاب (تین وتر پڑھتے تھے) اور دو رکعتوں کے بعد سلام نہیں پھیرتے تھے۔

(۵) حضرت ابو الزناد فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ کے ساتوں فقہاء اس پر متفق تھے کہ وتر تین رکعتیں ہیں اور سلام صرف تیسری رکعت کے بعد ہے اور اس پر حضرت عمر بن عبدالعزیز نے فیصلہ فرمایا۔ (طحاوی ج ۱ ص ۲۰۳ ص ۲۰۴)

(۶) حضرت امام حسن بصریؒ فرماتے ہیں **اجمع المسلمون ان الوتر ثلاث لایسلم الا فی آخرهن** (ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۹۴) سب مسلمانوں کا اجماع ہے کہ وتر کی تین رکعتیں ہیں جن کے صرف آخر میں سلام پھیرا جاتا ہے۔

ان تمام روایات سے یہ ثابت ہوا کہ سب مسلمانوں کا اجماع ہے کہ ان ہی احادیث پر عمل جاری رہا اور دو رکعت کے بعد سلام پھیرنے پر عمل تو کیا جاری رہتا۔ صرف حدیث ہی روایت کی تو شاگرد سن کر کہنے لگا کہ **انی لاخاف ان یقول الناس هی البتیراء** میں ڈرتا ہوں کہ لوگ اس طریقے کو دم کٹی نماز کہیں (طحاوی ج ۱ ص ۱۹۲) ظاہر ہے کہ اس وقت لوگ یا صحابہ تھے یا تابعین۔ ان کا اس طریقے کو دم کٹی

نماز کہنا اس حدیث کے متروک العمل ہونے کی دلیل ہے جیسا کوئی شخص کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کا ذکر کرتا تو لوگ اعتراض کرتے۔

افسوس کہ غیر مقلدین نے احناف کی ضد میں ان احادیث پر عمل چھوڑ رکھا ہے جن پر بلا نکیر عمل جاری رہا اور شاذ روایات کو اپنانا اپنا مشن بنالیا ہے۔

درمیانی قعدہ

احناف کی ضد میں یا تو غیر مقلدین دو رکعت کے بعد سلام پھیرتے ہیں یہ غلط طریقہ ہے کیونکہ اس پر عمل باقی نہیں رہا یا احناف کی ضد میں دو رکعت پر سرے سے قعدہ ہی نہیں کرتے یہ بھی ترک واجب ہے ابو داؤد شریف میں حدیث ہے کہ ایک نماز میں آنحضرت ﷺ درمیانی قعدہ بھول گئے تو آپ نے سجدۂ سہو فرمایا اس لئے اگر کوئی بھول کر بھی یہ قعدہ نہ کرے تو سجدہ سہو واجب ہے ورنہ اعادہ نماز واجب ہے۔

(۱) ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ کان یقول فی کل رکعتین التحیة (صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۹۴) آنحضرت ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ ہر دو رکعت پر التحیات ہے۔

(۲) حضرت فضل بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا الصلوٰۃ مثنیٰ مثنیٰ تشهد فی کل رکعتین (ترمذی ج ۱ ص ۵۰) یعنی نماز دو دو رکعت ہے اور دو رکعت کے بعد التحیات ہے۔ فائدہ، لفظ کل خاص طور پر یہاں قابل توجہ ہے۔

(۳) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو ظہر یا عصر کی نماز پڑھائی اور دو رکعتوں پر کھڑے ہو گئے لوگوں نے سبحان اللہ کہا مگر آپ نے پرواہ نہ کی پس جب آپ نماز پوری کر چکے تو دو سجدے سہو کے کئے اور پھر سلام پھیرا (رواہ البزار مجمع الزوائد ج ۱ ص ۲۰۲) اور کہا اس کے سب راوی ثقہ ہیں۔

(۴) حضرت عبداللہ بن عمرؓ روایت فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا صلوٰۃ اللیل مثنیٰ مثنیٰ۔ رات کی نماز دو دو رکعت ہوتی ہے، جب حضرت عبداللہ

بن عمرؓ سے پوچھا گیا کہ دو دو رکعت کا کیا مطلب ہے تو فرمایا ان تسلیم فی کل رکعتین (صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۵۷) کہ تم ہر دو رکعت پر سلام پھیرو۔ چنانچہ تہجد کی نماز میں ہر دو رکعت پر سلام پھیرا جاتا تھا ہاں وتر کی دو رکعت بعد آخر میں یہ سلام باقی نہ رہا تو التحیات پڑھ کر بغیر سلام پھیرے تیسری رکعت میں کھڑے ہوتے تھے اس لئے وہ تمام حدیثیں بھی جن میں سلام کی نفی ہے قعدہ کی دلیل ہیں۔

(۵) وہ تمام احادیث جن میں نماز وتر کو نماز مغرب جیسا قرار دیا ہے وہ بھی درمیانی قعدہ کے لئے دلیل ہیں کیونکہ مغرب کے تین فرضوں کی دو رکعتوں کے بعد اگر التحیات نہ پڑھے یعنی قعدہ نہ کرے تو بالاتفاق سجدہ سہو واجب ہے۔

(۶) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ ایک رات میں نے اپنی والدہ کو (جو آنحضرت ﷺ کی محرمہ تھیں) جناب رسول اقدس ﷺ کے گھر خاص اس مقصد کیلئے بھیجا تا کہ وہ دیکھیں کہ آنحضرت ﷺ نماز وتر کس طرح ادا فرماتے ہیں۔ وہ فرماتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے جب وتر ادا فرمائے تو پہلی رکعت میں ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الاَعْلیٰ﴾ پڑھی۔ دوسری رکعت میں ﴿قُلْ یٰاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ﴾ پڑھی اس کے بعد قعدہ اولیٰ کیا اس کے بعد کھڑے ہوئے اور ان دو رکعتوں کو سلام کے ساتھ تیسری رکعت سے جدا نہیں فرمایا اس کے بعد تیسری رکعت میں (فاتحہ کے بعد) قل ھو اللہ احد پڑھی یہاں تک کہ جب اس سے فارغ ہوئے تو اللہ اکبر کہا اس کے بعد قنوت پڑھی اور پھر رکوع فرمایا (رواہ ابن عبدالبر فی الاستیعاب ج ۴ ص ۷۱)

(۷) حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا رات کی نماز دو دو رکعت ہے پھر جب دو رکعت بعد تو (التحیات پڑھ کر) سلام کا ارادہ کرے کھڑا ہو کر ایک رکعت ملا لے وہ وتر ہو جائیں گے حضرت قاسم بن محمد فرماتے ہیں میں نے تین وتر ہی لوگوں کو پڑھتے پایا ہے۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۳۵)

دیکھئے بخاری شریف کی اس حدیث سے تین رکعت وتر ایک سلام اور دو

التحیات سے ثابت ہو گئے ان سب مشہور روایات کے خلاف غیر مقلدین جس روایت سے استدلال کرتے ہیں وہ یہ ہے۔

امام حاکم پہلے دو سندوں سے سعید بن ابی عروبہ عن قتادہ عن زرارہ بن ابی اوفیٰ عن سعد بن ہشام عن عائشہؓ سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ آنحضرت ﷺ وترؐ کی پہلی دو رکعتوں کے بعد سلام نہیں پھیرتے تھے اور لکھا ہے کہ یہ حدیث بخاری مسلم کی شرط پر صحیح ہے (مستدرک حاکم ج ۱ ص ۳۰۴) سعید کی یہ حدیث (۱) مستدرک حاکم کے علاوہ (۲) نسائی ج ۱ ص ۲۴۸ (۳) موطا امام محمد ج ۱ ص ۱۵۱ (۴) طحاوی ج ۱ ص ۱۹۳ (۵) محلی ابن حزم ج ۲ ص ۴۸ (۶) ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۹۵ (۷) دارقطنی ص ۱۷۵ (۸) بیہقی ج ۳ ص ۳۱ (۹) مسند احمد ج ۶ ص ۱۵۶ (۱۰) طبرانی صغیر۔ ان دس کتابوں میں حدیث کے الفاظ یہی ہیں کہ دو رکعت پر سلام نہیں پھیرتے تھے

اخبرناہ ابو نصر احمد بن سھل الفقیہ بنجار اثنا صالح بن محمد بن حبیب الحافظ ثنا شیبان بن فروخ ابن ابی شیبہ ثنا ابان عن قتادہ عن زرارہ بن ابی اوفیٰ عن سعد بن ھشام عن عائشہؓ قالت کان رسول اللہ ﷺ یوتر بثلاث لا یسلم (فی نسخة لایقعد) الا فی آخرھن وھذا وتر امیر المؤمنین عمرابن الخطاب وعنه اخذہ اھل المدینه (المستدرک ج ۱ ص ۳۰۴) گویا دس سندوں میں تو اتفاق ہے کہ حدیث کے الفاظ لایسلم ہیں یعنی آپؐ دو رکعتوں کے بعد سلام نہیں پھیرتے تھے اور گیارہویں سند میں دو نسخے ہیں ایک تو یہی لانسلم دوسرا لایقعد کہ آپؐ دو رکعتوں کے بعد نہیں بیٹھتے تھے اس لئے ضروری ہوا کہ یہ نسخہ جو گیارہ سندوں کے خلاف ہے اس کی سند اور متن کی تحقیق کی جائے کیونکہ اس نسخہ کی مثال ایسی ہی ہے جیسے متواتر آیت قرآنی کے خلاف کوئی شاذ قرأت ہو۔ یا محکم کے مقابلہ میں متشابہ آ جائے۔

(۱) اس کی سند کے پہلے دو راویوں کے حالات نہ تقریب میں ملے ہیں نہ تذکرۃ

الحفاظ اور نہ میزان الاعتدال اور نہ تہذیب التہذیب میں۔

(۲) تیسرے راوی شیبان بن فروخ کے بارہ میں تقریب التہذیب ص ۱۴۸ پر لکھا ہے صدوق یھم ورمی بالقدر. یعنی سچا ہے مگر وہم کا شکار تھا اور تقدیر کے انکار کی بھی تہمت اس پر تھی۔

(۳) چوتھا راوی ابان ہے ابان کی ولدیت سند میں مذکور نہیں تقریب التہذیب میں دس ابان نامی راوی ہیں جن میں سے آٹھ ضعیف ہیں اور دو ثقہ ہیں۔علامہ نیموی فرماتے ہیں کہ ابان بن یزید گو ثقہ ہے لیکن اس کی یہ روایت ثقہ کے خلاف ہونے کی وجہ سے غیر محفوظ ہے۔ (آثار السنن ج ۱ ص ۱۵)

(۴) فتاویٰ علمائے حدیث میں ہے ''ابان کی بجائے سعید بن عروبہ اور چند دوسرے رواۃ نے قتادہ سے جو روایت کی ہے اس میں ''لایقعد کی بجائے ''لا یسلم'' ہے (یعنی سلام نہیں پھیرا کرتے تھے) اس لئے امام بیہقی کی تصریح کے مطابق یقعد والے الفاظ کو خطاء اور غلطی تصور کرنا چاہیئے۔(فتاویٰ علمائے حدیث ج ۳ ص ۱۹۹)

(۵) اس روایت کا مداد قتادہ پر ہے اور قتادہ جب عن سے روایت کرے تو غیر مقلدین کا اتفاق ہے کہ اس کی روایت حجت نہیں۔

(۶) اس کے متن پر غور کریں تو بھی جملہ لا یقعد صحیح نہیں کیونکہ اس کے بعد اسی روایت میں یہ بھی ہے وتر پڑھنے کا یہ طریقہ حضرت عمرؓ کا تھا اور یہی طریقہ اہل مدینہ نے ان سے اخذ کیا۔اب دیکھنا ہے کہ حضرت عمرؓ کا طریقہ لا یقعد والا تھا یا لا یسلم والا تو پہلے گزر چکا ہے کہ حضرت صدیق اکبرؓ کے دفن کے بعد جب حضرت عمرؓ نے سب کو نماز وتر پڑھائی تو آخر میں سلام پھیرا اس میں لا یسلم ہے لا یقعد نہیں۔

(۷) امام حسنؒ سے جب یہ کہا گیا کہ حضرت ابن عمرؓ دو رکعتوں کے بعد سلام پھیرتے تھے اور امام حسنؒ نے فرمایا کہ ان کے والد حضرت عمرؓ بڑے فقیہ تھے وہ دوسری پر سلام پھیرے بغیر تکبیر سے اٹھتے تھے (مستدرک ج ۱ ص ۳۰۴) حضرت عمرؓ سے کسی

صحیح سند سے **لا یقعد** کا لفظ ثابت نہیں۔

(۸) دوسری بات اہل مدینہ کے وتر کی بابت ہے ان کے بارہ میں بھی گزر چکا ہے کہ بالاتفاق **لا یسلم** والا طریقہ تھا کسی ایک روایت میں بھی **لا یقعد** نہیں آتا۔

الغرض **لا یقعد** والی روایت نہ سنداً صحیح ہے نہ متناً اور اکثر احادیث کے خلاف ہونے کی وجہ سے نہایت منکر روایت ہے۔

نتیجہ غیر مقلدین جو تین وتر پڑھتے ہیں۔ دونوں طریقے غلط ہیں ایک متروک بالاجماع ہے اور اجماع سے نکلنے والا بنص حدیث دوزخی ہے دوسرا منکر اور مشہور روایت کے مقابلہ میں منکرات پر عمل کرنے والا یقیناً گمراہ ہے۔

ایک رکعت وتر کا مسئلہ

تین رکعت وتر کی بحث میں یہ بات گزر چکی ہے کہ جس دور میں نماز میں سلام کلام جائز تھا اس وقت وتروں میں بھی سلام ہوتا تھا دو رکعت الگ اور ایک وتر الگ پڑھتے تھے۔ اس طرح بعض راوی اس کو تین رکعت روایت کرتے بعض ایک رکعت ورنہ شفع کے بغیر صرف ایک رکعت پڑھنا آنحضرت ﷺ سے ہرگز ثابت نہیں چنانچہ امام رافعی اور ابن صلاح سے حافظ ابن حجر لکھتے ہیں ''وتر کی روایات کی کثرت کے باوجود ہمیں معلوم نہیں کہ کسی روایت میں یہ آتا ہو کہ آنحضرت ﷺ نے کبھی صرف ایک رکعت وتر پڑھا ہو (تلخیص الحبیر ج ۲ ص ۱۵) لیکن غیر مقلدین احناف کی ضد میں اسی پر زور دے رہے ہیں اس بارے میں وہ چند استدلال پیش کرتے ہیں جن میں سرفہرست حضرت ابوایوب انصاریؓ کی حدیث ہے کہ حضرتؐ نے فرمایا جو چاہے پانچ وتر پڑھ لے۔ جو چاہے تین پڑھ لے جو چاہے ایک پڑھ لے مگر اس میں دو باتیں چھپا جاتے ہیں۔

(۱) یہ حدیث دراصل صحابیؓ کا قول ہے۔ چنانچہ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں۔ ''امام ابوحاتم۔ زیلعی۔ دارقطنی در علل۔ بیہقی اور بہت سے حضرات نے اس کو موقوفاً صحیح کہا ہے اور یہی درست ہے (تلخیص الحبیر ج ۲ ص ۱۳) موقوف صحابی کے قول کو کہتے

ہیں اور غیر مقلدین کا مسلمہ قاعدہ ہے کہ در موقوفات صحابہ حجت نیست، صحابی کا قول حجت اور دلیل نہیں بن سکتا۔

(۲) اس روایت کے آخر میں نسائی ج ۱ ص ۲۴۹ پر یہ بھی ہے جو چاہے ایک وتر پڑھ لے اور جو چاہے اشارہ کر لے یہ جملہ غیر مقلدین ہرگز بیان نہیں کرتے کیونکہ اس سے تو ایک وتر سے بھی چھٹی ملتی ہے اور کیسی آسانی ہے کہ وتروں کے سارے اختلافات کا خاتمہ ہے۔

(۳) حضرت ابن عباسؓ اور حضرت ابن عمرؓ نے مرفوعاً بیان کیا ہے الوتر رکعة من آخر الليل (مسلم ج ۱ ص ۲۵۷) حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث ایک رکعت کے الگ پڑھنے میں صریح نہیں کیونکہ احتمال ہے کہ آپ کی مراد یہ ہو کہ گزشتہ دو رکعتوں کے ساتھ ایک ملا کر تین وتر پڑھے (فتح الباری ج ۲ ص ۳۸۵) یا جیسے میں نے کہا کہ دو رکعت کے بعد جب سلام پھیرتے تھے تو کبھی ایک رکعت کو الگ بیان کر دیتے۔ اس کے بعد خود حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور عبداللہ بن عمرؓ نے یہ حدیث روایت فرمائی کہ وتر کی نماز مغرب کی طرح ہے اور ظاہر ہے کہ مغرب کے فرض ایک رکعت کوئی بھی نہیں پڑھتا۔ اور آخر میں تو حضرت عبداللہ بن عباسؓ ایک رکعت وتر کے اتنے مخالف ہو گئے تھے کہ ایک رکعت وتر پڑھنے والے کو حمار (گدھا) فرمایا (طحاوی ج ۱ ص ۱۹۹) افسوس ہے کہ غیر مقلدین حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی ایک روایت جو پہلے دور کی ہے وہ تو پیش کرتے ہیں لیکن آخری دور کی روایات کو چھپا جاتے ہیں حالانکہ یہ کتمان حق یا تو یہود کا طریقہ تھا (القرآن) یا ان سے شیعہ نے لیا (الکافی) یا اب غیر مقلدین کا اوڑھنا بن گیا ہے۔

(۴) عن ابی سعید الخدریؓ ان رسول اللہ ﷺ علیه وسلم نهی عن البتیراء ان یصلی الرجل واحدة یوتربها.

(رواه ابن عبدا البر فی التمهید بحواله اعلاء السنن ج ۶ ص ۴۰)

حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے بتیر اُسے منع فرمایا ہے یعنی اس سے کہ آدمی ایک رکعت وتر پڑھے۔

(۵) **عن محمد بن کعب القرظی ان النبی ﷺ نہی عن البتیرا (زیلعی ج ا ص ۳۰۳ وھو مرسل معتضد)**

محمد بن کعب بھی فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے بتیرا سے منع فرمایا ہے۔

(۶) دور صحابہ وتابعین میں ان ہی احادیث کے موافق عمل جاری تھا۔ ایک وتر کا کوئی رواج نہ تھا اگر شاذ ونادر کوئی ایک رکعت پڑھتا تو اس پر انکار ہوتا اور لوگ تعجب سے اس کو دیکھتے وہ ان کے انکار کے جواب میں کوئی حدیث پیش نہ کرسکتا۔ ہمارا غیر مقلدین سے یہی مطالبہ ہے کہ ہم ایسے واقعات احادیث صحیحہ سے پیش کریں گے کہ ایک وتر پڑھنے والے پر شدید انکار ہوا۔ اور غیر مقلدین یہ ثابت کریں گے جن پر انکار ہوا انہوں نے فلاں صحیح حدیث سے ان کے سامنے ایک وتر پڑھنا ثابت کیا۔

(۷) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا **اھون مایکون الوتر ثلاث رکعات** (موطا امام محمد ص ۱۵۰) کم از کم وتر کی رکعتیں تین ہیں یہ ایک رکعت وتر کا صریح انکار ہے اب غیر مقلد ثابت کریں کہ کسی نے ان کے سامنے حدیث سے ایک وتر کا ثبوت پیش کیا ہو۔

(۸) پھر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے صراحۃً کھل کر فرمایا **ما اجزأت رکعةً واحدةً قط** (موطا امام محمد ص ۱۵۰) کہ (وتر) کی ایک رکعت کبھی کافی نہیں ہوسکتی اس وقت کوفہ میں سینکڑوں صحابہ اور ہزاروں تابعین موجود تھے کسی نے ایک حدیث بھی ان کے رد میں پیش نہ کی۔

(۹) حضرت سعدؓ نے ایک وتر پڑھا تو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا ایک رکعت ہرگز جائز نہیں **وعاب ذالک علی سعد** اور حضرت سعدؓ کے اس فعل کو

معیوب قرار دیا طحاوی ج ا ص ۲۰۳ مگر حضرت سعدؓ ایک بھی حدیث ان کے مقابلہ میں پیش نہ کر سکے۔

(۱۰) حضرت عبداللہ بن سلمہ فرماتے ہیں کہ حضرت سعدؓ نے کوفے میں ایک وتر پڑھا میں ان کے پیچھے چلا اور ان کا بازو پکڑ لیا اور پوچھا یاابا اسحاق ماھذہ الرکعة یہ رکعت کیا ہے (طحاوی ج ا ص ۲۰۳) اس سے معلوم ہوا کہ شاذ قرأتوں کی طرح ایک وتر کو لوگ اچنبھے کی طرح دیکھتے تھے حضرت سعدؓ عبداللہ بن سلمہ کے سامنے بھی کوئی حدیث پیش نہ فرما سکے۔

(۱۱) غیر مقلدین کہتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہؓ نے ایک وتر پڑھا اور حضرت عباسؓ کا قول دلیل شرعی ہے اور احناف کے نزدیک جمہور صحابہ کا قول یا فعل دلیل شرعی ہے۔ جمہور کے خلاف کسی کا قول یا فعل دلیل شرعی نہیں اگرچہ ابن عباسؓ کی طرح ہم اجتہادی اختلاف کی تاویل کریں گے۔ بہرحال اس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ نے ایک رکعت وتر پڑھا یہ اس عہد میں ایک اجنبی فعل تھا ابن ابی ملیکہ نے آ کر ابن عباسؓ کو بتایا آپ نے فرمایا انه فقیة یعنی ایک وتر کے باقی رہنے پر ان کے پاس کوئی صریح حدیث نہیں ہے البتہ ان کی فقہی رائے ہے اور فقیہ اپنی رائے میں خطا پر بھی ہو تو اسے ایک اجر ملتا ہے۔ اس لئے اَصَابَ بھی فرمایا (بخاری) اور واقعی کوئی غیر مقلد یہ ثابت نہیں کر سکتا کہ حضرت امیر معاویہؓ نے کوئی صریح حدیث پیش کر کے ثابت کیا ہو کہ یہ میری فقہی رائے نہیں بلکہ صریح حدیث پر میں عامل ہوں۔ اس سے تو معلوم ہوا کہ پورے مکہ مکرمہ میں کوئی ایک وتر کو جانتا تک نہ تھا۔ جب امیر معاویہؓ آئے تو دیکھا اور حیران ہوئے۔

(۱۲) حضرت ابن ابی ملیکہ کو تو ابن عباسؓ نے مندرجہ بالا جواب دیا پھر جب عکرمہ نے بھی آ کر بتایا کہ حضرت معاویہؓ نے ایک وتر پڑھا ہے (تو شاید اس خیال سے کہ اس خطائے اجتہادی کا رواج نہ ہو جائے) آپ نے سخت الفاظ بھی ارشاد فرمائے۔ (طحاوی ج ا ص ۱۹۹)

(۱۳) غیر مقلدین کہا کرتے ہیں کہ حضرت عثمان نے ایک وتر پڑھا اور ایک رکعت میں سارا قرآن ختم کیا (دار قطنی۔طحاوی) ہم کہتے ہیں آپ کے مذہب میں تو حضرت عثمان کا فعل دلیل شرعی نہیں بلکہ ایک رکعت میں پورا قرآن ختم کرنا آپ کے نزدیک خلاف حدیث اور بدعت ہے پھر آپ کو اس سے کیا فائدہ اور ہم کہتے ہیں کہ اس کی سند میں خلیج بن سلیمان راوی ضعیف ہے پھر اس روایت میں یہ بھی تو ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن التیمی جو صحابی ہیں انہوں نے جب حضرت عثمان کو ایک رکعت پڑھتے دیکھا تو یہ فرمایا اَوْھَمَ الشیخ یعنی کوئی شخص وہم یا بھول کر ایک رکعت پڑھ لے تو یہ ممکن تھا مگر بغیر وہم اور بھول ایک رکعت کا پڑھنا اس دور میں کسی کے وہم میں بھی نہیں آ سکتا تھا اور حضرت عثمانؓ بھی کوئی ایک حدیث پیش نہ فرما سکے کہ یہ وہم نہیں ہے میں فلاں حدیث پر عمل کر رہا ہوں تمہیں خود حدیث کا علم نہیں اور احناف یہ کہتے ہیں کہ خود دور عثمانیؓ میں بیس تراویح کے ساتھ سب تین وتر پڑھتے تھے جس پر کسی نے انکار نہیں کیا ان سب روایات سے بھی ثابت ہوا کہ ایک رکعت وتر پر عہد صحابہ میں امر منکر کی طرح انکار ہوتا تھا۔ یہ تعامل دلیل ہے کہ حدیث بتیراء ہرگز بے اصل نہیں۔

(۱۴) تمام صحاح ستہ میں یہ فرمان رسول موجود ہے۔ صلوٰۃ اللیل مثنیٰ مثنیٰ رات کی نماز دو دو رکعت ہوتی ہے اس حدیث سے بھی صاف معلوم ہوا کہ نماز کا کم از کم نصاب دو رکعت ہے اس سے کم نماز نہیں یہی وجہ ہے کہ فرائض و نوافل میں۔ سفر یا حضر میں حتیٰ کہ خوف کی نماز میں بھی کوئی نماز ایسی نہیں ملتی جہاں شریعت نے ایک رکعت کو جائز رکھا ہو۔ ظاہر ہے کہ وتر کی نماز بھی اسی ضابطہ کے تحت آئے گی اور محض ایک وتر نماز نہیں کہلائے گی۔

(۱۵) ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے حضرت عبداللہ بن ابی قیس نے پوچھا کہ آنحضرت ﷺ کتنے وتر پڑھتے تھے فرمایا آپؐ چار اور تین۔ چھ اور تین آٹھ اور تین رکعتیں پڑھا کرتے تھے کبھی تیرہ رکعت سے زائد اور سات رکعت سے کم نہیں

پڑھتے تھے (مسند احمد ج ۶ ص ۱۵۶، طحاوی ج ۱ ص ۱۹۸، ابوداؤد ج ۱ ص ۲۰۰) اس روایت سے معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ تین رکعت سے نہ زیادہ وتر پڑھتے تھے اور نہ تین رکعت سے کم۔

ان دلائل سے یہ باتیں نہایت وضاحت سے ثابت ہوگئیں۔

(۱) ایک رکعت وتر جائز نہیں رہے ایسی روایات بتیراء سے منع فرمانے سے پہلے کی ہیں۔

(۲) تین رکعت میں دو رکعت پر سلام پھیرنا یہ طریقہ بھی درست نہیں اس پر عمل جاری نہیں رہا۔

(۳) تین رکعت کے درمیان قعدہ نہ کرنا یہ بھی غلط طریقہ ہے کسی صحیح حدیث سے اس کا ثبوت نہیں۔

(۴) وتر کا صحیح طریقہ جس کا عمل جاری رہا یہی ہے کہ تین وتر دو التحیات اور ایک سلام سے پڑھے جائیں۔

مناظرہ کوہاٹ کی چند جھلکیاں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تمہید

آج سے چند سال قبل کوہاٹ میں ایک مناظرہ ہوا تھا۔ جس میں غیر مقلدین کی طرف سے یہ شور اور دعوی تھا کہ اہل سنت والجماعت حنفی جو نماز پڑھتے ہیں وہ قرآن وحدیث سے ہرگز ہرگز ثابت نہیں۔ ہم صرف قرآن اور حدیث کو مانتے ہیں جب کہ یہ لوگ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تقلید کرتے ہیں۔ اہل سنت والجمات نے کہا کہ اس میں شک نہیں کہ ہم بالترتیب چار دلائل شرعیہ کو تسلیم کرتے ہیں۔

۱۔ کتاب اللہ ۲۔ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

۳۔ اجماع ۴۔ قیاس

مگر اوّلیت ہمارے ہاں بھی کتاب وسنت کو ہی حاصل ہے۔ جب مسئلہ کتاب وسنت سے صراحۃً مل جائے تو ہم کسی اور طرف نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھتے۔ اس لئے اگر آپ نماز کی مکمل ترتیب اور مسائل کی مکمل تفصیل ہمیں صرف قرآن اور حدیث سے صراحۃً دکھا دیں گے تو ہم وہی نماز پڑھنا شروع کر دیں گے۔ اور اگر آپ مکمل نماز ثابت نہ کر سکے اور ہرگز نہ کر سکیں گے تو آپ دنیا میں بھی مجرم ہوں گے کہ قرآن حدیث کا نام محض دھوکے کے لئے لیتے ہو نہ قرآن، حدیث سے تمہارا نام اہل حدیث ثابت ہے، نہ تمہاری نماز اور تم آخرت میں بھی مجرم ہوگے جب ہم استغاثہ کریں گے کہ اے اللہ ان لوگوں نے ہمیں قرآن وحدیث سے مکمل نماز نہیں دکھائی تھی۔ مناظرہ شروع ہو گیا تو اہل سنت والجمات مناظر نے کہا. کہ ہمارے نزدیک نماز کی حسب ذیل سات شرائط ہیں۔

۱۔ بدن کا پاک ہونا ۲۔ کپڑوں کا پاک ہونا

۳۔ جگہ کا پاک ہونا ۴۔ ستر کا چھپانا

۵۔ وقت کا ہونا ۶۔ قبلہ کی طرف منہ ہونا

۷۔ نیت کرنا (تعلیم الاسلام ص ۴۴)

جب کہ اہل حدیث کہلانے والے ان شرائط کو نہیں مانتے چنانچہ نواب صدیق حسن صاحب تحریر فرماتے ہیں۔ گندگی سے آلودہ جسم سے نماز پڑھنا گناہ ہے۔ لیکن اس طرح پڑھی ہوئی نماز باطل نہیں (بدور الاہلہ ص ۳۸) ان کے صاحبزادہ میر نور الحسن صاحب فرماتے ہیں ''جو شخص ناپاک کپڑوں میں نماز پڑھے یا بالکل ننگا نماز پڑھے اس کی نماز صحیح ہے (عرف الجادی ص ۲۲) اور فرماتے ہیں اگر عصر کے وقت فٹ بال کھیلنا ہو تو عصر کی نماز وقت سے پہلے ہی ظہر کے ساتھ ادا کر لے۔ (فتاویٰ ثنائیہ) تو آپ قرآن و حدیث سے ان کا غلط ہونا ثابت کر دیں۔

اہل سنت والجماعت مناظر کا مطالبہ یہ تھا کہ آپ کسی آیت یا حدیث سے ان شرائط کا غلط ہونا ثابت کر دیں ہم ان شرائط کا غلط ہونا مان لیں گے ان سے توبہ کر لیں گے۔ لیکن چونکہ نماز پھر بھی فرض ہی رہے گی۔ اس لئے اس کی ادائیگی کے لئے نماز کی صحیح شرائط کا جاننا اور ان کے مطابق نماز پڑھنا ضروری ہے۔

اس لئے آپ پھر ہمیں نماز کی شرائط اسی عام فہم ترتیب سے قرآن پاک یا حدیث صحیح سے دکھا دیں تا کہ ہم ان کے مطابق نماز ادا کر لیا کریں۔ مگر غیر مقلد مناظر شیر سرحد ابو عمر عبد العزیز نورستانی پوری نماز تو کیا ثابت کرتا۔ نماز کی شرائط بھی دکھانے سے عاجز رہا۔ اور آج تک عاجز ہے اور رہے گا۔

مناظرہ کا اثر

الحمد للہ اس مناظرہ کا اثر ملک گیر رہا۔ پورے ملک میں غیر مقلدین نے کان پکڑ پکڑ کر توبہ کی کہ آئندہ کبھی ہم اس بات پر مناظرہ نہیں کریں گے کہ اپنی مکمل نماز کی ترتیب و تفصیل قرآن و حدیث سے ثابت کریں گے۔ اس کے بعد، لاہور، اوکاڑہ، گوجرانوالہ، وہاڑی، مظفر گڑھ، جہلم، گجرات وغیرہ مختلف شہروں میں اہل سنت والجماعت نے ان سے مطالبہ کیا کہ آپ اپنی نماز مکمل ترتیب و تفصیل سے ثابت کر دیں مگر۔

زمیں جنبد نہ جنبد نورستانی والا معاملہ

ان حضرات کو غلط بیانی کرتے وقت کبھی فکر آخرت کا خیال نہیں آتا۔ اگر یہ لوگ اس کے خلاف بات کریں کہ فلاں فلاں جگہ اہل سنت کو شکست ہوئی تو ہم صرف ایک ہی مطالبہ کرتے ہیں کہ ایک اور صرف ایک مناظرے کی کیسٹیں مہیا کی جائیں جس میں غیر مقلد مناظر نے اپنی نماز کی مکمل ترتیب اور تفصیل صرف قرآن حدیث سے ثابت کردی ہو۔ تو ہم آپ کی فتح اور حقانیت کے قائل ہو جائیں گے لیکن

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے
یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

مناظرہ سے فرار کا طریقہ

جب شیر سرحد ابو عمر عبد العزیز نورستانی (سفید ڈھری پشاور) نماز کی شرائط بھی نہ بتا سکے تو اب مناظرہ کی بجائے ہنگامہ آرائی پر اتر آئے کہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک قوت حاصل کرنے کے لئے شراب پینا جائز ہے۔

اہل سنت والجماعت کی طرف سے مطالبہ ہوا کہ شراب بھی عربی لفظ ہے۔ ہر پینے والی چیز کو شراب یا مشروب کہتے ہیں۔ ہاں جس کو ہم اپنی زبان میں شراب کہتے ہیں اس کو عربی زبان میں خمر کہتے ہیں۔ اگر نورستانی صاحب خمر کا لفظ دکھادیں کہ امام صاحبؒ نے فرمایا ہو کہ قوت حاصل کرنے کے لئے خمر کا پینا جائز ہے تو ہم اپنی شکست تسلیم کرلیں گے بلکہ لکھ دیں گے۔

ڈھٹائی کی حد

نورستانی نے ترمذی شریف کے ساتھ لگی ہوئی تقریر ترمذی جو حضرت شیخ الہندؒ کی طرف منسوب ہے اور اس کے مرتب کرنے والے کا نام وہاں نہیں ہے میں سے ایک عبارت پڑھی کہ خمر کا لفظ مل گیا اور سب غیر مقلد مولویوں نے شور مچادیا کہ ہم جیت گئے مسلک اہل حدیث زندہ باد کے نعرے لگاتے رہے مگر حوالہ ہمیں نہیں دکھاتے تھے۔ جب نعرہ بازی سے تھک گئے تو ہم نے حوالہ دکھانے کا مطالبہ کیا تو وہاں

خمر کی بجائے ماسوی الخمر کا لفظ تھا کہ امام صاحب خمر کے علاوہ مشروبات پینے کی اجازت دیتے ہیں۔ خدا ضد کا ستیاناس کرے غیر مقلد کہنے لگے اگرچہ پورا لفظ ماسوای الخمر ہی ہے مگر اس میں خمر کا لفظ بھی تو آ گیا ہے جب پوچھا گیا کہ اللہ اور ماسوی اللہ میں آپ کے نزدیک کوئی فرق نہیں کیا ان فقروں کا ایک ہی مطلب ہے کہ اہل سنت اللہ ہی کی عبادت کرتے ہیں اور غیر مقلدین ماسوی اللہ کی ہی عبادت کرتے ہیں تو اب شیر سرحد پر موت کی سی خاموشی طاری تھی۔ گویا منہ میں زبان نہیں اور آیت کریمہ صم، بکم، عمی فھم لایرجعون ان کے لئے ہی نازل ہوئی ہے۔ اسکے بعد شیر سرحد کی زبان پر مناظرہ کا لفظ تک نہ آیا۔ مگر مسلمانوں میں یہ لوگ اگر انتشار پیدا نہ کریں تو ان کا کھانا ہضم نہیں ہوتا اتنے دنوں کے بعد پیٹ اپھر گیا تھا اب یہ شور مچادیا کہ اہل سنت والجماعت جو تقلید شخصی کرتے ہیں یہ شرک اور بدعت ہے اور یہ سب حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی مشرک ہیں۔

دوسرا مناظرہ

یہ مناظرہ ۲۰ راگست ۱۹۹۳ء کو ہونا طے پایا تھا۔ ہم اہل سنت والجماعت چونکہ مسائل اجتہادیہ میں تقلید کے مدعی ہیں اور ہر عدالت میں پہلے مدعی اپنا دعویٰ پیش کرتا ہے۔ اس دعویٰ کی پوری تنقیح ہوتی ہے۔ پھر عدالت میں بحث کا آغاز ہوتا ہے۔ اگر دعویٰ کی ہی وضاحت نہ ہو تو بحث سننے والے ہر گز فیصلہ نہیں کر سکتے کہ دلائل دعویٰ کے موافق تھے بھی یا نہیں اور دعویٰ ثابت ہوا یا نہیں اس لئے اہل سنت والجماعت کی طرف سے صبح سات بجے اپنا دعویٰ اور شرائط غیر مقلدین کو بھیج دی گئیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شرائط مناظرہ مابین اہل سنت والجماعت وغیر مقلدین

۱۔ دلائل: غیر مقلدین کا دعویٰ ہے کہ وہ صرف قرآن اور حدیث کو دلیل مانتے ہیں۔ اس لئے غیر مقلد مناظر قرآن کی آیت یا صریح صحیح غیر معارض حدیث کے

علاوہ کچھ نہیں کہے گا۔ اگر کہے گا تو اس کا کوئی جواب نہیں دیا جائے گا۔ بلکہ انتظامیہ اسے روکے گی۔ اگر نہ رکا تو اس کی شکست کی تحریر دے گی۔ اہل سنت والجماعت مناظر کتاب اللہ۔ سنت رسول اللہ ﷺ۔ اجماع امت اور قیاس سے استدلال کرے گا۔ وہ ان چار دلیلوں سے باہر نہیں نکلے گا۔ اگر نکلے تو اس کی بات کا کوئی جواب نہ دیا جائے گا بلکہ روکنے پر نہ رکے تو اس کی شکست کی تحریر دی جائے گی۔

۲۔ اہلحدیث نام! جس طرح منکرین سنت کو قرآن نے کبھی اہل قرآن نہیں کہا۔ اسی طرح منکرین اجماع و قیاس وفقہ کو قرآن حدیث میں کہیں اہل حدیث نہیں کہا گیا۔ غیر مقلدین کے نزدیک چونکہ قرآن، حدیث کے علاوہ کوئی دلیل شرعی نہیں۔ اس لئے وہ اہل حدیث نام استعمال نہیں کریں گے کیونکہ قرآن حدیث سے ثابت نہیں اہل سنت بننے کا حضورؐ نے حکم دیا۔ علیکم بسنتی (الحدیث) من رغب عن سنتی فلیس منی (الحدیث) اس لئے اہل سنت والجماعت نام ہم استعمال کریں گے۔

۳۔ قرآن پاک کا نام اہل قرآن بھی لیتے ہیں اہل حدیث بھی قادیانی بھی، اہل سنت بھی لیکن اس پر سب کا اتفاق ہے کہ اس ملک میں قرآن پاک اہل سنت ہی لائے۔ انگریز کے دور سے ان کی تفاسیر، تراجم، حواشی موجود ہیں لیکن اہل قرآن، قادیانی اور غیر مقلدین کا کوئی ترجمہ یا تفسیر یا حاشیہ قرآن انگریز کے دور سے پہلے کا نہیں۔ پھر یہ بھی یاد رہے جو قرآن یہاں پڑھا جا رہا ہے وہ قاری عاصم کوفی کی قرأت اور قاری حفص کوفی کی روایت ہے۔

۴۔ جس طرح اہل قرآن نام سے یہ دھوکا نہیں ہونا چاہیے کہ شاید قرآن اہل قرآن کا ہی ہے۔ اس لئے اہل حدیث نام رکھ لینے سے اس دھوکے میں نہیں آنا چاہیئے کہ حدیث کی کتابیں غیر مقلدین کی ہیں کیونکہ حدیث۔ فقہ۔ تفسیر اور اصول کی تمام کتابیں اہل سنت کی ہیں کسی ایک مؤلف کے بارہ میں بھی یہ ثابت نہیں کہ وہ نہ اجتہاد کی اہلیت رکھتا تھا نہ تقلید کرتا تھا۔ بلکہ مجتہدین کو بوجہ قیاس ابلیس اور مقلدین کو

مشرک کہتا تھا۔ جب تک غیر مقلد مناظر کسی کتاب کے بارہ میں یہ ثابت نہ کر دے گا کہ اس کا مؤلف نہ مجتہد تھا نہ مقلد بلکہ مجتہد کو ابلیس مقلد کو مشرک کہتا تھا۔ اسے اپنی کتاب نہ کہے گا۔

۵۔ ہم غیر مقلدین کی وہ کتابیں ان کے مقابلہ میں پیش کریں گے جن کا غیر مقلد ہونا ان کے اقرار سے یا تاریخی شہادت سے ثابت ہوگا۔

۶۔ مناظرہ صرف تحقیقی دلائل کا نام ہوتا ہے۔

اس لئے تحقیقی دلائل سے آگے نہیں بڑھے گا۔ الزامی جواب مناظرہ کا حصہ نہیں ہوتا۔ اس لئے الزامی جوابات کی بجائے تحقیقی جوابات ہی ہوں گے اگر غیر مقلد مناظر تحقیقی جوابات سے گریز کر کے الزامی جوابات پر آیا تو ہم اس کے مقابلے میں الزاماً ہر غیر مقلد کی کتاب پیش کریں گے خواہ وہ تقلید چھوڑ کر نیچری بنا ہو یا چکڑالوی۔ قادیانی بنا ہو یا لامذہب۔

۷۔ خلط مبحث نہیں ہوگا زیر بحث مسائل اجتہادیہ میں مجتہدین کی تقلید ہے جو کتاب وسنت کا حکم بتانے والی ہے نہ کہ کافر باپ دادا کی تقلید جو کتاب وسنت سے ہٹانے والی ہے اگر خلط مبحث ہوا جو یہود کی طرح تحریف وتلبیس ہوگی جو شکست کی علامت ہوگی۔

۸۔ وقت مناظرہ دو گھنٹے ہوگا۔ پہلے گھنٹے میں غیر مقلد مناظر مسائل اجتہادیہ میں عامی کے لئے مطلق تقلید کا وجوب اور شخصی کی اباحت ثابت کرے گا یا مستند کتاب سے حرام اور شرک کا حکم دکھا کر حرام اور شرک ثابت کرے گا۔ پھر فیصلہ لکھا جائے گا کہ کیا واقعی قرآن اور اپنی حدیث کی کتاب سے اس نے اپنا دعویٰ ثابت کر دیا۔ دوسرے گھنٹے میں اہل سنت مناظر ثابت کرے گا کہ مسائل اجتہادیہ میں عامی کے لئے مجتہد کی تقلید مطلق واجب بالذات اور تقلید شخصی واجب بالغیر ہے۔ پھر فیصلہ لکھا جائے گا کہ اہل سنت مناظر نے اپنا دعویٰ ثابت کر دیا یا نہیں فقط۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

موضوع بحث منجانب اہل سنت والجماعت

☆ مسائل اجتہادیہ میں جو خود اجتہاد کر سکتا ہو۔ اسے مجتہد کہتے ہیں اس پر اجتہاد کرنا واجب ہے۔ جو شخص اجتہاد نہ کر سکتا ہو اس پر تقلید واجب ہے جو شخص خود اجتہاد کی اہلیت نہ رکھتا ہو نہ تقلید کرے اس پر تعزیر واجب ہے اس کو غیر مقلد کہتے ہیں۔

☆ ۱۳۲۵ھ میں علمائے حرمین شریفین نے علمائے دیوبند سے چند سوالات پوچھے جن میں سوال نمبر ۸، ۹ یہ تھا۔

سوال: تمام اصول و فروع میں چار اماموں میں سے کسی ایک امام کا مقلد بن جانا درست ہے یا نہیں؟ اور اگر درست ہے تو مستحب ہے یا واجب اور تم کس امام کے مقلد ہو؟

الجواب: اس زمانہ میں نہایت ضروری ہے کہ چار اماموں میں سے کسی ایک کی تقلید کی جائے بلکہ واجب ہے، کیونکہ ہم نے تجربہ کیا ہے کہ آئمہ کی تقلید چھوڑنے اور اپنے نفس و ہوا کی اتباع کرنے کا انجام الحاد و زندقہ کے گڑھے میں جا گرنا ہے۔ اللہ پناہ میں رکھے اور بایں وجہ ہم اور ہمارے مشائخ تمام اصول و فروع میں امام المسلمین ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے مقلد ہیں۔ خدا کرے اسی پر ہماری موت ہو۔ اور اسی زمرہ میں ہمارا حشر ہو۔ المہند علی المفند یعنی عقائد علمائے اہل سنت دیوبند ص ۴۳ اس پر ۲۴ متقدمین علماء اہل سنت دیوبند اور ۳۷ متاخرین علمائے اہل سنت دیوبند کے دستخط ہیں۔ اس کے بعد اس جواب پر علمائے حرمین شریفین۔ علمائے مصر۔ علمائے شام کی بھی تصدیقات لکھی گئیں اور سب نے علماء دیوبند کو اہل سنت قرار دیا۔

بعد ازاں جب حرمین شریفین میں موجودہ سعودی حکومت قائم ہوئی تو اس حکومت نے بھی تقلید کے خلاف کوئی حکم نافذ نہ فرمایا بلکہ حضرت امام عبداللہ بن شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رحمہما اللہ نے مکہ مکرمہ میں اعلان فرمایا۔

ہمارا مسلک

ہم فروعی مسائل میں امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے طریقہ پر ہیں چونکہ آئمہ اربعہ (ابوحنیفہ، مالک، شافعی احمد بن حنبل رحمہم اللہ) کا طریقہ منضبط ہے۔اس لئے ہم ان کے کسی مقلد پر انکار نہیں کرتے ان کے سوا چونکہ اور لوگوں مثلاً روافض۔ زیدیہ امامیہ وغیرہ کے مذاہب منضبط نہیں ہیں اس لئے ہم ان کو تسلیم نہیں کرتے۔ہم لوگوں کو مجبور کرتے ہیں کہ چاروں آئمہ میں سے کسی ایک کی تقلید کریں (الھدیۃ السنیہ مؤلفہ علامہ سلیمان بن سحمان نجدی کا اردو ترجمہ تحفہ وہابیہ اسماعیل غزنوی ص نمبر ۶۱)

☆ حرم پاک مکہ مکرمہ میں جب چار مصلے تھے تو بھی غیر مقلدین کا مصلّی وہاں نہ تھا اب ایک مصلّی ہے تو بھی حنابلہ کا نہ کہ غیر مقلدین کا۔غیر مقلدین کے شیخ الکل کی معیار الحق بار دوم ۱۲۹۷ھ ص ۴۲ پر ہے کہ عامی پر مجتہد اہل سنت کی مطلق تقلید واجب ہے اور شخصی مباح ، مولانا محمد حسین بٹالوی ۱۳۳۸ھ نے اشاعۃ السنہ میں مولانا ثناء اللہ امرتسری ۱۹۴۸ء نے اخبار اہل حدیث میں مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی ۱۹۵۶ء نے تاریخ اہل حدیث میں مولانا سید محمد داؤد غزنوی ۱۹۶۳ء نے (داؤد غزنوی میں) اسی بات کو دہرایا گویا جماعت اہل حدیث کے پنج تن پاک کا ۱۹۶۳ء تک مطلق تقلید کے وجوب اور شخصی کے مباح ہونے پر اتفاق رہا ہے۔جس طرح ہم نے اپنا مسلک اپنی مستند کتاب کے حوالہ سے لکھا آپ بھی اپنی مستند کتاب کے حوالہ سے تقلید کے بارہ میں تحریر کر کے بھیج دیں۔اور یہ بھی وضاحت کریں کہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے جن علما نے المھند پر تصدیق لکھی اور موجودہ سعودی حکومت کا مسلک اور مذکورہ پانچ اہل حدیثوں کا مسلک مشرکانہ ہے یا نہیں۔

فقط۔محمد امین صفدر عفی اللہ عنہ

۱۹۹۳۔۸۔۲۰ صبح سات بجے

نوٹ: آپ کی جماعت کی مستند کتاب کے حوالہ کے بغیر کوئی تحریر متعلق حکم تقلید

مطلق وتقلید شخصی ہرگز مقبول نہ ہوگی۔ فقط محمد امین صفدر عفی اللہ عنہ،

غیر مقلدین نے تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ صرف شور مچایا کہ ہم ان کا جواب اتنی جلدی کیسے لکھ سکتے ہیں۔ آخر اہل سنت والجماعت نے کہا کہ اگر جواب لکھنے میں زیادہ وقت صرف ہونے کا اندیشہ ہے تو آپ ان کا جواب ٹیپ کروا دیں۔ مگر ان کو جواب آتا تو ٹیپ کرواتے۔ نہ جواب آیا نہ ٹیپ کروا سکے بالآخر تقریباً ۹ بجے مناظرہ کے لئے بیٹھے۔

اہل سنت والجماعت کی طرف سے احقر (محمد امین صفدر) مناظر تھا لیکن شیر سرحد نورستانی اب باوجود موجود ہونے کے مناظرہ کرنے کو تیار نہ ہوا۔ اس نے اپنی طرف سے اسلام آباد زرعی بارانی یونیورسٹی کے لیکچرار طالب الرحمٰن کو مناظرہ کے لئے بٹھایا۔ جو ہارون آباد میں اپنی نماز کا مکمل طریقہ ثابت کرنے سے عاجز رہا تھا۔ اہل سنت والجماعت کی طرف سے ''مناظرہ ہارون آباد'' کتابی شکل میں شائع ہو چکا ہے مگر طالب الرحمٰن نماز کے بارہ میں سوالات کا آج تک جواب شائع نہ کر سکا۔

اہل سنت والجماعت مناظر نے ابتداء کی اور لوگوں کو سمجھایا کہ پہلے یہ سمجھیں کہ اہل سنت اور غیر مقلدین میں اختلاف کیا ہے۔ مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری غیر مقلد حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہ سے تقلید کی تعریف یوں نقل فرماتے ہیں تقلید کہتے ہیں کسی کا قول محض اس حسن ظن پر مان لینا کہ یہ دلیل کے موافق بتلا دے گا اور اس سے دلیل کی تحقیق نہ کرنا (الاقتصاد ص ۱۷) اس سے صاف معلوم ہوا کہ مقلدین جن مسائل میں تقلید کرتے ہیں وہ مسائل یقیناً بادلیل ہیں کوئی ایک مسئلہ بھی بے دلیل نہیں۔ البتہ عوام کے لئے مسائل جان کر ان پر عمل کرنا ضروری ہے۔ ان مسائل کے دلائل کا مطالبہ ضروری نہیں۔

وضاحت

۱۔ اسلام واقعۃً حق اور سچا دین ہے مگر آج کل کے اکثر مسلمان ایسے ہیں جو اسلام کو حق مانتے ہیں لیکن اس کی حقانیت کے دلائل کفار کے سامنے بیان نہیں کر

سکتے۔ایسے اسلام کو تقلیدی اسلام کہا جاتا ہے ہم اہل سنت والجماعت کہتے ہیں کہ یہ لوگ اسلام کو حق ماننے کی وجہ سے مسلمان ہیں غیر مقلدین کہتے ہیں کہ دلیل تفصیلی نہ جاننے کی وجہ سے مشرک ہیں ہرگز ہرگز مسلمان نہیں۔ حالانکہ اکثر غیر مقلدین بھی اسی طرح کے مسلمان ہیں اور اپنے آپ کو غلطی سے مسلمان سمجھتے بھی ہیں اب سوال یہ ہے کہ اگر یہ لوگ اصول دین میں تقلید کر کے مسلمان ہیں مشرک نہیں تھے اور فروعی مسائل میں تقلید کیسے شرک ہو جائے گی۔

(۲) حاجی صاحب جو بانی مناظرہ ہیں یہ حج کر کے آئے ہیں مگر حج کا مکمل طریقہ اب بھی قرآن وحدیث سے نہیں نکال سکتے۔ یہ دوسروں کو دیکھ کر حج کر آئے ہیں جو تقلید ہے۔اہل سنت کے نزدیک یہ حاجی صاحب کہلائیں گے ان کے نزدیک یہ مکہ مدینہ میں شرک کرتے رہے اور اب بھی حاجی نہیں بلکہ مشرک ہیں۔

(۳) حاجی صاحب جب تلاوت قرآن پاک کرتے ہیں تو قرآن پاک کے اعراب اور اوقاف کے دلائل ان کو ہرگز یاد نہیں۔مگر یہ اس حسن ظن پر تلاوت کرتے ہیں کہ اگر چہ مجھے ان کے دلائل یاد نہیں مگر قرآن پاک میں ایک زبر اور ایک زیر بھی بغیر دلیل کے نہیں اس تلاوت کو تقلیدی تلاوت کہتے ہیں۔اہل سنت کے نزدیک حاجی صاحب کو اس تلاوت پر ثواب ملے گا۔لیکن غیر مقلدین کے نزدیک یہ تقلیدی تلاوت کی وجہ سے مشرک ہے تلاوت کا ثواب کیا ملتا۔اس شرک کی وجہ سے باقی نیکیاں بھی برباد ہو گئیں۔نکاح بھی ٹوٹ گیا۔

(۴) آج جو لوگ نماز پڑھتے ہیں اور ان کو ہر ہر مسئلے کی دلیل تفصیلی قرآن و حدیث سے معلوم نہیں وہ تقلیدی نماز پڑھ رہے ہیں صرف اس حسن ظن پر کہ اگر چہ ہمیں ان مسائل کے تفصیلی دلائل یاد نہیں مگر اس نماز کا ایک مسئلہ بھی بے دلیل نہیں۔ تمام مسائل بادلیل ہیں۔اہل سنت اس نماز کو صحیح مانتے ہیں غیر مقلدین اس نماز کو شرک قرار دیتے ہیں۔غیر مقلدین سو فیصد یہی تقلیدی نماز پڑھتے ہیں اور اپنے

عقیدے کے مطابق مشرک بنتے ہیں افسوس کہ تقلید کا نام چھوڑا مگر شرک ان کی جان نہیں چھوڑتا۔

(۵) ایک شخص ہمارے پاس آتا ہے جو عیسائی ہے اس کا نام رحمت مسیح ہے اور کہتا ہے کہ میں اسلام قبول کرنے آیا ہوں ہم نے اسے مسلمان کرلیا۔ اس کا نام رحمت اللہ رکھ دیا۔ اس نے نہ ہی عیسائیت کا جھوٹا ہونا ہمارے سامنے کسی دلیل سے ثابت کیا بلکہ بلا ذکر دلیل عیسائیت چھوڑ دی۔ اور نہ ہی اسلام کی حقانیت کے دلائل کا ہم سے مطالبہ کیا۔ مگر اسلام قبول کرلیا صرف اس حسن ظن پر کہ اسلام یقیناً سچا دین ہے۔ اور اس کی صداقت دلائل سے ثابت ہے اگر چہ میں نے وہ دلائل نہیں پوچھے اب اہل سنت کے نزدیک یہ آیا تو کافر تھا اور گیا مسلمان ہو کر۔ مگر غیر مقلدین کے نزدیک وہ کافر آیا تھا کافر ہی رہا بلکہ اس پر ہر دو شرک اور سوار ہو گئے عیسائیت کو بھی تقلیداً چھوڑا جو شرک ہے اور اسلام بھی تقلیداً قبول کیا جو دوسرا شرک ہے۔

اہل سنت والجماعت مناظر نے جب اس عام فہم طریقہ سے نقطہ اختلاف سمجھایا۔ تو شیر سرحد نورستانی اور طالب الرحمٰن کے جسم پر لرزہ اور زبان پر سکتہ طاری تھا اور پورے مناظرے میں ان کا جواب نہیں دے سکے۔ اور اپنے غیر مقلد حاجیوں، قاریوں اور نمازیوں کو شرک کی دلدل سے نہیں نکال سکے۔

دلائل کی وضاحت

مسئلہ کی وضاحت کے بعد دلائل کی وضاحت ضروری تھی کہ کون مناظر کون سے دلائل سے استدلال کرسکتا ہے۔ اہل سنت والجماغت مناظر نے بتایا کہ ہم اہل سنت والجماعت بالترتیب چار دلائل کو مانتے ہیں۔

کتاب اللہ، سنت رسول، اجماع اور قیاس، اور مثال سے سمجھایا کہ دیکھو ہم نماز میں رکوع کرتے ہیں اس کا حکم قرآن پاک میں ہے۔ مگر رکوع جاتے وقت اللہ اکبر کہنا۔ رکوع میں سبحان ربی العظیم پڑھنا رکوع سے اٹھتے وقت سمع اللہ لمن

حمدہ ربنالک الحمد پڑھنا قرآن پاک سے ثابت نہیں۔ یہ سب سنت سے ثابت ہے۔ اب ان تینوں اذکار کا آہستہ پڑھنا نہ قرآن پاک میں صراحۃً ہے نہ کسی حدیث میں صراحۃً ہے البتہ اس پر امت کا اجماع ہے۔ پھر اگر بھول کر رکوع میں سبحان ربی العظیم کی بجائے سبحان ربی الاعلیٰ پڑھ لیا جائے تو نماز فاسد ہوگئی یا سجدہ سہو لازم ہوگیا۔ یا کیا ہوگا اس کا جواب سوائے قیاس کے کہیں نہیں ملے گا کہ یہ ترک سنت ہے اور سنت کے ترک سے نہ نماز فاسد ہوتی ہے نہ سجدہ سہو لازم آتا ہے نماز ہوگئی۔ اس مسئلہ میں ہم نے اپنے امام کی تقلید کی اگر آپ اس مسئلہ کا حکم صراحۃً قرآن وحدیث میں نہ دکھا سکے تو آپ یہ مسئلہ کہاں سے لیں گے افسوس کہ نورستانی اور اس کے مناظر نے پورے مناظرے میں اس مسئلہ کا حکم قرآن حدیث سے نہ دکھایا نہ اس کا کوئی متبادل حل پیش کیا۔

اس کے بعد اہل سنت والجماعت مناظر نے کہا کہ غیر مقلدین کا دعویٰ ہے کہ وہ صرف قرآن اور حدیث کو مانتے ہیں وہ قرآن اور حدیث کے علاوہ کوئی بات نہیں کرے گا۔ مگر افسوس کہ تقریباً تین گھنٹے کے مناظرہ میں ایک آدھ آیت پڑھی وہ بھی مسئلہ سے بے تعلق۔ نہ کوئی حدیث بیان کی جس سے سب نے جان لیا کہ مناظرہ کے وقت نورستانی صاحب اور ان کے مناظر اہل حدیث ہرگز نہیں رہتے سارا وقت احادیث نفس بیان کرنے میں ضائع کرتے ہیں۔

لیکن اس مناظرہ میں تو نورستانی اور اس کے مناظر نے اجماع امت اور اجتہاد کو صراحۃً دلیل شرعی مان لیا۔ اس پر ان سے تین سوالات پوچھے گئے۔

(۱) کہ اہل سنت والجماعت حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی چار دلائل کو مانتے ہیں تو ان کی فقہ کی مستقل کتابیں ہیں جن میں کتاب، سنت، اجماع، قیاس کے تمام مسائل آسان اور عام فہم ترتیب سے درج ہوتے ہیں آپ بھی اپنے فرقہ کی ایسی مستند مکمل اور مدون کتاب بتائیں۔ لیکن وہ پورے مناظرے میں ایسی کتاب کا نام نہ بتا سکے اور

نہ ہی پیش کر سکے۔ معلوم ہوا کہ یہ لوگ جان چھڑانے کے لئے اجماع اور اجتہاد کو ماننے کا اقرار کرتے ہیں اس پر قائم نہیں رہتے ورنہ ضرور مذاہب اربعہ کی طرح ان کی مکمل کتابیں جن میں اجماعی اور قیاسی مسائل جمع ہوتے موجود ہوتیں۔ (یہ دلیل قابل غور ہے)

(۲) دوسرا سوال یہ پوچھا گیا کہ حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی ان چاروں دلائل کو مانتے ہیں تو ان کو آپ اہل حدیث نہیں مانتے بلکہ اہل الرائے کہتے ہیں اب آپ نے بھی یہ چاروں دلیلیں مان لیں تو آپ بھی اہل حدیث نہیں رہے بلکہ اہل الرائے بن گئے ہیں۔ آئندہ اپنے کو اہل حدیث کہہ کر کسی کو دھوکا نہ دینا۔ اس سوال کا جواب بھی پورے مناظرے میں نہیں دیا۔

(۳) تیسرا سوال یہ تھا کہ جب آپ اجتہاد کرتے ہیں (باوجود نااہل ہونے کے) تو اس کے بارہ میں کہتے ہیں کہ یہ اجتہاد کتاب وسنت کی روشنی میں ہے۔ اس لئے ما انزل اللہ میں شامل ہیں لیکن آئمہ مجتہدین نے جو اجتہادات کئے ان کا اعلان ہوتا ہے۔ **القیاس مظهر لامثبت**۔ کہ ہم قیاس سے کوئی مسئلہ گھڑتے نہیں بلکہ کتاب وسنت کے ہی پوشیدہ مسئلہ کو ظاہر کرتے ہیں جو یقیناً ما انزل اللہ ہے لیکن ان آئمہ کے مسائل کو ما انزل اللہ میں شامل نہیں کرتے بلکہ **ولا تتبعوا من دونه اولياء** کے تحت لاتے ہیں۔ یہ عجب اندھیرا ہے کہ جن آئمہ کا مجتہد ہونا دلیل شرعی (اجماع امت) سے ثابت ہو ان کے اجتہادات کو ما انزل اللہ میں شامل نہ کیا جائے اور جو شخص اجتہاد تو کجا تقلید کی تعریف سے بھی جاہل ہو۔ جو بے چارہ خطاء کا ترجمہ ''جان بوجھ کر غلطی کرنا'' کرتا ہو۔ جس کی جہالت عالم آشکارا ہو جو فرمان رسول ﷺ کہ آخری زمانہ میں لوگ جاہلوں کو اپنا دینی پیشوا بنالیں گے وہ بغیر علم کے فتوے دیں گے خود بھی گمراہ ہوں گے۔ دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے (متفق علیہ) کا کامل ترین مصداق ہو اس کی جہالت کو ما انزل اللہ کا درجہ دیا جائے۔ آخر یہ فرق کہ جو اجتہاد کے اہل ہیں

ان کے اجتہادات ما انزل اللہ میں شامل نہیں اور جو نااہل ہوں ان کے اجتہادات ماانزل اللہ میں شامل ہیں کس قرآن وحدیث میں ہے۔ افسوس کہ نورستانی اور اس کے مناظر نے آخر تک اس سوال کا جواب نہیں دیا۔

غیر مقلدین کا دعویٰ کہ تقلید شخصی شرک ہے

یہ دعویٰ تھا جو غیر مقلدین نے ثابت کرنا تھا مگر نورستانی کے مناظر نے پہلے تو یہ شور مچایا کہ یہ دعویٰ نہیں بلکہ جواب دعویٰ ہے اس جہالت پر نورستانی نے اپنے مناظر کا کوئی نوٹس نہیں لیا۔ جس سے علماء یہ سمجھ گئے کہ بے چارہ نورستانی بھی دعویٰ کی تعریف نہیں جانتا۔ جب اسے بانی مناظرہ نے خود بھی کہا کہ یہ آپ کا دعویٰ ہے۔ آپ تمام حنفیوں شافعیوں مالکیوں۔ حنبلیوں کو روزانہ مشرک کہتے ہیں۔ اب یہ ثابت کرو کہ اجتہادی مسائل میں عوام کے لئے مجتہد کی تقلید شخصی شرک ہے۔ اب نورستانی کے مناظر کا فرض تھا کہ وہ ایک آیت یا ایک حدیث پڑھ دیتا کہ اجتہادی مسائل میں عوام پر مجتہد کی تقلید شرک ہے۔ یا ناکامی اور مایوسی کا ہی ذکر اس شعر میں کر دیتا۔

اے میرے باغ آرزو کیسا ہے باغ ہائے تو
کلیاں تو گو ہیں چار سو کوئی کلی کھلی نہیں

الٹی گنگا

نورستانی کے مناظر نے کہا کہ اہل سنت مناظر پہلے تقلید شخصی کا لفظ قرآن میں دکھائے پھر تقلید شخصی کی تعریف قرآن سے دکھائے۔ پھر واجب کی تعریف قرآن سے دکھائے۔ پھر اس تقلید شخصی کا واجب ہونا قرآن سے دکھائے۔

اہل سنت مناظر

اصطلاحات کی تعریفیں قرآن پاک میں نہیں ہوتیں جیسے اصول حدیث کی کسی اصطلاح کی کوئی جامع مانع تعریف قرآن میں نہیں۔ اگر آپ کا عقیدہ یہی ہے کہ تمام اصطلاحات اور احکامات کی تعریفیں قرآن پاک میں ہوتی ہیں۔ تو آپ اپنے

اس خودساختہ اصول پر تقلید شخصی کا لفظ قرآن پاک سے دکھادیں۔ تو ہم اپنا غلط ہونا مان لیں گے اپنے دعویٰ سے دست بردار ہو جائیں گے کیونکہ قرآن پاک کا ہمارے نزدیک بھی دلائل میں پہلا نمبر ہے۔ اس پر بانی مناظرہ اور دیگر سامعین نے بھی اہل سنت مناظر کی تائید کی اور کہا کہ سارا جھگڑا اسی سے چلا ہوا ہے کہ حنفی مشرک ہیں اور شرک نا قابل معافی گناہ ہے۔ اس لئے آپ یہ ثابت کر دیں۔ بات ختم ہو جائے گی۔

پہلی دلیل

نورستانی کے مناظر نے یہ آیت پڑھی ﴿اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ﴾ اتباع کرو صرف اس چیز کی جو اللہ نے اتاری اور وہ قرآن وحدیث ہے اور نہ تقلید کرو اس کے سوا اولیاء کی یہ آئمہ اربعہ کی فقہ ہے اور کہا کسی ولی کو نہ مانو۔

جواب: اہل سنت مناظر نے کہا کہ اس آیت میں ہے کہ جو اللہ نے اتارا اس کی تابعداری کرو اس کے علاوہ کسی ولی من دون اللہ کی تابعداری نہ کرو۔ آپ کے بڑے بھائی اہل قرآن کہتے ہیں کہ ما انزل اللہ صرف قرآن ہے۔ صحاح ستہ ما انزل اللہ نہیں بلکہ من دونہ اولیاء میں شامل ہیں۔ آپ کی طرف سے جواب یہ ہوتا ہے۔ کہ رسول دین میں اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتا ﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى. اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى﴾ وہی کہتا ہے جو خدا کی طرف سے ہوتا ہے۔ اس لئے وہ بھی ما انزل اللہ میں شامل ہے۔ ہم اہل سنت والجماعت کہتے ہیں کہ مجتہدین کا بھی یہی اعلان ہوتا ہے کہ القیاس مظهر لا مثبت کہ ہم دین کا کوئی مسئلہ از خود نہیں گھڑتے بلکہ کتاب و سنت کی روشنی سے ہی اخذ واستنباط کرتے ہیں۔ اس لئے کتاب وسنت سے نکالا ہوا حکم ما انزل اللہ میں ہی شامل ہے۔ جیسا کہ آپ اپنے اجتہادات کو ما انزل اللہ ہی مانتے ہیں۔ نیز اہل سنت مناظر نے کہا کہ اس آیت میں نہ تقلید شخصی کا لفظ۔ نہ تقلید شخصی کا ذکر نہ تعریف نہ حکم۔ نورستانی صاحب نے بھی نہیں کہا کہ بیٹا مناظر بن بیٹھے ہو۔ دلیل اور

دعویٰ کی مطابقت ضروری ہے۔اس آیت کا دعویٰ سے دور کا بھی تعلق نہیں۔

اہل السنّت والجماعت کی پہلی دلیل

اللہ تعالیٰ نے جس طرح قرآن پاک میں اپنی اتباع کا حکم دیا ہے اور اللہ تعالیٰ کی اتباع بلا مطالبہ دلیل ہوتی ہے۔اسی طرح رسول پاک ﷺ کی اتباع کا بھی حکم ہے ﴿قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ﴾ کہہ دیجئے اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو۔اور ظاہر ہے کہ رسول اقدس ﷺ کی پیروی بھی بلا مطالبہ دلیل ہوتی ہے۔اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اجماع کی اتباع کا بھی حکم دیا ہے۔ ﴿وَمَنْ یُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَہُ الْھُدٰی وَیَتَّبِعْ غَیْرَ سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ نُوَلِّہٖ مَا تَوَلّٰی وَنُصْلِہٖ جَھَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِیْرًا﴾ (۴۔۱۱۵) اور جو کوئی مخالفت کرے رسول کی جب کہ کھل چکی اس پر سیدھی راہ اور چلے سب مسلمانوں کے رستہ کے خلاف تو ہم حوالہ کریں گے اس کو وہی طرف جو اس نے اختیار کی اور ڈالیں گے اس کو دوزخ میں اور وہ بہت بری جگہ پہنچا اکابر علماء نے اس آیت سے یہ مسئلہ بھی نکالا ہے کہ اجماع کا مخالف اور منکر جہنمی ہے یعنی اجماع امت کو ماننا ضروری فرض ہے۔ حدیث میں وارد ہے کہ اللہ کا ہاتھ ہے مسلمانوں کی جماعت پر جس نے جدا راہ اختیار کی وہ دوزخ میں جا پڑا۔(تفسیر عثمانی ص ۱۲۵)

اجماع نے بعد منیب کی اتباع کا بھی حکم دیا۔﴿وَاتَّبِعْ سَبِیْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَیَّ﴾ اور تقلید کر اس کے مذہب کی جو رجوع ہوا میری طرف (۳۱:۱۵)

مجتہد کتاب وسنت کی طرف ہی رجوع کر کے احکام شرعیہ کا استنباط کرتا ہے۔ان چار اتباعوں میں ظاہر ہے کہ خدا کی اتباع احکام الوہیت میں ہوگی رسول کی اتباع احکام رسالت میں ہوگی۔اجماع کی اتباع احکام اجماعیہ میں ہوگی اور مجتہد کی تقلید احکام اجتہادیہ میں ہوگی۔اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ غیر مجتہد کو احکام اجتہادیہ میں مجتہد کی تقلید کا حکم دے رہا ہے اور امر وجوب کے لئے ہوتا ہے۔پس خدا۔رسول

اور اجماع کی اتباع فرض ہوئی کیونکہ یہ تینوں خطا سے معصوم ہیں۔ اور مجتہد خطاء سے معصوم نہیں اگر چہ اس کی خطا پر بھی اللہ تعالیٰ اجر عطا فرماتے ہیں اس لئے وہ معصوم تو نہیں لیکن مطعون بھی نہیں بلکہ ہر ہر حال میں ماجور ہے اس لئے اس کی تقلید واجب ہوئی۔ آیت کریمہ میں من ہے جو جنس کے لئے ہے۔ جو ایک مجتہد اور ایک سے زیادہ کو برابر شامل ہے اور جس ملک میں ایک ہی مجتہد کا مذہب متواتر ہو وہاں تکوینا اسی کی تقلید شخصی متعین ہے جیسے یمن میں جس تواتر اور یقین کے ساتھ حضرت معاذؓ کے اجتہادی احکام ملتے تھے اور تواتر کے ساتھ حضرت ابو بکر حضرت عمرؓ وغیرھما کے فتاویٰ نہیں ملتے تھے اس لئے یمن کے سب لوگ حضرت معاذؓ کی ہی تقلید شخصی کرتے تھے اسی طرح اس ملک میں درساً افتاء وعملاً صرف اور صرف مذہب حنفی ہی متواتر ہے۔ اس لئے اس ملک میں اس حکم خداوندی کا پورا کرنا صرف امام صاحب کی تقلید سے ہو سکتا ہے اس کے علاوہ اس آیت پر عمل ممکن ہی نہیں،

غیر مقلد مناظر کا واویلا

اس قرآنی دلیل سے سب سامعین مسئلہ کو مان گئے مگر غیر مقلدین نے شور وغوغا شروع کر دیا۔ انہیں سمجھایا گیا کہ قرآن پاک سن کر شور مچانا ابو جہل کی تقلید ہے۔ آپ تو مجتہد کی تقلید کو شرک کہتے ہیں۔ ابو جہل کی تقلید کب سے آپ پر فرض ہو گئی ہے۔

لفظی چکر

نورستانی اور اس کے مناظر نے کہا کہ اتباع کا معنی تقلید کرنا تحریف قرآن ہے۔ اتباع کہتے ہیں قرآن وحدیث کی بات ماننے کو۔ جب کہا گیا کہ یہ فرق قرآن حدیث سے دکھا دیں تو مناظر صاحب کی بولتی بند ہو گئی یہ فرق قرآن وحدیث سے نہ دکھا سکا۔ وہ تو یہیں بند تھا پھر جب اہل سنت مناظر نے کہا کہ تمہیں تو قرآن پاک کی کبھی ہوا بھی نہیں لگی قرآن پاک میں ہے کہ مشرکین مکہ کہا کرتے تھے ہم اپنے باپ دادا کی اتباع کرتے ہیں (۲۔۱۷۰) کیا یہاں اتباع کا معنی قرآن وحدیث کرتے

ہو۔اسی طرح قرآن نے شیطان کی اتباع سے منع کیا ہے۔(۲-۱۶۸،۲-۲۰۸،۶-۱۴۲،۲۴،۱۲۱) کیا ان کی شہوات کا نام قرآن حدیث تھا پھر قرآن میں بعض کے بارے میں آتا ہے ﴿فَاتَّبَعُوْا اَمْرَ فِرْعَوْنَ﴾ (۱۱-۹۷) کیا فرعون قرآن و حدیث سناتا تھا کہ اس کی بات ماننے کو اتباع کہا گیا ہے اب فرمایئے تحریف آپ کر رہے ہیں یا ہم۔اب تو نورستانی اینڈ کمپنی پر موت کی سی خاموشی طاری تھی۔اور دنیا دیکھ رہی تھی کہ ان کی باتیں قرآن پاک کی صریح آیات کے خلاف ہیں۔اب لوگوں کا خیال تھا کہ یہ لوگ قرآن کی صریح مخالفت سے توبہ کرلیں گے۔مگر ضد کے بعد توبہ کا دروازہ بند ہو جاتا ہے۔نورستانی مناظر نے ان آیات کو ماننے کی بجائے یہ مطالبہ کر دیا کہ یہ ثابت کرو کسی اصولی نے تقلید اور اتباع کو ہم معنی قرار دیا ہو۔آہ! قرآن سے تسلی نہ ہوئی اب کسی امتی کے قول کی ضرورت پیش آ رہی ہے۔چنانچہ منکرین قرآن کو گھر تک پہنچانے کے لئے ان کا یہ مطالبہ بھی پورا کر دیا گیا۔کتاب کشاف اصطلاحات الفنون سے دکھایا گیا کہ التقلید اتباع الانسان غیرہ ص ۱۱۷۸ تقلید یہ ہے کہ انسان دوسرے کی اتباع کرے۔یہی بات علامہ ابن ملک اور علامہ ابن المعینی نے شرح منار مصری ص ۲۵۲ پر اور نامی شرح حسامی ص ۱۹۰ پر بھی ہے قطب الارشاد حضرت گنگوہیؒ فرماتے ہیں ”اتباع اور تقلید کے معنی واحد ہیں۔(سبیل الرشاد ص ۲۷) حضرت مولانا خیر محمد صاحب نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں“ اس سے معلوم ہوا کہ جن لوگوں نے اتباع و تقلید میں فرق کیا ہے وہ ان کی خاص اصطلاح ہے جو ہم پر حجت نہیں لا مناقشة فی الاصطلاح (خیر التفید ص ۲۲)

ایک اور بدحواسی

اب نورستانی اور اس کے مناظر صاحب مبہوت ہو چکے تھے۔قرآنی دلیل ماننا اپنے مذہب کی شکست تھی۔مگر خاموش ہو جانا بھی بہت بڑی ذلت تھی تو مناظر صاحب نے اس مثال کو پورا کر ہی دیا کہ ملا آں باشد کہ چپ نشود۔بدحواس ہو کر بولے جب تقلید بحکم قرآن واجب ہے تو امام ابو حنیفہؒ کس کے مقلد تھے۔انہوں نے

کیوں اس حکم کو نہیں مانا۔

اہل سنت مناظر نے بتایا کہ امام ابو حنیفہؒ تو منیب ہیں اور ہم ان کے مقلد یہ ایسی ہی جہالت کا سوال ہے جیسے کوئی جاہل کہے کہ اگر مقتدی پر امام کی اقتدا واجب ہے تو امام اس واجب کا کیوں تارک ہے۔ کوئی باغی کہے کہ اگر رعایا پر حاکم کی تابعداری واجب ہے تو حاکم کیوں اس واجب کا تارک ہے کوئی مریض کہے اگر مجھے اپریشن کرانا لازمی ہے تو ڈاکٹر کیوں اپریشن نہیں کراتا۔ ہائے افسوس ایسی جہالتوں کا نام عمل بالحدیث رکھا ہوا ہے۔

ایک اور دلیل

اہل سنت والجماعت مناظر نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تین قسم کے لوگوں کا ذکر فرمایا ہے ایک وہ جن کو قرآن اولوالالباب۔ فقہاء۔ اہل استنباط اور اولوالابصار کے معزز القاب سے یاد کرتا ہے ان کو حکم دیا ہے ﴿فَاعْتَبِرُوْا يَا اُولِي الْاَبْصَار﴾ اے صاحب بصیرت لوگو قیاس کرو۔ اسی حکم کے مطابق مجتہد پر اجتہاد واجب ہے لیکن جو لوگ خود یہ اہلیت نہ رکھتے ہوں وہ کیا کریں تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ ﴿فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ (الانبیاء) اگر تم نہیں جانتے تو یاد رکھنے والوں سے دریافت کر لیا کرو قرآن پاک میں اولو الابصار اور اہل ذکر ایک ہی چیز ہے اور جب اولو الابصار اور اہل ذکر کو قیاس اور اجتہاد کا حکم دیا تو لوگ ان سے ان قیاسی اور اجتہادی مسائل کا ہی سوال کریں گے اور وہی لوگ سوال کریں گے جو خود قیاس اور اجتہاد نہیں کر سکتے۔ اسی کو عرف میں تقلید کہتے ہیں۔ اس میں اہل ذکر جنس ہے۔ جیسے انسان جنس ہے ایک انسان کو بھی انسان ہی کہا جاتا ہے۔ تو ایک اہل ذکر کی تقلید بھی تقلید ہی ہوئی۔ اور اسی کو تقلید شخصی کہتے ہیں۔ ہمارے اس ملک میں جس طرح قرآن پاک کی سات قرأتوں میں سے عوام و خواص میں صرف قاری عاصم کوفیؒ کی ہی قرأت تلاوۃً متواتر ہے۔ اور سب لوگ حتی کہ غیر مقلدین بھی ساری عمر ایک ہی کوفی قاری کی

قرأت پر تلاوت کر رہے ہیں۔ غیر مقلدین نے مکی قاری کو بھی چھوڑ دیا اور مدنی قاری کو بھی، سات میں سے ایک کوفی قاری کی قرأۃ پر تلاوت کرتے ہیں تو آج تک اس کو کسی نے شرک نہیں کہا بالکل اسی طرح اس ملک میں آئمہ اربعہ کے مذاہب سے صرف حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کا ہی مذہب عملاً متواتر ہے۔ اسی لئے یہاں تکویناً صرف اور صرف امام صاحب کی تقلید شخصی متعین ہے۔ یہ کہنا کہ ایک کی تقلید شرک ہے اور زیادہ کی شرک نہیں ایک جاہلانہ بات ہے۔ قرآن وحدیث میں کہیں اس کا نشان تک نہیں اور ہر شخص جانتا ہے کہ جو چیز شرک ہے وہ ایک کے ساتھ بھی شرک ہے اور دس کے ساتھ بھی شرک ہے مثلاً ایک بت کو سجدہ کرنا اگر شرک ہے تو دس بتوں کو بھی سجدہ کرنا شرک ہے آج تک کسی جاہل نے بھی یہ بات نہیں کہی کہ ایک بت کو سجدہ کرنا تو شرک ہے لیکن صبح ایک بت کو سجدہ کرو دو پہر دوسرے بت کو سجدہ کرو۔ سہ پہر تیسرے بت کو سجدہ کرو اور شام کو چوتھے بت کو سجدہ کرو تو تم مشرک نہیں رہو گے بلکہ اہل حدیث بن جاؤ گے۔

تیسری قسم وہ لوگ ہیں جو نہ تو خود اجتہاد کی اہلیت رکھتے ہوں اور نہ ہی مجتہدین کی تقلید کریں ایسے ہی لوگوں کے بارہ میں آتا ہے۔ ﴿اُولٰئِکَ کَالْاَنْعَامِ بَلْ ھُمْ اَضَلُّ﴾ وہ چوپایوں سے بھی گمراہ تر ہیں اور قبر میں فرشتہ قیامت تک ان کی پٹائی یہ کہہ کر کرے گا کہ لا دریت و لا تلیت بخاری ۱/۸/۱۷ نہ تو خود صاحب درایت تھا نہ کسی صاحب درایت کی تقلید کی تھی اور جب قبروں سے اٹھیں گے تو روتے ہوئے دوزخ کو جا رہے ہوں گے اور یہ پکار رہے ہوں گے ﴿لَوْ کُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا کُنَّا فِیْٓ اَصْحٰبِ السَّعِیْرِ﴾ اگر ہم (عقل والوں کی بات) سن لیتے (تقلید کر لیتے) یا خود صاحب عقل (مجتہد) ہوتے تو آج دوزخ کی آگ میں نہ جلتے۔ کیونکہ دنیا میں ہدایت اور قبر وحشر میں نجات ان ہی دو طریقوں میں منحصر ہے۔ یا انسان خود صاحب بصیرت ہو یا صاحب بصیرت کی تقلید کر لے یہ بات کتاب وسنت کے علاوہ

بھی ایک عالمگیر حقیقت ہے۔ ہر فن میں نہ جاننے والے ماہرین فن کی تقلید کرتے ہیں۔ فرشتے کی پٹائی سے بھی ثابت ہوا ہے کہ غیر مقلد پر تعزیر واجب ہے۔

قرآن کی تحریف معنوی

اس واضح دلیل کے بعد اگر قرآن پاک کی عظمت ذرا بھر بھی دل میں ہوتی تو نورستانی کو مان لینا چاہیئے تھا کہ تقلید واجب ہے مگر ان کے مناظر نے شور مچا دیا کہ سنی مناظر نے قرآن میں تحریف کر دی ہے سورۃ النمل میں اس آیت کے بعد بالبینات والزبر ہے کہ سوالات بادلیل پوچھا کرو۔ سنی مناظر نے یہ الفاظ نہیں پڑھے اس پر وہاں موجود علماء توبہ توبہ کر رہے تھے کہ قرآن پر اتنا بڑا جھوٹ کیونکہ بالبینات والزبر کا تعلق ارسلنا کے ساتھ ہے ہم نے رسولوں کو دلائل اور کتابیں دے کر بھیجا لیکن نورستانی کا مناظر یوں ترجمہ کر رہا تھا کہ سوال کرنے والا دلائل اور کتابوں کے ساتھ سوال کرے اس صورت میں تو کلام کا مطلب ہی فوت ہو جائے گا بلکہ بالکل بے معنی ہو جائے گا کیونکہ سائل کو مسائل کے دلائل بھی یاد ہیں تو اس کو پوچھنے کی کیا ضرورت؟ افسوس کہ نورستانی اور اس کے ساتھی علماء اس غلط ترجمہ پر خوش ہو رہے تھے نہ خدا کا خوف تھا نہ انسانوں کی شرم اور اس سے بڑھ کر یہ کہ اس قرآنی دلیل سے فرار کے لئے فوراً یہ مطالبہ شروع کر دیا کہ کوئی حنفی اپنے امام سے بھی تقلید کا واجب ہونا ثابت نہیں کر سکتا اگر ہمت ہے تو ثابت کر دکھاؤ۔

آئمہ اور تقلید

اہل سنت مناظر نے بتایا کہ جس طرح صحابہ کے زمانہ میں تقلید متواتر تھی۔ اسی طرح آئمہ سے بھی تقلید تواتر کے ساتھ ثابت ہے۔ حدیث کی کتاب مصنف ابن ابی شیبہ اور مصنف عبدالرزاق میں صحابہ اور تابعین کے ہزارہا فقہی فتاویٰ مذکور ہیں۔ جن میں نہ فتویٰ دینے والوں نے اپنے فتویٰ کے ساتھ کوئی آیت یا حدیث بطور دلیل بیان کی نہ عمل کرنے والوں نے ان سے دلیل کا مطالبہ کیا کہ جب تک آیت یا حدیث سے

دلیل نہیں دو گے ہم عمل نہیں کریں گے اسی کا نام تقلید ہے اس پورے خیر القرون میں دو ہی قسم کے لوگ تھے مجتہدین جو بلا ذکر دلیل فتاویٰ دیتے اور مقلدین جو بلا مطالبہ دلیل ان فتاویٰ پر عمل کرتے تقلید کا انکار کرنے والا۔ یا تقلید کو شرک کہنے والا کوئی بدعتی آدمی بھی اس دور میں نہیں تھا چہ جائیکہ ایسا بدعتی فرقہ اس زمانہ میں موجود ہوتا۔ اسی طرح آئمہ اربعہ نے جو لاکھوں مسائل عوام کے لئے مدون کروائے ان مسائل کے ساتھ دلائل کو بالکل مرتب نہ کروایا۔ اور عوام نے بھی بلا مطالبہ دلیل تواتر کے ساتھ ان پر عمل شروع کر دیا۔ تو لاکھوں مسائل کو بلا ذکر دلائل مرتب کروانا کہ عوام اس پر عمل کریں یہ دعوت تقلید ہے جو آئمہ سے متواتر ہے اس کا انکار متواترات کا انکار ہے اور کفایہ کتاب الصوم (ج ۲ ص ۲۹۴) پر ہے کہ "جب مفتی وصف اجتہاد سے متصف ہو تو عامی پر واجب ہے کہ اس کی تقلید کرے اگرچہ مفتی مجتہد سے اس میں چوک ہی ہو گئی ہو۔ اس کے علاوہ کسی چیز کا اعتبار نہیں یہ بات حسن نے امام ابو حنیفہ سے ابن رستم نے امام محمدؒ اور بشر بن الولید نے امام ابو یوسف رحمہم اللہ سے روایت کی ہے۔ اب غیر مقلد مناظر کا فرض ہے کہ وہ بھی آئمہ اربعہ سے ثابت کرے کہ کسی امام نے عامی کے لئے مجتہد کی تقلید شخصی کو شرک کہا ہو۔ یہ سارے مل کر بھی قیامت تک ایک بھی ایسا قول پیش نہیں کر سکتے۔ چنانچہ سارے مناظرے میں وہ ایسا قول پیش کرنے سے عاجز رہے اور منہ اوپر نہیں اٹھا سکتے تھے۔

ترجمہ میں پریشانی

امام صاحب کے جس ارشاد کا ترجمہ اوپر لکھا ہے اس میں یہ الفاظ تھے وان کان المفتی اخطاء فی ذالک اگرچہ مفتی سے اس میں چوک ہو گئی ہو اور احادیث میں صراحت ہے کہ مجتہد کی خطا پر بھی اللہ تعالیٰ اجر عطا فرماتے ہیں اب نورستانی کا مناظر اخطا کا ترجمہ کر رہا تھا کہ اگرچہ مفتی نے جان بوجھ کر غلطی کی ہو اور اس سے بڑھ کر ایک حدیث کا بھی ترجمہ کر دیا کہ میری امت میں جو جان بوجھ کر غلطی کرے وہ معاف ہے اللہ کا شکر ہے قرآن اس نے پڑھا نہیں ورنہ قرآن پاک کی آیت

﴿ليس عليكم جناح فيما اخطاتم به ولكن ماتعمدت قلوبكم و كان الله غفورا رحيما﴾ جس کا ترجمہ ہے اور گناہ نہیں تم پر جس چیز میں چوک جاؤ پر وہ جو دل سے ارادہ کرو اور ہے اللہ بخشنے والا مہربان مگر مناظر صاحب کے مطابق ترجمہ یوں بنتا "اور گناہ نہیں تم پر جس چیز میں جان بوجھ کر غلطی کرو تم پر وہ جو دل سے ارادہ کرو اور ہے اللہ بخشنے والا مہربان۔ اب دیکھو یہ ترجمہ قرآن پاک کی آیت کو کس طرح بے معنی کر دے گا۔ مناظر صاحب سارے مناظرے میں اس کا صحیح ترجمہ نہ کر سکے نورستانی اور باقی غیر مقلد علماء اپنے مناظر کی جہالت پر سخت پریشان تھے۔ جو شخص نہ قرآن کا ترجمہ صحیح کر سکے نہ ہمارے امام کے ایک قول کا بھی صحیح ترجمہ کر سکے حدیث کا ترجمہ بھی غلط کرتا ہو وہ اس فرقہ کا رئیس اور مناظر ہے۔ اب تو حضور ﷺ کا ارشاد پاک واضح ہو گیا کہ آخری زمانہ میں لوگ جاہلوں کو اپنا دینی پیشوا (بلکہ مناظر) بنا لیں گے وہ بے علمی سے مسائل بتائیں گے خود گمراہ ہوں گے دوسروں کو گمراہ کریں گے (متفق علیہ) اس حدیث پاک کے مطابق کس کو اس فرقہ کے ضال اور مضل ہونے میں شک ہو سکتا ہے۔

تقلید کی تعریف میں ایک اور چکر

قرآن و حدیث کا نام لے کر تقلید کو شرک کہنے والوں کا جھوٹ اور فریب آج روز روشن کی طرح عیاں ہو چکا تھا قرآن و حدیث اس مسئلہ میں ان کو دھتکار چکے تھے۔ اب وقت پورا کرنا تھا۔ پھر تقلید کی تعریف کا نیا چکر ڈال دیا تا کہ عوام کے ذہن کو الجھایا جا سکے۔ نورستانی کے مناظر کے پاس نہ قرآن کی آیت تھی نہ نبی کا ارشاد۔ بزعم خود دس کتابوں کی عبارتیں تقلید کی تعریف پر پڑھ ڈالیں کتاب التعریفات کو بڑے فخر سے پیش کیا مگر اس کی تین چوتھائی عبارت چھوڑ دی۔ تعصب اور ضد کا خدا ستیاناس کرے نورستانی خود دیکھ رہا تھا مگر اس نے بالکل نہیں کہا کہ بیٹا رسول اکرم ﷺ نے خیانت کو منافق کی نشانی فرمایا ہے۔ اہل حدیث کی نشانی نہیں فرمایا۔ تم ایسی خیانتیں کر کے ساری جماعت کو بدنام کر رہے ہو مگر نورستانی اس کو اس بدحرکت سے تب ٹوکتا کہ

ذرہ بھی اس میں دیانت ہوتی اذلیس فلیس بات صرف اتنی تھی کہ بعض کتابوں میں تقلید کے بیان میں لکھا تھا کہ تقلید حقیقی یہ ہے کہ ایسی بات کو ماننا جو بے دلیل ہو۔ اس تعریف کے مطابق نبی ﷺ اور اجماع کی طرف رجوع کرنا تقلید نہیں کیونکہ ان کی طرف رجوع کرنا دلیل کی طرف رجوع کرنا ہے اور اس تعریف کے مطابق عوام کا مفتی مجتہد کی طرف رجوع کرنا یا قاضی کا عادل گواہوں کی طرف رجوع کرنا بھی تقلید نہیں کیونکہ اس رجوع کو نص نے واجب قرار دے دیا ہے اور مجتہد کا قول دلیل پر مبنی ہوتا ہے بے دلیل نہیں ہوتا۔ اس لئے مجتہد کی تابعداری کو تقلید نہیں کہا جائے گا۔ لیکن عرف (اہل اسلام اور اہل اصول کا) یہ ہے کہ مجتہد کی تابعداری کو باوجود دلیل ہونے کے تقلید کہا جاتا ہے اور یہی اہل اصول میں مشہور اور قابل اعتماد ہے (مطلب عبارت فواتح الرحمت) بلکہ غزالی۔ آمدی اور ابن حاجب نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ اگر رسولؐ اور اجماع کی پیروی کو بھی تقلید کہا جائے تو کوئی حرج نہیں (معیار الحق) خلاصہ اس کا یہی ہے کہ اگر تقلید کا معنی بے دلیل بات کو مان لیا جائے تو نبیؐ کی پیروی۔ اور اجماع کی پیروی کی طرح مجتہد کی پیروی کو بھی تقلید نہیں کہا جائے گا کیونکہ ان کی پیروی دلیل کی پیروی ہے اور اگر تقلید کا معنی یہ لیا جائے کہ کسی بادلیل بات کو بلا مطالبہ دلیل مان لیا جائے تو اس کے موافق نبیؐ۔ اجماع اور مجتہد سب کی پیروی کو تقلید کہا جائے گا مگر عرف میں مجتہد کی پیروی کو تقلید کہا جاتا ہے۔ جیسے حمد اور نعت دونوں لفظوں کا معنی تعریف ہے مگر عرف میں حمد کا لفظ خدا کی تعریف کے لئے اور نعت کا لفظ نبی پاکؐ کی تعریف کے لئے خاص ہو گیا ہے اب اگر کوئی کہے کہ فلاں شخص نے خدا کی نعت پڑھی یا فلاں نے نبیؐ کی حمد پڑھی تو دانشور لوگ اس کو پسند نہیں فرمائیں گے اسی طرح عرف میں مجتہد کی بادلیل بات کو بلا مطالبہ دلیل ماننے کو تقلید کہتے ہیں۔ لیکن لامذہب مناظر یہی جھوٹ بولتا رہا کہ نبیؐ کی بادلیل بات کو ماننا تقلید نہیں اور امام کی بے دلیل بات کو ماننا تقلید ہے۔ حالانکہ یہ بہت بڑا جھوٹ ہے اہل سنت کی کسی ایک کتاب میں بھی یہ نہیں ہے کہ مجتہد کی بات بے دلیل ہوتی ہے۔

حوالے کا مطالبہ اور منہ کی کھانا

نورستانی کے مناظر نے جب دیکھا کہ الفاظ کے چکر سے بھی جان نہیں چھوٹی تو کہا بخاری کی جس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ فرشتہ اس لئے پٹائی کرے گا کہ تو نے تقلید نہیں کی تھی۔ اس میں لفظ لاتلیت کا مطلب بیان کیا ہے کہ تو نے تقلید نہ کی اگر یہ مطلب آج سے پہلے کسی شارح حدیث نے بیان کیا ہو تو میں اپنی شکست لکھ دوں گا۔ ایک حوالہ پیش کرو۔ تمہاری فتح میری شکست مناظر اہل سنت نے فوراً قسطلانی شارح بخاری کی عبارت حاشیہ بخاری سے دکھا دی لا اتبعت العلماء بالتقلید فیما یقولون۔ یعنی فرشتہ قیامت تک مارتا رہے گا اور کہتا رہے گا تو نے تقلید نہیں کی تھی بہت سے سامعین نے اٹھ کر عبارت دیکھی۔ تو ہر طرف سے آوازیں آرہی تھیں کہ مسئلہ ثابت ہو گیا بانی مناظرہ نے کہا لکھنے لکھوانے کو رہنے دو بات صاف ہو گئی ہے۔

یہ عجیب لطف رہا کہ اہل سنت مناظر کے دلائل سے سامعین مطمئن تھے اس لئے کسی نے نہیں کہا کہ آپ وجوب ثابت کریں کیونکہ سب دلیل کو سمجھ چکے تھے مگر نورستانی کے مناظر کو بار بار لوگ کہتے تھے کہ مجتہد کی تقلید شخصی کا شرک ہونا قرآن حدیث سے ثابت کرو۔ اب پھر لوگوں نے کہا کہ وقت ضائع نہ کرو اور قرآن حدیث سے مجتہد کی تقلید شخصی کا شرک ہونا ثابت کرو۔

آخری دلیل

آخر مجبور ہو کر اس نے اپنے معدے کی ساری غلاظت منہ کے ذریعہ اگل دی اور جواب آخرت اور خوف خدا سے بے نیاز ہو کر احبار و رھبان والی آیت آئمہ اربعہ پر چسپاں کر دی۔ جب کہ قرآن نے ان احبار اور رھبان کو کہیں مجتہد نہیں کہا بلکہ حرام خور۔ پرلے درجہ کے جھوٹے خدا کے احکام کو بدلنے والے۔ جھوٹی کتابیں لکھ لکھ کر خدا کے ذمہ لگانے والے بتایا ہے۔ آئمہ اربعہ کو ان حرام خوروں پر قیاس کرنا دین سمجھانے والوں کو دین مٹانے والوں پر قیاس کرنا۔ مجتہدین کو محرمین پر قیاس کرنا۔

کاشفین وحی کو کتمان وحی کے مجرموں پر قیاس کرنا۔ حق واضح کرنے والوں کو باطل میں تلبیس کرنے والوں پر قیاس کرنا۔ خدا اور رسول کا راستہ بتانے والوں کو خدا اور رسول کے راستے سے ہٹانے والوں پر قیاس کرنا۔ انعام یافتگان کو ضالین اور مغضوبین پر قیاس کرنا۔ حلوے کو پاخانے پر قیاس کرنا۔ دودھ کو پیشاب پر قیاس کرنا۔ اور اس خبیث قیاس کو قرآن کے نام سے پیش کرنا۔ اس سے بڑا ظلم دنیا میں کیا ہو سکتا ہے۔ نورستانی اس پر خوش تھا مگر اس نے بھی مناظر سے نہیں کہا کہ بیٹا دلیل تقلید شخصی کی مانگی گئی ہے اس کی پہچان یہ ہوتی ہے کہ جیسے لوگ حنفی شافعی کہلاتے ہیں ذرا ان کے مقلدین کی ایسی نسبتیں تو قرآن سے دکھا دو تا کہ اس کو تقلید شخصی کہا جا سکے۔ بیٹا وہ تو مجتہدین نہیں تھے نہ ان کی تقلید شخصی کو کوئی نسبت۔ ان کی مثال دیکھنی ہے تو اپنی جماعت کو دیکھ لو یہ غیر مجتہد مولویوں کے مسائل اندھا دھند مان رہے ہیں مگر کسی سے ان یہود و نصاریٰ کی طرح تقلید شخصی کی کوئی نسبت بھی قائم نہیں کرتے۔

آہ اگر ان لوگوں میں ذرہ بھی خوف خدا ہوتا۔ ذرہ بھر بھی انسانوں کی شرم ہوتی تو یہ آئمہ کے لئے ان حرام کاروں اور جھوٹوں والی آیت نہ پڑھتے بلکہ آئمہ والی آیت پڑھتے۔ ﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتَابَ فَلَا تَكُنْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَائِهٖ وَجَعَلْنَاهُ هُدًى لِّبَنِيْٓ اِسْرَائِيْلَ. وَجَعَلْنَامِنْهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا﴾ الاية یعنی موسیٰؑ کے بعد ہم نے بنی اسرائیل میں ایسے امام بنائے جو ہمارے احکام کے مطابق لوگوں کی رہنمائی کرتے تھے۔ یہ آیت پڑھنا چاہیئے تھی۔

پھر بوکھلا کر بولا قرآن میں آتا ہے۔ ولا یشرک فی حکمه احدا اللہ کے حکم میں کوئی شریک نہیں لوگوں نے کہا پھر منکر حدیث بن جاؤ۔ تو کہنے لگا نبیؐ کو تو خدا نے حکم میں خود اپنا شریک بنالیا ہے اللہ نے فرمایا ہے جس نے رسولؐ کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی۔ اس لئے نبی کو شریک بننے کی اجازت مل گئی ہے پھر اسے کہا گیا کہ حضرتؐ نے فرمایا جس نے میرے امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی کیا آپ کے تمام امراء بھی خدا کے شریک تھے۔ کہنے لگا رسولؐ اپنی نہیں کہتا

خدا کی ہی بات بتاتا ہے اس لئے شریک نہیں کہا جائے گا، جب کہا گیا کہ مجتہد بھی اپنی نہیں کہتا خدا رسول کی ہی بات سمجھاتا ہے اس کو کیوں شریک کہا جائے۔ تم جب نا اہل ہو کر اجتہاد کرتے ہو یہ شرک کیوں نہیں اور آئمہ مجتہدین کا اجتہاد کیوں شرک ہے تو زبان گنگ ہو گئی۔

ضمنی باتیں

اول۔ اصل موضوع سے ہٹ کر کچھ ضمنی باتیں بھی درمیان میں آئیں اہل سنت مناظر نے جب کہا کہ اہل سنت مناظر چاروں دلیلوں میں سے جس سے چاہے استدلال کرے گا۔ مگر غیر مقلد صرف قرآن حدیث سے استدلال کرے گا تو غیر مقلد مناظر نے کہا مناظرہ میں صرف اتفاقی دلیل سے استدلال ہو گا۔ تاکہ اتفاق ہو جائے۔ نورستانی نے اپنے مناظر کی بات کو بڑا سراہا۔ اہل سنت مناظر نے کہا کہ جب آپ کا مناظرہ اہل قرآن سے ہو گا تو کیا آپ احادیث سے استدلال چھوڑ دیں گے؟ مزید کہا کہ یہ تو یہودیوں والی بات ہوئی جیسا وہ کہتے ہیں کہ حضرت موسیٰ کے نبی ہونے پر یہود نصاریٰ اور مسلمانوں تینوں کا اتفاق ہے لیکن حضرت محمد ﷺ کو نہ یہودی نبی مانتے ہیں نہ عیسائی تو کیا آپ اتفاق کے لئے حضور ﷺ کی نبوت کا انکار کر دیں گے یا اگر کوئی رافضی یہی بات کہے کہ حضرت علیؓ کے خلیفہ ہونے پر سب کا اتفاق ہے اور خلفائے ثلاثہ کو ہم خلیفہ نہیں مانتے تو آپ خلفائے ثلاثہ کی خلافت سے انکار کر دیں گے۔ آخر اس کے جواب سے لاجواب ہو کر چاروں دلیلوں کا صحیح ہونا مان لیا۔

دوسری بات

اہل سنت والجماعت مناظر نے کہا کہ تم جو یہ غلط مطالبہ کرتے ہو کہ تقلید شخصی کی اصطلاحی تعریف قرآن میں دکھاؤ کیا اصول حدیث کی تمام اصطلاحات قرآن میں ہیں تو نورستانی کے مناظر نے کہا قرآن میں آتا ہے ﴿اِنْ جَآءَکُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْا﴾۔ سند کی تحقیق فرض ہے اہل سنت مناظر نے کہا کہ صحیح مسلم میں ہے پہلے

زمانہ میں لوگ سند کی تحقیق نہیں کرتے تھے کیا وہ سب صحابہ اور تابعین اس فرض کے تارک تھے؟ اس پر اس نے کہا کہ سارے صحابہ عادل تھے اس لئے تحقیق سند کی ضرورت نہ تھی تو اسے بتایا گیا کہ آپ کے علماء کا تو یہ عقیدہ ہے کہ خود قرآن نے بعض صحابہ کو فاسق کہا ہے نواب وحید الزمان جو آپ کے ہاں قرآن اور صحاح ستہ کے مترجم ہیں وہ یہی آیت لکھ کر لکھتے ہیں ﴿اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا﴾ یہ ولید بن عقبہ (صحابی) کے حق میں نازل ہوئی ہے یعنی اس آیت میں ان کو فاسق کہا ہے اور قرآن کی آیت ﴿اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا﴾ میں ولید، معاویہ، عمرو، مغیرہ، سمرہ کو فاسق کہا گیا ہے (نزل الابرار ج ۳ ص ۹۴) آئندہ اپنا پورا عقیدہ لوگوں کو بتایا کرو کہ قرآن نے بعض صحابہ کو فاسق اور مقلدین کو مشرک کہا ہے۔

اس کے جواب میں اس نے الزامی طور پر کہا کہ نور الانوار میں حضرت معاویہؓ کو جاہل کہا ہے۔ مناظر اہل سنت نے کہا کہ حاشیہ میں اس کی تردید کر دی گئی ہے وہ تمہیں نظر نہیں آئی تو اس نے صاف انکار کر دیا کہ یہاں کوئی تردید نہیں نشان لگا کر دو۔ جب نشان لگا کر دیا تو پھر عبارت نظر آئی وہ عبارت اس سے قبل نہ نورستانی کو نظر آئی نہ مناظر صاحب کو جب نشان لگا کر دکھایا تو صم بکم بن گئے

مناظر اہل سنت والجماعت نے سمجھایا کہ ہر قسم کی غلطی سے پاک دنیا میں صرف ایک کتاب ہے جس کا نام قرآن پاک ہے دوسری کتابوں میں غلطیاں ہو جاتی ہیں لیکن ایک ہوتا ہے غلطی لگنا ایک ہوتا ہے غلطی کا چل جانا۔ جس طرح تراویح میں قرآن پاک سناتے ہوئے قاری کو غلطی لگ جاتی ہے مگر سامع اس غلطی کو چلنے نہیں دیتا۔ تو جب غلطی کی اصلاح ہوگئی اور وہ غلطی چلی نہیں تو اب اس غلطی کا کوئی نام بھی نہیں لیتا۔ اسی طرح اگر کسی مصنف سے ذاتی طور پر کوئی غلطی ہوئی تو اس کو شارحین نے چلنے نہیں دیا۔ اب اس اصلاح شدہ غلطی کو بیان کرنا اور اس کی تردید کا ذکر نہ کرنا یہ بہت بڑا دھوکا ہے اور آپ کی تقریریں اور تحریریں اسی دھوکے پر مبنی ہوتی ہیں۔

الحاصل کوہاٹ کے اس مناظرہ میں اہل سنت والجماعت کو اللہ تعالیٰ نے

نمایاں کامیابی عطا فرمائی جب کہ غیر مقلدین اپنے دعویٰ کہ مجتہد کی تقلید شخصی شرک ہے اس کو ثابت کرنے میں سو فیصد ناکام رہے۔

(۱) جس طرح مناظرہ ہارون آباد میں وہ اپنی نماز ثابت نہ کر سکا تھا۔ یہاں بھی اپنا دعویٰ ثابت نہ کر سکا۔

(۲) وہ اپنا نام اہل حدیث بھی قرآن سے ثابت نہ کر سکا جیسا کہ پہلے مناظروں میں ثابت نہ کر سکا تھا۔

(۳) وہ یہ بھی ثابت نہ کر سکا کہ حدیث کی ایک کتاب بھی کسی غیر مقلد نے لکھی ہے جس میں نہ اجتہاد کی اہلیت تھی نہ تقلید کرتا تھا بلکہ اسے شرک کہتا تھا۔

(۴) جس طرح کوٹلی نجابت کے مناظرہ میں لا یرفعهما کا غلط ترجمہ کرتا رہا کہ وہ رفع یدین کرتے تھے اسی طرح یہاں خطا کا ترجمہ جان بوجھ کر غلطی کرنا، کرتا رہا۔

(۵) جس طرح ہارون آباد کے مناظرہ میں اصول کرخی کی آدھی عبارت پڑھتا تھا۔ اسی طرح اس مناظرہ میں بھی آدھی آدھی عبارتیں پڑھتا رہا۔

(۶) تقلید کی مذمت کرنے والے کو تقلید کی صحیح تعریف بھی یاد نہ تھی۔ اس تعریف میں کئی قلابازیاں کھاتا رہا۔

(۷) کافروں والی آیت آئمہ اربعہ پر فٹ کر کے اندرونی خباثت ظاہر کرتا رہا۔

(۸) شرک کی تعریف بھی نہ کر سکا جس کے مطابق ایک کی تقلید شرک ہو اور زیادہ کی تقلید توحید ہو۔

(۹) وہ محدثین جن کا ذکر طبقات حنفیہ طبقات مالکیہ۔ طبقات حنابلہ طبقات شافعیہ میں ہے بقول اس کے وہ سب تقلید شخصی کی وجہ سے مشرک قرار پا گئے۔

(۱۰) آئمہ حرمین شریفین پہلے بھی سب مقلد تھے اب موجودہ سعودی حکومت بھی حنبلی ہے اسی وجہ سے وہ بھی بقول اس کے سب کے سب مشرک قرار پا گئے۔ ان کی اقتداء میں نماز پڑھنا۔ ان کے خطبہ سے حج ادا کرنا اب کیسے درست ہو گا۔ فقط

فرقہ جماعت المسلمین تحقیق کے آئینے میں

تالیف

مناظر اسلام حضرت مولانا
محمد امین صفدر
اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امابعد

برادران اسلام

اسلام میں فرقہ بندی کی ابتداء اس ملک میں دور برطانیہ میں شروع ہوئی۔ عوام میں دین کے بارے میں ذہنی آوارگی اور عملی بے راہ روی پیدا کی گئی۔ اس ذہنی آوارگی کے نتیجہ میں نت نئے فرقے پیدا ہو کر فتنے پھیلا رہے ہیں۔ ان فرقوں میں ۱۳۹۵ھ میں ایک فرقہ غیر مقلدین سے پیدا ہوا، جو مسعود احمد صاحب کو امام مفترض الطاعۃ مانتا ہے۔ کچھ لوگ اس کے دام میں پھنس گئے، کیونکہ وہ قرآن وحدیث کے نام سے دھوکا دیتا ہے۔ اس فتنہ کی طرف حضرت شیخ الحدیث والتفسیر مولانا مفتی محمد زرولی خان صاحب مہتمم جامعہ عربیہ احسن العلوم گلشن اقبال نمبر۲ کراچی نے بارہا توجہ دلائی۔ لیکن بعض دیگر مصروفیات کی بنا پر کچھ لکھنے کی نوبت نہ آئی مورخہ ۴ رجب ۱۴۱۲ھ کو حضرت موصوف الجامعۃ الاسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن کراچی حضرت اقدس مولانا ڈاکٹر حبیب اللہ مختار صاحب (شہید رحمۃ اللہ علیہ) کی صاحبزادی کی شادی کی تقریب میں تشریف لائے اور غریب خانہ پر بھی قدم رنجہ فرمایا۔ تو اصرار فرمایا کہ اس نئے فرقہ کے بارے میں مختصر سی تحریر ضرور لکھنا چاہیئے۔ چنانچہ چند گھنٹوں میں یہ مختصر سی تحریر لکھی ہے۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف

فقط محمد امین صفدر غفرلہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امابعد

برادران اسلام یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ برصغیر پاک و ہند میں اسلام لانے اور اسلام پھیلانے کا سہرا صرف اور صرف اہل سنت والجماعت کے سر ہے۔ لاکھوں کافروں نے ان کی دعوت پر اسلام قبول کیا۔ وہ بھی اہل سنت مسلمان ہی کہلائے اور تقریباً ایک ہزار سال اس ملک میں اسلامی حکومت قائم رہی اور کتاب و سنت پر مبنی فقہ حنفی اس ملک کا قانون رہا۔

اس کے بعد انگریز حکومت یہاں قائم ہوئی یہاں کے سب سنی مسلمان ایک مذہب حنفی کے پابند تھے۔ نہ یہاں اختلاف تھا نہ فرقہ پرستی کا نشان تھا ملکہ وکٹوریہ نے مسلمانوں کے اس اتفاق و اتحاد کی فضا کو ختم کرنے کے لئے آزادی مذہب (تقلید سے آزادی) کا اشتہار دیا جو وکٹوریہ کی سلور جوبلی کے موقع پر تقسیم کیا گیا۔

حکومت برطانیہ کی خوشنودی کے لئے کچھ لوگ پابندی مذہب حنفی سے آزاد ہو کر غیر مقلدین بن گئے۔ چنانچہ نواب صدیق حسن خان غیر مقلد لکھتے ہیں۔ فرمانروایان بھوپال کو ہمیشہ آزادگی مذہب (غیر مقلدیت) میں کوشش رہی ہے جو خاص منشا گورنمنٹ انڈیا کا ہے دولت عالیہ برٹش نے اس معاملہ میں قدیماً وحدیثاً ہر جگہ انصاف پر نظر رکھی ہے۔ کسی جگہ مجرد تہمت وافتراء پر کارروائی خلاف واقعہ نہیں فرمائی بلکہ اشتہار آزادی مذہب جاری کئے۔ (ترجمان وہابیہ صفحہ ۳)

مزید لکھتے ہیں "اگر کوئی بدخواہ و بداندیش سلطنت برٹش کا ہوگا تو وہی شخص ہو گا جو آزادگی، مذہب (غیر مقلدیت) کو ناپسند کرتا ہے اور ایک خاص مذہب (حنفی) پر جو باپ دادوں سے چلا آرہا ہے جما ہوا ہے (ایضاً صفحہ ۵) ایک اور مقام پر آپ لکھتے ہیں۔ "یہ آزادگی مذہب ہماری مذاہب جدیدہ (حنفی شافعی وغیرہ) سے عین مراد قانون انگلشیہ سے ہے۔ (ایضاً صفحہ ۲۰) پھر لکھتے ہیں یہ لوگ (غیر مقلد) اپنے دین میں

وہی آزادگی برتتے ہیں جس کا اشتہار بار بار انگریزی سرکار سے جاری ہوا ہے۔ خصوصاً دربار دہلی سے جو سب درباروں کا سردار ہے۔ جو رسائل و مسائل رد تقلید و تقلید مذہب میں اب تک تالیف ہوئے ہیں۔ وہ شاہد عدل ہیں۔ اس بات پر کہ مدعی اس طریقہ کے قید مذہب خاص سے آزاد ہیں اور جس قدر رسائل بجواب ان مسائل کے طرف سے مقلدان مذہب سے لکھے گئے ہیں وہ سب بہ آواز بلند پکارتے ہیں کہ ہم مذہب خاص کے مقید و مقلد ہیں۔ ہم پر پیروی فلاں وہماں فرض و واجب ہے۔ آزادگی مذہب سے کچھ واسطہ نہیں یہ آزادگی سرکار برٹش کو یا ان کو جو اس حکومت میں اظہار اپنی آزادگی مذہب خاص کا کرتے ہیں مبارک رہے۔ اب تامل کرنا چاہئے کہ دشمن سرکار (انگریزی) کا وہ ہوگا جو کسی قید (مذہب حنفی) میں اسیر ہے یا آزاد وفقیر (غیر مقلد) ہے (ایضاً ۳۲)

اور حنفیوں کے بارہ میں لکھا ہے یہ چاہتے ہیں کہ وہی تعصب مذہبی و تقلید شخصی اور ضد اور جہالت آبائی جو ان میں چلی آتی ہے قائم رہے اور جو آسائش رعایا ہند کو یہ آزادگی مذہب گورنمنٹ نے عطا کی ہے وہ اٹھ جائے اور امن عالم باقی نہ رہے۔ سارے مسلمان ایک مذہب خاص کے پابند ہو کر خوب اپنا تعصب گورنمنٹ سے ظاہر کریں اور جب موقع پاویں مثل زمانہ غدر کے فساد برپا کریں۔ (ایضاً صفحہ ۵۶) بمقابلہ گورنمنٹ ہند فرقہ موحدین کو ہتھیار اٹھانا خلاف ایمان واسلام کے ہیں۔ (ایضاً صفحہ ۱۶)

خلاصہ یہ نکلا کہ انگریز سے پہلے پاک وہند کے سنی مسلمانوں میں اتفاق و اتحاد تھا۔ سب مذہب حنفی کے پابند تھے۔ نہ کوئی تفرقہ تھا نہ اختلاف۔ اس لئے خطرہ تھا کہ اگر یہ لوگ اسی طرح متحد رہے تو یہ انگریز گورنمنٹ کے خلاف جہاد پر نکلتے رہیں گے اور حکومت برطانیہ خاک میں مل جائے گی۔ چنانچہ مسلمانوں کے اتحاد کو ختم کرنے کے لئے گورنمنٹ برطانیہ نے آزادگی مذہب کا اشتہار دیا جو لوگ اس اشتہار کی وجہ

سے حنفی مذہب چھوڑ کر غیر مقلد بن گئے وہ سرکار برطانیہ کے فرمانبردار سمجھے گئے۔ انہوں نے بھی انگریز کے خلاف جہاد کو خلاف ایمان و اسلام مان لیا۔ لیکن جن لوگوں نے اس اشتہار پر عمل نہ کیا اور مثل سابق سنی مسلمان رہے ان کو متعصب، ضدی، سرکار برطانیہ کا دشمن کہا گیا۔ ان کے جہاد کو غدر اور فساد کا نام دیا گیا۔ اس تقلید امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے چھوڑنے کا سبب کوئی آیت قرآنی یا حدیث نبوی نہیں تھی صرف ملکہ وکٹوریہ کا اشتہار اس کی دلیل تھا۔

جب مذہب سے آزادی اختیار کر کے لوگ شتر بے مہار بن گئے پھر کیا تھا اتحاد پارہ پارہ ہو گیا اور ہر روز نئے نئے اختلافات اور نئے نئے فرقے بننے لگے۔

مولانا عبدالاحد خانپوری فرماتے ہیں کہ نیچری فرقہ (جو معجزات و کرامات کے منکر ہیں) قادیانی فرقہ (جو ختم نبوت و حیات مسیح علیہ السلام کا منکر اور مرزا قادیانی کو نبی مانتا ہے) چکڑالوی فرقہ (جو منکرین سنت ہے اور اہلحدیثوں (غیر مقلدین) سے ہی نکلے۔ (ملخصاً کتاب التوحید والسنہ صفحہ ۲۰۹)

خود اہل حدیث کہلانے والوں میں جو الگ الگ فرقیاں بنیں امام جماعت غرباء اہل حدیث ان کی تفصیل یوں بیان فرماتے ہیں۔

۱۔ جماعت غرباء اہلحدیث ۱۳۱۳ھ

۲۔ کانفرنس اہل حدیث ۱۳۲۸ھ

۳۔ امیر شریعت صوبہ بہار ۱۳۳۹ھ

۴۔ فرقہ ثنائیہ ۱۹۳۸ء

۵۔ فرقہ حنفیہ عطائیہ ۳۰۔۱۹۲۹ء

۶۔ فرقہ شریفیہ ۱۳۴۹ھ

۷۔ فرقہ غزنویہ ۱۳۵۲ھ

۸۔ جمعیت اہل حدیث ۱۳۷۰ھ

۹۔ انتخاب مولانا محی الدین ۱۳۷۸ھ (خطبہ امارت صفحہ ۲۶)

یعنی صرف ۶۵ سال میں یہ فرقہ ۹ فرقیوں میں بٹ گیا۔ ان کا عجیب انداز ہے۔ وعظ فرقہ بندی کے خلاف کرتے ہیں۔ لیکن نت نئے فرقے بناتے رہتے ہیں۔ مسلمانوں کو کہتے ہیں کہ آئمہ نے اختلاف ڈالا۔ حالانکہ اس ملک میں سب حنفی تھے۔ یہاں شافعی، مالکی، حنبلی اختلاف کا وجود ہی نہ تھا۔ اس ملک میں غیر موجود اختلاف کی برائیاں بیان کرتے اور خود اس ملک میں نئے نئے اختلاف پیدا کرتے۔ پروفیسر محمد مبارک غیر مقلد شاگرد مولوی عطاء اللہ حنیف بھوجیالوی غیر مقلد لکھتے ہیں۔ ''جماعت غرباء اہل حدیث کی بنیاد صرف محدثین کی مخالفت کے مقصد کے لئے رکھی گئی۔ صرف یہی مقصد نہیں بلکہ تحریک مجاہدین یعنی سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کی تحریک کی مخالفت کر کے انگریز کو خوش کرنے کا مقصد پنہاں تھا (علماء احناف اور تحریک مجاہدین صفحہ ۴۸) ان معروضات سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوگئی۔ پاک و ہند میں مسلمانوں میں افتراق وانتشار کا باعث غیر مقلدیت ہی بنی۔ فرقہ بندی اور نت نئے اختلافات ترک تقلید کے درخت کے ہی کانٹے ہیں۔ البتہ ان ساری خامیوں کو عمل بالحدیث کے پردہ کے نیچے چھپا کر ہاتھی کے دانت کھانے کے اور دکھانے کے اور کی مثال کو پورا کیا جاتا ہے۔ فرقہ در فرقہ مسعودیہ یہ آپ پڑھ چکے ہیں کہ ملکہ وکٹوریہ کے اشتہار مذہب آزادی کی بنا پر فرقہ غیر مقلدین پیدا ہوا جس کا مشن یہ تھا انگریز سے جہاد حرام اور مسلمانوں میں تفرقہ بازی، اختلاف وانتشار پھیلانا فرض۔

اس فرقہ سے ایک اور فرقہ پیدا ہوا جس کا نام ''غرباء اہل حدیث'' تھا۔ اس کا مقصد بھی آپ پڑھ چکے ہیں۔ اس فرقہ میں ایک شخص مسعود احمد نامی تھا جس نے اہل حدیث ہوتے ہوئے کتاب ''تلاش حق'' لکھی جسے جماعت اہل حدیث کراچی نے شائع کیا۔ ایک رسالہ التحقیق فی جواب التقلید لکھا۔ اسے بھی جماعت غرباء اہل حدیث نے شائع کیا۔ مسعود احمد اگرچہ عالم نہیں ہے مگر جماعت اہل حدیث نے اس

کی بہت عزت افزائی کی۔ مثل مشہور ہے کہ خربوزے کو دیکھ کر خربوزہ رنگ پکڑتا ہے۔
جماعت غرباء اہل حدیث میں سلسلۂ امارت تھی۔ مسعود صاحب کا دل بھی امیر بننے کے لئے انگڑائیاں لینے لگا لیکن فرقہ جماعت غرباء اہل حدیث میں رہتے ہوئے یہ شوق پورا ہونا محال تھا۔ اس لیے انہوں نے فرقہ غرباء اہل حدیث میں ایک ضمنی شاخ بنالی۔ اس فرقی کا نام جماعت المسلمین رکھا۔ تقریباً دس سال فرقہ ضمنی شاخ کی حیثیت سے رکھا۔ اس کے دودھ سے پل کر ۱۳۹۵ھ جماعت غرباء اہلحدیث سے بغاوت فرما کر اس فرقہ در فرقہ کو جماعت المسلمین کہنے لگا خود امیر بن گیا اور امیر کی اطاعت کے نام سے رسالہ لکھ کر ثابت کر دیا کہ مسعود احمد کی اطاعت فرض ہے۔ البتہ اتنی ترقی کی کہ جماعت غرباء اہل حدیث کے امیر یہ کہتے تھے کہ جو میری اطاعت نہ کرے وہ اہل حدیث نہیں۔ انہوں نے یہ تاثر دیا کہ جو مسعود احمد کو امام نہ مانے جس کی اطاعت فرض ہے وہ سرے سے مسلم ہی نہیں۔ اسلامی اصطلاحات کے مفہوم بدلنے کی مشق تو اہل حدیث ہوتے ہوئے ہی انہوں نے کر لی تھی۔ وہاں بعض الفاظ کا معنی بدلنے سے رہ گیا اور وہ حوصلہ اب پورا کر لیا۔ اس نے سب سے پہلے اسلام اور مسلم کا معنی بدلا۔

مسلم کا معنی:

مسعود احمد صاحب نے تلاش حق نام کتاب میں جو اہل حدیث ہوتے ہوئے لکھی اگرچہ وہ اب اہل حدیث کو غیر مسلم کہتے ہیں مگر اس کتاب کو آپ نے کانٹ چھانٹ کر کے مشرف با اسلام فرما لیا۔ ختنہ وغیرہ کرنے کے بعد اس کا نام خلاصہ تلاش حق رکھا اس میں آپ فرماتے ہیں "غرض یہ کہ مسلمین یعنی کسی امام کی تقلید نہ کرنے والے ہمیشہ رہے ہیں۔ (خلاصہ تلاش حق صفحہ ۱۴۱) اس کتاب میں ہے کہ ایک شخص نے مسعود صاحب کو لکھا" ہم کلمہ پڑھتے ہیں قبلہ کی طرف منہ کرتے ہیں۔ حج کرتے ہیں، زکوٰۃ دیتے ہیں۔ نماز پڑھتے ہیں۔ خدا کی توحید پر ایمان ہے۔ رسالت پر بھی ایمان ہے۔ پھر کس جرم میں آپ ہم کو اسلام سے خارج کرتے ہیں

حالانکہ تقلید کرتے ہوئے بھی ہم ان ساری باتوں کے قائل ہیں اور ایمان کامل رکھتے ہیں اور ہم تقلید اسی لئے کرتے ہیں کہ ایمان سلامت رہے۔ کوئی شخص ہمارے ایمان پر ڈاکہ نہ ڈال سکے۔ (ایضاً صفحہ ۱۱۸۔۱۱۷)

مسعود صاحب جواب میں لکھتے ہیں " خدا کی واحدانیت پر ایمان رکھنے حضورؐ کی رسالت پر ایمان لانے کے باوجود بھی آپ مسلم نہیں اس لیے کہ آپ شرک کے مرتکب ہیں۔ کیونکہ آپ نے تقلید کو داخل فی الدین کیا ہے اس کو واجب قرار دیا ہے۔ اس لئے آپ شرک کے مرتکب ہوئے (خلاصہ تلاش حق۔ صفحہ ۱۴۱۔۱۴۲) مزید لکھتے ہیں۔ سوال مرقومہ بالا میں جو جو باتیں وارد ہوئی ہیں ان سب باتوں پر بریلویوں، مرزائیوں رافضیوں، منکرین حدیث اور جملہ فرق باطلہ کا اتفاق ہے تو کیا وہ سب مسلم ہیں؟ (صفحہ ۱۴۳)

مسعود صاحب نے ان تمام مفسرین، محدثین، سلاطین اسلام کو مرزائیوں جیسا غیر مسلم بنا دیا جن کا ذکر طبقات حنفیہ، طبقات مالکیہ، طبقات شافعیہ اور طبقات حنابلہ میں آتا ہے۔ ان میں امام بخاری، امام مسلم، امام ابوداؤد، امام نسائی، امام ترمذی، امام ابن ماجہ، امام بیہقی، امام دار قطنی، صاحب مشکوٰۃ، حافظ ابن حجر وغیرہ شامل ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسعود صاحب تک قرآن پہنچانے والے مشرک، حدیث جمع کرنے والے مشرک، اسماء الرجال لکھنے والے غیر مسلم، مسعود صاحب قرآن پاک کی صرف ایک آیت اور نبی اقدس ﷺ کی صرف ایک حدیث ایسی سند سے پیش کر دے جس کے راویوں نے آئمہ کی تقلید کرنے والوں کو مشرک اور غیر مسلم کہا ہو۔ مسعود احمد نے اپنی کتابیں ان غیر مسلموں کے حوالوں سے لکھی ہیں مسعود صاحب غیرت کسی چیز کا نام ہے یا نہیں؟ ہمیں کوئی یہودی بھی ایسا نہیں ملا جس نے اپنی عبادت کا طریقہ غیر یہودیوں یعنی ہندوؤں وغیرہ کے حوالوں سے لکھا ہو لیکن آپ کا سارا دین ہی غیر مسلموں کے حوالوں پر مبنی ہے۔

الغرض مسعود احمد نے مسلمین کا مطلب غیر مقلدین کیا ہے۔اس لئے مسعود کی جماعت المسلمین کا مطلب جماعت غیر مقلدین ہے اور یہ فرقہ چونکہ مسعود احمد کی اطاعت کو فرض مانتا ہے اس لئے اس کا نام مسعودی فرقہ ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ قرآن وحدیث میں جہاں لفظ مسلمین آیا ہے اس سے یہ فرقہ ہرگز مراد نہیں جیسے قرآن میں لفظ ربوہ سے مرزائیوں کا شہر ہرگز مراد نہیں۔ قرآن پاک کے حزب اللہ سے مسعود احمد صاحب اپنے حریف مسعود الدین کی جماعت مراد نہیں لیتے۔تو مسلمین سے اپنا فرقہ کیسے مراد لے کر قرآن پر جھوٹ بولتے ہیں جب کہ یہ فرقہ ابھی عمر بلوغ کو بھی نہیں پہنچا۔

جب مسعود صاحب قرآن میں لفظ سنت سے مراد اہل سنت نہیں لیتے قرآن میں لفظ حدیث سے اہل حدیث مراد نہیں لیتے بلکہ انہیں کہتے کہ اہل حدیث مرکب اضافی ہے اور حدیث کا لفظ مفرد ہے اس سے اہل حدیث مرکب کا ثبوت کیسے ہوا۔ مسعود صاحب کا حافظہ بہت کمزور ہے اس لئے وہ یہاں بھول گئے کہ جماعت المسلمین مرکب ہے۔قرآن نے مسلمین بتایا تھا۔مسعود نے قرآن کے خلاف اپنے فرقہ کا نام جماعت المسلمین رکھ لیا۔ جماعت المسلمین بمعنی جماعت غیر مقلدین اور مسعودی فرقہ قرآن وحدیث میں کہیں بھی نہیں آیا۔ یہ لوگ رات دن قرآن و حدیث پر جھوٹ بولتے ہیں۔

جھوٹ پر جھوٹ کسی بھوکے سے کسی نے پوچھا تھا دو اور دو اس نے کہا چار روٹیاں۔اس نے روٹیاں مراد لے لی تھیں۔اسی طرح اس فرقے کو جہاں مسلم کا لفظ نظر آئے اس سے مسعودی فرقہ مراد لیتا ہے۔یہ تو قرآن وحدیث پر جھوٹ ہے اور سب اہل اسلام پر جھوٹ بولا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے نام کو چھوڑ کر فرقہ وارانہ ناموں سے اپنے آپ کو موسوم کیا۔(صفحہ ۳) کتنا بڑا جھوٹ ہے۔مسعود صاحب پہلے اپنے آپ کو اہل حدیث کہتے تھے اب انہوں نے یہ نام چھوڑ دیا ہے کیا

کسی سنی حنفی نے کبھی یہ کہا کہ ہم مسلمان نہیں ہیں۔ ان کے بارہ میں یہ جھوٹ کیوں لکھا کہ انہوں نے نام چھوڑ دیا۔ وہ ان تمام آیات اور احادیث پر ایمان رکھتے ہیں جن میں مسلمانوں کا ذکر ہے اور مسلمان کہلاتے ہیں۔

دعوۃ المسلمین:

مسعود احمد بانی فرقہ بخاری صفحہ ۱۳۴ کی حدیث سے بھی دھوکا دیتا ہے۔ جس میں حائضہ عورتوں کو مسلمانوں کی دعا میں شامل ہونے کا حکم ہے لیکن یہ نہیں بتایا کہ بخاری میں اسی صفحہ پر اس سے صرف پانچ سطر اوپر دعوۃ المؤمنین کا لفظ ہے اور بخاری (صفحہ ۴۶۔ ج ۱) پر بھی مؤمنین کا لفظ ہے۔ اس حدیث سے جماعت غیر مقلدین مسعودی فرقہ مراد لینا رسول اقدس ﷺ پر جھوٹ ہے۔

تلزم جماعۃ المسلمین:

بانی فرقہ مسعود احمد۔ اس حدیث میں امام سے اپنا امام ہونا مراد لیتا ہے جیسے مرزا قادیانی قرآن میں لفظ عیسیٰ سے اپنے آپ کو مراد لیتا ہے حالانکہ اس حدیث میں امام سے مراد خلیفہ ہے جیسا کہ خود حدیث رسول ؐ میں صراحتاً آ گیا ہے (دیکھو ابوداؤد صفحہ ۵۸۲ ج ۲) اور بے چارے مسعود کو خلافت تو کیا ملتی وہ ایک غیر مسلم حکومت کے ماتحت غلامی کی زندگی بسر کر رہا ہے اور جماعت المسلمین سے سنی مسلمان مراد ہے کیونکہ مسلم صفحہ ۱۲۷ ج ۲ پر اس جماعت کے مخالفین کے بارہ میں صراحۃً حضور ﷺ نے لایستنون نسبتی فرمایا ہے جب وہ غیر سنی ہیں تو یقیناً جماعت المسلمین سے مراد سنی مسلمان ہیں مگر بانی فرقہ یہ الفاظ جن میں سنت کا ذکر ملتا ہے ہرگز نقل نہیں کرتا۔ اس حدیث سے اپنا فرقہ مراد لینا رسول پاک ﷺ پر صریح جھوٹ ہے۔

یہ بھی یاد رہے کہ اس حدیث میں جس فتنہ کا ذکر ہے وہ بالکل قرب قیامت کا زمانہ ہے۔ ابوداؤد صفحہ ۵۸۳ ج ۲ پر صریح حدیث موجود ہے کہ گھوڑی حاملہ ہو گی مگر اس کے بچہ جننے سے پہلے قیامت آ جائے گی۔ کیا واقعی یہ وہ زمانہ ہے۔ مسعود صاحب

قرآن نے تو یہود کی یہ عادت بتائی ہے۔ یُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ وہ باتوں کو اپنے موقع سے ہٹا کر بے موقع استعمال کرتے ہیں۔ آپ نے قرآنی آیات اور احادیث کو بے موقع استعمال کر کے یہود کی یاد تازہ کردی ہے۔

اگر آپ کو یہی شوق ہے کہ آپ کے اس نوزائیدہ فرقے کا ذکر کسی حدیث میں مل جائے تو اس کے لئے مناسب ترین حدیث ہے **یوشک ان یاتی علی الناس زمان لا یبقی من الاسلام الا اسمه**۔ یعنی ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ لوگوں میں صرف اسلام کا نام باقی رہ جائے گا۔ (جیسا کہ مسعودی فرقہ کا عنوان جماعت المسلمین ہے مگر اسلام انقیاد کا نشان تک مفقود ہے) ان کے پاس قرآن کے صرف الفاظ ہوں گے (اس سے استنباط احکام کی اہلیت سے بالکل کورے ہوں گے) ان کی مساجد اگرچہ آباد ہوں گی مگر وہ ہدایت کا سرچشمہ نہیں ہوں گی ان کے علماء زمین کے رہنے والوں میں سب سے شریر ہوں گے۔ (کیونکہ باقی شریر دنیا میں شرارتیں کریں گے اور مسجد سے باہر شرارتیں کرتے ہیں مگر ان کی شرارتوں کے اڈے ان کی مساجد ہوں گی اور وہ دین میں شرارتیں اور فتنے پھیلائیں گے وہ ان فتنوں کے بانی بھی ہوں گے اور ان فتنوں کے سرپرست بھی ہوں گے) (شعب الایمان بیہقی بحوالہ مرعاۃ (صفحہ ۳۲۱ ج ۱) دیکھئے یہ بات مشاہدہ میں آچکی ہے کہ آپ کی مسجد سے ان پڑھ نوجوان نکل کر ہر دفتر، ہر بازار ہر دکان پر بس میں فتنہ پھیلاتے مسلمانوں کو کافر مشرک کہتے ہیں۔ ساتھ ساتھ اپنی جہالت کا بھی پورا پورا اعتراف کرتے ہیں کہ ہم عالم نہیں ہیں۔ پھر ساتھ یہ بھی جھوٹ بولتے ہیں کہ ہم قرآن وحدیث پر بھی عمل کرتے ہیں جب ہم ان کے سامنے قرآن وحدیث رکھتے ہیں کہ اس سے صرف ایک رکعت مکمل ترتیب اور مسائل دکھا دو تو ﴿صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ﴾ کا مجسم مصداق آنکھوں کے سامنے پھر جاتا ہے۔

لطیفہ: ایک دن اس فرقہ کا ایک آدمی آیا اس کے ہاتھ میں بانی فرقہ کی کتاب

تلاش حق تھی۔ اس کا دعویٰ تھا کہ ہم صرف قرآن وحدیث کو مانتے ہیں۔ میں نے پوچھا مسعود احمد کی اطاعت وتقلید کو فرض مانتے ہو اور داخل فی الدین سمجھتے ہو یا نہیں۔ اس نے کہا ہم مسعود احمد کی پیروی معروف میں بحکم قرآن وحدیث فرض سمجھتے ہیں۔ میں نے کہا آئمہ اربعہ کے مقلدین بھی آئمہ کی تقلید معروف میں کرتے ہیں تم اس کو شرک وکفر کہتے ہو۔ مسعود احمد کی تقلید کو فرض مانتے ہو۔ جس کے پاس معروف ہے ہی نہیں منکرات ہیں اس پر وہ بہت تلملایا۔ میں نے کہا یہ کتاب خلاصہ تلاش حق ۱۹۸ صفحات کی کتاب ہے تم یہ بتاتے ہو کہ ہم صرف قرآن وحدیث مانتے ہیں ان ۱۹۸ صفحات میں قرآن پاک کی کتنی آیات ہیں اور احادیث صحیحہ کتنی ہیں؟ اور جھوٹ اور خیانتیں کتنی ہیں؟ میں نے کہا اس میں قرآن پاک کی ایک آیت بھی نہیں جو موافق موقع لکھی گئی ہو کہ مجتہد کی تقلید مسائل اجتہادیہ میں شرک وکفر ہے۔ ایک بھی حدیث اس مضمون کی نہیں ہے۔ ہاں جھوٹ اور خیانتیں بہت ہیں۔

(۱)　بانی فرقہ لکھتا ہے کہ صاحب درمختار نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف نسبت کر کے شرائط امامت میں یہ مسئلہ لکھا ہے۔

اسے امام بنایا جائے جس کا سر سب سے بڑا اور ذکر (آلہ تناسل) سب سے چھوٹا ہو خلاصہ تلاش حق ۲۴) بانی فرقہ نے ایک ہی سانس میں صاحب درمختار پر تین جھوٹ بول دیئے کہ انہوں نے قال ابوحنیفہ سے قول بیان کیا ہے۔ اس کو شرط نماز کہا ہے وہاں ذکر (آلہ تناسل) کا لفظ ہے۔

(۲)　بانی فرقہ لکھتا ہے کہ حضرت وائل دوسری مرتبہ شوال ۱۰ھ میں مدینہ منورہ تشریف لائے تھے (البدایہ والنہایہ) دوسری مرتبہ آمد پر بھی ان کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ رفع یدین کرتے تھے (صحیح مسلم ص ۴۷) بانی فرقہ نے جو بات البدایہ والنہایہ کی طرف منسوب کی ہے وہ بھی جھوٹ ہے اور جو صحیح مسلم کی طرف منسوب کی ہے وہ بھی جھوٹ ہے۔ صحیح مسلم میں نہ دوبارہ آنے کا ذکر ہے۔ نہ صحابہ کی رفع یدین کا۔

(۳) بانی فرقہ لکھتا ہے حضرت عمرؓ کے تو بیٹے پوتے سب رفع یدین کرتے تھے بلکہ بیٹے تو رفع یدین نہ کرنے والوں کو کنکریاں مارا کرتے تھے (مسند احمد) تلاش حق ص ۱۸۵ یہ دونوں باتیں کہ حضرت عمرؓ کے بیٹے پوتے سب رفع یدین کیا کرتے تھے بلکہ بیٹے تو نہ کرنے والوں کو کنکریاں مارتے تھے ہرگز ہرگز احمد کی مسند میں نہیں ہیں آپ پہلے حضرت عمرؓ کے بیٹوں اور پوتوں کی فہرست بحوالہ کتب بتائیں۔ پھر سب کا رفع یدین کرنا مسند احمد سے سندوں سے دکھائیں اور کنکریاں مارنا بھی رکوع کے وقت رفع یدین نہ کرنے والوں کو بیٹوں کا عمل دکھائیں۔

(۴) حضرت عمرؓ نے رکوع جاتے اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین کر کے نماز پڑھنے کا طریقہ مسجد نبوی میں بر سر عام سکھایا خلاصہ تلاش حق میں ص ۸۰۔۱۸۶ پھر صلوٰۃ المسلمین.......... منہاج المسلمین.......... تفسیر قرآن عزیز.......... پر بانی فرقہ نے اس کی سند کو متصل اور صحیح قرار دیا ہے۔ جو بالکل جھوٹ ہے بانی فرقہ میں صداقت ایک ذرہ بھی موجود ہے تو اس کی سند کا اتصال اور اس سند کی صحت دلائل سے ثابت کر دے بانی فرقہ نے نصب الرایہ صفحہ:۴۱۶۔ج۔۱ کی عبارت نقل کرنے میں بھی شرمناک خیانت سے کام لیا ہے میں نے کہا آپ ان جھوٹوں کی اشاعت اس نام سے کر رہے ہیں کہ یہ قرآن وحدیث کی دعوت ہے۔

مسعودی فرقہ اور قرآن

بانی فرقہ اور اس کے مقلدین قرآن کا نام لے کر عوام کو دھوکا دیتے ہیں۔ حالانکہ یہ قرآن رسول اقدس ﷺ کے بعد امت کے ذریعہ ہم تک پہنچا۔ یہ امت جن کے ذریعہ قرآن پاک وہند میں آیا اہل سنت والجماعت حنفی تھے ہم ان کو مسلمان کہتے ہیں تو گویا ہمیں یہ قرآن مسلمانوں کے ذریعہ سے ملا۔ بانی فرقہ ان کو مشرک اور کافر قرار دیتا ہے تو ان کو یہ قرآن مشرکوں اور کافروں کے ذریعہ ملا۔ وہ ان مشرکین و کفار پر اعتماد کیسے کر سکتے ہیں وہ کوئی ایسا قرآن لائیں جو غیر مقلدین کی سند متواتر

سے ان کو ملا ہو۔ یہ بھی مشاہدہ ہے کہ اس فرقہ کے اکثر لوگ قرآن پاک کی ناظرہ تلاوت بھی صحیح نہیں کر سکتے۔ بانی فرقہ کا موجودہ قرآن کے بارے میں اعتقاد یہ ہے قرآن ہر لحاظ سے ایک مکمل کتاب ہے یہ ایک خوش نما جملہ تو ضرور ہے مگر حقیقت کچھ بھی نہیں۔ نہ نماز کا طریقہ اس میں ہے نہ کسی اور عمل کا اور پھر وہ ہر لحاظ سے مکمل ہے یہ عجیب بات ہے۔ (تفہیم الاسلام ص ۲۲۶)

قرآن کا اسلام تو بڑا آسان ہے دعا مانگ لو صلوٰۃ ادا ہو گئی۔ پاکیزگی اختیار کر لو زکوٰۃ ادا ہو گئی، صلوٰۃ میں ریاح خارج ہو جائے وضو سلامت رہے، ناچ ورنگ کی محفلیں قائم کرو کوئی ممانعت نہیں، فنون لطیفہ سے دلچسپی لو کوئی حرج نہیں تاش اور شطرنج سے لطف اٹھاؤ کوئی مضائقہ نہیں، قحبہ خانہ کھولو کوئی ممانعت نہیں (ایضاً ص ۲۳۲) قرآن پاک میں عریانیت کا درس ہے (ص ۲۴۶۔۲۴۷) قرآن میں بھی ایسی آیات پائی جاتی ہیں۔ جس سے بظاہر رسول اللہ ﷺ کی منزلت کو بڑا دھکا لگتا ہے (ص ۲۴۷۔۲۴۸) کیا ان آیات سے دشمنان اسلام کو اسلام پر ہنسنے کا موقع نہیں ملتا؟ ص ۲۴۸ قران کی قطعیت پر تو قرآن کی آیات سے بھی چوٹ پڑتی ہے۔ ستیارتھ پرکاش وغیرہ کتابیں ملاحظہ ہوں ص ۲۵۵ وہ مسلم رہ کر بھی قرآن کا انکار کر سکتے ہیں...... مسلمانوں کا ایک جم غفیر تحریف پر ایمان رکھتا ہے۔ (تفہیم الاسلام ۲۶۹)

معلوم ہوا ہے کہ مسعودی فرقہ کے امام مفترض الطاعۃ کے نزدیک قرآن نہ مکمل ہے نہ قطعی ہے۔ قرآن دشمنان اسلام کو اسلام پر ہنسنے کا موقع دیتا ہے۔ قرآن رسول اقدس ﷺ کی منزلت کو بڑا دھکا لگاتا ہے۔ قرآن عریانیت کا درس دیتا ہے، ناچ، رنگ، تاش، شطرنج اور چکلے کھولنے سے منع نہیں کرتا قرآن کی تحریف کا قائل بھی مسلم ہے قرآن کا انکار کر کے بھی انسان مسلم ہی رہتا ہے غیر مسلم تو صرف آئمہ کی تقلید سے ہوتا ہے۔

مسعودی فرقہ اور حدیث

حدیث کی جس قدر مستند کتابیں آج دنیا میں ملتی ہیں ان کے مؤلفین یا تو مجتہدین ہیں جن کو بانی فرقہ شریعت ساز قرار دیتا ہے اور شریعت سازی شرک و کفر ہے، ان پر قرآنی آیات احبار رھبان والی فٹ کرتا ہے یا کتب حدیث کے مؤلفین مقلدین ہیں جن کا ذکر طبقات حنفیہ، طبقات مالکیہ، طبقات شافعیہ اور طبقات حنابلہ میں ہے جن کو بانی فرقہ مشرک اور غیر مسلم کہتا ہے اس لئے ان کتابوں سے تو ان کا کوئی تعلق ہی نہیں وہ کوئی ایسی حدیث کی کتاب پیش کریں جس میں مجتہدین کو شریعت ساز اور ان کے مقلدین کو مشرک اور غیر مسلم کہا ہو اور ہماری کتب حدیث کا مطالعہ بھی اس نے بہت سطحی نظر سے کیا ہے وہ خود لکھتا ہے سطحی نظر سے حدیث کا مطالعہ غلط فہمی اور گمراہی میں مبتلا کر دیتا ہے۔ ورنہ حقیقت بین نظریں اس کے رموز پا لیتی ہیں سطحی نظر سے تو قرآن کا مطالعہ بھی گمراہ کن ہو سکتا ہے (تفہیم الاسلام ص ۱۳۵) خود بانی فرقہ کی گمراہی کی بنیاد قرآن و حدیث کا یہی سطحی مطالعہ ہے۔

کتب احادیث کا مطالعہ کرنے والا اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتا کہ کتب حدیث میں دو قسم کی احادیث ہیں۔

(۱) جو ایک ہی بات سے متعلق ہو ان کے معارض کوئی دلیل شرعی نہ ہو ان پر امت کے عمل میں بھی اختلاف نہ ہو ایسی احادیث پر سب آئمہ نے عمل کیا ان کی مثال سورج کی روشنی کی سی ہے جو ساری دنیا میں گھر گھر پھیلی ہوئی ہے۔

(۲) دوسری قسم وہ احادیث ہیں جن میں آپس میں اختلاف و تعارض پایا جاتا ہے۔ ان میں صحابہ کا عمل بھی مختلف ہے ایسی احادیث کو بعض علاقوں میں عملی تواتر نصیب ہوا بعض دوسرے علاقوں میں ان کے بظاہر مخالف دوسری احادیث کو عملی تواتر نصیب ہوا۔ ان احادیث کی مثال چاند کے ثبوت کی طرح ہے ایک علاقے میں عید کا چاند نظر آ گیا سارا ملک عید پڑھ رہا ہے۔ دوسرے ملک میں چاند نظر نہیں آیا سب نے

روزہ رکھا ہوا ہے۔ دونوں ملک مسلمان ہیں موطا امام مالک میں کتنی ایسی احادیث ہیں جو سنداً صحیح ہیں لیکن اہل مدینہ کا تعامل اس پر نہ ہونے کی وجہ سے امام مالک نے بھی ان پر عمل نہیں کیا۔ اسی طرح امام اعظمؒ امام ابوحنیفہ بھی ایسی روایات میں ان روایات پر ہی عمل کرتے ہیں جن پر اہل کوفہ کا تعامل ہو۔ اس کے مخالف احادیث اس علاقہ میں تو تواتر عملی کے خلاف ہونے کی وجہ سے شاذ کہلاتی ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا کہ آخری زمانہ میں ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو کذاب اور دجال ہوں گے وہ ایسی احادیث تمہارے پاس لائیں گے جو تمہارے باپ دادا نے نہ سنی ہوں گی۔ (یعنی ان پر اس علاقہ میں عمل نہ ہوگا۔ عمل تواتر ان کے خلاف ہوگا) آپ ﷺ نے فرمایا ان سے بچنا، ایسا نہ ہو کہ تم کو فتنہ اور گمراہی میں مبتلا کر دیں (صحیح مسلم ص ۱۰ ج ۱) بانی فرقہ مسعود احمد نے بالکل یہی کام کیا جس کو رسول اقدس ﷺ نے فتنہ اور گمراہی قرار دیا تھا کہ جن احادیث کے موافق اس ملک میں صدیوں سے عملی تواتر موجود تھا۔ ان کو جھوٹا اور ضعیف کہہ کر نا قابل عمل قرار دیا اور جو احادیث اس ملک کے صدیوں کے عملی تواتر کے خلاف تھیں اور عملاً شاذ تھیں ان کو پیش کر کے فتنہ اور گمراہی پھیلائی۔

اجماع امت

آپ نے بانی فرقہ کا عقیدہ اسلام کے بارے میں معلوم کر لیا کہ اس کے نزدیک مسلم کا مطلب غیر مقلد ہے۔ قرآن پاک کے بارے میں بھی اس کے عقائد آپ کے سامنے آگئے احادیث کے بارے میں بھی اس کا سارا زور متعارضات پر ہے اور متعارضات میں سے ان احادیث پر عمل اور ان کی دعوت جو اس ملک میں تواتر عملی کے خلاف ہونے کی وجہ سے شاذ ہیں کاش وہ من شذ شذ فی النار کی وعید سے ڈر جاتا۔

تمام اہل سنت اجماع امت کو دلیل شرعی مانتے آئے ہیں اجماع امت کا مخالف بنص کتاب وسنت دوزخی ہے۔ بانی فرقہ اجماع امت کو دلیل شرعی نہیں سمجھتا۔ اس لئے اس نے اجماع کی تعریف ایسی بیان کی کہ اس کا تحقق ہی نہ ہو سکے چنانچہ

لکھتا ہے اجماع امت سے مراد یہ ہے کہ صحابہ سے لے کر قیامت تک سب مسلم اس پر اتفاق کر لیں (خلاصہ تلاش حق ص ۱۱۷) اجماع کی یہ تعریف نہ قرآن میں نہ سنت میں نہ اصول میں مسعود صاحب نے اسی لیے اس پر کوئی حوالہ نہیں دیا گویا یہ تعریف اگرچہ گندہ مگر ایجاد بندہ کی مصداق ہے۔ لیکن بعض جگہ بانی فرقہ کو خود اجماع کی ضرورت پڑ جاتی ہے۔ چنانچہ اسی کتاب کے ص ۳۲ سے ص ۳۶ تک اس بات پر زور دیا ہے کہ بخاری و مسلم کے صحیح ہونے پر امت کا اتفاق و اجماع ہے۔ کیا مسعود صاحب بتا سکتے ہیں کہ یہ اجماع کس مقام پر کس سنہ میں ہوا تھا جہاں تمام صحابہ سے لے کر قیامت تک کے مسلم جمع تھے۔ مسعود جی یہ تو ابن صلاح کا قول ہے جو نہ خدا نہ نبی نہ صحابی نہ تابعی نہ تبع تابعی نہ مجتہد بلکہ امام شافعی کا مقلد جو آپ کے نزدیک سرے سے مسلم ہی نہیں۔

اجتہاد و قیاس

تمام اہل السنّت والجماعت کا اتفاق ہے کہ **القیاس مظہر لا مثبت** کہ قیاس کتاب و سنت کے پوشیدہ مسائل کو تلاش کرنے کا نام ہے از خود مسائل گھڑنے اور شریعت سازی کا نام قیاس و اجتہاد نہیں ہے اہل سنت کا اتفاق ہے مجتہد شارع یعنی شریعت ساز نہیں ہوتا بلکہ شارح یعنی کتاب و سنت کی تشریحات کا ماہر ہوتا ہے وہ اجتہادی مسائل میں واسطہ فی البیان اور واسطہ فی التفہیم ہوتا ہے۔ اہل السنّت والجماعت کے نزدیک ایسے مسائل اجتہادیہ میں جو کتاب و سنت میں ہی پوشیدہ ہیں۔ مجتہد پر اجتہاد واجب ہے اور عامی پر تقلید واجب ہے بانی فرقہ مسعود احمد جس نے اسلام اور اجماع کا معنی بگاڑا۔ اسی طرح اجتہاد اور تقلید کا معنی بھی بگاڑا۔ اہل سنت کے ہاں اجتہاد کا مطلب ہے کتاب و سنت کے پوشیدہ مسائل کی تلاش اور اس نے اجتہاد کا معنی یوں بگاڑا کہ قرآن و سنت کے خلاف مسائل گھڑنا اور کتاب و سنت کے خلاف شریعت سازی کرنا۔ یہ مطلب محض جھوٹ اور افتراء ہے کسی مجتہد سے بانی فرقہ اجتہاد کا یہ مطلب ثابت نہیں کر سکتا اور تقلید کا مطلب سب اہل السنّت والجماعت کے ہاں

یہی ہے کہ آئمہ مجتہدین نے جو مسائل کتاب وسنت ہی سے تلاش کئے ہیں اس مجتہد کی رہنمائی میں کتاب وسنت سے ہی ظاہر شدہ احکام پر عمل کرنا مگر بانی فرقہ نے تقلید مجتہد کا یہ غلط مطلب گھڑا کہ کتاب وسنت کے خلاف مجتہدین کے از خود گھڑے ہوئے مسائل پر عمل کرنا اسی جھوٹ کی بناء پر اس نے فتنہ کھڑا کر دیا ہے حالانکہ مجتہد کی تقلید کا یہ مطلب بانی فرقہ کا خانہ ساز ہے۔ مقلدین پر بہتان اور افتراء ہے مقلدین کی کسی مستند کتاب سے بانی فرقہ تقلید مجتہد کی یہ تعریف ہرگز نہیں دکھا سکتا۔

جادو وہ جو سر پر چڑھ کر بولے

بانی فرقہ اگرچہ مجتہدین کو شریعت ساز کہتا ہے مگر ایک جگہ اس کے قلم سے حق بات نکل ہی گئی لکھتا ہے اس میں شک نہیں کہ چاروں اماموں نے جس اصول پر مسائل کی بنیاد رکھی وہ اصول سنت ہے کیونکہ ان لوگوں نے مسائل کو قرآن وحدیث کی روشنی میں حل کیا اور قرآن وحدیث کو چھوڑ کر کسی اور شخص کے قول کو دلیل نہیں بنایا نہ اس کو حجت سمجھا۔ لہٰذا ان کا یہ طریقہ بے شک سنت تھا اور وہ چاروں برحق تھے رحمھم اللہ (خلاصہ تلاش حق ص ۸۸) ایسے ہی موقع پر کسی نے کہا ہے۔

ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا میرے حق میں
زلیخا نے کیا خود چاک دامن ماہ کنعان کا

اب سوال یہ ہے کہ جو امام برحق ہیں۔ انہوں نے مسائل قرآن وحدیث کی روشنی میں حل فرمائے۔ ان کا طریقہ سنت ہے تو ان مسائل کی پیروی عین کتاب وسنت کی پیروی ہے اس تقلید کو کفر شرک کیسے کہا جا سکتا ہے۔

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ

آئمہ اربعہ کو بانی فرقہ نے برحق مان لیا اب امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں پڑھیے ایک شخص نے اسے خط لکھا میں بفضل خدا حنفی ہوں قرآن مجید۔

سنت رسول ﷺ اور مسلک صحابہ کرام کے بعد امام ابوحنیفہ کا اتباع کرتا اور حنفی کہلاتا ہوں اور بفضلہ تعالی مطمئن ہوں لیکن حنفی ہونا جزو ایمان نہیں سمجھتا اور ان کا اتباع اس لئے کرتا ہوں کہ انہوں نے قرآن وحدیث کو خوب سمجھا ۔ حدیثوں کو سمجھنا اور جانچنا بڑی قابلیت کا کام ہے۔ انہوں نے قرآن وحدیث کو خوب سمجھا اور ہم کو نہایت آسان طریقہ سے سمجھایا۔ جب ہی تو آج ایک ہزار سال سے زائد زمانہ سے لوگ ان کا اتباع کرتے چلے آتے ہیں نہ صرف کراچی اور سجاول بلکہ ساری دنیا میں ان کا اتباع کیا جاتا ہے اور انشاء اللہ قیامت تک کرتے رہیں گے آپ اندازہ لگایئے کہ ان ایک ہزار سے زائد برسوں میں کیسے کیسے زبردست محدث قابل ترین علماء کرام عابد، زاہد، مجتہد، امام فقیہ گزرے ہیں جو ان کے معتقد ہوئے اور ان کا اتباع کرتے تھے امام صاحب کا رتبہ کتنا بڑا ہے، بڑے بڑے امام وقت آپ کے شاگرد گزرے ہیں آج ان کے مقابلے میں اگر کوئی اپنی عقل کو ترجیح دے اور ان کو برا بھلا کہہ کر جہلا میں اپنا مقام حاصل کرنا چاہے تو یہ اس کی خودغرضی اور نادانی بلکہ جہالت ہے۔

(خلاصہ تلاش حق ص ۱۵)

بانی فرقہ مسعود احمد صاحب اس کے جواب میں لکھتے ہیں۔ میں ان تمام فضائل کو تسلیم کرتا ہوں جو آپ نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق بیان کئے ہیں میں کسی بھی چیز میں اپنے کو ان کا ہم پلہ تو کجا ان کی خاک پا کے برابر بھی نہیں سمجھتا (خلاصہ تلاش حق ص ۲۲) مسعودی فرقہ غور کرے کہ جو لوگ امام اعظم کی تقلید و رہنمائی میں کتاب وسنت پر عمل کریں ان کو آپ لوگ مشرک اور غیر مسلم قرار دیتے ہیں اور آپ کا امام جو باقرار خود ہمارے امام کی خاک پا کے برابر نہیں اس کی تقلید کو فرض مانا جاتا ہے۔ ﴿تِلْکَ اِذاً قِسْمَۃٌ ضِیْزیٰ﴾

فرقہ بندی

گزشتہ سطور میں واضح کر چکا ہوں کہ دور برطانیہ میں ملکہ وکٹوریہ کے اشتہار آزادگئ مذہب پر لبیک کہتے ہوئے جو لوگ قید مذہب یعنی تقلید امام سے آزاد ہو گئے ان میں فرقے ہی فرقے بنتے گئے کہ لوگ ان فرقوں سے تنگ آ گئے اس فرقہ بندی کا ایک ہی علاج تھا کہ یہ لوگ ذہنی آوارگی چھوڑ کر پھر تقلید امام کی طرف آ جاتے تو اس فرقہ در فرقہ اور اختلاف در اختلاف سے بچ جاتے۔ اہل اسلام کی صفوں میں پھر اتحاد و اتفاق پیدا ہو جاتا مگر یہ علاج حکومت برطانیہ کے لئے سخت خطرہ تھا ان فرقہ پرستوں کا طریقہ یہ رہا کہ فرقہ پرستی کی برائی بیان کرتے فرقہ بندی کے اپنے گناہ کو آئمہ اربعہ کے سر تھوپتے۔ ان کو دل کھول کر برا بھلا کہتے کہ لوگ کہیں ان کی تقلید کی طرف واپس نہ چلے جائیں اور ہمارے فرقے مٹ نہ جائیں آئمہ اربعہ پر فقہ پرستی کا بہتان باندھ کر خود ایک اور فرقہ بنا لیتے۔ یہی کچھ اس فرقہ کے بانی نے کیا فرقہ پرستی کی برائی بیان کرتے کرتے خود ایک نیا فرقہ بنا لیا اور گالیاں بدستور مذاہب اربعہ کو دے رہے ہیں۔ ہم پہلے اپنے بارے میں عرض کرتے ہیں اسلام ہمارا دین ہے ہم مسلمان ہیں جس نام کی وجہ سے ہم دوسرے دینوں سے ممتاز ہیں نہ ہم ہندو ہیں نہ عیسائی نہ یہودی۔ پھر رسول اقدس ﷺ کی پیشگوئی کے موافق آپ کی امت مختلف فرقوں میں بٹ گی ان میں نجات پانے والی جماعت کا نام اہل سنت والجماعت ہے اس نام سے باقی اسلامی فرقوں شیعہ، معتزلہ، جھمیہ، قدریہ وغیرہ سے ممتاز پھر اہل سنت والجماعت میں رسول اقدس ﷺ کی سنت اور صحابہ پاک کی جماعت کے طریقوں کو چار آئمہ کرام نے مرتب اور مدوّن فرمایا جس طرح قرآن پاک کو سات قاریوں نے مرتب فرمایا۔ اب کسی علاقے میں کسی قاری کی متواتر قرأۃ کے مطابق سب لوگ تلاوت کر رہے ہیں۔ جس طرح ان سات قرأتوں کو کوئی بے وقوف سات قرآن نہیں کہتا۔ سات ٹکڑے نہیں کہتا جس نے ایک قرأۃ پر قرآن کریم کی تلاوت کی اس کو پورے قرآن کی تلاوت کا

ثواب ملا اسی طرح جس نے ایک امام کی تقلید میں آپ ﷺ کی سنت پر عمل کیا اسے پوری سنت پر عمل کرنے کا ثواب ملا۔ جس قرآن پاک کی مختلف سات یا دس قرأتوں کو فرقہ وارانہ قرأتیں کہنا پرلے درجہ کی جہالت ہے اسی طرح مذاہب اربعہ کو فرقے قرار دینا ان کے اختلاف کو فرقہ وارانہ اختلاف قرار دینا یہ جہالت کی انتہا ہے مذہب کا معنی راستہ ہوتا ہے جو منزل سے ملانے کے لئے بنایا جاتا ہے اور فرقہ کا معنی خود بانی فرقہ نے کٹنے والا کیا ہے۔ مذہب ملانے والا فرقہ کاٹنے والا دو متضاد باتیں ہیں مذہب کو فرقہ کہنا دن کو رات، آسمان کو زمین، گرم کو سرد کہنے سے بڑھ کر حماقت ہے۔ جس طرح قاریوں کا اختلاف قرأۃ صحابہ سے آیا۔ کتب احادیث میں بعض اختلافی احادیث صحابہؓ سے مروی ہیں کتب احادیث میں صحابہؓ کے مختلف اجتہادی فتاویٰ درج ہیں تو کیا یہ عقلمند یہاں بھی فرقہ وارانہ صحابہ فرقہ وارانہ احادیث، فرقہ وارانہ قرآن کہہ کر یہ اعلان کرے گا کہ رسول اقدس ﷺ نے فرقہ واریت کو چھوڑنے کا حکم دیا۔ سب فرقہ وارانہ صحابہ کو چھوڑ دو سب فرقہ وارانہ احادیث کو چھوڑ دو۔ سب فرقہ وارانہ قرآنوں اور فرقہ وارانہ رسولوں کو چھوڑ دو۔ چونکہ مسعود صاحب نے خود اکابر سے کٹ کر فرقہ بنایا اپنے آپ کو امام مفترض الطاعۃ بنایا اس کا رات دن نیند اور بیداری فرقہ واریت میں ڈوبی ہوئی ہے اس لئے وہ جس کو گالیاں دینا چاہتا ہے اس کے ساتھ لفظ فرقہ وارانہ اپنی طرف سے لگا کر اس کو کوسنا شروع کر دیتا ہے۔ جب گالیاں دے کر تھک جاتا ہے تو ان ہی فرقہ وارانہ کتب حدیث سے متروک العمل احادیث چن کر اپنے فرقے کو اس پر لگاتا ہے انہیں فرقہ وارانہ مذاہب کے علماء کو احبار رھبان مان کر ان کے فیصلے نقل کرتا ہے کہ فلاں حدیث صحیح ہے فلاں ضعیف ہے۔ انہیں فرقہ وارانہ مذاہب کے اسماء الرجال اور علم اصول سے سرقہ کرتا ہے۔ زبان سے ان کو مشرک بھی کہتا ہے ان کی جوتیاں بھی چاٹتا ہے۔ ان کی قے تک چاٹ جاتا ہے۔ مذاہب کو فرقہ وارانہ کہنا اس بدعتی فرقہ کی جہالت ہے۔

اختلاف امت

بانی فرقہ چونکہ خود سراپا اختلاف ہے۔ اس لئے اختلاف اختلاف کے نعرے لگاتا ہے لیکن جیسا کہ گزر چکا اختلاف احادیث میں بھی ہے، اختلاف قرأت میں بھی ہے، اختلاف صحابہ میں بھی ہے، اختلاف اصول حدیث میں بھی ہے، اختلاف اسماء الرجال میں بھی ہے اختلاف محدثین میں بھی ہے، اختلاف مجتہدین میں بھی ہے، ان سب اختلافات کو وہ برداشت کرتا ہے مگر مجتہدین کے اختلاف کو خوب اچھالتا ہے۔ اختلافات کی برائی میں جو آیت یا حدیث مل جائے اسے صرف آئمہ کے اختلاف پر چسپاں کرتا ہے حالانکہ وہ خود بھی مانتا ہے کہ اختلاف دو قسم کا ہوتا ہے۔ وہ لکھتا ہے اختلاف ایک فطری امر ہے، ہوجایا ہی کرتا ہے۔

(تفسیر قرآن عزیز ص ۵۱ے جلد اول)

یقیناً آئمہ مجتہدین کا اختلاف بھی فطری ہے خود بانی فرقہ جدید لکھتے ہیں۔ ''اجتہادی اختلاف اعمال میں تو ہوسکتا ہے اور اس کو گوارہ کیا جا سکتا ہے...... آئمہ کا اختلاف اجتہادی تھا اور صرف اعمال میں تھا (خلاصہ تلاش حق ص ٦٦) اور آپ پڑھ چکے ہیں کہ بانی فرقہ چاروں آئمہ کو برحق مانتا ہے (خلاصہ تلاش حق ص ۸۸) پھر ان کے اختلاف کا شور کس لیے کرتا ہے۔

ہاں اختلاف کی دوسری قسم کو بانی فرقہ نے لعنت لکھا ہے۔

(تفسیر قرآن عزیز ص ۵۲ے جلد اول)

اب دونوں کو مثال سے سمجھیں ایک شخص کراچی شہر میں ہے جو سینکڑوں مساجد کے محراب کو دیکھ رہا ہے اور ہزاروں نمازیوں کو قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے دیکھ رہا ہے کہ سب مغرب کی طرف منہ کر کے نماز پڑھ رہے ہیں۔ یہ شخص سب کے خلاف شمال کی طرف منہ کر کے نماز پڑھ رہا ہے۔ اور سب نمازیوں کی نماز کو باطل کہتا ہے جب پوچھو تو بخاری شریف کھول کر بیٹھ جاتا ہے کہ اس میں صحیح حدیث موجود ہے

کہ آنحضرت ﷺ نے صاف فرمایا رفع حاجت کے وقت نہ قبلہ کی طرف منہ کرو نہ پشت کرو بلکہ رفع حاجت کے وقت یا مشرق کی طرف منہ کرو یا مغرب کی طرف بخاری شریف اس صحیح حدیث سے ثابت ہو گیا کہ قبلہ نہ مشرق کی طرف ہو سکتا ہے نہ مغرب کی طرف جس طرح میں نے بخاری شریف سے ثابت کر دیا کہ قبلہ ہرگز ہرگز مغرب کی طرف نہیں ہو سکتا تمہاری ساری نمازیں باطل ہیں اگر کوئی شخص بخاری کی صریح حدیث سے مجھے دکھا دے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہو کہ قبلہ شمال کی طرف نہیں ہو سکتا تو میں شمال کا صریح لفظ دیکھ کر مبلغ پچاس لاکھ روپے انعام دوں گا۔ کیا مسعود صاحب اس آدمی سے یہ انعام لے سکیں گے اگر چہ وہ شخص یہ اختلاف حدیث رسولؐ اور بخاری شریف کے نام کر رہا ہے۔ مگر اس کے اس بیّن اختلاف کو امت میں تفرقہ قرار دیا جائے گا۔ قرآن و حدیث میں جہاں بھی تفرقہ کی مذمت ہے وہ وہی تفرقہ و اختلاف ہے جو بینہ (پوری وضاحت) کے بعد کیا جائے۔ ہاں فطری اختلاف کی مثال یہ ہے کہ سندھ کے جنگل میں رات ہو گئی۔ آسمان پر بادل ہیں کوئی ستارہ نظر نہیں آتا قبلہ کا علم نہ کوئی بتلانے والا ہے اب چار لوگوں نے تحری سوچ بچار کیا ایک کا دل اس طرح مائل ہوا کہ قبلہ اس طرف ہے حالانکہ وہ مشرق ہے دوسرے کا دل مائل ہوا کہ اس طرف ہے حالانکہ وہ شمال ہے تیسرے کا دل جنوب کی طرف مائل ہوا چوتھے کا مغرب کی طرف سب نے نماز عشاء پڑھ لی۔ اب دیکھئے ان چاروں میں یقیناً صرف ایک منہ قبلہ کی طرف تین چہرے یقیناً یقیناً قبلہ سے مڑے ہوئے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے سب کی نماز قبول فرمالی۔ ہاں اتنا فرق ہوا جس نے نماز مغرب کی طرف پڑھی اس کی نماز بھی قبول اور اجر دو ملے باقی تینوں کی نماز قبول مگر اجر ایک ایک ملا۔ ایسے اختلاف کو اجتہادی اختلاف کہتے ہیں یہ ایک فطری اختلاف ہے کیا مسعود صاحب ان چاروں نمازیوں پر تفرق و اختلاف کی مذمت والی آیات و احادیث فٹ کر کے ان کو کافر مشرک قرار دیں گے۔ مسعود صاحب کا اجتہادی اختلاف پر ان آیات کو چسپاں کرنا یہودیوں کی طرح یحرفون الکلم عن مواضعہ پر عمل ہے۔ الغرض مسعود صاحب

نے اپنے مفترض الطاعۃ امام بننے کے بعد اسلام کے معنی بدلے، اجتہاد کے معنی بدلے، تقلید کے معنی بدلے، مذہب کے معنی بدلے، فرقہ وارانہ کا لفظ بے موقع استعمال کیا، اختلاف فطری کو اختلاف لعنت قرار دیا۔

مسعود صاحب کی عادت

مسعود صاحب لوگوں کے سامنے یہ دعوت لے کر کھڑے ہوئے کہ میں ہر مسئلہ قرآن و حدیث سے دکھا سکتا ہوں مگر اس میں وہ بری طرح ناکام ہوئے تو اپنی اس ناکامی پر پردہ ڈالنے کے لئے پھر وہ فقہ کو گالیاں دینا شروع کر دیتے ہیں کبھی تو وہ فقہ کی کتابوں سے ایسے مسائل پیش کرتے ہیں جو نہ مفتٰی بہ ہیں نہ معمول بہ مسعود صاحب مذہب حنفی ان مسائل کا نام ہے جن پر احناف کا فتویٰ اور متواتر عمل ہے شاذ اور متروک اقوال مذہب حنفی ہرگز نہیں جس طرح قرآن وہی ہے جو امت میں تواتر کے ساتھ ہر جگہ پڑھا جا رہا ہے نہ کہ کسی کتاب میں مذکور شاذ و متروک قرأتوں کو قرآن کہا جائے ایسا شیعہ عیسائی اور ہندو تو کرتے تھے آپ نے بھی مفتٰی بہ اور معمول بہ مسائل کو چھوڑ کر غیر مفتٰی، اور شاذ مسائل پر اعتراض شروع کر دیا اس کا جواب ہماری طرف سے وہی ہے جو آپ نے منکر حدیث برق صاحب کو دیا ہے ضعیف حدیث کے ہم جواب دہ نہیں۔ ضعیف حدیث پر اعتراض کرنا بھی فضول ہے (تفہیم الاسلام ۲۵۰) ہم بھی کہتے ہیں شاذ غیر مفتٰی بہ اور متروک العمل اقوال مذہب حنفی نہیں ان اقوال پر اعتراض بھی فضول ہے اور ہم ان کے جواب دہ بھی نہیں ہیں۔

اور بعض اوقات مسعود صاحب منکرین حدیث کی تقلید پر اتر آتے ہیں جیسے وہ کہا کرتے ہیں کہ احادیث میں بہت سے گندے مسائل ہیں۔ بہت سی حدیثیں قرآن کے خلاف ہیں، یہی کچھ مسعود صاحب نے فقہ کے بارے میں کہا میرے خیال میں اس کا جواب بھی وہی بہتر ہے جو مسعود صاحب نے منکرین حدیث کو دیا ہے۔ لکھتے ہیں اگر سب (محدثین) نے مل کر کسی حدیث کو قرآن مجید کے خلاف نہیں

سمجھا اور ہم اس کو قرآن مجید کے خلاف سمجھیں تو کیا یہ ہماری سمجھ کا قصور ہے یا ان سب اگلے پچھلے محدثین کی سمجھ کا قصور ہے (تفہیم الاسلام ص ۲۶۰) مسعود صاحب ہزاروں محدثین اور فقہا امام صاحب کے مقلد گزرے ہیں جیسا کہ آپ کو بھی اعتراف ہے اگر ان سب نے ان مسائل کو خلاف حدیث نہیں کہا، تو اصل بات یہی ہے نہ آپ کو حدیث کی سمجھ آئی نہ فقہ کے مسئلہ کی سمجھ آئی کیونکہ اصل کتابیں تو آپ کو پڑھنی نہیں آتیں۔ یہ سارا آپ کی سمجھ کا ہی قصور ہے۔

آخری بات

بانی فرقہ نے اپنے بارے میں اپنے فرقہ کو یہ باور کرا رکھا ہے کہ وہ بہت بڑا محقق ہے اور وہ اپنی کتاب میں سب صحیح احادیث نقل کرتا ہے اس لئے بیچارے سادہ لوح لوگ اس کی باتوں میں پھنس جاتے ہیں اس مختصر رسالہ میں صرف چند مثالیں پیش کرتا ہوں۔ بانی فرقہ نے ۱۳۹۵ھ میں یہ فرقہ بنایا اور ۱۳۹۸ھ میں نماز کی کتاب ''بنام صلوٰۃ المسلمین'' شائع کی اس میں لکھا اس کتاب میں کوئی ضعیف حدیث نہیں لی گئی اگر کوئی صاحب اس کتاب کی کسی حدیث کے ضعیف ہونے کی نشاندہی فرمائیں گے تو انشاء اللہ آئندہ اشاعت میں اسے اس کتاب میں درج نہیں کیا جائے گا ص ۲۴۔

اس کتاب میں سب سے زیادہ زور مسئلہ رفع یدین پر لگایا ہے۔ چنانچہ ضمیمہ

(۱) صفحہ ۳۱۰۔ اس پر پہلی حدیث ابوبکر صدیقؓ سے لایا ہے اس کی سند کا پہلا راوی امام بیہقی مقلد امام شافعی (تذکرۃ الحفاظ، طبقات الشافعیہ) ان کا مستقل رسالہ حیات الانبیاء پر ہے۔ یہ دونوں باتیں مسعود کے نزدیک شرک ہیں۔

(۲) دوسرا راوی ابوعبداللہ الحافظ یہ شیعہ ہے اور فرقہ میں ہونا مسعود کے ہاں شرک ہے۔

(۳) الصفار کا سماع السلمی سے ثابت نہیں اور منقطع روایت بانی فرقہ کے نزدیک باطل اور ناقابل اعتبار ہے (تفہیم الاسلام ۹۳ صفحہ ۱۰۹۔ صفحہ ۱۱۳)

(۴) ابوالنعمان محمد بن الفضل عارم ضعیف ہے۔ تہذیب التھذیب صفحہ ۴۰۴ ج ۹ ایسی روایت کو بانی فرقہ کذب و بہتان کہتا ہے (تفہیم صفحہ ۱۳۸) دوسری روایت حضرت عمرؓ سے نقل کی ہے۔

(۵) جو اس کو متصل السند کہا ہے جو بالکل غلط ہے۔ متصل سند پیش کرے ورنہ یہ باطل اور نا قابل اعتبار ہے۔

(٦) اس کے دو راوی حیٰوۃ اور سلیمان غیر معروف ہیں۔ خود بانی فرقہ ایسی روایت کو جھوٹ اور افترا کہتا ہے۔ (تفہیم صفحہ ۱۳٦)

(۷) صفحہ ۳۱۲ پر حضرت علیؓ کی روایت لکھی ہے۔ جس میں عبدالرحمٰن بن ابی الزناد ضعیف اور منفرد ہے۔ اور اذاقام من السجد تین کا ترجمہ جب دو رکعتیں پڑھ کر کھڑے ہوتے کیا ہے جو غلط ہے۔

(۸) عبداللہ بن عمرؓ کی حدیث کے مرفوع موقوف ہونے میں اختلاف ہے۔

(۹) مالک بن الحویرث کی حدیث کا مدار ابوقلابہ ناصبی پر ہے۔ جو بانی فرقہ کے نزدیک فرقہ پرست اور مشرک ہے۔

(۱۰) حضرت وائل کی سند کا راوی محمد بن حجادہ شیعہ یعنی فرقہ پرست اور مشرک ہے۔

(۱۱) حضرت ابوہریرہؓ کی روایت کا مدار ابن جریج پر ہے جس نے مکہ مکرمہ میں رہ کر ۹۰ عورتوں کے ساتھ متعہ کیا اور دوسرا راوی یحییٰ بن ایوب غافقی ضعیف ہے۔

(۱۲) حضرت جابرؓ کی روایت میں ابوحذیفہ ضعیف ہے۔

(۱۳) انسؓ کی روایت کی سند حمید مدلس کی روایت کو بانی فرقہ مشکوک کہتا ہے۔

(تفہیم صفحہ ۱۱۴)

(۱۴) تمام صحابہ رفع یدین کرتے تھے نہ حسن بصری تمام صحابہ کو ملے نہ اس کی سند صحیح ہے کیونکہ قتادہ مدلس ہے اور جزء رفع یدین کا راوی محمود بن اسحاق الخزاعی کا ترجمہ و توثیق ثابت نہیں۔

(۱۵) ص ۴۵۳ ۔ پر حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت سعدؓ، حضرت سعیدؓ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ حضرت ابوعبیدہؓ حضرت زید بن ثابتؓ، حضرت ابی بن کعبؓ، حضرت ابن مسعودؓ اور حضرت زیادہ بن حارثؓ، ۱۱ صحابہ کا نام لکھا ہے کہ یہ بھی روایت کرتے ہیں کہ رسول اقدس ﷺ رکوع جاتے۔ رکوع سے سر اٹھاتے اور تیسری رکعت کے شروع میں رفع یدین کرتے تھے۔ اگر مسعود صاحب ان گیارہ صحابہ سے صحیح سندیں دکھا دیں تو ہم فی سند ایک ہزار روپیہ انعام دیں گے۔ اور اس کے فرقہ والوں سے بھی عرض ہے کہ جو شخص ایک سانس میں گیارہ صحابہ پر جھوٹ بولتا ہے۔ آپ اس امام کی اطاعت فرض جانتے ہیں۔

(۱۶) صفحہ ۴۵۲۔۴۵۳۔ پر صحابہ کی ایک مجلس کا ذکر کیا ہے کہ ۱۷ صحابہ اس مجلس میں تھے۔ وہ کسی صحیح سند سے حدیث میں سترہ کا لفظ نہیں دکھا سکتا۔ جس روایت کا حوالہ دیا ہے اس میں سترہ کی بجائے عشرہ کا لفظ ہے اور روایت بھی ضعیف ہے اس کی سند میں عبدالحمید بن جعفر ہے۔

(۱۷) اس کا راوی محمد بن عمرو بن عطاء ۴۰ھ میں پیدا ہوا۔ وہ دس پندرہ سال کی عمر میں ہی یہ روایت کر سکتا ہے جبکہ ان ۱۷ میں سے حضرت زیدؓ ۴۸ھ، حضرت ابومسعودؓ ۳۸ھ، حضرت سلمانؓ ۳۴ھ، حضرت عمارؓ ۳۸ھ، حضرت ابوقتادہؓ صحیح قول پر ۳۸ھ، حضرت محمد بن مسلمہؓ ۴۳ھ، حضرت ابواسیدؓ ۳۰ھ حضرت حسنؓ ۴۹ھ میں انتقال فرما چکے تھے۔ تو رفع یدین کے ثبوت کے لئے یہ پرانی قبریں اکھاڑ کر ایک مردہ کانفرنس کیسے قائم کی گئی۔ بانی فرقہ حدیث اور تاریخ دونوں سے لاعلم ہے۔

(۱۸) صفحہ ۴۵۵ پر حضرت وائلؓ کی حدیث جو ابوداؤد سے نقل کی ہے اس کے ساتھ صراحت تھی کہ تمام صحابہ پہلی تکبیر کے وقت رفع یدین کرتے تھے بانی فرقہ نے یہاں بہت بڑی خیانت کی ہے۔

(۱۹) حمید بن ہلال کی روایت کی سند میں ابی بلال راسبی ضعیف ہے اور اس میں

نہ رکوع کی رفع یدین کا ذکر ہے۔نہ تیسری رکعت کے شروع کا ہے۔

(۲۰) سعید بن جبیر کے اثر میں الحسین بن عیسیٰ ضعیف اور عبدالما لک بن سلیمان بھی ضعیف ہے۔ایک ہی مسئلہ میں بیس جھوٹ ہیں۔پھر کسی ایک حدیث میں بھی نہیں کہ آنحضرت ﷺ یا اکابر صحابہ میں سے ایک صحابی بھی ہمیشہ یہ اختلافی رفع یدین کرتے رہے۔

(۲۱) مسئلہ قرأۃ خلف الامام میں سکتات میں قرأۃ کی حدیث ص ۳۳۸ پر حضرت عبداللہ بن عمرو سے نقل کی ہے اور اس کی سند کو صحیح کہا ہے سند میں امام بیہقی مقلد امام شافعی، ابوعبداللہ رافضی، محمد بن عبداللہ الشبر ی، عبداللہ بن محمد بن عبدالعزیز کی توثیق ثابت نہیں ابو الصلت الھروی، رافضی خبیث۔ابو معاویہ مرجئ خبیث عمرو بن محمد اور شعیب بن محمد مدلس بانی فرقہ کے علم و انصاف کا یہ حال ہے ایک ہی سند میں دو رافضی، دو مزید فرقہ پرست دو مجہول اور مدلس ہیں مگر سند صحیح سے ناطقہ سر بگریبان ہے کہ اسے کیا کہئے۔

(۲۲) ص ۳۴۴ پر پھر عبداللہ بن عمرو کی حدیث نقل کی ہے اور سند کو حسن کہا ہے جب کہ سند میں بیہقی مقلد امام شافعی عبدالحمید بن جعفر منکر حدیث دونوں فرقہ پرست مشرک ابو بکر الحنفی غیر معروف ہے۔

(۲۳) آمین بالجہر کے ثبوت میں ص ۳۴۷ پر ام الحصن سے جو حدیث نقل کی ہے اس کی سند میں ہارون الدعور رافضی اسماعیل بن مسلم ضعیف ابی اسحاق مدلس اور ابن ام الحصن مجہول اور بانی فرقہ اس حدیث سے استدلال فرما رہے ہیں اور اس کے فرقہ کے لوگ رات دن یہ پروپیگنڈہ کرتے ہیں۔ مسعود صاحب جیسا محقق کوئی نہیں اس کی اطاعت فرض ہے حالانکہ وہ بیچارہ علوم دینیہ میں بالکل کورا ہے اللہ تعالیٰ اس کے فتنے سے اپنے محبوب کی امت کو بچائے۔آمین یا الٰہ العالمین

فرقہ
غیر مقلدین

تالیف

مناظر اسلام حضرت مولانا
محمد امین صفدر
اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ابتداء۔ برادران اسلام اس ملک پاک و ہند میں بارہ صدیوں سے اسلام آیا ہوا ہے یہاں اسلام لانے والے۔ اسلام پھیلانے والے اور اسلام کو قبول کرنے والے سب کے سب اہل سنت والجماعت حنفی تھے۔ یہاں کے تمام مفسرین۔ محدثین۔ فقہاء۔ اولیاء کرام اور سلاطین عظام اہل سنت والجماعت اور حنفی تھے۔

لیکن جب انگریز کے منحوس قدم یہاں آئے تو وہ یورپ سے ذہنی آوارگی مادر پدر آزادی اور دینی بے راہ روی کی سوغات ساتھ لایا۔ اور مذہبی آزادی اور مذہبی تحقیق کے خوش نما اور دلفریب عنوانوں سے اس ملک میں خودسر اور متعصب فرقے کو جنم دیا اس فرقہ کا پہلا قدم سلف سے بدگمانی ہے اور اس کی انتہاء سلف پر بدزبانی ہے یعنی آپ یہ سمجھ لیں کہ اس فرقہ کا ہر شخص اعجاب کل ذی رأی برایہ پر نازاں ہونے کے ساتھ ساتھ لعن آخر هذه الامة اولها کا مصداق ہے۔ اس فرقہ کا ہر فرد اپنے آپ کو آئمہ اربعہ بلکہ صحابہؓ سے بھی برتر جانتا ہے۔ مولانا عبدالخالق صاحب خسر میاں نذیر حسین صاحب دہلوی (الحیات بعد الممات ص ۲۲۸ نتائج التقلید ص ۳) فرماتے ہیں ''سو بانی مبانی اس فرقہ نو احداث کا عبدالحق ہے جو چند دنوں سے بنارس میں رہتا ہے اور حضرت امیر المؤمنین (سید احمد شہید) نے ایسی ہی حرکات ناشائستہ کے باعث اپنی جماعت سے اس کو نکال دیا اور علمائے حرمین معظمین نے اس کے قتل کا فتویٰ لکھا مگر کسی طرح بھاگ کر وہاں سے بچ نکلا (تنبیہ الضالین ص ۱۳)

ام المؤمنینؓ کا گستاخ مولوی عبدالحق بنارسی (بانی غیر مقلدیت) نے برملا کہا کہ عائشہ علیؓ سے لڑی اگر توبہ نہ کی تو مرتد مری اور یہ بھی دوسری مجلس میں کہا کہ صحابہ کا علم ہم سے کم تھا ان کو ہر ایک کو پانچ پانچ حدیثیں یاد تھیں اور ہم کو ان سب کی حدیثیں یاد ہیں (کشف الحجاب ص ۲۲ قاری عبدالرحمٰن صاحب پانی پتی شاگرد شاہ اسحاقؒ)

پہلی شہادت

نواب صدیق حسن صاحب فرماتے ہیں ''اس زمانہ میں ایک ریا کار اور شہرت پسند فرقے نے جنم لیا ہے جو ہر قسم کی خامیوں اور نقائص کے باوجود اپنے لئے قرآن وحدیث کے علم اوران پر عامل ہونے کے دعویدار ہیں حالانکہ علم وعمل وعرفان سے اس فرقہ کو دور کا بھی واسطہ نہیں۔ یہ لوگ علوم آلیہ وعالیہ دونوں سے جاہل ہیں الحطہ ص ۱۵۳ اور یہ لوگ معاملات کے مسائل میں حدیث کی سمجھ اور سوجھ بوجھ سے بالکل عاری ہیں اور اہل سنت کے طریق پر ایک مسئلہ بھی استنباط نہیں کر سکتے یہ لوگ حدیث پر عمل کرنے کی بجائے زبانی جمع خرچ پر اور سنت کے اتباع کی جگہ شیطانی تسویلات پر اکتفا کرتے ہیں۔ اور اس کو عین دین تصور کرتے ہیں...... یہ لوگ اسلام کی حلاوت، مٹھاس اور شیرینی سے خالی الذھن ہیں اور مسلمانوں کی نسبت بڑے تنگ دل ہیں اہل اسلام بارہ میں بڑے سنگدل ہیں (الحطہ ص ۱۵۱) **یقولون عن خیر البریۃ وهم شر البریہ** ص ۱۵۴) پھر خدا کی قسم کتنے تعجب کی بات ہے کہ یہ لوگ اپنے آپ کو خالص مؤحد کہتے ہیں اور دوسرے مسلمانوں کو بدعتی اور مشرک کہتے ہیں حالانکہ یہ لوگ سب سے زیادہ غالی اور دین کے بارہ میں بڑے متعصب ہیں ص ۱۵۴ **فما هذا دین ان هذا الافتنة فی الارض وفساد کبیر** ص ۱۵۶ نواب صاحب نے اس فرقہ کے تقدس کا نقشہ کھینچتے ہوئے اس زاہد کی مثال دی ہے جو اپنی مکاری اور عیاری سے خوب وعظ کرتا کہ سونے چاندی کے برتنوں کے استعمال سے ڈراتا۔ قبر وحشر کے ہولناک مناظر بیان کرتا مگر موقع ملتے ہی سونے چاندی کے سب برتن چوری کر کے رفو چکر ہو جاتا تھا۔

نواب صاحب کا کلام واقعی کلام الملوک ملوک الکلام کا مصدق ہے۔ انہوں نے اس کو نوزائیدہ فرقہ کہا یعنی یہ حدیث تفرقہ کا مصداق ہے۔ (زجاجہ) علوم آلیہ وعالیہ اور استنباط سے جاہل کہا تاکہ معلوم ہو جائے کہ یہ فرقہ ضلوا فاضلوا الحدیث زجاجہ کا مصداق ہے۔ ان کے علمی سرمائے کو تسویلات شیطانیہ قرار دیا جو حق ہے **فقیہ واحد اشد علی الشیطان من الف عابد** (زجاجہ) اور شیطان ہی پہلا غیر

مقلد ہے۔ اور جس گلی میں حضرت فاروق اعظمؓ قدم رکھیں وہاں سے بھاگتا ہے۔ بیس تراویح، طلاق ثلاثہ فقہ سے انکار حضرت عمرؓ ہی کی مخالفت ہے۔

دوسری شہادت

غیر مقلدین کے مشہور محدث ومؤرخ مولانا محمد شاہجہاں پوری نے ۱۹۰۰ء ۱۳۱۹ھ میں الارشاد الیٰ سبیل الرشاد نامی کتاب شائع کی اس میں لکھتے ہیں '' کچھ عرصہ سے ہندوستان میں ایک ایسے غیر مانوس مذہب کے لوگ دیکھنے میں آرہے ہیں جس سے لوگ بالکل نا آشنا ہیں پچھلے زمانہ میں شاذ ونادر اس خیال کے لوگ کہیں ہوں تو ہوں مگر اس کثرت سے دیکھنے میں نہیں آئے بلکہ ان کا نام ابھی تھوڑے ہی دنوں سے سنا ہے اپنے آپ کو تو وہ اہل حدیث یا محمدی یا مؤحد کہتے ہیں مگر مخالف فریق میں ان کا نام غیر مقلد یا وہابی یا لامذہب لیا جاتا ہے۔ چونکہ یہ لوگ نماز میں رفع الیدین کرتے ہیں یعنی رکوع جاتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت ہاتھ اٹھاتے ہیں جیسا کہ تحریمہ باندھتے وقت ہاتھ اٹھائے جاتے ہیں بنگالہ کے عوام ان لوگوں کو رفع یدیئی بھی کہتے ہیں۔ (ص ۱۳ مع حاشیہ)

نوٹ: جب یہ فرقہ پیدا ہوا تو چونکہ یہ تقلید کو شرک و بدعت کہتا تھا اس لئے ان کو غیر مقلد کہا جانے لگا تاکہ پتہ چلے کہ یہ ایک منفی فرقہ ہے۔ جو تعمیر کی بجائے تخریب کے لئے تیار کیا جا رہا ہے۔ پھر چونکہ یہ لوگ آئمہ اربعہ میں سے کسی ایک مذہب کی پابندی سے منحرف ہو گئے تھے اس لئے لوگ ان کو لامذہب کہنے لگے۔

وہابی

چونکہ اس زمانہ میں محمد بن عبدالوہاب کی جماعت نے عرب میں قتل وغارت کا بازار گرم کر رکھا تھا۔ بہت سے مزارات کو گرایا'' اور سعود نے قبہ مزار نبی ﷺ کو ڈھانے کا قصد کیا مگر اس کا مرتکب نہ ہوا اور حکم کیا کہ بیت اللہ کا حج سوائے وہابیوں کے اور کوئی نہ کرے اور عثمانیوں کو حج سے مانع ہوا۔ اور کئی برس تک حج سے بہت لوگ

محروم رہے اور شام اور عجم کے لوگوں کو حج نصیب نہ ہوا (ترجمان وہابیہ ص ۳۶) اور اس نے عرب کے رہنے والوں خصوصاً حرمین شریفین کے رہنے والوں کو بہت تکالیف دیں (ص ۴۰) اس لئے عالم اسلام میں ان کے خلاف کافی برہمی تھی۔ مولوی فضل رسول بدایونی نے اپنے مخالفین کو بدنام کرنے کے لئے مجاہدین کو وہابی کہنا شروع کردیا۔

(ترجمان وہابیہ ص ۴۴ و ص ۴۷)

اب غیر مقلدین کو فکر ہوئی کہ اس ملک میں وہابی مجاہد اسلام اور حکومت برطانیہ کے باغی کو کہتے ہیں کہیں ہمیں مجاہد نہ سمجھ لیا جائے اور انگریز بہادر کہیں ہمیں مشکوک نہ سمجھ لے۔ تو انہوں نے فوراً انگریز کو خوش کرنے کے لئے مرزا کی تلقید میں کتابیں لکھیں۔

ترجمان وہابیہ

نواب صدیق حسن نے ۱۳۱۲ھ میں یہ کتاب لکھی۔ جس میں لکھا کہ۔

خلاصہ حال ہندوستان کے مسلمانوں کا یہ ہے کہ جب سے یہاں اسلام آیا ہے چونکہ اکثر لوگ بادشاہوں کے طریقہ اور مذہب کو پسند کرتے ہیں اس وقت سے آج تک یہ لوگ حنفی مذہب پر قائم رہے اور ہیں اور اسی مذہب کے عالم فاضل قاضی اور مفتی اور حاکم ہوتے رہے یہاں تک کہ ایک جم غفیر نے ملکر فتاویٰ ہندیہ یعنی فتاویٰ عالمگیری جمع کیا اور اس میں شیخ عبدالرحیم دہلوی والد بزرگوار شاہ ولی اللہ مرحوم کے بھی شریک تھے۔ (ترجمان وہابیہ ص ۱۰۔۱۱)

سوال: غیر مقلدین ۵۰۰ علماء کے مقابلہ میں صرف پانچ علماء کا نام پیش کریں جنہوں نے اس وقت فتاویٰ عالمگیری کی تردید میں رسالے لکھے ہوں۔ ہم فی رسالہ دس ہزار روپے رائج الوقت انعام دیں گے۔

مجاہدین

حنفی تھے۔ کسی نے سنا ہوگا کہ آج تک کوئی موحد متبع سنت حدیث و قرآن پر

چلنے والا بیوفائی اور اقرار توڑنے کا مرتکب ہوا ہو یا فتنہ انگیزی یا بغاوت پر آمادہ ہوا ہو جتنے لوگوں نے غدر میں شر وفساد کیا اور حکام انگلشیہ سے برسر عناد ہوئے وہ سب کے سب مقلدان مذہب حنفی تھے نہ متبع حدیث نبوی (غ۔م) ترجمان وہابیہ ص ۲۵ آہ جس انگریز نے تیرہ ہزار جید علماء حق کو تختہ دار پر لٹکایا ۲۷۰۰۰ ہزار اہل اسلام کو پھانسی دی اور سات دن تک قتل عام ہوتا رہا اور ہزاروں کو جلاوطن کر کے کالے پانی بھیجا ان کے بارہ میں نواب صدیق حسن لکھتا ہے''اور حاکموں کی اطاعت اور رئیسوں کا انقیاد ان کی ملت میں سب واجبوں سے بڑا واجب ہے۔ (ترجمان وہابیہ ص ۲۹)

عجیب دلیل

نواب صاحب نے دلیل یہ دی کہ قرب قیامت میں ہر جگہ عیسائیوں کی حکومت ہو جائے گی۔ ان احادیث کے مطابق یہ انگریزی حکومت ہے اب ان سے لڑنا جہاد نہیں فساد ہے۔ سخت نادانی۔ بے وقوفی ناعاقبت اندیشی ہے اور پیغمبر صادق کے فرمان کی مخالفت ہے۔ (ترجمان وہابیہ ص ۷)

متفقہ فتویٰ

جہاد اور جنگ مذہبی مقابلہ برٹش گورنمنٹ ہند سے جس نے آزادی مذہبی دے رکھی ہے از روئے شریعت اسلام عموماً خلاف وممنوع ہے اور جو لوگ بمقابلہ برٹش گورنمنٹ ہند......... ہتھیار اٹھاتے ہیں اور مذہبی جہاد کرنا چاہتے ہیں کل ایسے لوگ باغی ہیں اور مستحق سزا کے مثل باغیوں کے شمار ہوتے ہیں۔ اس فتویٰ پر تمام غیر مقلدین نے متفقہ طور پر دستخط کئے۔ (ترجمان وہابیہ ص ۶۱)

بمقابلہ گورنمنٹ ہند فرقہ مؤحدین کو ہتھیار اٹھانا خلاف ایمان واسلام ہے

(ترجمان وہابیہ ص ۱۲۱)

محمد حسین بٹالوی

برٹش گورنمنٹ سے مذہبی جہاد کرنا ہرگز جائز نہیں۔ (الاقتصاد ص ۱۹)

دارالاسلام، ملک ہندوستان باوجود یکہ عیسائی سلطنت کے قبضہ میں ہے دارالاسلام ہے اس پر کسی بادشاہ کو عرب کا ہو خواہ عجم کا مہدی سودان ہو یا خود حضرت سلطان شاہ ایران خواہ امیر خراسان مذہبی لڑائی و چڑہائی کرنا جائز نہیں ہے (الاقتصاد ص ۲۵) ان سے غدر کرنا اور جان مال سے تعرض کرنا صریح حرام ہے۔ (ص ۴۴)

اہلحدیث

یہ وہ لوگ ہیں جو تقریراً تحریراً حاضر و غائب خیر خواہی و فاداری گورنمنٹ کو دم بھرتے ہیں اور ان کی خدمت و معاونت میں سرگرم ہیں ان ہی لوگوں میں پنجاب کے اہلحدیث داخل ہیں۔ پنجاب کی برٹش گورنمنٹ نے بھی اس کی تصدیق و تائید کر دی ہے۔ (الاقتصاد ص ۴۸)

گورنمنٹ سے لڑنا یا ان لڑنے والوں کی کسی نوع کی مدد کرنا صریح غدر اور حرام ہے۔ (الاقتصاد ص ۴۹)

ان سے لڑنا شرعی جہاد نہیں بلکہ عناد و فساد کہلاتا ہے مفسدہ ۱۸۵۷ء میں جو مسلمان شریک ہوئے تھے وہ شخص گنہگار اور بحکم قرآن و حدیث وہ مفسد و باغی و بدکردار تھے اکثر ان میں عوام کالانعام تھے بعض جو خواص اور علماء کہلاتے تھے وہ بھی اصل علوم دین قرآن و حدیث سے بے بہرہ تھے یا نافہم و بے سمجھ باخبر اور سمجھدار علماء اس میں ہرگز شریک نہیں ہوئے اور نہ اس فتوی پر جو اس غدر کو جہاد بنانے کے لئے مفسد لئے پھرتے تھے انہوں نے خوشی سے دستخط کئے۔ (الاقتصاد ص ۴۹)

مجاہدین کے بارے لکھا کہ فساد و بغاوت اور عناد پھیلا کر یہ لوگ حرام موت مرتے ہیں بہشتوں کی خوشیوں سے محروم رہتے ہیں ایسے فسادوں کو جہاد سمجھنا اور اس میں شہادت کی ہوس کرنا سراسر جہالت اور حماقت ہے۔ (ص ۱۷)

جاگیر

مشہور غیر مقلد عالم مولانا مسعود عالم ندوی لکھتے ہیں "معتبر اور ثقہ راویوں کا

بیان ہے کہ اس (رسالہ الاقتصاد) کے معاوضہ میں سرکار انگریزی سے انہیں جاگیر ملی تھی اور اس رسالہ کا پہلا حصہ پیش نظر ہے پوری کتاب تحریف و تدلیس کا عجیب وغریب نمونہ ہے۔ (پہلی اسلامی تحریک ۲۹)

ایک دوسرے غیر مقلد عالم مولانا عبدالمجید صاحب سوہدروی لکھتے ہیں ''مولوی محمد حسین بٹالوی نے اشاعت السنۃ کے ذریعہ اہلحدیث کی بہت خدمت کی اور لفظ وہابی آپ کی کوششوں سے سرکاری دفاتر اور کاغذات سے منسوخ ہوا اور جماعت کو اہل حدیث کے نام سے موسوم کیا گیا آپ نے حکومت کی خدمت بھی کی اور انعام میں جاگیر بھی پائی۔ (سیرت ثنائی ص ۳۷۲)

مولانا محمد حسین صاحب کی شہادت

پچیس برس کے تجربہ سے ہم کو یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ جو لوگ بے علمی کے ساتھ مجتہد مطلق ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور مطلق تقلید کے تارک بن جاتے ہیں وہ آخر اسلام کو ہی سلام کر بیٹھتے ہیں کفر وارتداد کے اسباب اور بھی بکثرت موجود ہیں مگر دینداروں کے بے دین ہو جانے کے لئے بے علمی کے ساتھ ترک تقلید بڑا بھاری سبب ہے گروہ اہلحدیث میں جو بے علم یا کم علم ہو کر ترک مطلق تقلید کے مدعی ہیں وہ ان نتائج سے ڈریں اس گروہ کے عوام آزاد اور خود مختار ہوتے جاتے ہیں۔

(اشاعت السنہ ۱۸۸۸ء)

نوٹ: یہ بات جو بٹالوی صاحب کو چودویں صدی میں معلوم ہوئی علماء نے چوتھی صدی میں بھانپ لی تھی اور تقلید شخصی کے وجوب کا فتویٰ دیا تھا۔ یہی بات شاہ ولی اللہؒ نے لکھی ہے۔

دیکھئے بارہ سو سال تک تقلید کی برکت سے یہاں اسلام پھیلا لیکن ترک تقلید کے تجربہ پر ابھی چوتھی صدی ہی گزری تھی کہ لوگ اسلام سے بیزار ہو کر کفر وارتداد کی طرف اتنی تیزی سے بڑھے کہ ترک تقلید کا تجربہ کرنے والے خود چیخ اٹھے اور تسلیم کرنا

پڑا کہ تقلید حفاظت اسلام کا عظیم حصار ہے۔

لفظ وہابی کی منسوخی اور اہلحدیث کی الاٹمنٹ:۔ آج کل کے غیر مقلدین عوام کو یہ دھوکا دیتے ہیں کہ موجودہ سعودی حکومت والے ہمارے ہم مذہب ہیں وہاں ہمارا تسلط ہے۔ لیکن یہی بات جب مشہور بریلوی عالم مولانا فضل رسول بدایونی نے کہی کہ یہ لوگ وہابی یعنی محمد بن عبدالوہاب نجدی کے ہم مذہب ہیں تو نواب صدیق حسن نے اس کو تہمت اور بہتان قرار دیا اور پوری جماعت غیر مقلدین نے متفقہ طور پر حکومت برطانیہ کو درخواست دی کہ ہمیں وہابی کہنے سے قانوناً منع کیا جاوے اور اہلحدیث کا نام الاٹ کیا جاوے:۔

بخدمت جناب سیکرٹری گورنمنٹ۔ میں آپ کی خدمت میں سطور ذیل پیش کرنے کی اجازت اور معافی کا خواست گار ہوں ۱۸۸۶ء میں میں نے اپنے ماہواری رسالہ اشاعۃ السنہ میں شائع کیا تھا جس میں اس بات کا اظہار تھا کہ لفظ وہابی جس کو عموماً باغی اور نمک حرام کے معنی میں استعمال کیا جاتا ہے لہذا اس لفظ کا استعمال مسلمانان ہندوستان کے اس گروہ کے حق میں جو اہل حدیث کہلاتے ہیں اور وہ ہمیشہ سے سرکار انگریزی کے نمک حلال اور خیر خواہ رہے ہیں اور یہ بات بارہا ثابت ہو چکی ہے اور سرکاری خط و کتابت میں تسلیم کی جا چکی ہے..... ہم کمال ادب و انکساری کے ساتھ گورنمنٹ سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ سرکاری طور پر اس لفظ وہابی کو منسوخ کر کے اس لفظ کے استعمال سے ممانعت کا حکم نافذ کرے اور ان کو اہل حدیث کے نام سے مخاطب کیا جاوے۔ اس درخواست پر فرقہ اہلحدیث تمام صوبہ جات ہندوستان کے دستخط ثبت ہیں۔ (اشاعۃ السنہ ص ۲۴ جلد ۱۱ شمارہ نمبر ۲)

میاں صاحب حج کو گئے

میاں صاحب ۱۳۰۰ھ میں حج کے لئے چلے تو پہلے کمشنر دہلی کی کوٹھی کا طواف کیا اور ایک چٹھی لی "مولوی نذیر حسین دہلی کے بڑے مقتدر عالم ہیں جنہوں نے نازک

وقتوں میں اپنی وفاداری گورنمنٹ برطانیہ کے ساتھ ثابت کی ہے وہ اپنے فرض زیارت کعبہ کے ادا کرنے کو مکہ جاتے ہیں میں امید کرتا ہوں کہ جس کسی برٹش گورنمنٹ افسر کی مدد وہ چاہیں گے وہ ان کو مدد دے گا کیونکہ وہ کامل طور پر اس مدد کے مستحق ہیں۔ ۱۰ راگست ۱۸۸۳ء الحیات بعد الممات ۱۴۰ اص ۱۳۸ اعرب اترتے ہی پہلے جدہ میں برٹش کانسل کی کوٹھی پر حاضری دی چٹھیاں پیش کیں ص ۱۴۲ الیکن پھر بھی گرفتاری ہوئی اور اس نئے مذہب پر نوٹس لیا گیا۔ ہدایہ کا نام لے کر۔ دستخط بدل کر جان بچائی پھر بھی توبہ نامہ لکھنا پڑا اس وقت میاں صاحب نے کہا انگریزی حکومت گورنمنٹ ہندوستان میں ہم مسلمانوں کے لئے خدا کی رحمت ہے۔ (الحیاۃ بعد المماۃ ص ۱۶۲)

جشن جوبلی ملکہ وکٹوریہ

ایک بہت بڑا دروازہ بنایا جس پر ایک طرف انگریزی میں دوسری طرف اردو میں لکھا۔

دل سے ہے یہ دعائے اہلحدیث

جشن جوبلی مبارک ہو۔ اور ایڈریس دیا

بحضور فیض گنجور کوئین وکٹوریہ گریٹ قیصرۂ ہندبارک اللہ فی سلطنتھا۔ ہم ممبران گروہ اہلحدیث اپنے گروہ کے کل اشخاص کی طرف سے حضور والا کی خدمت عالی میں جشن جوبلی کی دلی مسرت سے مبارکباد عرض کرتے ہیں آپکی سلطنت میں جو نعمت مذہبی آزادی کی حاصل ہے اس سے یہ گروہ اپنا خاص نصیبہ اٹھا رہا ہے وہ خصوصیت یہ ہے کہ یہ مذہبی آزادی اس گروہ کو خاص اس سلطنت میں حاصل ہے بخلاف دوسرے اسلامی فرقوں کے کہ ان کو اور اسلامی سلطنتوں میں بھی یہ آزادی حاصل ہے اس خصوصیت سے یہ یقین ہو سکتا ہے کہ اس گروہ کو اس سلطنت کے قیام و استحکام سے زیادہ مسرت ہے اور ان کے دل سے مبارکباد کی صدائیں زیادہ زور کے ساتھ نعرہ زن ہیں۔ (اشاعۃ السنہ ص ۲۰۶ جلد نمبر ۹ شمارہ نمبر ۷)

ایڈریس

اس طرح سرچارلس ایچی سن۔ لارڈ ڈفرن۔ لیڈی ڈفرن کو جو ایڈریس غیر مقلدین نے پیش کئے ان میں بھی لفظ وہابی کی منسوخی اور اہلحدیث کی الائمنٹ پر ہزار زبان سے شکریے ادا کئے اشاعۃ السنہ ص ۲۵۳ تا ص ۲۵۶ جلد ۹ شمارہ ۸۔ ہم میں حضور کے وفادار جان نثار حضور کی رعایا مولوی نذیر حسین دہلوی۔ ابوسعید محمد حسین بٹالوی وکیل اہلحدیث ہند۔ مولوی احمد اللہ واعظ میونسپل کمشنر امرتسر مولوی قطب الدین پیشوائے اہل روپڑ۔ مولوی عبداللہ غازی پور۔ مولوی محمد سعید بنارس۔ مولوی محمد ابراہیم آرہ۔ مولوی سید نظام الدین پیشوائے اہلحدیث مدراس۔

(اشاعۃ السنہ ص ۴۰ جلد نمبر ۱۱ شمارہ نمبر ۲)

اہل قرآن اہل حدیث

دور برطانیہ سے پہلے یہ دونوں الفاظ اہل سنت والجماعت کے دو علمی طبقوں پر استعمال ہوتے تھے اہل قرآن سے مراد حفاظ ومفسرین اور اہل حدیث سے مراد حضرات محدثین تھے۔ لیکن دور برطانیہ میں اہل قرآن منکرین حدیث اور اہل حدیث منکرین فقہ کو کہا جانے لگا۔ یہ دونوں فرقے ہماری کتابوں سے اوتروا یا اهل القرآن (ترمذی) اهل القرآن هم اهل الله خاصة (نسائی) (یا لفظ اہل حدیث وغیرہ دکھاتے ہیں اور کہتے ہیں ہم اس وقت سے ہیں یہ ایسا ہی غلط استدلال ہے جیسے کوئی قادیانی یہ کہے کہ ہمارا ربوہ عیسیٰؑ کے زمانہ میں بھی تھا اور حضورؐ کے زمانہ میں بھی تھا۔

غیر مقلدین کی سند حدیث

میاں نذیر حسین دہلوی نے سند شاہ اسحاق سے لی باقی غیر مقلدین ان کے شاگرد ہیں الحیات بعد الممات ص ۴۳ ص ۶۰ ص ۶۱ وصفحات ص ۶۶۲ تا ص ۷۰۴۔

شاہ اسحاقؒ

کسیکہ حقیقت مذاہب اربعہ نداند انکار اتباع ایشاں کند آں کس ضال است۔

جو شخص چاروں مذہبوں کو حق نہ جانے اور ان کی تقلید سے انکار کرے وہ گمراہ ہے۔

یعنی بعض صورتوں میں وہ کافر ہے اور مبتدع خبیث اور بعض صورتوں میں فاسق ورلفظ ضال عام ہے کافر اور مبتدع اور فاسق کے لئے (تنبیہ الضالین ص ۳۶،۳۷)

میاں عبدالخالق صاحب شاگرد شاہ اسحاقؒ

ہرگز مقلد ایشاں (آئمہ اربعہ) را ہرگز بدعتی نخواہند گفت زیرا کہ تقلید ایشاں را تقلید حدیث شریف است پس متبع حدیث را بدعتی گفتن ضلال و موجب نکال است

ترجمہ: آئمہ اربعہ کے مقلد کو بدعتی نہ کہنا چاہیئے کیونکہ ان کی تقلید سنت کی تقلید ہے اور سنت پر عمل کرنے والے کو بدعتی کہنا گمراہی ہے اور تعزیر ضروری ہے۔ (مسائل ص ۹۳ مسئلہ نمبر ۶۲)

بلکہ فرمایا کہ مقلدین کو بدعتی کہنے والے کے نہ فرض قبول ہیں نہ نفل (ص ۹۳)

مفتی صدر الدین صاحب صدر یہ نواب صدیق حسن خاں صاحب کے استاذ ہیں (الحطہ ص ۱۰)

کسیکہ مذہب یکے از آئمہ اربعہ اختیار کند آں متبع است سنت رسول اللہ ﷺ وشخصے عامی بلکہ عالم را نیز کہ بمرتبہ اجتہاد نہ رسیدہ باشد تقلید یکے از مجتہدان واجب ست و بالفعل مذاہب اربعہ از مجتہدین است مشہور و متواتر و مقبول و مدون و منقول است پس تقلید یکے را ازیں چہار آئمہ اختیار باید کرد و

منکران حقیت مذاہب اربعہ و بدعت گویند اں تقلید ضال و مضل اندوھم ﴿اَضَلُّوْا کَثِیْرًا وَّضَلُّوْا عَنْ سَوَاءِ السَّبِیْلِ﴾

(تنبیہ الضالین ص ۴۵)

جو شخص آئمہ اربعہ میں سے کسی کا مقلد ہو وہ سنت نبوی ﷺ کا تابعدار ہے۔ پس عام شخص اور غیر مجتہد عالم پر مجتہد کی تقلید واجب ہے اور چار ہی مذاہب مکمل طور پر مدوّن اور متواتر ہیں۔ پس ان میں سے کسی ایک مذہب کی (جو اس ملک میں متواتر ہو) تقلید کرے اور مذاہب اربعہ کے حق ہونے کا انکار کرنے والا اور ان مذاہب کو بدعتی کہنے والا خود گمراہ ہے اور دوسروں کو گمراہ کرنے والا ہے۔ ان لوگوں نے بہت سے لوگوں کو سیدھے راستے سے گمراہ کر دیا ہے۔

یعنی یہ مصداق حدیث ضلوا فاضلوا کے ہیں۔

تصانیف

غیر مقلدین کا سب سے پہلا ترجمہ قرآن شمس العلماء ڈپٹی نذیر احمد نے لکھا۔ مشکوٰۃ اور بلوغ المرام کا سب سے پہلا حاشیہ مولوی عبدالوہاب شاگرد نذیر حسین نے لکھا رد تقلید میں سب سے پہلی کتاب معیار الحق سید نذیر حسین نے لکھی۔ نماز کی سب سے پہلی کتاب دستور المتقی لکھی گئی۔ تاریخ اہل حدیث سب سے پہلے مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی نے لکھی۔ ان کا کوئی ترجمہ تفسیر قرآن۔ ترجمہ و شرح حدیث۔ نماز کی کتاب انگریز کے دور سے پہلے کی نہیں ہے جیسا کہ منکرین حدیث اور منکرین ختم نبوت کا کوئی ترجمہ قرآن۔ حدیث یا نماز کی کتاب یا مدرسہ۔ مسجد انگریز کے دور سے پہلے کی نہیں ہیں۔

شہروں میں

مولانا محمد ابراہیم صاحب آروی سے پہلے صوبہ بہار میں۔ مولوی شمس الحق ڈیانوی سے پہلے پٹنہ میں مولانا عبدالعزیز مؤلف حسن البیان سے پہلے دربھنگہ میں مولوی عبدالغفور سے پہلے بنگال میں مولوی سعد اللہ سے پہلے آسام میں مولوی محمد حیات سے پہلے سندھ میں مولوی عبداللہ غزنوی سے پہلے امرتسر میں میاں نذیر حسین سے پہلے دہلی میں مولانا میر ابراہیم سیالکوٹی سے پہلے پاک و ہند میں کوئی غیر مقلد موجود نہ تھا۔ ثبوت بذمہ مدعی۔

نسب نامہ

آپ کسی منکر حدیث یا قادیانی سے پوچھیں کہ آپ کب سے اس مذہب میں آئے ہو وہ اولاً تو یہی بتائے گا کہ میں ہی بنا ہوں یا باپ اور بہت بڑھا تو دادا تک کا نام بتائے گا اس کے اوپر وہ نہیں بتا سکتا۔ یہی حال غیر مقلدین کا ہے غزنوی خاندان میں مولانا عبداللہ غزنوی سے پہلے لکھوی خاندان میں مولانا محمد صاحب لکھوی سے پہلے بھوپال میں نواب صدیق حسن خان سے پہلے کوئی غیر مقلد نہ تھا۔

مساجد

پنجاب میں ان کی پہلی مسجد چینیانوالی مسجد بنی جس کا پہلا خطیب عبداللہ چکڑالوی تھا جو رات دن فقہ کے خلاف زہر اگلتا۔ آخر فقہ کی مخالفت کا وبال یہ پڑا کہ منکرین حدیث کا بانی بن گیا اپنی اس چھوٹی مسجد میں دوسرا خطیب مرزا غلام احمد قادیانی بنا یہ ان کی مساجد کا فیض ہے۔

مدرسہ

دہلی کا مشہور مدرسہ جہاں شاہ اسحاق صاحبؒ کا درس ہوتا تھا۔ اور عرب و عجم میں یہ مدرسہ مشہور تھا۔ جب شاہ صاحب کو برطانیہ نے ہجرت پر مجبور کر دیا۔ تو اس

مدرسے کی شہرت سے فائدہ اٹھانے کے لئے یہاں نذیر حسین کو شاہ اسحاقؒ کا نائب مشہور کر کے یہاں بیٹھا دیا مدرسے کی شہرت اور شاہ اسحاقؒ کی شہرت کی وجہ سے ابتداً کئی سالوں میں بہت سے لوگ داخل ہوئے۔ یہی سب سے پہلا مدرسہ تھا۔

غیر مقلدین کا طریقہ واردات

غیر مقلدین کا ابتدائی مدرسہ میاں نذیر حسین دہلوی کا مدرسہ تھا۔ وہاں احناف کے خلاف جو تعصب کوٹ کوٹ کر بھرا جاتا تھا اس کا اندازہ اس واقعہ سے لگائیں۔ مولانا عبدالعلی صاحب جو میاں صاحب کے مدرسہ کے قریب رہتے تھے وہ بیان کرتے ہیں کہ ہمارے محلّہ میں ایک امام مسجد تھے جو میاں نذیر حسین کے مدرسہ کے مدرس تھے وہ ایک حنفی عورت کو اغواء کر کے لے آیا جس کا خاوند زندہ تھا محلّہ میں ایک اور غیر مقلد معمر مولوی صاحب رہتے تھے۔ اس عورت نے ان میاں جی کو پیغام بھیجا وہ آئے تو عورت نے کہا کہ میرا خاوند زندہ ہے یہ ظالم مجھے دھوکا سے لے آیا ہے خدا کے لئے مجھے اس ظالم کے پنجے سے نکلواؤ۔ میاں جی اسے تسلی دے کر چلے گئے۔ پھر مولوی صاحب نے میاں جی سے کہا کہ میرے پاس ایک عورت ہے اس سے مجھے بہت محبت ہے مگر اس کا خاوند زندہ ہے کوئی ایسی تدبیر بتائیے کہ وہ عورت میرے قابو میں رہے اور شریعت میں بھی جائز ہو میاں جی نے کہا یہ لوگ یعنی حنفی المذہب مستحل الدم ہیں (یعنی ان کو مار ڈالنا جائز ہے) ان کا مال، مالِ غنیمت ہے ان کی بیویاں ہمارے لئے جائز ہیں آپ قابو میں لا سکتے ہوں تو شوق سے لائیے اس نے کہا بس مجھے یہی چاہیئے تھا۔ کچھ دنوں کے بعد اور لوگوں کو پتہ چلا انہوں نے اس عورت کے خاوند کو بلایا عورت اس کے حوالے کی اور مولوی کی پٹائی کی ملخصاً (دہلی اور اس کے اطراف ص ۶۰، ۵۹ مولانا عبدالحی ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ) مولانا عبدالحی صاحب ہی فرماتے ہیں کہ۔

جامع مسجد دہلی

دوپہر کو کھانا کھانے کے بعد جامع مسجد نماز کے واسطے گیا نماز کے بعد جابجا وعظ ہونے لگا منبر پر مولوی محمد اکبر وعظ کہتے ہیں یہ بزرگ حنفیوں کا خوب خاکہ اڑاتے

ہیں دل کھول کر تبرا کرتے ہیں اور اس بات پر فخر کرتے ہیں کہ ہدایہ پڑھانے سے توبہ کی ہے فرماتے تھے آج کوئی ہے جس نے ہدایہ پڑھانے سے توبہ کر کے کلام مجید کی تعلیم شروع کی ہو۔ سب جہنم میں جائیں گے اور ہر ہر بات پر اپنی بڑائی بیان کرتے ہیں ہر آیت کو دہلی اور اپنے اوپر اتارتے ہیں اہل دہلی کو ظالمین اور مشرکین سے ملاتے ہیں۔
(دہلی اور اس کے اطراف ص ۶۸۔۶۹)

احترام مسجد

غیر مقلدین رات کے وقت مقلدین کی مسجدوں میں غلاظتیں اور گوشت کے سڑے ہوئے ٹکڑے اور دوسری ناپاک اشیاء پھینک جاتے ہیں۔
(دہلی اور اس کے اطراف)

مساجد

اہل سنت والجماعت کی مساجد عبادت گاہ بھی تھیں اور درس جہاد بھی یہیں ملتا تھا انگریز ان سے بہت خائف تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ مسجد میں درس جہاد بند ہو اور جہاد کا نام لینے والوں پر مقدمے چلائے جائیں۔ اب شیعہ کا امام باڑہ ہماری مسجد سے بالکل الگ تھلگ تھا۔ قادیانی بھی الگ تھلگ تھے۔ غیر مقلدین ہماری مساجد میں نماز پڑھنے آتے اور فساد شروع کر دیتے تمہارا وضو غلط نماز باطل جمعہ بے کار عیدین غلط جنازے غلط کبھی ہدایہ عالمگیری کا مذاق اڑاتے۔ حنفیوں کو بدعتی و مشرک کہتے فقہ حنفی کو نھیق الحمیر اور فرطۃ البیر سے تشبیہ دیتے (ہدیۃ المہدی ج ۱ ص ۱۰۲) مسائل فقہ کو بمنزلہ خنزیر قرار دیتے (ارشاد محمدی ج ۲ ص ۱۳) اور مساجد میں فساد ڈالتے تاکہ یہ لوگ یہیں لڑتے رہیں اور میدان جہاد میں نہ جائیں۔ اگر کوئی سمجھاتا تو اس سے گالم گلوچ اور ہاتھا پائی کرتے۔ حکومت کی طرف رجوع کرتے وفاداری کی چٹھیاں ساتھ لے جاتے اور عدالت میں مقدمہ دائر کر دیتے۔ الحیات بعد المماۃ میں ہے اس زمانہ میں احناف اور اہل حدیث کے درمیان بکثرت مقدمات عدالت دیوانی و فوجداری

میں دائر تھے ص ۶۱۱ تقلید اور عدم تقلید کی ناگوار بحث نے اس قدر طول کھینچا کہ مناظرہ سے مناقشہ اور مناقشہ سے مجادلہ اور مجادلہ سے منازعت تک نوبت پہنچی ایک فریق دوسرے کی تکفیر کرنے لگا اور انگریزی عدالت دیوانی اور فوجداری میں بہ کثرت مقدمات دائر ہوئے اور اب تک ہوتے جاتے ہیں بلکہ بعض لوگ تو اس قسم کی مقدمہ بازی کو غالباً جہاد فی سبیل اللہ سمجھتے ہیں بیشتر مقدمے سب ڈویژن اور ضلع سے گزر کر ہائی کورٹ الہ آباد اور کلکتہ تک پہنچے اور ایک مقدمہ تو پریوی کونسل لنڈن تک لڑا جس میں غیر مقلدین کامیاب رہے یعنی اہلحدیث (ص ۶۱۴) یہ ان کا اپنا اقرار ہے کہ غیر مقلدین کی تاریخ مساجد میں فساد برپا کرنے کشت وخون کرنے۔ غلاظت پھینکنے اور مسجدوں کو تالے لگوا کر عدالتوں میں جانے سے شروع ہوتی ہے جو لوگ جہاد کے بھگوڑے تھے انہوں نے مسجد جیسی عبادت گاہ کو میدان جنگ بنا دیا۔ اور اس فساد سے اتنے مقدمات ہوئے کہ تاریخ اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔

جامع الشواہد

اہل سنت والجماعت علماء ایک طرف تختہ دار پر لٹک رہے تھے۔ بہت سے کالے پانی بھیجے جا چکے تھے۔ جو کسی طرح بچے تھے ان کو غیر مقلدین نے عدالتوں میں حاضر کروا دیا۔ اس پر احناف نے ایک فتویٰ تیار کیا جس کا نام جامع الشواہد فی اخراج الوہابین عن المساجد رکھا۔ اس میں تحریر کیا کہ مساجد عبادت گاہ ہیں۔ میدان جنگ نہیں جو شخص بلاوجہ مسجد میں فساد برپا کرے اسے مسجد میں نہ آنے دیا جائے اس فتویٰ کا مقصد یہ تھا کہ یہ لوگ جس طرح چاہیں نماز پڑھیں مگر اپنی علیحدہ مساجد بنالیں تاکہ ہماری مساجد فتنہ سے محفوظ ہو جائیں۔ لیکن حکومت برطانیہ کو معلوم تھا اگر یہ لوگ حنفی مساجد میں جانے سے رک گئے تو وہ مساجد بھی درس جہاد کا مرکز بن جائیں گی اس لئے حکومت نے ان فتووں کو بے اثر کرنے کے لیے ایک معاہدہ فریقین سے لکھوایا کہ ہر مسجد میں ہر شخص نماز پڑھنے کا مجاز ہے۔ یہ معاہدہ نواب صدیق حسن کی کتاب

ترجمان وہابیہ کے آخر میں ص ۷۲،۱۷ پر درج ہے۔اس سے غیر مقلدوں کو مستقل ثانوی تحفظ مل گیا اور وہ ہماری مساجد میں فساد پھیلاتے رہے کاش۔جس طرح اہل سنت نے ہزاروں کافروں کو مسلمان اہل سنت و جماعت حنفی بنایا تھا اسطرح غیر مقلدین بھی سو دوسو سکھوں کو یا بیس پچاس ہندوؤں کو غیر مقلد بناتے لیکن یہ تو صرف مسلمانوں کو لڑانے کیلئے کھڑے ہوئے تھے تاکہ مسلمان اپنی طاقت خانہ جنگی میں ختم کرتے رہیں۔اور انگریز بہادر اپنی حکومت بے خوف وخطر کرتا رہا لیکن اب تو انگریز جا چکا۔ملک اپنا ہے حکومت اپنی ہے ہم انہیں دعوت دیتے ہیں کہ انگریز کے یہاں آنے سے پہلے جس طرح سب لوگ امن چین سے رہتے تھے اس طرح اب بھی رہیں۔ وہی نماز وہی روزہ وہی حج رہے اور نئے مسئلے جو یہاں انگریز کے دور میں اٹھے ہیں۔ ان کو ختم کردیں۔

غیر مقلدین کے

شیخ الکل فی الکل

سید نذیر حسین

دہلوی

اور معیار الحق

تالیف

مناظر اسلام حضرت مولانا

محمد امین صفدر

اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ

یہ ایک ناقابل تردید تاریخی حقیقت ہے کہ اسلام جو ایک عالمگیر دین ہے اس کو ساری دنیا میں پھیلانے کا سہرا اہل سنت و جماعت احناف کے سر رہا، اور کوئی فرقہ اس عالمگیر حیثیت کو پا ہی نہ سکا۔ پوری دنیا اور خصوصاً ہندوستان میں خدا کا قرآن، رسول اقدس ﷺ کی مقدس تعلیمات اور فقہ اسلامی کی نشر و اشاعت اسی جماعت کی مرہون منت ہے، اور ان مقدس ہستیوں کے ہاتھوں پر لاکھوں کافروں نے اسلام قبول کیا وہ سب بھی اہل سنت والجماعت حنفی ہی کہلائے۔

اس حقیقت کا اعتراف نواب صدیق حسن خاں نے یوں فرمایا ہے:

"خلاصہ حال ہندوستان کے مسلمانوں کا یہ ہے کہ جب سے یہاں اسلام آیا ہے چونکہ اکثر لوگ بادشاہوں کے طریقہ اور مذہب کو پسند کرتے ہیں اس وقت سے آج تک یہ لوگ حنفی مذہب پر قائم رہے اور ہیں اور اسی مذہب کے عالم اور فاضل، قاضی اور مفتی اور حاکم ہوتے رہے ہیں۔" (ترجمان وہابیہ ص ۱۰)

اس حقیقت کو علامہ شکیب ارسلان یوں بیان فرماتے ہیں:

"مسلمانوں کی اکثریت امام ابو حنیفہؒ کی پیرو اور مقلد ہے۔ سارے ترک اور بلقان کے مسلمان، روس اور افغانستان کے مسلمان، چین کے مسلمان، ہندوستان کے مسلمان اور عرب کے اکثر مسلمان، شام و عراق کے اکثر مسلمان فقہ میں حنفی مسلک رکھتے ہیں۔" (حاشیہ حسن المساعی ص ۶۹)

۱۹۱۱ء کی سرکاری مردم شماری کے اعداد و شمار یہ ہیں:

"اثنا عشری ایک کروڑ ۳۷ لاکھ، زیدی ۳۰ لاکھ، حنبلی ۳۰ لاکھ، مالکی ایک کروڑ، شافعی دس کروڑ، حنفی ۳۷ کروڑ سے زائد۔" (انسائیکلوپیڈیا آف اسلام)

صاف ظاہر ہے کہ ۱۹۱۱ء میں اہل سنت والجماعت مقلدین کی تعداد ۴۸

کروڑ۔ ۳۰ لاکھ سے زائد تھی جب کہ غیر مقلدین اس وقت تک کوئی قابل ذکر فرقہ نہیں تھا۔ اسی لیے انسائیکلو پیڈیا آف اسلام میں ۱۹۱۱ء کی مردم شماری میں نہ ان کا نام نہ شمار، چنانچہ غیر مقلدین کے مشہور عالم اور مورخ مولانا محمد شاہجہانپوری نے ۱۹۰۰ء میں اپنی کتاب الارشاد تحریر فرمائی اس میں لکھتے ہیں۔

"کچھ عرصہ سے ہندوستان میں ایک ایسے غیر مانوس مذہب کے لوگ دیکھنے میں آرہے ہیں جس سے لوگ بالکل نا آشنا ہیں پچھلے زمانے میں شاذ و نادر اس خیال کے لوگ کہیں ہوں تو ہوں مگر اس کثرت سے دیکھنے میں نہیں آئے بلکہ ان کا نام ابھی تھوڑے ہی دنوں سے سنا ہے۔ اپنے آپ کو تو وہ اہل حدیث یا محمدی یا مؤحد کہتے ہیں مگر مخالف فریق میں ان کا نام غیر مقلد یا وہابی یا لامذہب لیا جاتا ہے"۔

(الارشاد الی سبیل الرشاد ص ۱۳)

غیر مقلد مؤرخ کے بیان سے معلوم ہوا کہ:

یہ فرقہ ایک نیا (بدعتی) فرقہ ہے اور یہ واقعی ایک تاریخی حقیقت ہے۔ کیونکہ اسلامی لٹریچر میں طبقات حنفیہ، طبقات مالکیہ، طبقات شافعیہ اور طبقات حنابلہ کی کتابیں تو ملتی ہیں جن میں ان کے محدثین، فقہاء، مفسرین، سلاطین اور دیگر علمی طبقات کا تذکرہ ہے مگر اسلامی لٹریچر طبقات غیر مقلدین نامی کتاب کے نام سے بالکل خالی ہے۔ مذاہب اربعہ کی کتب حدیث، تفسیر، فقہ، اصول فقہ، اصولِ حدیث، اصول تفسیر، اسماء الرجال تو دستیاب ہیں مگر غیر مقلدین کی کوئی حدیث، تفسیر، فقہ، اصول فقہ وغیرہ کی کتاب انگریز کے دور سے پہلے کی موجود نہیں ہے، نہ دور برطانیہ سے پہلے کا ان کا ترجمۂ قرآن، نہ ترجمۂ حدیث، نہ نماز کی کتاب تو اس فرقہ کے نیا (بدعتی) ہونے میں کسی کافر کو بھی شک نہیں ہوسکتا۔

الغرض یہ ملک پاک و ہند (متحدہ ہندوستان) جس کے فتح ہونے کی پیشگوئی زبان رسالت مآب ﷺ نے فرمائی تھی۔ (دیکھو مسند احمد ج ۵ ص ۱۷۸ ج ۲ ص ۲۲۹، ج ۲ ص ۳۶۹) اس فتح کی یہ پیشگوئی اہل سنت والجماعت احناف کے

ہاتھوں ہی پوری ہوئی اور اس ملک میں صدیوں تک اسلامی قانون یعنی فقہ حنفی کا نفاذ رہا............ جب انگریز کے منحوس قدم اس ملک میں آئے اور اسلامی حکومت ختم ہوئی ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں اہل سنت والجماعت احناف نے حکومت برطانیہ کی چولیں ہلا کر رکھ دیں تو انگریز نے اپنی پالیسی یہ بنائی کہ ''لڑاؤ اور حکومت کرو'' ایک طرف انگریز احناف مجاہدین جنگ آزادی پر ظلم ڈھا رہا تھا۔ کتنوں کو پھانسی دیا کتنے کالے پانی بھیجے اس کے ساتھ ساتھ ملکہ وکٹوریہ نے آزادئ مذہب کا اشتہار دے دیا کہ مذہب حنفی سے آزاد ہو کر لامذہب اور غیر مقلد بن جاؤ تو حکومت برطانیہ کے خیر خواہ سمجھے جاؤ گے اور جو مذہب (حنفی) پر جما رہے گا وہ سرکار برطانیہ کا باغی شمار ہوگا۔ اس کی تفصیل نواب صدیق حسن خان کی کتاب ترجمان وہابیہ اور تعارف علماء اہل حدیث میں دیکھی جا سکتی ہے۔

میاں نذیر حسین دہلوی

۱۲۲۰ھ میں صوبہ بہار کے ضلع مونگیر کے ایک گاؤں سورج گڑھ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم پٹنہ میں حاصل کی۔ پھر دہلی آ گئے۔ یہاں حضرت شاہ محمد اسحٰق محدث دہلویؒ کا طوطی بول رہا تھا۔ ملکی اور غیر ملکی ہزاروں لوگ کتاب و سنت کے اس سرچشمہ سے سیراب ہو رہے تھے۔ میاں نذیر حسین صاحب بھی یہاں پہنچے۔ لیکن استعداد عربی ہدایۃ النحو تک ہی محدود تھی۔ اس لیے اس مدرسہ میں باقاعدہ داخلہ نہ مل سکا۔ کبھی کبھار شاہ صاحب کے درس میں سماع کے لیے بیٹھ جاتے۔ علم میں اگرچہ کمی تھی مگر طبیعت میں بہت تیزی تھی۔ مذہبی چھیڑ چھاڑ کا مشغلہ رکھتے تھے تاکہ عوام میں رعب جم جائے۔ اگرچہ ذہن اسلاف سے باغی تھا جس کی بو شاہ اسحٰق صاحبؒ سونگھ چکے تھے چنانچہ ایک دن فرما ہی دیا کہ:

''اس لڑکے سے وہابیت کی جھلک آتی ہے۔ بڑا تیز ہے''

(تحفۃ العرب والعجم ص ۶)

میاں نذیر حسین نے از راہ تقیہ غیر مقلدین کے خلاف لکھنا شروع کر دیا اور چند رسائل لکھے۔ ورنہ اصل حقیقت وہی تھی جو حضرت مولانا قاری عبدالرحمٰن صاحب پانی پتیؒ شاگرد شاہ محمد اسحٰق صاحبؒ اور خلیفہ حضرت شاہ محمد اسمٰعیل شہیدؒ نے تحریر فرمائی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ:

سید نذیر حسین صاحب و حفیظ اللہ خاں صاحب و مولوی عبدالحق بنارسی پہلے خدمت مولانا محمد اسحٰق صاحب میں معتقدانہ حاضر ہوتے تھے اور اپنے تئیں پکا اہل سنت ظاہر کرتے تھے اور جو کوئی امام ابو حنیفہ پر طعن کرتا قرآن و حدیث سے جواب دینے کا دعویٰ کرتے اور غصے کے مارے منہ میں کف آجاتا۔ تا کہ آدمی ہم کو اہل سنت حنفی مذہب، متقی شاگرد میاں صاحب کا خیال کریں اور معتقد ہو جاویں جب یہ اعتقاد آدمیوں کے ذہن میں جما دیا بعد ہجرت جناب مغفور کے اور دہلی کے خالی ہونے کے علم سے بتدریج اپنا مذہب رواج دینا شروع کیا پر تقیہ نہ چھوڑا اور آہستہ آہستہ عوام کو رفض کی سڑک پر ڈال دیا اور قرآن و حدیث سے عوام کا دل پھیر دیا اور عمل بالحدیث کے پردے میں صدہا آیات و احادیث کو رد کر دیا۔ (کشف الحجاب ص ۱۰)

نیز لکھتے ہیں:

"مولانا اسحٰق صاحب وعظ میں لامذہبوں (غیر مقلدوں) کو ضال مضل فرماتے تھے اور یہ گمراہ باہر نکل کر کہتے تھے میاں صاحب نے ظاہر میں کہہ دیا ہے، ورنہ مذہب میاں صاحب کا وہی ہے جو ہم کہتے ہیں اور ایسا ہی ایک اور جعل کرتے ہیں کہ سوال کسی مسئلہ کا بنا کر اور اس کا جواب موافق اپنے مطلب کے لکھ کر علمائے سابقین کے نام سے چھپواتے ہیں چنانچہ بعض مسئلے مولانا شاہ عبدالعزیزؒ کے نام سے اور بعضے مسئلے مولوی حیدر علی کے نام سے چھپواتے ہیں تا کہ عوام فریب کھاویں اور جانیں کہ یہ علماء بھی لامذہب تھے"۔ (کشف الحجاب ص ۹)

نیز لکھتے ہیں:

''مولوی نذیر حسین صاحب نے سید محمد مجتہد شیعہ سے بذریعہ خطوط مطاعن ابو حنیفہؒ طلب کیے اور ہمت آپ کی بالکل طرف مطاعن ائمہ فقہاء اور تجہیلات صحابہؓ کے مصروف ہے...... اور مطاعن صحابہ وفقہاء کو عبادات اور جہاد قرار دے کر مسلمانوں کو آپس میں لڑانے کو عبادت عظمیٰ قرار دیا ہے...... مولوی نذیر حسین کے شیعہ ہونے میں شبہ نہیں ہے۔ (حاشیہ کشف الحجاب ص ۸)

الغرض میاں صاحب نے تقیہ کی آڑ میں کتنے ہی لوگوں کو گمراہ کر دیا۔

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ فرماتے ہیں کہ میاں نذیر حسین کی شہرت سن کر میرا بھی ارادہ تھا کہ دورۂ حدیث ان سے پڑھوں۔ میں نے استخارہ کیا تو خواب میں دیکھا کہ میاں صاحب چھاچھ تقسیم کر رہے ہیں جس سے میں سمجھ گیا کہ اسلام کی مثال تو احادیث میں دودھ سے آئی ہے مگر ان کے پاس دودھ نہیں چھاچھ ہے جس کی صورت تو دودھ کی سی ہے مگر حقیقت سے خالی ہے۔ یہی حال ان کے مذہب کا ہے۔

مولوی عبدالمجید ہزاروی فرماتے ہیں کہ جب میں نے مولوی نذیر حسین صاحب دہلوی کے پاس حدیث شریف پڑھنی شروع کی تو دل اندر سے گھبراتا تھا اور خواب میں اکثر خنزیر کے بچے نظر آیا کرتے تھے کہ میرے چاروں طرف پھرتے ہیں ایسی خوابیں دیکھ کر میرا دل اچاٹ ہو گیا پھر مولانا فضل الرحمٰن گنج مرادآبادیؒ سے بیان کیا تو آپ نے فرمایا مولانا رشید احمد گنگوہیؒ سے حدیث پڑھو چنانچہ مولانا سے پڑھنا شروع کر دیا تو یہ پریشانی ختم ہوئی اور دل کو فرحت نصیب ہوئی۔

(تذکرۃ الرشید ج ۲ ص ۳۲۰ ملخصاً)

الغرض میاں صاحب کے تقیہ نے کافی عرصے تک لوگوں کو دھوکے میں رکھا۔

آخر حکومتِ برطانیہ کے ایک پنشنر حافظ محمد یوسف کے کہنے سے میاں صاحب نے تقیہ کا

نقاب اتارا اور کھل کر غیر مقلدیت پر عمل شروع کیا۔ (نقوش ابوالوفاؔ ص ۴۲، ۴۱)

میاں نذیر حسین کے دھوکوں سے عوام کو بچانے کے لیے حضرت مولانا واب قطب الدینؒ صاحبِ مظاہر حق نے دو مختصر سے رسالے لکھے تنویر الحق اور توفیر حق تو میاں نذیر حسین کو ان پر بڑا پیچ وتاب اٹھا۔

معیار الحق

میاں نذیر حسین نے تنویر الحق کا جواب لکھنا شروع کیا لیکن اپنے میں اتنی استعداد کہاں تھی؟ اس لیے محمد حسین نو مسلم کو ساتھ ملایا۔ (مدار الحق ص ۵۸)

اور محمد حسین بٹالوی تو اس کو اپنی کتاب ہی کہتا تھا۔

(اشاعۃ السنۃ ج ۲۳ ص ۳۲۷، ۳۲۶)

۱۔ میاں صاحب کی علمی استعداد کا یہ حال ہے کہ شاہ ولی اللہؒ کی طرف ایک غلط کتاب منسوب کر دی القول السدید۔ (معیار الحق ص ۵۳)

۲۔ ابن حجرؒ کی عبارت کو علامہ شامیؒ کی عبارت قرار دے دیا۔

۳۔۴۔۵۔۶ امام ابن خلکان، ابن حجر عسقلانیؒ، امام نوویؒ، علامہ ابن طاہرؒ کی عبارات میں ایسی قطع و برید کی کہ گویا یہ حضرات امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کو تابعی نہیں مانتے حالانکہ یہ سب امامؒ کی تابعیت کے قائل ہیں۔ (معیار الحق)

۷۔ میاں صاحب لکھتے ہیں کہ قتادہ نے سائل سے کہا کہ محمد بن اسماعیل (بخاری) کو امام احمد سمجھ لے۔ (معیار ص ۲۶) جبکہ امام بخاریؒ جناب قتادہ کی وفات کے ۷۶ سال بعد پیدا ہوئے اور امام احمدؒ قتادہ کی وفات سے ۴۲ سال بعد پیدا ہوئے افسوس اس کم علمی پر اسلاف سے بغاوت۔

۸۔۹۔۱۰...... اسماء الرجال کے بارہ میں استعداد کا یہ حال تھا کہ ایک حدیث جس کا راوی سلیمان بن مہران الاعمش صحاح ستہ کا اجماعی شیخ تھا اس کو ضعیف ثابت کرنے کے لیے اس راوی کو سلیمان بن ارقم قرار دے دیا ص ۲۲۵ اور خالد بن حارث کو خالد

بن مخلد قرار دے دیا۔ اور ص ۲۳۴ پر ایک حدیث کا انکار کرنے کے لیے اسامہ بن زید اللیبی کو اسامہ بن زید العدوی قرار دے دیا۔ احادیث نبویہ کے انکار کا یہ طریقہ ابھی تک منکرین حدیث کو بھی نہیں سوجھا کہ جہاں عن عبداللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لفظ آ جائے وہاں عبداللہ رضی اللہ عنہ بن مسعود کی بجائے رئیس المنافقین عبداللہ بن اُبی قرار دے کر حدیث کو ماننے سے انکار کر دیں۔

۱۱۔ ص ۲۱۹ پر حدیث میں یہ الفاظ نقل کیے ہیں سار میلین او ثلاثۃ اور ترجمہ کیا ہے: دو تین کوس مسافت چلیں۔ حالانکہ ایک کوس تین میل کا ہوتا ہے۔ افسوس اس کم استعدادی پر بھی ان کو شیخ الکل کہا جاتا ہے۔

جس کی بہار یہ ہو اس کی خزاں نہ پوچھ

تقلید

میاں صاحب نے تقلید کے ردّ میں یہ کتاب لکھی ہے اور تقلید کی چار قسمیں قرار دی ہیں۔ تقلید کی یہ تقسیم خود ایک بدعت ہے جس پر میاں صاحب دلیل شرعی پیش کرنے سے عاجز رہے ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

رہی تقلید وقت لاعلمی کے سو یہ چار قسم ہے۔

قسم اول:

واجب ہے اور وہ مطلق تقلید ہے مجتہد اہل سنت کی لاعلی التعین چنانچہ شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے عقد الجید میں لکھا ہے: سمجھ لے کہ مجتہد کی پیروی دو قسم کی ہے: واجب اور حرام۔ سو ایک تو یہ ہے کہ باعتبار دلالت کے روایت کا اتباع ہو اس کی تفصیل یہ ہے کہ جو شخص قرآن و حدیث کو نہیں جانتا تو وہ بذات خود جستجو سے مسائل اور استنباط کی طاقت نہیں رکھتا۔ سو اس کا یہی وظیفہ ہے کہ کسی فقیہ سے پوچھ لے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فلانے فلانے مسئلے میں کیا حکم فرمایا ہے۔ جب فقیہ بتا دے تو اس کی پیروی کرے برابر ہے کہ صریح نص سے لیا ہو یا اس سے استنباط کیا ہو یا منصوص پر قیاس کیا ہو یہ سب صورتیں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روایت

کی طرف رجوع کرتی ہیں اگر چہ بطور دلالت کے ہی ہوں اور ایسی تقلید کی صحت پر تمام امت کا ہر طبقہ میں اتفاق ہے بلکہ تمام امتیں اپنی اپنی شریعتوں میں ایسی صورت پر متفق ہیں"۔ (عقد الجید مترجم اردو ص ۱۲۰، ۱۲۱، معیار الحق طبع اول ص ۴۲)

نیز فرماتے ہیں:

"جس آیت کے حکم سے تقلید ثابت ہوتی ہے وہ اس صورت میں ہے جبکہ لاعلمی ہو۔ قال اللہ تعالیٰ ﴿فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَاتَعْلَمُوْنَ﴾۔ یعنی پس سوال کرو اہل ذکر سے اگر نہ جانتے ہو تم اور یہی آیت دلیل ہے۔ وجوب تقلید پر کما اشار الیہ المحقق ابن الھمام فی التحریر (معیار الحق ص ۴۷)

گویا تقلید کا وجوب قرآن پاک اور تمام امتوں کے اجماع سے ثابت ہے اس وجوب کو مولانا محمد حسین بٹالوی نے اشاعۃ السنۃ، مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی نے تاریخ اہل حدیث ص ۱۲۵، مولانا ثناء اللہ امرتسری نے فتاوٰی ثنائیہ ج ۱ ص ۲۵۲ مستری نور حسین گرجاکھی نے ارکان اسلام مولانا داود غزنوی نے کتاب داؤد غزنوی (ص ۳۷۵) پر تسلیم کیا ہے۔ اب ظاہر ہے کہ تقلید کو واجب ماننے کے بعد وہ غیر مقلد تو نہ رہے بلکہ مقلد ہو گئے اور واجب کا تارک فاسق ہوتا ہے۔ واجب کو شرک کفر، حرام یا بدعت کہنے والا تو بہت ہی خطرے میں ہے آج جو لوگ جذبات میں آ کر تقلید کو کتے کا پٹہ، مقلد کو جانور تک کہہ جاتے ہیں انہیں ضد چھوڑ کر قرآن پاک اور اجماع کو مان لینا چاہیئے۔

نوٹ ضروری

میاں نذیر حسین اور ان کے مذکورہ جماعتیوں نے اس تقلید میں جو لاعلی التعین کی قید لگائی ہے یہ ان کی اپنی بدعت ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ کی طرف اس کی نسبت کرنا ان پر محض افتراء ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں توبہ کی توفیق دیں کیونکہ یہ حرکت منافق کی علامت ہے نہ کہ اہل حدیث کی۔

قسم دوم

مباح ہے اور وہ تقلید مذہب معین کی ہے بشرطیکہ مقلد اس تعیین کو امر شرعی نہ سمجھے بلکہ اس نظر سے تعین کر لے کہ جبکہ امر اللہ تعالیٰ کا واسطے اتباع اہل ذکر کے عموماً صادر ہوا تو جس ایک مجتہد کا اتباع کریں گے اسی کے اتباع سے عہدۂ تکلیف سے فارغ ہو جائیں گے اور اس میں سہولت بھی پائی جاتی ہے،(معیار الحق ص ۴۲) تقلید ایک شخص کی لازم اور واجب نہیں اگر چہ اولیٰ اور بہتر اور موجب سہل ہونے عمل کے ہے (معیار الحق ص ۸۰) اور جو مقلد تخصیص مذہب معین کی بطور قسم ثانی کے اختیار کرے وہ حقیقۃً تارک بنص ما آتاکم الرسول کا نہیں ہے بلکہ (نص کے مقتضاء عموم پر عمل کرنے والا ہے) عامل بمقتضائے عموم نص کے ہے۔ (معیار الحق ص ۸۹)

یہی بات مذکورہ پانچوں صاحبان بھی مانتے ہیں لیکن اس سے ان کے شیخ الکل کی اور پوری جماعت کی علمی استعداد سامنے آتی ہے۔ جب تقلید کی یہ قسم بھی نص سے ثابت ہے اور نص وجوب تقلید کی دلیل ہے تو اس تقلید سے بھی واجب ہی ادا ہوگا اور جب وجوب حکم شرعی ہے تو اس کو حکم شرعی کیوں نہ سمجھے یہ تو ایسا ہی ہے جیسے منکرین حدیث کہتے ہیں کہ حدیث کو حکم شرعی نہیں سمجھنا چاہیئے اور بخاری مسلم کی احادیث کو متفق علیہ سمجھنا کوئی حکم شرعی نہیں۔ یہاں مباح کا حکم اور اس کو شرعی نہ سمجھنے کی پخ خالصتاً میاں صاحب کی بدعت ہے کسی شرعی دلیل سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔

شاہ ولی اللہؒ

میاں صاحب نے تقلید کے مسئلہ کا بیان شاہ ولی اللہؒ سے شروع کیا تھا مگر دوسرے ہی قدم پر شاہ صاحب کو چھوڑ گئے۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں:

”اگر ایک جاہل شخص ہندوستان یا ماوراء النہر کے کسی خطہ میں ہو اور اس کے قریب کوئی شافعی، مالکی یا حنبلی عالم نہ ہو نہ ان کے مسالک فقہ کی کوئی کتاب ہو تو اس پر واجب ہے کہ وہ امام ابوحنیفہؒ کے مذہب کی تقلید کرے اور اس سے باہر جانا اس کے

لیے حرام ہوگا۔ اس لیے کہ اس وقت اگر اس نے ایسا کیا تو وہ اپنے آپ کو دائرۂ شریعت سے نکال لے گا اور شتر بے مہار بن کر رہ جائے گا"۔

(فقہی اختلاف کی اصلیت ص ۲۷ ترجمہ الانصاف)

قسم سوم

"حرام و بدعت وہ تقلید ہے جو بطور تعیین کے بزعم وجوب کے ہو"

(معیار الحق ص ۴۲)

یہ قول خود بدعت ہے اور اگرچہ گندہ مگر ایجاد بندہ کا مصداق ہے اس پر کوئی شرعی دلیل موجود نہیں۔

قسم رابع

شرک: یہ تقلید ائمہ اربعہ کے مقلدین کی نہیں نہ ہی ان کے اصول میں اس کا ذکر ہے البتہ خود غیر مقلدین کا یہی حال ہے ان کو قرآن سناؤ۔ احادیث سناؤ ہر گز نہیں مانتے۔ ان کو ضعیف کہہ کر ٹالتے جاتے ہیں ہاں اپنے نفس کی اتباع کا نام عمل بالحدیث رکھا ہوا ہے اور اسی سے لوگوں کو دھوکا دیتے ہیں۔

میاں صاحب نے یہ چار قسمیں تو گھر بیٹھ کر گھڑ لیں مگر جو بات لکھنی چاہیئے تھی وہ نہ لکھی کہ جو عوام غیر مقلدین اپنے مولویوں پر اعتماد کرتے ہیں ان کا کیا حکم ہے۔ کیونکہ ان کے مولویوں میں اجتہاد کی شرائط نہیں ہوتیں بلکہ اجتہاد کی جامع مانع تعریف بھی نہیں کر سکتے۔ ہم اجتہادی مسائل میں ایسے امام کی تقلید کرتے ہیں جن کا مجتہد ہونا دلیل شرعی یعنی اجماع امت سے ثابت ہے اور وہ اجتہاد کی شرائط کے جامع تھے خود میاں نذیر حسین امام صاحبؒ کے بارہ میں فرماتے ہیں:

"ان کا مجتہد ہونا اور متبع سنت اور متقی اور پرہیزگار ہونا کافی ہے۔ ان کے فضائل میں اور آیت کریمہ ﴿اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰکُمْ﴾ زینت بخش مراتب ان کے کی ہے" (معیار الحق ص ۵)

ان دونوں تقلیدوں میں ایسا ہی فرق ہے کہ ایک مسجد کے لوگ اس امام کی اقتداء میں نماز ادا کر رہے ہیں۔ جس میں نماز کی شرائط مکمل طور پر موجود ہیں۔ اس کی اپنی نماز بھی درست ہے اور مقتدیوں کی بھی صحیح ہے۔ دوسری مسجد میں لوگ ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھ رہے ہیں جس میں نماز کی ایک شرط بھی نہیں ہے اس کا منہ قبلے سے پھرا ہوا۔ گندے مقام پر کھڑا ہے گندے جسم اور گندے کپڑوں سے نماز پڑھا رہا ہے نہ وضو کیا نہ غسل، ظاہر ہے کہ ایسے امام کی نہ اپنی نماز درست ہوگی نہ مقتدیوں کی وہ ضال بھی ہوگا اور مضل بھی، اس نااہل کی تقلید کے خلاف کتاب لکھنا چاہیئے تھا نہ کہ ائمہ مجتہدینؒ کی تقلید کے خلاف۔

لطیفہ

ایک دفعہ ایک لامذہب شیخ الحدیث صاحب ایک دکان پر گئے۔ وہاں ایک حنفی نوجوان کو پوچھا ''کیا تم مقلد ہو؟'' اس نے کہا ''جی ہاں، میں ان پڑھ ہوں ظاہر ہے کہ میرے پاس کسی عالم پر اعتماد کے سوا کوئی چارہ کار نہیں اس لیے تقلید کے بغیر نہ نماز پڑھ سکتا ہوں نہ کوئی اور دینی کام سرانجام دے سکتا ہوں'' شیخ الحدیث صاحب نے کہا ''کس کی تقلید کرو گے؟'' اس نے کہا، ''آپ بھی عالم ہیں میں آپ پر اعتماد کر کے مسائل پوچھ لوں گا اور آپ کی تقلید کر لوں گا''۔ یہ بات سن کر شیخ الحدیث صاحب خاموش ہو گئے۔ وہ نوجوان تھوڑی دیر خاموش رہا کہ شیخ الحدیث صاحب اپنی تقلید سے مجھے منع کریں گے۔ کوئی آیت یا حدیث پڑھیں گے مگر شیخ الحدیث خاموش رہے۔ اس نوجوان نے کہا کہ ''حضرت اگر میں کہہ دیتا کہ میں حضرت امام ابو حنیفہؒ کی تقلید کرتا ہوں تو سارا قرآن میرے خلاف پڑھا جاتا، کبھی ابو جہل کے متعلقہ آیات مجھ پر فٹ کی جاتیں، کبھی احبار و رھبان والی آیات میرے امام پر چسپاں کی جاتیں کبھی مجھے مشرک کہا جاتا، کبھی میرے امام کو قیاس کی وجہ سے شیطان کہا جاتا، کبھی تقلید کو کتے کا پٹہ کہا جاتا، کبھی میرے محمدی ہونے کا انکار کیا جاتا۔ مجھے نبی کا منکر، دین کا دشمن کہا

جاتا۔ مگر اب میں آپ کی تقلید کے لیے تیار ہو گیا ہوں۔ اب نہ کوئی آیت میرے خلاف پڑھی ہے اور نہ کوئی حدیث۔ معلوم ہوا کہ اصل اختلاف تقلید میں نہیں وہ تو آپ کے عوام میں بھی پائی جاتی ہے۔ صرف امام صاحبؒ سے حسد ہے کہ لوگ ان کی تقلید کیوں کرتے ہیں؟ ہماری کیوں نہیں کرتے؟ ہم جس طرح ڈاکٹر کو چھوڑ کر اناڑی سے دوا نہیں لیتے وکیل کو چھوڑ کر جاہل سے قانونی مشورہ نہیں لیتے۔ اسی طرح امام صاحب کے مقابلہ میں آپ کو نااہل سمجھتے ہیں اس لیے آپ کی تقلید نہیں کرتے۔

مسئلہ تقلید

تقلید کہتے ہیں کسی فن میں اہل فن پر اعماد و اعتبار کرنا کہ یہ دلیل کے موافق مسئلہ بیان کرتا ہے اور اس میں دلیل تفصیلی کا مطالبہ نہ کرنا محض اس ظن پر اعتماد کرنا کہ یہ مسئلہ خود نہیں گھڑتا بلکہ قرآن و حدیث کا جو مسئلہ عوام کی نظر سے پوشیدہ تھا اسکو صرف ظاہر کر کے بتاتا ہے۔

کن مسائل مین تقلید کی جاتی ہے؟

میاں صاحب خود قاضی عضد کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ وہ مسائل جن میں کسی کی تقلید چاہیئے وہ مسائل اجتہادیہ ہیں نہ کہ منصوصہ۔ (معیار الحق ص ۳۸)

کون تقلید کرے اور کس کی کرے؟

میاں صاحب ملا علی قاریؒ کی شرح عین العلم کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ اللہ تعالٰی نے یہ تکلیف دی ہے کہ علماء (براہ راست) کتاب و سنت پر عمل کریں اور ناواقف لوگ علماء کی تقلید کریں۔ (یعنی ان کی راہنمائی میں کتاب و سنت پر عمل کریں)"

اور رسم العوارض کے حوالہ سے لکھتے ہیں "جو مجتہد نہ ہو اس پر یہ واجب ہے کہ کسی عالم کی تقلید کرے۔ بسبب اس آیت کے پوچھو اہل ذکر سے اگر تم نہیں جانتے۔ اور بسبب اس مقولہ بعض مشائخ کے کہ جو کسی عالم کی پیروی کرے گا تو قیامت میں گرفت سے سالم رہے گا" (معیار الحق ص ۷۶، ۷۵ طبع اول)

یہ تقلید کب سے شروع ہوئی؟

میاں صاحب کتابوں کے حوالہ سے نقل فرماتے ہیں ''زمانہ صحابہؓ سے لے کر زمانہ اصحاب مذاہب تک یہی چال تھی کہ بدواں تخصیص ایک مذہب کی تقلید کیا کرتے تھے'' (معیارالحق ص ۵۹)

سید بادشاہ سے نقل کرتے ہیں:

''صحابہؓ کے زمانہ سے لے کر آج تک یہی حال اور مسلک چلا آیا کہ کبھی کسی کی تقلید کرتے کبھی کسی کی بدون انکار کے''۔ (ص ۵۷)

اس سے معلوم ہوا کہ صحابہؓ اور تابعینؒ میں ایک شخص بھی غیر مقلد یا تقلید کا منکر نہ تھا۔

ان سب عبارتوں کا خلاصہ یہ نکلا کہ تقلید کا تعلق مسائل منصوصہ سے نہیں بلکہ مسائل اجتہادیہ میں مجتہد پر اجتہاد واجب ہے اور غیر مجتہد پر تقلید اور یہی طریقہ صحابہؓ، تابعینؒ اور بعد میں آج تک امت کے تواتر کے ساتھ چلا آرہا ہے۔ اب ہر غیر مقلد یہ کہنے لگا ہے کہ ہمیں صرف قرآن حدیث اور اس کے فہم میں اپنا فہم سقیم کافی ہے کسی مجتہد کے فہم سلیم کی رہنمائی کی ہمیں ضرورت نہیں۔

طریقہ امتحان

آپ کو جو غیر مقلد ملے اس کو سادہ قرآن پاک اور حدیث کی ایک آدھ کتاب دے دیں اور کہیں کہ ہمیں نماز کا مکمل طریقہ سکھا دیں۔ نماز زبانی اور بدنی عبادت کا مجموعہ ہے۔ پہلے ہر ذکر اور عمل کا حکم پوچھیں کہ تکبیر تحریمہ اور تحریمہ کی رفع یدین کا حکم کیا ہے؟ فرض ہے یا واجب؟ سنت ہے یا نفل؟ یہ حکم صاف طور پر قرآن حدیث میں دکھا دیں وہ قیامت تک نہیں دکھا سکے گا۔ اب تنگ آکر کہے گا کہ ہم کسی چیز کو فرض، واجب، سنت نہیں مانتے۔ یہ احکام بدعت ہیں آپ فوراً کہیں کہ اچھا آپ لکھ دیں کہ رکوع کی رفع یدین، امام کے پیچھے فاتحہ، سینے پر ہاتھ باندھنا، اونچی آواز سے آمین کہنا

نہ فرض ہے، نہ واجب، نہ سنت، نہ نفل جو لوگ ان کو فرض یا سنت وغیرہ کہتے ہیں وہ سب بدعتی ہیں۔ پھر اس سے پوچھیں کہ میں کسی مسجد کا امام نہیں ہوں، فرائض مقتدی بن کر پڑھتا ہوں اور سنتیں اور نفل اکیلا پڑھتا ہوں مجھے قرآن حدیث سے دکھائیں کہ مقتدی اور اکیلا نمازی تکبیر تحریمہ، ثناء، تعوذ، تسمیہ، آمین رکوع وسجدہ کی تکبیرات اور تسبیحات، تشہد، درود، دعا، سلام آہستہ آواز سے کہیں یا بلند آواز سے وہ جو جواب دے اسے کہہ دیں کہ یہ قرآن وحدیث میں دکھادو۔ وہ ہرگز یہ صاف اور صریح الفاظ میں قرآن و حدیث میں نہ دکھا سکے گا اب اس سے لکھوالیں کہ میں نے قرآن وحدیث پر جھوٹ بولا تھا میں تو صرف قرآن وحدیث سے نماز کا مکمل طریقہ بھی نہیں نکال سکتا اور آج تک سب نمازیں اپنے مولویوں کی تقلید میں پڑھی ہیں۔ یہ لکھوا کر اس سے پوچھے کہ جس کی تو نے تقلید کی ہے اس کا نام لکھا دیں۔ پھر اس کے مولوی سے بھی یہی طریقہ اختیار کریں۔ آپ دیکھیں گے کہ وہ مولوی بھی محض جھوٹا ہے وہ قرآن وحدیث سے مکمل نماز کبھی ثابت نہ کر سکے گا۔ اب جہاں غیر مقلد ملے فوراً کہہ دو کہ میاں قرآن وحدیث تمہیں بالکل نہیں آتا قرآن حدیث پر جھوٹ نہ بولا کرو۔

دوسرا طریقہ امتحان

یہ ہے کہ آپ تعلیم الاسلام یا بہشتی زیور یا اردو فتاویٰ عالمگیری لے کر بیٹھ جائیں اور ترتیب سے ایک ایک مسئلہ پڑھنا شروع کر دیں اور ان سے کہیں کہ ہر مسئلہ کے خلاف ایک ایک آیت یا ایک ایک صحیح صریح غیر معارض حدیث پیش کرتے جائیں جس سے ہم اس مسئلے کو غلط مان کر چھوڑ دیں گے اب آپ صحیح مسئلہ کی صورت کسی آیت یا حدیث صحیح صریح غیر معارض سے ثابت کرتے جائیں جب آپ ہماری ساری فقہ کو اس طرح غلط ثابت کر دیں گے اور ہر مسئلہ کے مقابلہ میں صحیح مسئلہ قرآن وحدیث سے دکھا دیں گے تو ہم آپ کا مسلک قبول کر لیں گے۔

تیسرا طریقہ امتحان

آپ حدیث کی کتاب طحاوی شریف، مصنف ابن ابی شیبہ یا مصنف عبدالرزاق لے کر بیٹھ جائیں اور متعارض احادیث سنانا شروع کردیں اور ان سے کہیں کہ ان کا رفع تعارض کسی امتی کے قول یا اصول سے نہیں بلکہ صحیح، صریح، غیر معارض حدیث سے رفع کریں وہ ہرگز رفع نہ کرسکیں گے۔ اب ایک ہی صورت ہوگی وہ مجتہد کی تقلید میں ان متعارض روایات سے راجح پر عمل کریں۔ یہی تقلید ہے۔

آپ اس طریقہ سے اچھی طرح سمجھ لیں گے کہ یہ لوگ قرآن وحدیث سے بالکل جاہل۔ ہاں اسلاف سے بدگمانی اور ان پر بدزبانی کرنے کا نام عمل بالحدیث رکھا ہوا ہے۔ شاید لعن اخر ھذہ الامة اولھا پر عمل کرنے کو عمل بالحدیث کہتے ہیں۔ (یعنی قرب قیامت) اس امت کے بعد میں آنے والے پہلوں پر طعن تشنیع کریں گے۔

ان کی تقلید

یہ لوگ لغت میں ائمہ لغت پر اندھا اعتماد کرتے ہیں جو ان کی تقلید ہے۔ اسماء الرجال، اصول حدیث اور احادیث کے صحت وضعف کے بارے میں امام شافعیؒ کے مقلد محدثین کی تقلید کرتے ہیں۔ صرف ونحو میں ائمہ صرف ونحو کی تقلید سے ذرہ عار محسوس نہیں کرتے۔ ڈاکٹر اور طبیب کی تقلید طریقہ علاج میں لازم جانتے ہیں۔ قانونی مسائل میں ماہرین قانون کی تقلید کرتے ہیں لیکن دین کے معاملہ میں اپنے نااھل مولوی کی تقلید کرتے ہیں جبکہ اہل کو چھوڑ کر نااہل کی تقلید کرنا علامات قیامت میں سے ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: **اذا وسد الامر الی غیر اھلہ فانتظر الساعة** (بخاری) جب نااہل کے سپرد کام کیا جائے تو قیامت یعنی بربادی اور تباہی کا انتظار کر۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے ڈاکٹری علاج موچی سے کرایا جائے، قانونی مشورہ جولاہے سے لیا جائے۔ تفسیر میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو چھوڑ کر مرزا قادیانی کی پیروی کی

جائے فن حدیث میں امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ کے مقابلہ میں اسلم جیراجپوری اور پرویز کو ناقد اور محقق مانا جائے۔ میاں صاحب کا فرض تھا ان تقلیدوں کا فرق بیان کرتے اور اس فرق کی دلیل قرآن حدیث سے لاتے۔ آخر باقی تقلیدوں میں چار قسمیں کیوں نہ کیں صرف اس میں یہ تقسیم کس حدیث سے کی؟۔

جس طرح کوئی یہ کہے کہ لغت، صرف، نحو، بیان، اصول، قرآن و حدیث کے خلاف ہیں تو یہ حماقت ہے اس سے بڑھ کر یہ حماقت ہے کہ فقہ قرآن و حدیث کے خلاف ہے۔ اگر فقہ قرآن و حدیث کے خلاف ہوتی تو قرآن و حدیث میں فقہ کی تعریفیں نہ ہوتیں۔

ایک دھوکا

غیر مقلد اپنے ذہن اور اپنی سوچ کو خدا اور رسول ﷺ کی سوچ اور معصوم سمجھتے ہیں اس لیے جو شخص ان کے فہم سے اختلاف کرے اس کو یہ نہیں کہتے کہ اس نے ہمارے فہم کو نہیں مانا بلکہ اس کو خدا، رسول کا مخالف کہتے ہیں۔ ان کی سمجھ کے خلاف کسی امام کا فہم ہو۔ صحابی کی سوچ ہو، خلیفہ، راشدؓ کا فتویٰ ہو سب کو رسول ﷺ کا مخالف کہیں گے اور دھوکا یہ دیں گے کہ ایک طرف قول معصوم ہے دوسری طرف قول مجتہد، جس سے خطاء کا امکان بلکہ وقوع بھی ہے حالانکہ اتنی بات صاف ہے کہ دونوں جہانوں کی کامیابیاں اتباع رسول معصوم ﷺ سے وابستہ ہیں مگر رسول پاک ﷺ کا دین ہم تک بواسطہ امت پہنچا ہے اب اگر اس پر امت کا اجماع ہے تو اجماع معصوم ہوتا ہے۔ اس لیے ایسے مسائل حجت قاطعہ ہیں کہ معصوم کی بات معصوم واسطہ سے ہم تک پہنچ گئی لیکن اگر اس مسئلہ پر اجماع نہیں بلکہ مجتہدین میں اختلاف ہے تو یہ رحمت واسعہ ہے کہ صواب پر دو اجر اور خطاء پر ایک اجر اور عمل ہر حال میں مقبول۔ اس لیے مجتہد اور مقلد کو ذرہ بھر خطرہ نہیں ان کے اعمال مقبول ہیں اور اجر بھی یقینی ہے خواہ ایک اجر ملے یا دو۔ مجتہد اور غیر مقلد کا مقابلہ معصوم اور غیر معصوم کا مقابلہ نہیں بلکہ اہل اور نااہل کا مقابلہ ہے اور نااہل کا عمل

مردود اور گناہ لازم ہے آپ نے فرمایا۔ من قال فی القران برأیہ فاصاب فقد اخطاء جس (نااہل) نے اپنی رائے سے قرآن کی تفسیر کی وہ صحیح بھی ہو تو بھی اسے گناہ ہوگا (کیونکہ یہ صحت اتفاقی ہے کسی دلیل پر مبنی نہیں) کتنا بڑا فرق ہے کہ مجتہد کو خطاء پر بھی اجر، غیر مقلد کا صواب بھی خطاء۔ جیسے غیر ڈاکٹر انجکشن لگائے تو بلا ری ایکشن بھی مجرم اور جس کے پاس ڈرائیونگ لائسنس نہ ہو وہ بغیر ایکسیڈنٹ کرنے کے بھی قانونی مجرم ہے۔

الغرض میاں نذیر حسین نے معیار الحق کتاب لکھ کر مسلمانوں کو ایسی بے راہروی اور آوارہ گردی پر لگا دیا جس سے آج ہزاروں لوگ مرتد اور کم از کم فاسق بن گئے اہل سنت میں کئی فرقے بن گئے بلکہ اسی فتنہ ترک تقلید سے مرزائیت، انکار حدیث اور دین بیزاری کے فتنوں نے جنم لیا۔

انکار تقلید کے نتائج

درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے۔ یہ ایک عالمگیر حقیقت ہے جب تک اس ملک میں تقلید کا دور دورہ رہا۔ لوگ لاکھوں کروڑوں کی تعداد میں کفر سے اسلام کی طرف آتے رہے لیکن معیار الحق نے جو ترک تقلید کا سبق پڑھایا تو صرف پچیس سال میں اس کا کیا نتیجہ نکلا۔ وہ سنیئے:

مولانا محمد حسین بٹالوی کی شہادت

پچیس برس کے تجربہ سے ہم کو یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ جو لوگ بے علمی کے ساتھ مجتہد اور مطلق تقلید کے تارک بن جاتے ہیں وہ بالآخر اسلام کو سلام کر بیٹھتے ہیں ان میں سے بعض عیسائی ہو جاتے ہیں بعض لامذہب جو کسی دین و مذہب کے پابند نہیں رہتے اور احکام شریعت سے فسق وخروج تو اس آزادی کا ادنیٰ کرشمہ ہے۔ ان فاسقوں میں بعض تو کھلم کھلا جمعہ جماعت اور نماز روزہ چھوڑ بیٹھتے ہیں۔ سود وشراب سے پرہیز نہیں کرتے اور بعض جو کسی مصلحت دنیوی کی وجہ سے فسق ظاہری سے بچتے

ہیں وہ فسق خفی میں سرگرم رہتے ہیں، ناجائز طور پر عورتوں کو نکاح میں پھنسا لیتے ہیں۔
کفر وارتداد اور فسق کے اسباب دنیا اور بھی بکثرت ہیں مگر دین داروں کے بے دین ہو جانے کے لیے بے علمی کے ساتھ ترک تقلید بڑا بھاری سبب ہے۔ گروہ اہل حدیث میں جو بے علم یا کم علم ہو کر ترک مطلق تقلید کے مدعی ہیں وہ ان نتائج سے ڈریں اس گروہ کے عوام آزاد اور خود مختار ہوتے جاتے ہیں۔ (اشاعۃ السنہ ۱۸۸۸ء)

قاضی عبدالاحد خانپوری کی شہادت

اس زمانہ کے جھوٹے اہل حدیث مبتدعین، مخالفین سلف صالحین جو حقیقت ماجاء بہ الرسول (رسول کے لائے ہوئے دین) سے جاہل ہیں وہ اس صفت میں وارث اور خلیفہ ہوئے ہیں شیعہ اور روافض کے۔ جس طرح شیعہ پہلے زمانوں میں باب اور دہلیز کفر ونفاق کے تھے اور مدخل ملاحدہ اور زنادقہ کا تھے اسلام کی طرف اسی طرح یہ جاہل بدعتی اہل حدیث اس زمانہ میں باب اور دہلیز اور مدخل ہیں ملاحدہ اور زنادقہ منافقین کے بعینہ مثل اہل تشیع کے دیکھو ملاحدہ نیچریہ جو کفار ہیں اور منافقین ہیں وہ بھی انہیں کے باب اور دہلیز اور مدخل سے داخل ہوئے اور انہیں کو گمراہ کر کے ان سے اپنا حصہ مفروض کامل اور وافی مثل شیطان کے لے گئے پھر ملاحدہ مرزائیہ قادیانیہ نکلے تو انہوں نے بھی انہیں کے باب اور دہلیز اور مدخل سے داخل ہونا اختیار کیا اور جماعت کثیرہ کو ان میں سے مرتد اور منافق بنا دیا اور جب ملاحدہ، زنادقہ، چکڑالویہ نکلے تو وہ بھی انہیں کے دہلیز اور دروازہ سے داخل ہوئے اور ایک خلق کو انہوں نے مرتد بنا دیا اور جب یہ مولوی ثناء اللہ خاتمۃ الملحدین نکلا تو وہ بھی انہیں جہال اہل حدیث کے باب اور دہلیز میں داخل ہو کر کیا جو کیا۔ مقصود یہ ہے کہ رافضیوں میں ملاحدۂ تشیع ظاہر کر کے حضرت علیؓ اور حضرت حسینؓ کی غلو کے ساتھ تعریف کر کے سلف کو ظالم کہہ کر گالی دیں پھر جس قدر الحاد و زندقہ پھیلا دیں کوئی پروا نہیں۔ اسی طرح ان جہال بدعتی کاذب اہل حدیثوں میں کوئی ایک دفعہ رفع یدین کرے اور تقلید کا رد کرے اور سلف کی

ہتک کرے مثل امام ابو حنیفہؒ کے جن کی امامت فی الفقہ اجماع کے ساتھ ثابت ہے اور پھر جس قدر کفر بداعتقادی اور الحاد و زندیقیت ان میں پھیلاوے بڑی خوشی سے قبول کرتے ہیں اور ذرہ چیں بجبیں بھی نہیں ہوتے۔ اگرچہ علماء اور فقہاء اہل سنت ہزار دفعہ ان کو متنبہ کریں ہرگز نہیں سنتے سبحان اللہ مااشبد اللیلة بالبارحة اور سر اس کا یہ ہے کہ وہ مذہب و عقائد اہل سنت والجماعت سے نکل کر اتباع سلف سے مستنکف و مستکبر ہو گئے ہیں فافھم وتدبر (کتاب التوحید والسنۃ ج ۱ ص ۲۶۲) گویا ترک تقلید نے کفر، ارتداد، فسق، دین بیزاری، تفوق و تشتت میں اہل اسلام کو مبتلا کر دیا۔ اس دین بیزاری کی مثال تاریخ تقلید میں ہرگز نہیں ملے گی۔

غیر مقلدین کی
کہانی
غیر مقلدین کی
زبانی

تالیف
مناظر اسلام حضرت مولانا
محمد امین صفدر
اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

غیر مقلدین کی کہانی غیر مقلدین کی زبانی

نواب صدیق حسن خاں غیر مقلد لکھتے ہیں ''زمانہ غدر ہندوستان میں ہمارے سب چھوٹے بڑے سرکار انگریزی کے خیر خواہ رہے۔ ترجمان وہابیہ ص ۵ ملخصاً اور اگر کوئی بدخواہ بداندیش سلطنت برٹش کا ہوگا تو وہی شخص ہوگا جو آزادگی مذہب کو ناپسند کرتا ہے اور ایک مذہب خاص پر جو باپ دادوں کے وقت سے چلا آتا ہے۔ جما ہوا ہے۔ (ترجمان وہابیہ ص ۵)

کتب تاریخ دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جو امن و آسائش اور آزادگی اس حکومت انگریزی میں تمام خلق کو نصیب ہوئی ہے کسی حکومت میں نہ تھی اور وجہ اس کی سوا اس کے کچھ نہیں سمجھی گئی کہ گورنمنٹ نے آزادی کامل ہر مذہب والے کو مسلمان ہو یا ہندو یا اور کچھ عطا فرمائی ہے۔ جس کا اشتہار بڑی دھوم دھام سے دربار قیصریٔ میں بمقام دھلی مجمع جملہ رؤسا و معززین ہند میں رعایا برایا کو سنایا گیا (ترجمان وہابیہ ص ۸) اور بڑی بات تو یہ ہے کہ ہم لوگ صرف کتاب وسنت کی دلیلوں کو اپنا دستور العمل ٹھہراتے ہیں۔ اور اگلے بڑے بڑے مجتہدوں کی طرف منسوب ہونے سے عار کرتے ہیں۔

اور یہ آزادگی ہماری مذہب مروجہ جدیدہ سے عین مراد قانون انگلشیہ نہ تعصب مذہبی۔ ہاں البتہ جو تقلید اگلے مولویوں کی واجب اور فرض کہتے ہیں وہ اگر تقلید محمد بن عبدالوہاب کی بھی کریں تو تعجب نہیں۔ اور جو اگلوں کی تقلید سے بھاگتا ہے وہ ان کی تقلید کیا کرے گا۔ (ترجمان وہابیہ ۲۰) تقلید کسی مذہب کی واجب نہیں...... آزادگی مذہب بھی عجیب نعمت ہے...... اور قید مذہب نیچریہ یا مذہب مقلدین یا مذہب مبتدعین یا مذہب حنفیہ یا مذہب بین بین ایک بڑی بلا ہے اور سبب عداوت حکومت انگلشیہ (ترجمان وہابیہ ۲۹) ہمیں مذہب کے نام سے چڑ ہے۔ ہم کو مذہبی جاننا بالکل ستانا ہے ہمارا تو یہ حال ہے کہ سب مذہبوں سے آزاد ہیں (ترجمان وہابیہ ۳۰)

یہ لوگ اپنے مذہب میں وہی آزادگی برتتے ہیں جس کا اشتہار بار بار انگریزی سرکار سے جاری ہوا ہے۔ خصوصاً دربار دہلی سے جو سب درباروں کا سردار ہے۔ جو رسائل و مسائل رد تقلید و تقلید مذہب میں اب تک تالیف ہوئے ہیں۔ وہ شاہد عدل ہیں اس بات پر کہ مدعی اس طریقہ کے قید مذہب خاص سے آزاد ہیں اور جس قدر رسائل بجواب ان مسائل کی طرف سے مقلدین مذہب کے لکھے گئے ہیں۔ وہ سب با آواز بلند پکارتے ہیں کہ ہم مذہب خاص کے مقید و مقلد ہیں۔ ہم پر پیروی فلاں وہماں فرض و واجب ہے۔ آزادگی سے کچھ واسطہ نہیں۔ یہ آزادگی سرکار برٹش کو یا ان کو جو اس حکومت میں اظہار اپنی آزادگی مذہب خاص کا کرتے ہیں۔ مبارک رہے اب تامل کرنا چاہیے کہ دشمن سرکار کا وہ ہوگا جو کسی قید میں اسیر ہے یا وہ ہوگا جو آزاد و فقیر ہے۔ (ترجمان وہابیہ ص ۳۲) یعنی بعض لوگوں نے سرکار کے کہنے پر مذہب حنفی نہیں چھوڑا وہ انگریز کے دشمن ہیں۔ ہم نے سرکار کی خدمت کے لیے اتنی بڑی قربانی دی کہ مذہب چھوڑ کر لا مذہب بن گئے اور سرکار برطانیہ کے دروازے کے فقیر بن گئے۔ ہم کیسے آپ سے مخالفت کر سکتے ہیں۔ ملکہ عالیہ معظّمہ دام اقبالہا کے اشتہار نے سب کو آزادی کا وعدہ دیا (ترجمان وہابیہ ص ۴۵) اور حنفیوں کے بارہ میں لکھا ہے۔ یہ چاہتے ہیں وہی تعصب مذہبی و تقلید شخصی اور ضد اور جہالت آبائی جو ان میں چلی آتی ہے قائم رہے اور جو آسائش رعایا ہند کو بوجہ آزادگی مذہب گورنمنٹ نے عطا کی ہے وہ اٹھ جائے اور امن عالم باقی نہ رہے سارے مسلمان وغیرہ ایک مذہب خاص کے پابند ہو کر خوب اپنا تعصب گورنمنٹ سے ظاہر کریں۔ اور جب موقع پاویں مثل زمانہ غدر کے فساد برپا کریں (ترجمان وہابیہ ص ۵۶) یعنی سب ایک مذہب کے ہو جاویں گے تو ان میں اتفاق ہو جائے گا اور یہ اتفاق کر کے حکومت برطانیہ سے جہاد کریں گے۔ ہم ان میں اتفاق نہیں ہونے دیں گے۔ تا کہ حکومت برطانیہ بے فکر ہو کر ہم پر اپنا سایہ برقرار رکھے۔

۱۸۷۵ء میں مولوی محمد حسین سرگروہ موحدین لاہور نے بجواب سوال و

مسئلہ اس فتویٰ کے کہ آیا بمقابلہ گورنمنٹ ہند مسلمان ہند کو جہاد کرنا اور اپنی مذہبی تقلید میں ہتھیار اٹھانا چاہیے یا نہیں یہ جواب دیا اور بیان کیا کہ جہاد اور جنگ مذہبی بمقابلہ برٹش گورنمنٹ ہند یا مقابلہ اس حاکم کے جس نے آزادی مذہب دے رکھی ہے از روئے شریعت اسلام عموماً خلاف وممنوع ہے اور وہ لوگ جو بمقابلہ برٹش گورنمنٹ ہند یا کسی اور بادشاہ کے جس نے آزادی مذہب دی ہے۔ ہتھیار اٹھاتے ہیں اور مذہبی جہاد کرتے ہیں، کل ایسے لوگ باغی ہیں اور مستحق سزا مثل باغیوں کے ہیں...... اور جہاد بمقابلہ برٹش گورنمنٹ ہند کرنا خلاف مسئلہ سنت وایمان موحدین ہے۔...... بمقابلہ گورنمنٹ ہند فرقہ موحدین کو ہتھیار اٹھانا خلاف ایمان واسلام کے ہے۔ (ترجمان وہابیہ ص ۶۱) الغرض تقلید شخصی کو چھوڑنے کی اصل غرض انگریز کے خلاف جہاد کو حرام قرار دینا تھا اور مسلمان مجاہدینؒ میں فروعی اختلاف پیدا کر کے لڑانا۔ ہر مسجد میں دنگا فساد کرانا اصل مقصد تھا۔ امام اعظمؒ کی تقلید شخصی کے حرام ہونے پر نہ کوئی آیت قرآنی پیش کر سکا ہے نہ حدیث نبوی اور نہ ہی اجماع امت۔ صرف اور صرف ملکہ وکٹوریہ کے اشتہار کو دلیل بناتا ہے۔

اعتراف جرم

مولوی محمد مبارک غیر مقلد شاگرد خاص مولوی عطاء اللہ حنیف بھوجیانوی لکھتا ہے "جماعت غربا اہلحدیث کی بنیاد صرف محدثین کی مخالفت کے لیے رکھی گئی۔ صرف یہی مقصد نہیں بلکہ تحریک مجاہدین یعنی سید احمد شہیدؒ کی تحریک کی مخالفت کر کے انگریز کو خوش کرنے کا مقصد پنہاں تھا جس کا اظہار اس طرح کیا گیا کہ ۱۹۱۱ء میں مولوی عبدالوہاب ملتانی نے امام ہونے کا دعویٰ کر دیا اور ساتھ ہی یہ کہا جو میری بیعت نہیں کرے گا وہ جہالت کی موت مرے گا (علما احناف اور تحریک مجاہدین ص ۴۸) نواب صاحب لکھتے ہیں۔ "تقلید کسی مذہب کی اس کے نزدیک واجب نہیں...... وفاداری اور خیر سگالی اور خیر خواہی رفاہ عوام کے ان کو کوئی امر ملحوظ خاطر نہیں اور اقرار وقول کو پورا

کرنا اور اپنے عہد و میثاق پر قائم رہنا ان کے دین میں سب فرضوں سے بڑا فرض اور حاکموں کی اطاعت اور رئیسوں کا انقیاد ان کی ملت میں سب واجبوں سے بڑا واجب ہے۔ (ترجمان وہابیہ ص ۲۹) یعنی تقلید امام واجب نہیں۔ انگریز کی اطاعت بڑا واجب ہے ہم جن کے مقلد ہیں ان کو اپنی جماعت حنفی تو کجا غیر حنفی بھی الامام الاعظم۔ (تذکرۃ الحفاظ ذہبی ج ۲ ص ۱۵۸)

فقیہ الملۃ و الاسلام۔ (ذہبی ص ۸۴ خلاصہ خزرجی ص ۴۴۵)

احد آئمۃ الاسلام والسادۃ الاعلام واحد الائمۃ الاربعۃ اصحاب مذاھب المطبوعہ (البدایہ والنہایہ ج ۱۰ ص ۱۰۷) کہتے ہیں ان کو امام اعظمؒ کہنا شرک قرار پایا۔ مگر ملکہ وکٹوریہ کو ساری جماعت کی طرف سے (یہ القابات وخطابات دیگر) یہ ایڈریس دیا گیا۔ بحضور فیض گنجور کوئین وکٹوریہ دی گریٹ قیصرۂ ہند بارک اللہ فی سلطنتھا۔ ہم ممبران گروہ اہلحدیث اپنے گروہ کے کل اشخاص کی طرف سے حضور والا کی خدمت عالی میں جشن جوبلی کی دلی مسرت سے مبارکباد عرض کرتے ہیں۔ آپ کی سلطنت میں جو نعمت مذہبی آزادگی کی حاصل ہے اس سے یہ گروہ اپنا خاص نصیبہ اٹھا رہا ہے۔ وہ خصوصیت یہ ہے کہ یہ مذہبی آزادی اس گروہ کو خاص اس سلطنت میں حاصل ہے بخلاف دوسرے اسلامی فرقوں کے کہ ان کو اور اسلامی سلطنتوں میں بھی یہ آزادی حاصل ہے۔ اس خصوصیت سے یہ یقین ہو سکتا ہے کہ اس گروہ کو اس سلطنت کے قیام و استحکام سے زیادہ مسرت ہے اور ان کے دل سے مبارکباد کی صدائیں زیادہ زور کے ساتھ نعرہ زن ہیں۔

(اشاعت السنۃ ج ۹ ص ۲۰۶ شمارہ نمبر ۷)

444
Blank

غیر مقلدین کے
سوالات
اور اعتراضات
کے جوابات

تالیف

مناظر اسلام حضرت مولانا
محمد امین صفدر
اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم ۔ امابعد!

سوال نمبرا

ہدایہ وغیرہ فقہ کی کتابوں میں قال ابو حنیفۃ لکھا ملتا ہے یہ کتاب امام صاحبؒ سے اڑھائی سو سال بعد لکھی گئی ہے اور کوئی سند بھی اس میں موجود نہیں جب کہ بخاری وغیرہ حدیث کی کتابوں میں سند موجود ہے۔ ہم کیسے یقین کریں کہ یہ بات امام صاحبؒ کی ہے؟

الجواب

جس طرح حدیث کی کتابیں دو طرح کی ہیں بخاری مسلم ترمذی وغیرہ میں سند ہے اور مشکوٰۃ، بلوغ المرام، جامع الاصول، جمع الفوائد، مجمع الزوائد وغیرہ میں سندیں نہیں کیونکہ یہ کتابیں بخاری وغیرہ سے مرتب کی گئی ہیں۔ اسی طرح امام محمدؒ قاضی ابو یوسفؒ، امام زفرؒ، امام حسینؒ بن زیاد وغیرہم کی کتابوں میں مسائل سندوں سے درج ہیں اور قدوری، کنز الدقائق، ہدایہ وغیرہ میں مسائل ان کتابوں سے لیے گئے ہیں۔ ہدایہ کتاب کھول کر دیکھیں اس میں مسئلہ جو اصل متن ہے یہ لکیر کے نیچے ہے اور آگے اس مسئلہ کی شرح ہے یہ لکیر کے نیچے جو مسئلہ درج ہے یہ امام محمدؒ کی جامع الصغیر وغیرہ کتب سے لیا ہے۔ جیسے آپ تفسیر معارف القرآن دیکھیں اس میں پہلے آیت قرآنی درج ہے جو تواتر سے ثابت ہے اور قرآن سے لی گئی ہے، ترجمہ حضرت شیخ الہندؒ کا درج کیا ہے اور خلاصہ تفسیر حکیم الامت حضرت مولانا شاہ اشرف علی تھانویؒ کا ہے اور نیچے معارف و مسائل یعنی شرح مفتی محمد شفیعؒ نے فرمائی ہے۔ اب کوئی دھوکے باز یہ کہے کہ معارف القرآن میں قرآن کی کوئی سند نہیں اور مفتی صاحب حضور ﷺ سے چودہ سو سال بعد پیدا ہوئے ہیں حالانکہ یہ صدی معارف القرآن کی ہے نہ کہ قرآن کی، اسی طرح ہدایہ میں مسئلہ امام صاحبؒ کا ہے چوتھی صدی میں شرح اس مسئلہ کی کی گئی ہے۔ سائل کا یہ سوال شیعوں سے چوری کیا ہوا ہے۔ ورنہ ہدایہ شریف کی تحریر پر تقریباً ہزار سال گزر چکا

ہے کسی اہل سنت والجماعت محدث یا مفسر نے یہ سوال نہیں اٹھایا کہ ہدایہ میں مندرجہ مسائل امام صاحبؒ سے ثابت نہیں۔ یہ بات سب سے پہلے محمد حسین ٹھٹھوی شیعہ نے کہی۔ وہاں سے ثناء اللہ امرتسری نے اور یوسف جے پوری غیر مقلد نے چوری کر کے پھیلادی۔ اگر جرأت ہے تو کسی مسلمہ سنی محدث کی کتاب میں یہ سوال دکھادو۔ آخر کب تک رافضیوں کی قے چاٹتے رہو گے۔ صاحب ہدایہ اور امام اعظمؒ کے درمیان صرف ایک راوی امام محمدؒ موجود ہیں۔ بخاری میں ایک ہی ایسی حدیث دکھائیں جس میں امام بخاری اور حضور اکرم ﷺ تک صرف ایک راوی موجود ہو۔

غیر مقلدین سے سوالات

۱۔ ہاں ذرا یہ بتایئے کہ سند کا ہونا فرض ہے یا واجب؟ جواب دیتے وقت مسلم کی روایت کا خیال رکھنا کہ کانوا لایسألون من الاسناد۔ سند کا مطالبہ زیادہ سے زیادہ بدعت حسنہ ہے۔

۲۔ قرآن پاک سمجھنے کے لیے آپ کو لغت کی ضرورت ہے کیا آپ لغت کے کسی ایک لفظ کی سند متصل بھی واضع لفظ تک پہنچا سکتے ہیں؟ قرآن پاک کی دس پہلی آیات کی سند ہی پیش فرمادیں۔

۳۔ صرف، نحو، منطق، بلاغت، بیان، جن علوم کی ضرورت کتاب وسنت کو سمجھنے میں پڑتی ہے ان کے قواعد کی سند بطریق محدثین آپ واضعین اصول تک پہنچا سکتے ہیں۔

۴۔ آج کل راویوں کے حالات کا دارومدار تقریب التہذیب، تہذیب التہذیب، خلاصۃ تہذیب، تذکرۃ الحفاظ، میزان الاعتدال وغیرہ اسماء الرجال کی کتابوں پر ہے اور یہ سب کتابیں بے سند ہیں۔ آٹھویں صدی کا آدمی پہلی صدی کے آدمی کو ثقہ اور ضعیف کہہ رہا ہے اور درمیان میں سات سو سال کی کوئی سند نہیں۔ کیا ان کتابوں کا بھی انکار کر دو گے؟

سوال نمبر۲

امام ابوحنیفہؒ سے امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کا کسی مسئلہ میں اختلاف ہو تو بعض دفعہ امام شافعیؒ یا امام مالکؒ کے قول پر فتویٰ کیوں دیتے ہیں؟

الجواب

بعض مسائل زمانہ کے لحاظ سے تبدیل ہوتے رہتے ہیں جیسے حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آج جس طرح بن سنور کر عورتیں مساجد میں آتی ہیں اگر آنحضرتؐ کے زمانہ میں ایسا ہوتا تو آنحضرت ﷺ عورتوں کو مساجد میں آنے سے روک دیتے۔ (بخاری) اب دیکھئے آنحضرت ﷺ نے صراحۃً خود عورتوں کو مسجد میں آنے سے نہیں روکا۔ لیکن صحابہؓ جو حضور ﷺ کے مزاج شناس ہیں انہوں نے حالات کے فساد کی بناء پر روک دیا اور وجہ یہ بتائی کہ یہ حالات حضور ﷺ دیکھتے تو وہ بھی روک دیتے۔ اسی طرح بعض مسائل مین مشائخ نے اتفاق فرمایا کہ اگرچہ امام صاحبؒ کا صریح قول تو وہ ہے کہ تعلیم قرآن پر تنخواہ لینا جائز نہیں۔ اس وقت اسلامی حکومت علماء کے وظائف مقرر کر دیتی تھی لیکن اب حکومت نے وظائف ختم کر دیئے ہیں۔ اگر اب تنخواہ کے جواز کا فتویٰ نہ دیا تو دین ضائع ہوگا۔ اگر ان حالات کا خود امام صاحبؒ مشاہدہ فرماتے تو وہ بھی جواز کا فتویٰ دیتے۔ کیونکہ ایسی ضرورت کے وقت خود ان کے قواعد بھی جواز بتاتے ہیں تو ان قواعد کو سامنے رکھ کر امام شافعیؒ یا امام مالکؒ کے قول کے مطابق فتویٰ دیا۔ ایسے حالات کی تبدیلی سے اضطراراً ہوا جس کی گنجائش خود قواعد امام میں ہی تھی۔ اس قسم کے سطحی اختلاف کو آڑ بنا کر منکرین حدیث بھی شور مچایا کرتے ہیں کہ جب رسول پاک ﷺ نے عورتوں کو مساجد سے نہیں روکا تھا تو صحابہؓ نے کیوں روکا۔ جب رسول اللہ ﷺ نے سات لغات پر قرآن کی تلاوت کی اجازت خدا تعالیٰ سے حاصل کر لی تھی تو عہد عثمانیؓ میں صحابہؓ نے لغت قریش کے علاوہ باقی لغات پر قرآن پڑھنے سے کیوں روکا؟ اسی طرح جب رسول اقدس ﷺ نے فرمایا تھا کہ مؤذن وہ رکھنا جو اجرت نہ لے لیکن آج کل غیر مقلدین کی مساجد میں بھی تنخواہ دار مؤذن ہیں۔ کیا ایسے مجبوری کے حالات کے مسائل کو آڑ بنا کر عمل بالحدیث سے بھی انکار کرو گے؟ یا یہ وساوس صرف فقہ کے بارہ میں ہی ڈالے جاتے ہیں۔

مجموعۂ رسائل جلد دوم کے عنوانات

سبیل الرسول پر ایک نظر

صلوٰۃ الرسول پر ایک نظر

نام نہاد جماعت المسلمین کے سوالوں کے جوابات

غیر مقلد علما سے چار سو سوالات

موضوع مکمل نماز

غلط اور صحیح سوالات کا معیار

تین رکعات وتر کا ثبوت

مناظرہ کوہاٹ کی چند جھلکیاں

فرقہ جماعت المسلمین تحقیق کے آئینہ میں

غیر مقلدین کے شیخ کل فی الکل اور معیار الحق

فرقہ غیر مقلدین

غیر مقلدین کی کہانی غیر مقلدین کی زبانی

غیر مقلدین کے سوالات اور اعتراضات کے جوابات